رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۲

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

مختصر فہرست کتب خانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم، حصہ اول، طبع دوم، قیمت باختلاف کاغذ .... ؎، للعہ
ایضاً حصہ دوم، طبع اول قیمت باختلاف کاغذ، عـہ، معہ
ایضاً حصہ دوم، طبع دوم، قیمت باختلاف کاغذ، ؎، ؎
الفاروق، حضرت فاروق اعظمؓ کی لائف اور طرز حکومت ؎
المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات، عہ
الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور اونکا فلسفہ، عہ
سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہؒ کی سوانح عمری اور اون کے اجتہادات اور مسائل .... عہ
سوانح مولانا رومؒ، مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری، مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ، عہ
مقالات شبلی، مولانا کے تیرہ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، عہ
رسائل شبلی، مولانا کے گیارہ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، عہ
بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی اور اونکی شاعری پر ریویو ۸
شعر العجم، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز، و دو ر باد کا دور .... ؎
ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور .... عا
ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور .... عا
ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو .... ؎
ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ، صوفیانہ، اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ .... عا
الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ۸
موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو، ؎
سفرنامۂ روم و مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس، قیمت .... عا
مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اون کے جوابات، قیمت باختلاف کاغذ طبع، عہ، عہ، ۱۲
علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ، اوس کی عہد بعہد ترقیان اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس .... عا
الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس مین عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ مین ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم، مطبوعہ معارف پریس قیمت، عا
قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا، طبع رنگین اعلی مطبع نامی کانپور، ۰۲
مجموعۂ کلام شبلی، اردو ۱۲

مثنوی صبح امید ۴۰
کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ جو ابتک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اس مین سب یکجا کر دیئے گئے ہین، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپائی، عا

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قرآن مجید کی تفسیر ۴
تفسیر سورۂ والتین " " " " " " ۴
تفسیر سورۂ الکوثر " " " " " " ۴
تفسیر سورۂ عبس " " " " " " ۴
الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ ۱۰
اسباق النحو حصہ اول و دوم، سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۱۱
دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲
خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب فیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، قیمت .... عا
ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت و زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱، قیمت عہ ۱۲
لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ
دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲
دوسری ریڈر طبع دوم ۴
رسالۂ اہل سنت والجماعۃ، فرقۂ اہل سنت والجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق، طبع دوم ۸
حیات مالکؒ امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ .... عہ
خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہندوستان اور لقبون سے ان کا ثبوت، قیمت ۸

مجلد نہم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ مطابق جنوری سنہ ۲۲ء | عدد اول

مضامین

شذرات

مسٹر گیا نندرو ناتھہ چکرورتی کا شمار اسوقت ہندوستان کے مشہور ترین ماہرین تعلیم مین ہوتا ہے انکی ساری عمر صیغۂ تعلیم مین بسر ہوئی ہے، مدتون وہ کالج کے پروفیسر اور ہائی اسکولون کے انسپکٹر رہچکے ہین الہ آباد یونیورسٹی کے بہت پرانے فیلو اور بنارس ہندو یونیورسٹی کورٹ کے ممبر ہین، اور اب کچھ عرصہ سے لکھنؤ یونیورسٹی کے وایس چانسلر ہین، ان کے قلم کا ایک مضمون عثمانیہ یونیورسٹی پر جنوری کے ماڈرن ریویو مین شایع ہوا ہے، جسکی تلخیص آیندہ نمبر مین ناظرین معارف کے پیشکش ہوگی، فاضل موصوف نے بعض نکتہ چینیون کے باوجود، بہ حیثیت مجموعی یونیورسٹی مذکور کے تخیل اور طریق کار کی بہت کافی داد دی ہے، اور اسے برٹش انڈیا کی یونیورسٹیون کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا ہے، یونیورسٹی کے تخیل کے بلند، بہتر و قابل تقلید ہونے مین کس کافر کو شک ہوسکتا ہے، لیکن یونیورسٹی کے طریق کار سے کیا خود موجودہ کارکنون کی بھی قوت ایمانی مطمئن ہے؟ دنیا پر طاؤس کے حسن و خوشنمائی کی مداحی مین بالکل حق بجانب ہے لیکن خود طاؤس کی کیفیت نفسی، اپنے پیرون پر نظر کرنے کے بعد کیا ہوجاتی ہے، اردو کے ظریف ناصح نے حال ہی مین کہا ہے،

نہ پھول اسپہ کہ یہ ادر وہ تجھے اچھا سمجھتا ہے
تو اپنے دل مین اپنے آپکو کیسا سمجھتا ہے

بات پر بات یاد آتی ہے، اُردو یونیورسٹی کے ذکر پر ذہن انجمن اُردو کی جانب منتقل ہوتا ہے، دسمبر کا آخری ہفتہ ملک کے جملہ قواے علمی کے لئے میدان مظاہرہ ہوتا ہے جسمین قوم کی زندہ آبادی کا بچہ بچہ ہمت، اقدام، وعمل کے اسلحہ سے کمربستہ نظر آتا ہے، لیکن اُردو کا لشکر شاید اپنے خیال مین فتح کامل حاصل کرچکا ہے، اسکے سپاہیون نے ہتھیار کھول کر رکھدیئے ہین، اور اسکے افسر خواب راحت کا لطف لے رہے ہین، سنہ۱۹۱۳ مین بدایون سے ایک پرزور آواز آل انڈیا اردو کانفرنس کی تحریک قیام کیلئے اُٹھی تھی لیکن جس تیزی کے ساتھ یہ آواز اُٹھی تھی اسی سرعت کے ساتھ اس زمین مین مدفون ہوگئی جو مزارات شہدا رکے لئے مشہور رہے سنہ۱۹۱۶ء مین بزرگان لکھنؤ نے اس نقارہ پر اس زور سے چوب لگائی کہ علیگڈہ، بنارس، پٹنہ و اورنگ آباد تک کے در و دیوار جنبش مین آگئے، لیکن کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی ساحرِ قیصر باغ کے جرس کاروان کی صداے بازگشت تھی، اسی کے سال دو سال بعد یہ برق اُفق دہلی پر چمکی لیکن معاً نظر آگیا کہ اسکا مقصد زایرین حرم ادبیات کو روشنی پہنچانا نہین بلکہ اُنکی نگاہون کو خیرہ کردینا تھا، خیر یہ تاریخ تو اُردو کانفرنس کی تھی جو ابتدا ہی سے ایک تفریح و تفنن کی چیز تھی، البتہ انجمن ترقی اُردو ایسی مجلس تھی جو اپنی بساط کے موافق فی الجملہ قابل قدر خدمات انجام دے رہی تھی، لیکن اب دو ایک برس سے اُسکے بھی کہین اجلاس منعقد ہونے کی خبر نہین آتی، اگر اُسکے اجلاس اب بند ہوگئے تو یہ مطلق حیرت انگیز نہین، حیرت اسپر ہے کہ اتنے عرصہ تک کیونکر ہوتے رہے! جس چراغ کا تیل بالکل ختم ہوچکا ہے، وہ اگر کچھ دیر جھلملاتی ہوئی روشنی دیتا رہے تو اسپر حیرت ہوسکتی ہے، لیکن اگر وہ فوراً بُجھ جائے تو کسی کو بھی تعجب نہ ہوگا -

---

ایک سرکاری اطلاع نامہ کے مطابق اپریل سنہ۲۰ سے مارچ سنہ۲۱ تک برٹش ہندوستان مین (یعنی ریاستون کے رقبہ کو مستثنیٰ کرکے) موٹر کی قسم کی سواریان ۴۵۹۹۳ کی تعداد مین درج رجسٹر ہوئین، ان مین ۳۱۹۲۴ موٹرین تہین، ۱۱۳۹۹ موٹر سائکلین تہین، اور ۲۶۷۰ بھاری موٹر گاڑیان تہین،

اس سال نئی موٹر کارون کی درآمد کی تعداد ۱۵۴۳۲ رہی جنکی مجموعی قیمت تخمیناً آٹھہ کرور ہوتی ہے!

ہندوستان کے مختلف صوبون نے اس کارخیر مین حسب ذیل نمایان حصہ لیا:-

بمبئی	۱۰۲۸۸	موٹرین
بنگال	۷۴۸۲	″
برہما	۳۲۴۰	″
صوبۂ متحدہ	۲۶۷۵	″

تمدن جدید کے آیات کمال کا سرعنوان تو شاید موٹرون ہی کو رکھنا چاہیے، لیکن ان کا دایرہ امرا و خوشحال طبقہ تک محدود ہے، کائنات شائستگی کے آفتاب و ماہتاب دو اور عزیز ہستیان ہین، جنکے دائرۂ اطلاق مین متوسط الحال افراد بلکہ غربا تک بھی آجاتے ہین، یعنی شراب و سگرٹ، اعداد ذیل انکے حلقۂ فیض کے حدود پیش نظر کردینگے:-

	سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
شراب	۵۳ لاکھہ گیلن	۵۴ لاکھہ گیلن	۷۵½ لاکھہ گیلن
سگرٹ	″	۲۰ لاکھہ پونڈ	۶۰ لاکھہ پونڈ

یہ اعداد وزن کے لحاظ سے تھے، اب ایک نظر انکی قیمتون پر بھی ہو:-

	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
قیمت اسپرٹ (شراب کی صرف ایک نوع)	۲ کرور روپیہ	۳½ کرور روپیہ
قیمت سگرٹ	۱ کرور ½ ۶۸ لاکھہ	۲ کرور ½ ۵۸ لاکھہ

افسوس ہے، سرکاری اعداد مین اسکی تفصیل درج نہین کہ ہندوستان کی مختلف قومون مین

کس کس نے کس حد تک ان جنسہاے گران مایہ کی قدر دانی مین حصہ لیا، ورنہ نظر آجاتا کہ جس شریعت نے شراب نوشی کو عمل شیطانی قرار دیا ہے، جس ملت کے اکابر نے شراب کو ام الخبائث کا لقب دیا ہے، جس مذہب نے اپنے پیروؤن کے سامنے کفایت وسادگی کا نصب العین رکھا ہے، اور جس کتاب آسمانی نے تکلفات دینوی کو "متاع غرور" اور لہو ولعب سے تعبیر کیا ہے، اسکے نام لینے والے کس حد تک اپنے ضمیر کو اپنے نفس پر حاکم رکھنے والے ہین، لیکن عام مشاہدات کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ بازار تعیش کے اس کاروبار مین اس دریا دل قوم کا نمایان حصہ نہ ہوگا؟ یہی قوم آج باوجود اپنی انتہائی عیش پرستی، تن پروری درشت اعمالی کے، حق وصداقت، غیرت وحمیت، ایثار وللہیت، صدق و روحانیت، عزم وحقانیت کا نام لیکر اٹھی ہے کہ صنمکدۂ کائنات کو پھر ایک بار کاشانۂ خلیل بنادے، اسکے دعوؤن کی لاج رکھنا محض ستار عیوب وقادر کل کے ہاتھ ہے، ورنہ اپنے اعمال اور اسباب ظاہری تو ایسے ہین کہ غیر تو غیر خود اپنون کو بعض دفعہ اس جسارت پر حیرت ہوجاتی ہے اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے،

ہے آرزو کہ ابروے پرخم کو دیکھئے
اس حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی جسکی بابت امیدین یہ دلائی گئی تہین کہ وہ قرطبہ اور بغداد کی جانشین ہوگی، بالآخر جب وجود مین آگئی تو اسکا سب سے پہلا کار نمایان دنیا کے سامنے یہ پیش ہوتا ہے کہ ۱۲-فروری کو شاہزادہ ولیعہد بہادر مسلم یونیورسٹی کی سرزمین کو اپنے ورود سے مشرف کرینگے، یونیورسٹی انہین ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری دیگی، اور انکے ساتھ چار اور صاحبون کو بھی ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری عطا ہوگی، یہ قابل رشک اصحاب اربعہ کون ہین؟ گورنر صوبہ متحدہ، ممبر تعلیمات حکومت ہند، مہاراجہ صاحب گوالیار،

اور نواب صاحب رامپور، اس سے قطع نظر کرکے کہ مسلم یونیورسٹی کی یہ انگریز نوازی موجودہ مسلم جذبات کے کہانتک موافق ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن خوش نصیب اصحاب اربعہ پر یہ اعزاز کی بارش ہونے والی ہے وہ واقعتہً اس اعزاز سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہین؟ اس سوال کا جواب آج مسلم یونیورسٹی کے اربابِ حل وعقد آسانی سے ٹال سکتے ہین، لیکن ایک وقت آنے والا ہے جب یہ سوال اس آسانی سے نہ ٹل سکیگا، اور جب دنیا کی ہر امانت کی طرح اس امانت کا بھی حساب دینے پر مجبور ہونا پڑیگا، بہتر ہوگا اسوقت کے لئے کوئی معقول جواب ابھی سے سوچ رکھا جائے۔

یونیورسٹیون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ علم واخلاق کی روایات کو زندہ رکھا جائے، اور اُنکی زندگی کو ترقی دیجاتی رہے، آنریری ڈگری انتہائی اعزاز ہے جو کوئی یونیورسٹی اپنے اصل مقاصد کے لحاظ سے کسی فرد کو دیسکتی ہے، باقی اگر کسی دولتمند نے باوجود علم واخلاق سے معرا ہونے کے یونیورسٹی کی مالی مدد کی ہے تو اس احسان کے اعتراف کے لئے یونیورسٹی کے پاس اور بہت سی صورتین ہین، مثلاً یہ کہ اسے یونیورسٹی کا رکنِ منتخب کردیا جائے، اسکے نام پر کوئی عمارت یونیورسٹی مین تعمیر کرادیجائے وقس علی ہذا۔ لیکن اعزازی ڈگری کے استحقاق کا معیار تمام تر علمی امتیاز وبلندی اخلاق پر ہے، مسلم یونیورسٹی کے آنریری ڈگری پانے والے اصحاب نے اگر اس حیثیت سے اپنی اہلیت کا کوئی ثبوت دیا ہے تو اُسے یقیناً علی گڈھ کے والیس چانسلر یا خزانچی صاحب کے دفتر کی کسی آہنی الماری مین بہت ہی مضبوط قفل ڈال کر چھپا دیا گیا ہے۔

دنیا کی دوسری یونیورسٹیون مین آنریری ڈگریان جس درجہ کے کاملین فنون واساتذۂ علوم کو ملتی رہتی ہین، اُسکی توضیح کے لئے یورپ وامریکہ سے مثالین تلاش کرکے لانے کی حاجت نہین،

خود ہندوستان مین علی گڈھ سے چند قدم پر بنارس اور ذرا اور آگے بڑھ کر کلکتہ ہے، ولیعہد بہادر کا ورود ان دونوں جگہون مین بھی ہوا، آخران یونیورسٹیون نے اس موقع پر کیا کیا؟ بنارس کی ہندو یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی آنریری ڈگری دی مگر کسکو؟ مسز بسنٹ کو، جنکے ہاتھون ہندو کالج کی بنیاد پڑی تھی جنکی ایک عمر ہندو علوم وفنون کی ترویج واشاعت مین بسر ہوچکی ہے، اور جنکی علمی ودماغی قابلیت کا اعتراف ملک کے نہین، دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہوچکا ہے، کلکتہ کی سرکاری یونیورسٹی نے متعدد اشخاص کو ڈاکٹر کی آنریری ڈگریان دین، مگر یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ تھے جو اپنی عمرین، فلسفہ، سائنس، تاریخ وادب کی خدمتگذاری مین صرف کرچکے ہین، جنکا نام علمی دنیا مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور جنکی عزت وتعظیم کرنا خود علم وفن کی عزت وتعظیم کرنا ہے، مسلمانون مین بیشک قحط الرجال ہے لیکن کیا یہ قحط اسقدر سخت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو اپنے اخوان طریقت مین چند افراد بھی اس پایہ کے نظر نہ آئے؟ ان لوگون سے قطع نظر کیجیے جنکی سیاسیات مسلم یونیورسٹی کے نزدیک قابل نفرت ہے، تو بھی کیا اہلِ موالات مین ایک متنفس بھی اس پایہ کا نہین نکل سکتا؟ سید امیر علی کی خدمات تاریخ ومذہب عماد الملک سید حسین بلگرامی کا علم وفضل وتعلق علی گڈھ، ڈاکٹر اقبال کی فلسفیانہ وادبی عظمت، جسٹس عبدالرحیم کی قانونی وسعتِ نظر، مولوی عبدالحلیم شرر کی خدمات زبان وادب، شاید یہ تمام قربانیان مسلم یونیورسٹی کی درگاہ مین ناقابل قبول ہین!

خیر عزت تو جسکی ہے، صرف اُسی کی ہے، (ولہ الکبریاء فی السموٰت والارض) اور اسی رب العزت کی رحمت کے طفیل مین پیمبرون اور پھر عام مومنین کی ہے، وللہِ العزۃ ولرسولہ وللمومنین لکن المنافقین لایعلمون۔ (منافقون ع ۱) اُسکو کسی یونیورسٹی کی اعزازی ڈگریان گھٹا بڑھا نہین سکتین، اُسکا تعلق تو صرف ایمان واعمال صالحہ سے ہے، البتہ نا اہلون کو زبردستی

علم یا حکومت کا لباس پہنا دینا، بالآخر خود انہین کے حق مین اور ساری قوم کے حق مین مضر ہوتا ہے۔ مولانا رومی نے کیا خوب تمثیل دی ہے، کہ نااہل کو عالم یا حاکم بنا دینا رہزن کے ہاتھ مین تلوار دیدینا ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے،

بدگہر را علم و فن آموختن ۔ دادن تیغ بدستِ راہزن

تیغ دادن درکف زنگیِ مست ۔ بہ کہ آید علم ناکس را بدست

علم و مال و منصب وجاہ و قران ۔ فتنہ آمد در کفِ بدگوہران

پس غزا زین فرض شد بر مومنان ۔ تا ستانند از کفِ مجنون سنان

قوم کے نادان دوست اسی غزا و جہاد کے وقت کو اپنے اعمال سے قریب بلا رہے ہین۔

مقالات

مرزا غالب کا ایک فرنگی شاگرد

آزاد فرانسیسی

از مولوی عبد الماجد بی اے

پچھلے نمبر کے شذرات مین اُردو کے چند فرنگی شاعرون کا جو مختصر تذکرہ آگیا تہا، ناظرین کرام نے اس سے دلچسپی کا اظہار کیا، اور بعض احباب کو یہ داستان خوشگوار اور پر لطف معلوم ہوئی، ان حضرات کی ضیافت ذوق کے لئے ایک فرنگی شاعر کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الگزنڈر بیدرلی، ایک فرانسیسی خاندان کے رکن تھے[1]، ولادت غالباً ہندوستان ہی مین ہوئی تھی، سال ولادت تقریباً ۱۸۲۹ء تہا، اٹھارہ سال کی عمر سے اُردو شاعری کا شوق پیدا ہوا، مشورۂ سخن کے لئے کلام کو نواب زین العابدین خان عارفؔ[2] (شاگرد و عزیز مرزا نوشہ) اور خود غالب کی خدمت مین بہیجنا شروع کیا، ان حضرات کا فیض توجہ بے اثر نہین رہ سکتا تہا، کچھ عرصہ مین اچھی خاصی مشق ہوگئی، اور کلام مین فی الجملہ پختگی آگئی، جو ایک غیر قوم کے فرد کے لئے بہت بڑی بات ہے، عمر نے وفا نہ کی، ۳۲ سال کی عمر مین ۷۔ جولائی ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا، تاہم اتنے ہی عرصہ مین کلام کا مجموعہ اسقدر ہو گیا تہا کہ معمولی ضخامت کا دیوان تیار ہو جاتا، چنانچہ مرحوم کے برادر کلان طامس بیدرلی نے دو برس کے بعد

[1] تذکرۂ خمخانۂ جاوید، جلد اول،

[2] یہ وہی عارف ہین جنکی جوان مرگی پر غالب نے وہ مرثیہ کہا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

ہان اے فلک پیر جوان تہا ابھی عارف + کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور (یہ مرثیہ مطبوعہ دیوان غالب (اردو) مین درج ہے)

اس دیوان کو شایع کردیا،

تخلص آزاد کرتے تھے، اسلئے دیوان بھی دیوان آزاد کے نام سے موسوم ہے ضخامت ۱۷۵ صفحہ ہے، مطبع احمدی آگرہ سے ۱۸۶۳ء میں شایع ہوا، اب بازار مین نایاب ہے، میرے پیش نظر کتبخانہ سرکاری رامپور کا نسخہ ہے،

ابتدا مین دو دیباچے ہین، پہلا دیباچہ فارسی مین منشی شوکت علی ساکن شاہپور ضلع فتحپور کا ہے جنکا طرز بیان تقریظ نگارون کے عام دستور کے مطابق کافی شاعرانہ ہے، اور بعض بیانات مبالغہ سے خالی نہین، یہ صاحب حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہین:-

"فتاے ہنرمند وگوہر ذکا پیوند خداوند عقل وتمیز، صاحب فراست دہر دلعزیز، مستعد ازلی الگزنڈر ہیدرلی، کہ ذہن وذکا را در طینتش خمیر بود، وسعادت ومروت در ضمیرش جا پذیر، در سن ہیزدہ سالگی بر شنیدن اشعار استاذہ متقدمین ومتاخرین طبع وقادش در تحصیل کمالش توجہ نمود، گاہ گاہ ہنگام فرصت بمطالعۂ تصانیف اوستادان پرداختے، و با محتشم الدولہ امیر الملک محمد اسد اللہ خان بہادر سہراب جنگ غالب تخلص ونواب زین العابدین خان تخلص بہ عارف کہ ہر دو حضرات از اکابر امرار والا دودمان دہلی بودند بذریعۂ مراسلات ومکاتبات استمداد سخن داشتے"۔

آگے چل کر اسی دیباچہ مین یہ ذکر ہے کہ ہیدرلی صاحب کو طب مین بھی یدطولی حاصل تھا، مریض عموماً انکے علاج سے شفایاب ہوتے تھے، مزاج مین سخاوت وفیاضی حد سے بڑھی ہوئی تھی، دوائین بلاقیمت تقسیم کرتے، اور دوسرے طریقون سے بھی غربا کی دستگیری کرتے رہتے، خود عسرت سے بسر کرتے، لیکن قرض لیکر دوسرون کی حاجت روائی کرتے، ریاست الور مین توپخانہ کے کپتان مقرر ہوکر گئے، اسی سال وفات پائی۔

دوسرا دیباچہ جو اردو مین ہے، آزاد کے بڑے بھائی طامس ہیدرلی کے قلم سے نکلا ہے جو

ریاست بھرت پور بین دپٹی کلکٹر تھے، یہ دیباچہ ذیل مین تمام وکمال درج کیا جاتا ہے، آج سے ۶۰ سال قبل کی ایک فرانسیسی شخص کی اُردو نثر کا نمونہ بجائے خود ایک یادگار رشتے ہے،

نیازمند درگاہ لم یزلی طامس ہیدرلی ابن مسٹر جمیس ہیدرلی مرحوم بیان کرتا ہے، اور اپنا راز دل صاحبدلون پر یون عیان کرتا ہے کہ میرا حقیقی چھوٹا بھائی کپتان الگزنڈر ہیدرلی جوان سعادتمند شیرین زبان دانش پیوند ابتداے عمر مین شعر وسخن کا مایل ہوا، اور چندروز مین جیسا چاہیے مایۂ سخنوری ومعنی گستری اسکو حاصل ہوا، کیونکہ بہ طبیعت درّاک تھی، فکر چالاک تھی، جو کچھ دل سے زبان تک اور زبان سے قلم تک آیا، اُس نے گلہاے معنی کا ایک تختۂ خوشرنگ دکھایا، رفتہ رفتہ اسکے کلام کی وہ صورت ہوئی کہ ہم فنون کو رشک ہوا، اور دانشمندون کو حیرت ہوئی، نواب زین العابدین خان دہلی کے امیرزادہ عالی خاندان جو عارف تخلص کرتے تھے اور جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب کے شاگرد تھے، وہ اسکے استاد تھے، اور اس نوجوان کو اپنے استاد اور اپنے استاد کے استاد کے انداز پیش نظر تھے، اور اکثر انکے اشعار یاد تھے، ہنوز برادر موصوف بہت کچھ کہنے نہ پایا تھا، بلکہ مین کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ اسکے دل مین تھا ابھی اُسکی زبان پر نہ آیا تھا کہ ناگاہ وقت ناگزیر آپہنچا، اور اس سعادتمند ازل کو پیغام اجل کا آپہنچا، چونکہ سرکار الور مین عہدۂ کپتانی پر مامور تھا، دنیا سے سفر کرتے وقت میری نظر سے دور تھا، ایسا لیئق ہونہار بھائی جس نے کل دوا دپر تیس برس کی عمر پائی، ساتوین جولائی ۱۸۶۱ء کو کام تمام ہوا، اس غم کا جسقدر بیان کیجئے اس سے سواہے جو اپنا حال بنا ہے، اور جسقدر غم کیا جائے بجا ہی، ع این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد، افسوس نہ فریاد مین فائدہ دیکھا نہ رونے مین تاثیر پائی، بہت روئے پیٹے، آخر صبر کرتے بن آئی، اشعار اس مرحوم کے جو پریشان جا بجا پڑے پائے گویا سونے مین زمرد اور یاقوت کے نگینے جڑے پائے، خیال آیا کہ جواہر کو بکھرا پڑا نہ رہنے دیجئے، اور ان سب اشعار کو ردیف وار جمع کر کے

دیوان مرتب کیجئے، تاکہ جو کوئی دیکھے وہ کہے کہ اگرچہ اس شخص کی تھوڑی زندگی تھی مگر واہ اس قلیل مدت مین کیا گہرافشانی تھی، نہین نہین یہ بات نہین ہے مجھکو یہ یقین ہے کہ یہ جو کاغذ پر سیاہی سے لکھے گئے ہین، سو اسکے اشعار اسکے ماتم مین سیہ پوش ہوئے ہین، الٰہی یہ مجموعۂ اشعار مقبول طبع ہر سخنور ہو اور اگر نذر ہیدرلی کی روح کو حضرت یسوع کے قدم مبارک مین مغفرت میسر ہو تمام شد (صفحہ ۹-۱۱)

دیوان کی ابتدا "قصیدہ حمد و وحدت" سے ہوتی ہے، اسکے بعد "مسدس نعت مسیح" ہے، تیس صفحون مین مختلف اعزہ، احباب و والیان ریاست کی شان مین قصاید ہین، جنہین سے بعض اچھے خاصے طویل ہین، صفحہ ۴۶ سے صفحہ ۵۶ تک دیوان غزلیات ہے، باقی صفحہ ۵۷ تک متفرق قطعات مخمس، مرثیہ وغیرہ ہین،

حمد مین بالکل وہی رنگ ہے جو ایک مسلمان شاعر کا ہوتا ہے، توحید باری کی توصیف ہر شعر مین ہے، اور اس طرح پر طرح طرح کے شاعرانہ استدلالات کئے ہین،

مسدس نعت مسیحی اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اسکا رنگ بالکل وہی ہے جو مسلمان شعرا کا نعت محمدی مین ہوتا ہے، وہی ذوق و شوق، وہی تضرع و الحاح، اور وہی وابستگی و اعتماد شفاعت، ایک بند ملاحظہ ہو :-

تیری رحمت حامیٔ رزقِ گدایان یا مسیح — تیری بخشش تاج بخشِ تاجداران یا مسیح

تیری شفقت ہر کس و ناکس کی خواہان یا مسیح — ہے تجھی سے نیک و بد کی مشکل آسان یا مسیح

ساقیٔ کونین و شاہِ دو جہان توہی تو ہے

یا مسیحا چارہ سازِ عاصیان توہی تو ہے

(امید ہے اردو کے زباندان حضرات زبان کی خامیون پر گرفت کرنے سے پیشتر یہ یاد کر لینگے کہ شاعر ایک غیر ملک اور غیر قوم کا شخص ہے، جسکی مادری زبان کو اردو سے کوئی مناسبت نہین)

ایک اور بند اسی مسدس کا :-

خسروا از بسکہ ہین میری خطائین بے حساب
عاصیانِ دہر مین اصلا نہین میرا جواب

قابل دوزخ ہون ہین اور لائق قہر و عتاب
عین نصفت ہے جہانتک مجھپہ ہون رنج و عذاب

اور کچھ چارہ نظر آتا نہین اپنا مجھے

تیری الفت پر توکل ہو شفاعت کا مجھے

ایک مخمس مین مرزا غالب کی غزل "تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے" کی تضمین کی ہے، پہلا بند یہ ہے :-

بلا سے مین نہہی خاک بھی عدو کیا ہے
تمہین اسی کی قسم اسکی آبرو کیا ہے

زبان شوخ بیان کا یہ حسن خو کیا ہے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

آخری بند یہ ہے :-

کہا جو مین نے کہ غالب نظر نہین آتا
نیاز آپکی خدمت مین اب نہین لاتا

تو بولے بھید کو آزاد تو نہین پاتا
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اترانا

وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ایک اور مخمس مین ناسخ کی مشہور غزل "مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا" کی بھی تضمین کی ہے۔ اپنے استاد نواب زین العابدین خان عارف کا طویل مرثیہ کہا ہے، جسمین بعض اشعار خوب نکالے ہین، نمونہ کے لئے چند شعر ملاحظہ ہون :-

اے اہل دید دیکھلو آنکھون سے کیا ہے آج
مین کیا کہون کہ دہر مین کیا ہو رہا ہے آج

یان بعد مرگ حشر کا رکھتے تھے انتظار
وسر پہ جیتے جی ہی قیامت بپا ہے آج

مُردے عجب ہی گر نہ اُٹھین جی کے قبر سے	ہم بانگ صور نالۂ اہلِ عزا ہے آج
ماتم سے کیون نہ دہر مین پڑجائے زلزلہ	تشہیر بے ثباتیٔ ارض و سما ہے آج
پھر ہوگا شورِ خلق مین طوفانِ نوح کا	اے اہل گریہ، گریہ جوش بکا ہے آج
اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت	وہ غم مین ہمکو چھوڑ کے تنہا چلا ہے آج
اے جانِ زار جانے مین یہ دیر حیف حیف	کچھ بھی سر وفا تجھے اے بیوفا ہے آج

غزلین اکثر غالب کی زمینون مین کہی ہین لیکن حتی الامکان صفائے بیان اور سلاست روانی و شستگیٔ زبان کا سررشتہ ہاتھہ سے نہین جانے دیا ہے، کہین کہین مضمون بھی بہت لطیف پیدا کیا ہے، بعض اشعار حسن تعلیل کا اعلیٰ نمونہ ہین۔

غالب کی مشہور غزل "جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا" پر آزاد نے بھی غزل کہی ہے ؎

مین نہ دہشت مین کبھی سوے بیابان نکلا	وان سے دلچسپ مرا خانۂ ویران نکلا
واعظون سے جو سُنا کرتے تھے جنت کا بیان	جبکہ تحقیق کیا کوچۂ جانان نکلا
اُسکی جا آج درِ یار پہ بیٹھا ہے رقیب	خاک خوش ہو وین جو کل یار کا دربان نکلا
وہ رخِ ہوش رُبا دیکھہ کے کب ہوش رہا	وصل مین بھی تو نہ دل کا کوئی ارمان نکلا

اشعار ذیل ایک بہتر شاعر اور اہل زبان کے لئے بھی باعثِ فخر ہو سکتے ہین،

شکلِ قاصد نظر نہین آتی	نہین آتی خبر نہین آتی
وہ بلا کونسی ہے صحرا مین	جو کبھو میرے گھر نہین آتی

ایک طویل غزل کا اقتباس یہ ہے،

خوش ہون مشکل سے کوئی کام جو آسان ہوتا	در پہ افلاک کا شرمندۂ احسان ہوتا
ابتو تا حشر نہین ہی کوئی مرنے کا سبب	تہا مرے حق مین جو ہونا شب ہجران ہوتا

اہل جنت سے مری روز لڑائی رہتی　　خُلد بالفرض اگر کوچہ جانان ہوتا

ہم بھی مجنون کی طرح خاک اڑاتے پھرتے　　ہوتے ویران اگر گھر نہ بیابان ہوتا

دیکھتے وہ کبھی آئینہ کے دہوکے مین گر　　مین جو بیتاب ہوا کاشکے حیران ہوتا

کس سے بہلائین سگِ یار کو عریانی مین　　آج کام آتا وہ آزاد جو دربان ہوتا

تیسرا شعر غالباً غالب کے اس شعر کو پیش نظر رکھکر کہا گیا ہے،

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی　　گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

ایک اور غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون:-

تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم　　اب کسکی شکایت کرین اور کسکا گلا ہم

مت حسن پہ بھولو کہ دکھا دینگے یہ تم کو　　کرتا ہے وفا حسن کہ کرتے ہین وفا ہم

مشہور ہو سر حلقۂ اربابِ جفا تم　　معروف ہین منجملۂ اصحاب وفا ہم

ہین شمع عفت انجمنِ دہر مین آزاد　　سرگرم رہِ وادیٔ اقلیم فنا ہم

دوسرا شعر ایک عجیب عاشقانہ تیور کے ساتھ کہا گیا ہے،

غالب ہی کی زمین مین ذیل کے دو شعر سُننے کے قابل ہین،

ندے جو بوسۂ گیسو نہ دے جواب تو دے　　بلا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے

حقیقتِ دلِ خون گشتہ سربسر ہو عیان　　ذرا وہ طرۂ پُر خم کو پیچ و تاب تو دے

متانت و سنجیدگی جو اکثر دہلی والون کا حصہ ہے، آزاد کے ہان بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، وصل کے بے پردہ مضامین، سوقیانہ محاورہ، ہوس پرستی، اور مبتذل الفاظ و تراکیب سے ایک بڑی حد تک ان کا کلام بالکل پاک ہے، وہ عاشق ہین مگر شریف عاشق، وہ معشوق رکھتے ہین مگر ان کا معشوق زن بازاری نہین، وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے مغربی ہین، مگر انکی شاعری مین مشرق کی بلند پایہ

عاشقانہ شاعری کی جھلک پوری طرح موجود ہے، اسکا کچھ اندازہ ان کے منقولہ بالا کلام سے ہوا ہوگا، اور مزید ثبوت آیندہ اشعار سے ملیگا :-

ہے، مگر یہ نہین ظاہر کہ کہان | زخم پنہان ہے کہ یہ سکنِ جان
دل وہ دل ہی کہ سدا غم سے گداز | چشم وہ چشم کہ خونناب فشان
میکشو، دین ہے کتنا سستا | ایک ساغر ہے بہائے ایمان
ہم نے اس شوخ کو دل مین رکھا | جب نہ پایا کوئی خلوت کا مکان
طبع کو صرفِ دعا کر آزاد | ہو چکا حال و حقیقت کا بیان

مومن خان کی ایک مشہور غزل ہے، جسکا مطلع ہے،

دلبستگی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ | پالا پڑا ہے ہمکو خدا کس بلا کے ساتھ

اس غزل پر دہلی کے متعدد شاعرون نے غزلین کہی ہین جنمین سالک و انور کی غزلین اپنی اپنی جگہ پر بہت خوب ہین، مرزا غالب کی بھی غزل دیوان ناظم (نواب یوسف علیخان ناظم والئی رامپور) مین ملیگی، آزاد نے بھی اس زمین مین طبع آزمائی کی ہے، بعض اشعار کی داد نہ دینا ظلم ہوگا،

اُڑتا ہے جسم زار ہمارا ہوا کے ساتھ | چلتے ہین تیرے کوچہ مین بادِ صبا کے ساتھ
بے اعتنائیون مین بھی کیا کیا لگاؤ ہین | ہین کج ادائیان تری کس کس ادا کے ساتھ
جو ہین سو بس یہی ہین مرے مشت استخوان | ہو جا شریک ای سگِ جانان ہما کے ساتھ
گویا مرا نوشتۂ تقدیر ہو گیا | وہ ربط ہی جبین کو ترے نقش پا کے ساتھ
مین جانتا ہون جان سے تم کو عزیز تر | الفت ہوئی ہی جب، تو ہوئی بیوفا کے ساتھ
عشق بتان مین وہم سے ہون اپنے بدگمان | کیا ورنہ دشمنی مجھے خلق خدا کے ساتھ

غالب کی اس غزل پر "تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوقِ نظر ملے" آزاد نے ایک دو غزلہ کہا ہی جسکے چند شعر یہ ہین:

قانع ہون اسپہ عشق مین جو خشک و تر ملے　　کہانے کو داغ پینے کو خون جگر ملے
بے درد ہو نصیب مرے مدعی کو دل　　بے داغ دشمنون کو ہمارے جگر ملے
حاصل زبس خلاف تمنا ہے کام دل　　جب ہو وے زہر کی ہمین خواہش شکر ملے
آزاد کسکا شیخ و برہمن نہ ان سے پوچھ　　ہے مفت دین جا کے بھی وہ بت اگر ملے

افسوس خاک تک نہ ہمین بہر سر ملے　　وہ لوگ بھی ہین جنکو اڑانے کو زر ملے
بس ہوگیا یقین کہ یہی راہ یار ہے　　دل جا بجا پڑے جو سر رہگذر ملے
پھرتا ہی تو تو خلق کی آنکھون مین رات دن　　روے زمین پہ کسکو ترا رہگذر ملے
آزاد ہم تو آج گذر جائین جان سے　　کوے صنم مین جا بپے دفن اگر ملے

اسمین شبہہ نہین کہ دیوان آزاد مین الفاظ و ترکیب کی غلطیان جا بجا ملتی ہین، مثلاً "اے ناصحا" "اے میسحا" وغیرہ، اور اکثر مقامات پر بندش بھی سست نظر آتی ہے، بااینہمہ اس لحاظ سے کہ یہ ایک مغربی شخص کا کلام ہے جسکو جوان مرگی کے باعث مشاقی کا بھی موقع حاصل نہ ہو سکا، دیوان آزاد کو بحیثیت مجموعی بہت غنیمت بلکہ قابل قدر سمجھنا چاہیئے۔

اردو کے مغربی شاعرون مین ایک اور "صاحب" کا دیوان میری نظر سے گزرا ہے، اسکا نام دیوان شور تھا، اصل نام سٹر جارج پیس تھا، غالباً میرٹھ مین قیام رہتا تھا، دیوان دو حصون مین ہے، پہلے حصہ کی ضخامت کا خیال نہین، دوسرا حصہ ۲۲۸ صفحے مین آیا ہے، اور ممتاز المطابع پریس میرٹھ مین خود مصنف کی حسب فرمائش ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء مین شایع ہوا ہے، لیکن کلام بہت معمولی ہے۔

ابن الطفیل اور اسکا فلسفہ

(۲)

از مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

ابن الطفیل یا طفیل (ابوبکر محمد بن عبد الملک بن طفیل القیسی) مضافات غرناطہ کے ایک مقام (وادی آش) میں پیدا ہوا، تاریخ و سن ولادت نامعلوم ہے، مورخین بارہوین صدی عیسوی کی ابتدا مین ولادت لکھتے ہین، اس نے اپنے وطن مین فلسفہ اور طب کی عمدہ تعلیم پائی، وہ اپنے وقت کا مشہور طبیب، ریاضی دان، فلسفی اور شاعر تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن یہ بے اصل بات ہے جسکی تردید خود اسکے کلام سے ہوتی ہے، امیر غرناطہ کا وہ کاتب ہوگیا تھا بعد ازین سلسلۂ موحدین کے پہلے دو تاجدارون کے دربار مین اسکو رسوخ حاصل ہوا، اور ابو یعقوب یوسف کے عہد حکومت مین ۱۱۶۳ء مین وہ وزارت اور طبابت کے عہدہ تک پہنچا، تاآنکہ ۱۱۸۵ء مین مراکش مین وفات پائی۔[1]

یوسف اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، اور اسکو یہ حکم دے رکھا تھا کہ دور دور سے علماء و فضلاء کو جمع کرکے انکو مناصب اور عہدے عطا کرے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن رشد نے بھی اس کے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا طبع اخیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۳ ابن الطفیل کا تذکرہ اسلامی لٹریچر مین کہین نہین ملتا، ابن خلکان، ابن ابی اصیبعہ، ابن العربی الملطی، قفطی، ابن صاعد اندلسی، فتح بن خاقان، اور مقری سب خاموش ہین اور تعجب یہ ہے کہ آثار الادہار مین بھی جو متاخرترین تصنیف ہے کچھ نہین ہے اور حیثیات سے قطع نظر کرکے کم از کم اس لحاظ سے اسکا تذکرہ ضروری تھا کہ وہ وزیر اور شاعر تھا، ابن الابار اور عبد الواحد مراکشی کی کتابون تک میری دسترس نہین۔

ظل عاطفت مین علمی تربیت حاصل کی، اور اسکی وساطت سے ابن رشد دربار مین آخری مناصب تک پہنچا، (یہ واقعات ابن رشد کی سوانحعمری مین بالتفصیل بیان ہوچکے ہین)

یہ مشہور ہے کہ ابن الطفیل ابن باجہ کا شاگرد تہا، لیکن خود ابن الطفیل کا بیان ہے کہ مجہسے ابن باجہ کی ذاتی ملاقات نہ تھی، ہان اُسکی کتابون کا مطالعہ کیا کرتا تہا، (حوالہ ابن باجہ کی سوانحعمری مین گذرچکا ہی)

وہ فلسفہ مین گو ابن باجہ کے اس اصول کا پابند تہا کہ انسان کا عقلی کمال محض قوت نظری کے نشو و نما پر موقوف ہے، اور اس لحاظ سے اسکو بھی اسی فرقہ مین شمار کرنا چاہیئے جسمین ابن باجہ کا شمار ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ غزالی کی طرح عقلی فیصلون مین اُسکو بھی کچھ نقص نظر آنے لگا تہا، کیونکہ وہ جا بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ عقلی فیصلے بھی گو صحیح ہوتے ہین اور مشاہدۂ ذوقی کے فیصلہ سے مختلف نہین ہوتے، تاہم مشاہدۂ ذوقی سے انسان وہ کچھ دیکہہ سکتا ہے جو عقلی گورکھ دہندون مین نہین دکہائی دیتا[۱] لیکن مشکل یہ ہے کہ

مشاہدۂ ذوقی سے جو کچھ دکہائی دیتا ہے اسکو الفاظ کے قالب مین نہین ڈہال سکتے کیونکہ یہ پرشوکت و بلند معانی الفاظ کے جامہ مین آکر اس دنیا کے چلتے پھرتے اظلال و اشباح سے مشابہ ہوجاتے ہین، حالانکہ نفس حقیقت کے اعتبار سے اُنکو اُن سے کوئی بھی تعلق نہین ہی یہی وجہ ہوکہ اکثر لوگ اداے مطلب مین قاصر رہے، اور اکثرون نے اس راہ مین ٹہوکرین کہائین[۲]

وہ مشاہدۂ ذوقی کو انسان کا آخری کمال سمجہتا ہے، لیکن باوجود اسکے عقل نظری کے احکام کو بھی غلط نہین سمجہتا بلکہ عقلی نشو و نما کو انسان کی تدریجی ترقی کی ایک ضروری کڑی خیال کرتا ہے، اس بنا پر اُسکا فلسفہ خالص مشائی فلسفہ نہین بلکہ اشراقیت اور مشائیت سے مل جل کر ایک نئی شکل ہے، یعنی اسکے فلسفہ کی بنا نہ مشائیہ کی طرح محض عقل نظری پر ہے، اور نہ اشراقیین اور صوفیہ کی طرح محض مشاہدۂ ذوقی پر

---

[۱] حی بن یقظان صفحہ ۵ [۲] ایضاً صفحہ ۶،

بلکہ یہ ایک نیا فلسفہ ہے جسمین ابتدا تو عقل نظری سے ہوتی ہے، لیکن آخری کمال کشف اور مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے،

فلسفہ مین اسکی بہترین تصنیف ایک فلسفیانہ قصہ ہے جسمین اس نے انسان کے ذہنی نشو ونما کی تدریجی رفتار کو دکھایا ہے، اسکا عربی نام حی بن یقظان ہے، ایڈورڈ پوکاک نے پہلے پہل اسکی تصحیح کرکے خود تربیت یافتہ فلسفی کے نام سے سنہ ۱۶۷۱ء مین پھر سنہ ۱۷۰۰ء مین شایع کیا تھا، اسکے بعد فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ الجیریا سے ( ) نے سنہ ۱۹۰۰ء مین شایع کیا، اسکا ترجمہ فرانسیسی کے علاوہ انگریزی، جرمن، اسپینی، ڈچ اور اردو زبانون مین بھی ہوا ہے، چنانچہ ( ) نے سنہ ۱۷۰۸ء مین اسکا انگریزی ترجمہ شایع کیا، اور اسکے بعد دوسرا ایڈیشن بھی نکلا، اسپینی زبان مین اسکا ترجمہ سارا گوسا سے سنہ ۱۹۰۰ء مین ( ) نے شایع کیا،

اس رسالہ کے علاوہ اسکی دوسری تصنیف "اسرار الحکمۃ المشرقیہ" ہے، جو (بولاق) مصر مین سنہ ۱۸۸۲ء مین چھاپی گئی ہے،

رسالہ حی بن یقظان کو عرب فلاسفہ کی دیگر تصنیفات مین جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ گو زمانۂ حال کے دور ترقی مین تاریخی حیثیت کے سوا اور کوئی قدر و قیمت ان کتابون کی باقی نہین رہی، لیکن یہ رسالہ اپنے طرز نو اور مادۂ اجتہادی کی بدولت علمی دنیا مین ابتک قدر کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے اور گو رسالہ کے اصل نظریات تقویم پارینہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے لیکن اسکا یہ حقیقی پہلو کہ انسان کی عقل کس طرح تدریجاً محسوسات سے معقولات کی جانب ترقی کرتی ہے، نہ صرف ذہنی تفریح کا سامان فراہم کرتا ہے بلکہ اس سے ایک حد تک دماغ کی فطری تربیت اور قوت مشاہدہ و نظر کے طریق نشو ونما پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور اس بنا پر یہ افسانہ فلسفۂ تعلیم اور علم النفس کے نقطۂ نظر سے بھی

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۳ "ابن رشد"، رینان صفحہ ۶۰،

کافی اہمیت رکہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے علمی حلقون مین بیسیون پہلوؤن سے یہ رسالہ ابتک قابل مطالعہ خیال کیا جاتا ہے، خود ابن الطفیل رسالہ کا مقصد حسب ذیل پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے،

"فلسفہ کی تصنیفات کے مطالعہ سے مین نے تدریجاً عقلی ترقی کے منازل طے کئے، اور اب آخرمین اس حد پر پہنچا کہ کچھ کچھ مشاہدہ بھی ہونے لگا، لیکن یہ راہ اسقدر پرُخطر ہے کہ اب بھی مین گمراہیون سے اپنے تئین مامون نہین خیال کرتا ہون، مین اس رسالہ مین ان تمام منازلِ ترقی کو یکے بعد دیگرے بیان کرونگا، جنکا طے کرنا انسان کے لئے لازمی ہے، میرے نزدیک یہ قطعاً ناممکن ہے کہ عقل نظری کے منازل کو چھوڑکر انسان ایک دم مشاہدہ کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے، اس بنا پر اگرمین ان کوالف کو بیان بھی کرون جو دوران مشاہدہ مین خود مجھپر طاری ہوتی رہین تو اول تو الفاظ کے ذریعہ سے اُنکو مین ادا نہین کرسکتا، دوسرے مبتدی کے لئے ناقابل فہم ہونے کے باعث اُن کا بیان کرنا بے سود ہے، ہان اگر عقل نظری کے منازل طے کرتا ہوا کوئی شخص ایک مدت تک صبر کے ساتھ کوشش کرتا رہے تو یقیناً اُسپر مشاہدہ کی کیفیات از خود طاری ہوسکتی ہین، لیکن اسکے لئے (جیسا کہ ابھی مین نے کہا) طویل جد وجہد، ریاضت ذہنی، صفاء النفس، اور فرط ذوق وشوق کی ضرورت ہے جو شاذونادر لوگون مین مجتمعاً پائی جاتی ہین[1]"

غرض اس لحاظ سے کہ اس رسالہ مین انسان کی عقلی نشو ونما کی تصویر نہایت خوبی سے کہینچی گئی ہے یہ اس قابل ہے کہ دنیا کی تمام قومین اس سے مساوی حیثیت سے بہرہ اندوز ہوسکتی ہین، اسکے علاوہ پورا افسانہ چونکہ خود ایک فلسفیانہ نظریہ کی لطیف پیرایہ مین تشریح ہے، اسلئے فصاحت و بلاغت کی چاشنی کے ساتھ ہر ہر قدم پر اجتہاد فکری کی مثالین بھی بکثرت ملتی ہین،

دیگر فلاسفۂ اسلام کی طرح ابن الطفیل کا بھی بڑا مقصد علم اور مذہب مین تطبیق دینا ہو دونون مین

---

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۰،

صفائی کرانا ہے، لہذا جا بجا آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ مین ابن الطفیل بھی ابن سینا وغیرہ کی طرح اس عیب سے پاک نہین کہ آیات قرآنی کی بیجا تاویلون سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرلیتا ہے، اور صحیح و ضعیف حدیثون مین تمیز نہ کرنے کے باعث ہر طرح کے رطب و یابس احادیث سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے،

جہانتک خود اسکی تحریر سے پتہ چلتا ہے، اس افسانہ کے اختراع کا سہرا اسکے سر نہین بلکہ یہ ابن سینا کی کان فضیلت کا ایک گوہر بے بہا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"اگر تم حقیقت رسی چاہتے ہو تو حی بن یقظان اور ابسال و سلامان کا افسانہ سنو جو حقائق سے مالا مال ہے اور جسکے اختراع کا فخر ابن سینا کو حاصل ہے[۱]"

حاجی خلیفہ نے ابن سینا کی ایک تصنیف حی بن یقظان نامی کا تذکرہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اس نام کی ایک کتاب ابن الطفیل کی بھی یادگار ہے، ابو عبیدہ جوزجانی نے ابن سینا کی تصنیفات مین قصۂ ابسال و سلامان کا نام لیا ہے، غالباً یہ دونون کتابین ایک ہی ہین، تاہم قصۂ ابسال و سلامان کو ابن الطفیل کے قصہ حی بن یقظان سے کوئی مناسبت نہین، اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا سے ابن الطفیل نے کتابون کا نام صرف مستعار لیا ہے[۲]۔

---

[۱] حی بن یقظان صفحہ ۱۱، [۲] ابن سینا کا یہ رسالہ نظر سے نہین گذرا، اور غالباً ناپید ہے، لیکن طوسی نے شرح اشارات مین پورا قصہ نقل کردیا ہے، جو بالاجمال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:-

قدیم زمانہ مین ابسال و سلامان دو بھائی ایک وسیع مملکت کے بادشاہ تھے سلامان بڑا تھا اور ابسال نے اسکے آغوش مین تربیت پائی تھی، ابسال جب بڑا ہوا تو حسن و جمال مین چاند کو شرمانے لگا، اور سلامان کی بیوی کا اسپر دل آگیا، چنانچہ ایک حیلہ سے اس نے وصل کی کوشش کی، لیکن ابسال کو چونکہ کوئی لگاؤ نہ تھا وہ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے جنگ پر چلا گیا، سلامان کی بیوی تاک مین لگی تھی، اس نے جب دیکھا کہ (بقیہ بر صفحۂ دیگر)

قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بحر ہند کے کسی غیر آباد جزیرے مین جہان تنجر دتوان سے انسان کی نسل پیدا ہوتی ہے، قدرت الٰہی سے ایک انسان نما حیوان حی بن یقظان تولد ہوا، سارے جزیرہ مین اسکی تربیت کا بظاہر کوئی سامان نہ تہا، لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے ایک ہرنی کو اسکی تربیت پر مامور کیا، یہ ہرنی اُسکو دودھ پلاتی، اور یہ بچہ ہرنی کے دوسرے بچون کے ساتھ دن بھر کہیلا کرتا تہا تا آنکہ یہ بڑا ہوا، اور پاؤن پاؤن چلنے لگا، اسکے سارے بدن پر بال تھے، یہ اپنے دوسرے ساتھیون کے دیکہا دیکہی چار ٹانگون کے بل چلتا تہا اور سیر و شکار مین مصروف رہتا تہا۔

(بسلسلۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ) میرا افسون کارگر نہین ہوتا تو افسران فوج کو درپردہ ملا کر ابسال کی فوج کو غارت کرانے کی کوشش کی، چنانچہ میدان مین فوجین ابسال کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئین، اور ابسال خود بھی بری طرح زخمی ہوا، خدا کے کارخانے عجیب ہوتے ہین، ابسال ایک کفدست میدان مین پڑا کراہ رہا تہا، بدن زخمون سے چور چور تہا کہ ایک ہرنی اُسکو بیٹھ پر لاد کر اُٹھا لیگئی، کچھ دنون کے بعد جب وہ اس قابل ہوا کہ چل پھر سکے اور زخم مندمل ہوگئے تو گھر واپس آیا، یہان آکر جو دیکہا تو سارے کارخانے تتر بتر تھے، ملک دشمنون نے چھین لیا تہا، اور بھائی ایک گوشۂ تنہائی مین یاس و حرمان کی زندگی بسر کر رہا تہا، ابسال نے پہنچکر سلامان کو تسکین دی اور ایک لشکر جرار تیار کرکے دشمنون کو پامال کرنے لگا، قسمت یاور تھی دن پھر گئے، اور مملکت واپس ملگئی، سلامان کی بیوی نے جو یہ دیکہا تو سخت پیچ و تاب کہانے لگی، اور توشہ خانہ کے کارندہ کو ملا کر ابسال کو زہر دلوا دیا، ابسال کے مرنے کے بعد اب سلامان غریب سب چھوڑ چھاڑ ایک گوشہ مین جا بیٹھا، اور ان واقعات سے سخت متفکر تہا، اور اصلیت اُسکی سمجھ مین نہین آتی تھی، لیکن خدا نے اُسکو قلب صاف عطا کیا تہا، چنانچہ اسکو الہام ہوا کہ یہ سب سازشین تیرے بیوی کی پیدا کردہ ہین وہ تیرے بھائی کی دشمن تھی، اور سازشون کا یہ سارا جال اُسی کا پھیلایا ہوا تہا، یہ معلوم ہوتے ہی سلامان نے اپنی بیوی اور اسکے ساتھ کے تمام سازشیون کو قتل کرا دیا۔"

یہ افسانہ نقل کرنے کے بعد طوسی اسکے رموز و اشارات کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا ہے (بقیہ بر صفحۂ دیگر

ایک دفعہ اُسکو خیال پیدا ہوا کہ میرے اور ساتھیون کے جسم کی کھال نہایت سخت ہے اور اُن پر بڑے بڑے بالون کی روئیدگی ہوتی ہے جس سے وہ سردی اور گرمی کے اثر سے محفوظ رہتے ہین لیکن میری کھال نہ انکی طرح سخت ہے، اور نہ اسپر اتنے گھنے بال ہین، اسکے علاوہ نا معلوم طریقہ پر اسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اپنی ستر چھپانا چاہیئے، چنانچہ اب وہ ان فکرون مین مستغرق رہنے لگا کہ درختون کے پتون سے کسی طرح اپنی ضرورتین پوری کیجائین، اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ دوسرے جانورون کے دانت یا پنجے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جانورون کو چیر پھاڑ کر اُن سے غذا حاصل کرنے یا درختون سے پتہ اُکھاڑنے وغیرہ مین اُنکو بڑی مدد ملتی ہے، لیکن مین ان تمام آلات وجوارح سے محروم ہون کہ اگر کوئی دشمن مجھپر حملہ کر بیٹھے تو مین ایک لمحہ اُسکے آگے ٹھہر بھی نہین سکتا، عقل تیز بھی اور تجارب پر عمل کرنے کا ملکہ راسخ تھا، اور حیوانات اپنی حالت پر قانع رہتے ہین، لیکن حی بن یقظان کے دل مین خلش تھی اس سے بچلا نہ بیٹھا جاتا تھا، اپنی ضرورتون کو خود پورا کرنے کا شوق دامنگیر تھا، اور جہان دیگر جاندار سالون اور برسون مین بڑھتے ہین، وہ لمحہ لمحہ اور گھڑی گھڑی مین بڑھتا تھا، اسپر مستزاد یہ کہ عقل کا آلہ ایسا اسکے

(بسلسلہ صفحۂ گذشتہ) لیکن ابن الطفیل اور شیخ دونون کے قصون کو ملا کر دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہین، شیخ اس قصہ کے ذریعہ سے انسان کے قوای نفسانی کے انحطاط اور صفای باطن کے مدارج کو دکھانا چاہتا ہے لیکن ابن الطفیل اسکے خلاف قوای نظریہ کے درجات کی تشریح کر رہا ہے، ایک کے پیش نظر انسان کی عملی حالت کے مراتب کی تشریح ہی اور دوسرا انسان کے قوای ادراکیہ سے بحث کر رہا ہی، پھر کہان شیخ کے ابسال وسلامان اور کہان ابن الطفیل کے ابسال وسلامان، ابن الطفیل کا سلامان شریعت کا پابند اور التزام جماعت کی کوشش مین مصروف مبتلاے آلام اور ابسال اپنے وقت کا مباحث شیخ طریقت ہے ان دونون کے کیرکٹر کو شیخ کے ابسال وسلامان کے کیرکٹر سے کوئی نسبت ہی نہین اس بنا پر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن الطفیل نے اپنے قصون کا مواد کہان سے اور کس حد تک ابن سینا سے اخذ کیا ہے، خود طوسی نے بھی غالباً ابن سینا کے اصل افسانہ کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اس نے سُنے سُنائے الفاظ مین قصہ کو نقل کر دیا ہے،

پاس تہا جو کسی کے پاس نہ تہا، چنانچہ اپنی صنعتگری طبع سے اس نے حیوانات کے اُن تمام آلات و جوارح کے جواب پیدا کئے، پتھر اور لوہے سے وہ ہتہیار کا کام لیتا، دن بھر انہین اسلحہ سے شکار کرتا، اور کہاتا پیتا، درختون کے پتون کو نوچ کر اُن سے اپنا لباس تیار کرتا، ان آلات و اسلحہ سے مزین ہو کر اب اسکی صورت و شکل ایسی ڈراونی ہو گئی کہ جنگلون کے بہائم اور خونخوار جانور تک اس سے دہشت کہانے لگے،

اسی اثنا مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اُسکی آنکہون نے کبھی نہ دیکہا تہا، یعنی اُسکی مان یکایک مر گئی موت کا یہ پہلا سمان تہا جو اُسکی آنکہون کے سامنے سے گذرا، ورنہ اس سے پہلے وہ قوت آزما اشاغل مین مصروف رہتا تہا، اور مظاہر قوت کے سوا اسکے ذہن مین یہ گمان بھی نہ گذرا تہا، کہ حیوان کے لئے کوئی بستر مرگ بھی ہے، اس حالت کو دیکہکر وہ ناچار رونے چلانے لگا، لیکن عقل نے نصیحت کی کہ رونا بیکار ہے، تدبیر سے کام لو اور ازالۂ علت کی کوشش کرو، تو شاید مان کو اس حالت سے نجات ہو،

یہان سے اُسکا خیال اس مردہ جسم کی چیر پہاڑ اور تشریح کی جانب رجوع ہوا، وہ جانورون کو چیرنے پہاڑنے کا عادی تہا، یہ مشاقی اسوقت کام آئی اور اُس نے سارے جسم کو چیر چیر کر ایک ایک کونہ مین تلاش شروع کی کہ کونسا پرزہ بگڑ گیا ہے، معدہ، جگر، آنتین، پہیپہڑا، غرض ہر جانب ٹٹولا کہین کوئی بات نظر نہ آئی، تو یکایک قلب پر ہاتھ پڑا اور دیکہا کہ یہ لنگر بیحس و حرکت ہے، اسکی حرکت کی حالت پہلے دیکھی نہ تھی، خیال گذرا کہ شاید اسکی تجویف کے اندر کچھ ہو، تجویفین جو کہولین تو وہ خالی نظر آئین، البتہ ایک دہوان سا اُڑتا ہوا نظر آیا، غرض بیچارے نے ہر طرف سراغ لگایا کہین سے گوہر مقصود ہاتھہ نہ آیا تو تہک کر بیٹھ رہا، لیکن اس واقعہ سے اُسکی طبیعت کی چالاکی دبتی جاتی رہی اور وہ دن بدن مجہول نظر آنے لگا، سیر و شکار کے مشاغل بھی رفتہ رفتہ کم ہو گئے، دیگر حیوانات پر جو اُسکا رعب بیٹھا ہوا تہا وہ بھی دن بدن زایل ہونے لگا، جسمانی کمزوریون کا یہ سبق روحانیت کا فتح باب تہا، اب دنیا سے اُسکی طبیعت ہٹ گئی، وہ زیادہ تر تفکر و نظر مین محو و مستغرق رہنے لگا، باد و آب و آتش اور دیگر عنصریات پر

پہلے اسکی نظر پڑی، راز ہستی جب یہان بھی نہ کہلا تو افلاک اور ملاء اعلیٰ کے نظم و ترتیب پر غور شروع کیا
اور رفتہ رفتہ مادیات سے گذر کر روحانیت مین اُسکی عقل سرگرم گردش رہنے لگی، اسی حالت مین قدم
علم کے سائے اُسپر انکشاف ہوا، خدا کی ذات و صفات کے متعلق اسکے معلومات مین وسعت پیدا ہوئی،
لیکن باوجود اسکے اب بھی کسی بات پر تسکین نہوتی تھی، اور اُسکی عقل سراپا تحیر تھی، اتفاقاً ایک روز جبکہ
وہ اپنے غار کی جگت پر بیٹھا راز ہستی کے کشف و انکشاف مین سرگردان و حیران تھا، اسپر ایک حالت
بین النوم والیقظہ کی طاری ہوئی اُسکے ہوش اُڑ گئے، بصیرت پر سے پردے اُٹھگئے اور وہ ملاء اعلیٰ کی
سیر کرنے لگا، یہان اس نے وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہین دکھائی دیا تھا، لیکن یہ حالت ایک لمحہ مین
زائل ہوگئی، یہ نئی لذت شہود تھی جس سے وہ آشنا ہوا تھا، اب اُسکو ہر دم اسی کیفیت کے طاریان کا
انتظار رہتا، اُسکو یہ معلوم نہ تہا کہ یہ کیفیت پھر کیسے طاری ہو سکتی ہے، بہت سوچتے سوچتے یہ پتہ لگا کہ
اگر جسمانی شہوت سے بالکل ہاتھ اُٹھا لیا جائے تو روحانیت مین ترقی ہوجانے کے باعث یہ کیفیت
اکثر طاری ہونے لگیگی، اور کیا عجب ہے کہ اسی طرح اسمین ثبات و قیام بھی پیدا ہو جائے چنانچہ اُس نے
عہد کر لیا کہ ہمیشہ روزے رکھونگا اور غار کے گوشۂ عافیت سے کبھی نہ نکلونگا، یہ عادت کچھ ہی دنون
ڈالی تھی کہ یکایک آسمان کے دروازے اُسپر کہل گئے، اور زمین کے طبقات اُسپر روشن ہوگئے ہر طرف
اُجالا ہی اُجالا تہا، ظلمت جہل کافور ہوگئی، اور ساری کائنات مشہود ہوکر اُسکی نگاہ کے سامنے پھرنے لگی،

جس جزیرہ مین وہ تنہا بسر کرتا تھا، اُسکے قریب ایک دوسرا آباد جزیرہ اور تہا، جہان کے باشندے
تہذیب و تمدن مین فائق اور شریعت الٰہی کے پابند و متبع تھے، وہان خدا کے دو نیک بندے ابسال
و سلامان بھی رہتے تھے، ان مین سے ابسال کو عزلت گزینی پسند تھی، اور سلامان باہمی میل وجول
اور نظام معاشرت کا طرفدار تہا، لیکن دونون کو نافرمانی کفر و عصیان سے قطعی نفرت تھی، اُنکی قوم
روسیاہ تھی اور یہ دونون بہائی سمجہاتے سمجہاتے تنگ آگئے تھے، جب کوئی تدبیر بن نہ پڑی تو خیال

پیدا ہوا کہ کسی غیر آباد جزیرہ مین چل کر عبادت الٰہی مین بسر کرنا چاہیے، چنانچہ ایک کشتی مین سوار ہوکر اس جزیرے مین اُترے، جہان حی بن یقظان بود و باش رکھتا تھا، یہان اُتر کر اُنھون نے دیکھا کہ ایک جنگل دور تک چلا گیا ہے، جہان نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد، یہ دیکھکر یہ لوگ گھبرا گئے، لیکن دور سے حی بن یقظان دوڑتا ہوا اُنکو نظر آیا، اسکی شکل عجیب و غریب تھی، اعضا آدمیون کے سے تھے، چارون ٹانگون کے بل دوڑ رہا تھا، رؤین تن اور بہائم صفت انسان ناخن بڑے بڑے بال گھنے اور لٹکتے ہوئے، یہ دیکھکر اُنکو اور خوف معلوم ہوا، ناچار بھاگے اور حی بن یقظان اُنکے پیچھے دوڑا، پہلے تو سمجھتے رہے کہ کوئی بلا ہے، لیکن جب ہر وقت کا آمنا سامنا ہوا تو دہشت کم ہونے لگی، اور ایک دوسرے سے مانوس ہوگئے، اب رفتہ رفتہ اُنکو پتہ چلا کہ یہ حیوان نما انسان ہے، اور معرفت اور معلومات مین ہم سب سے آگے ہے مشکل یہ تھی کہ حی بن یقظان کو انسان کی بولی نہ آتی تھی، ان دونون نے رفتہ رفتہ اُسے آدمی بنایا، اسکی شکل درست کی، بال مونڈے، نہلایا دھلایا، پہننے کے لئے کپڑے دیئے، غرض نک سک سے درست کرکے اُسکو تمدن کے آداب سکھائے، جسمانی و دماغی تربیت کے مراحل تو وہ پہلے ہی طے کرچکا تھا، تیز گامی، شہسواری اور شکار مین اسکا کوئی ہمسر نہ تھا، غور و فکر اور تدبیر و حکمت مین اپنا آپ ہی نظیر تھا، قوت مشاہدہ، حضور ذہن استغراق، وکشف، صبر و تحمل وغیرہ مین بےمثل تھا، لہذا ان دونون بھائیون نے پوری قوت سے اُسکو شروع تمدن سکھلائے، اور اپنی زبان کے مشق کرانے کی کوشش کی جنکو اُس نے بہت جلد سیکھ لیا، اب تینون یکجا رہنے لگے، ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات تک نوبت پہنچی، ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوئی، پتہ لگا کہ تینون کے خیالات متحد ہین، حی بن یقظان فلسفی تھا، ابسال صوفی اور سلامان علوم ظواہر کا ماہر، اب تینون مین یہ مشورہ قرار پایا کہ ابسال و سلامان کے جزیرہ مین چل کر دعوت الی المعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیے، چنانچہ ان تینون نے یہ سفر اختیار کیا، اور وہان جاکر لوگونکو راہ حق کی دعوت دینا شروع کی، لیکن انجام کار جب مایوس ہوئے تو اپنی پہلی قیام گاہ پر

پھر واپس آئے، اور بقیہ عمر عبادت الٰہی مین گذار دی، پھر نہ معلوم ہوا کہ ان تینون کا کیا حشر ہوا اور کب تک زندہ رہے[1]۔

---

[1] اس افسانہ کی پیچ پیچ کی کڑیون کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یکسر درس فلسفہ ہین، آخر مین نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ فلسفہ و تصوف اور شریعت سب کا منبع ایک ہے، اور ایک مکمل نظام تمدن کے لئے تینون کی یکسان ضرورت ہے، ابن الطفیل کے اس افسانہ کو ابن باجہ کے "گوشہ نشین" انسان کی نظری دنیا سے کسقدر مشابہت ہے،

مسئلہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلسٍ واحدٍ

(۱)

از مولوی ابو الحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

(۱) انسان کے لئے اسکی ازدواجی زندگی مین کبھی ایسے اوقات بھی آتے ہین، جب زن و شو کی قطعی جدائی ضروری ہوجاتی ہے، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے مواقع بہت اہم، نازک اور اسلئے سخت قابل احتیاط ہوتے ہین، مذاہب عالم جنکا اصلی و مشترک مقصد انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے، انھون نے اس بارہ مین مختلف راہین اختیار کی ہین، موجودہ دین مسیحی مین طلاق ایک معمولی درجہ کی چیز ہوکر رہ گئی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج اسکے پیرو اسکی کثرت و عموم سے گھبرا اُٹھے ہین، دوسری طرف اس دنیا مین ایسے مذاہب بھی موجود ہین جنمین طلاق مطلقاً حرام ہے، اس بنا پر ایک مرد جسکی زندگی اسکی شریک زندگی بیوی کی ناموافقت مزاج و حالات سے اسکے لئے عذاب الیم ہوگئی ہو اور وہ دل سے چاہتا ہو کہ اس مصیبت سے نجات پائے، لیکن محض اسلئے اسکو تادم مرگ اسمین مبتلا رہنا پڑتا ہے کہ اسکے مذہب نے کسی حالت مین بھی اس سے چھوٹنے کی اجازت نہین دی ۔ اسلام دین فطرت ہے اسلئے وہ اس افراط و تفریط سے بالکل علحدہ ہے، اس مسئلہ مین اسکی راہ ان دونون کے بیچ بیچ مین ہے، جسکی نسبت یہ علانیہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاہراہ ہے جسپر چل کر انسان اپنے دامن حیات کو ناخوشگواریون اور اذیتون کے خارزار سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھہ سکتا ہے،

(۲) طلاق کی نسبت اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان ناگزیر حالات مین جب زن و شو کی تلخکام

زندگی تفریق وجدائی کے سوا اور کسی طرح بھی خوشگوار بن ہی نہین سکتی ہو، تو اُسوقت طلاق کے جواز سے کام لیکر زندگی کی کلفتون کو دُور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس نازک حالت کے سوا اور حالات کے لئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ الطلاق ابغض المباحات (طلاق ایک مکروہ ترین امر جائز ہے) اسلام کی اس تعلیم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی نظر ایک نہایت دقیق نکتہ تک پہنچی ہے یعنی یہ کہ طلاق کو مطلقاً ناجائز ٹھہرانا جسقدر مضر نتائج پیدا کر سکتا ہے، اسی قدر بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی بُرے نتائج اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز قرار دینے سے بھی پیدا ہو سکتے ہین، یہ وہ لطیف نکتہ ہے جس تک دوسرے ارباب مذاہب کی نظرین جنھون نے اُسکو مطلقاً ناجائز قرار دیا یا اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز ٹھہرایا سیکڑون اور ہزارون برس کے بعد پہنچی ہین، بانیٔ اسلام نے اپنی اسی نکتہ رسی کی بنا پر اس مسئلہ مین بہت سی قیود اور شرطین لگائین اور اس بارہ مین اپنے پیرؤن پر بہت سی مفید پابندیان اور اہم ذمہ داریان عاید کی ہین،

(۳) یہان پر مسئلۂ طلاق کے پوری تفصیل وتشریح مقصود نہین، بلکہ اسکی ایک خاص صورت کی توضیح مقصود ہے، وہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی خاص حالت کے زیر اثر ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین پے در پے یہ جملہ تین مرتبہ اپنی بیوی سے کہدیا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو کیا وہ بیوی اسپر حرام ہو جائیگی، اور یہ طلاق طلاق بائن ہو گی؟ اصل اور غیر مختلط احکام شریعت کے لحاظ سے تو یہ سوال نہایت سہل اور صاف تھا، لیکن ائمہ ومجتہدین کے تخالف اقوال اور پھر متاخرین علما کے متشددانہ اختلاف رائے نے اس مسئلہ کو خاص طور پر پیچیدہ کر دیا ہے، اسلئے مین اس موقع پر تقریباً دونون قسم کی رائین اور اُن کے دلائل لکھکر دلائل کی قوت کو نمایان کرونگا تاکہ جو پیچیدگیان واقع ہو گئی ہین وہ رفع ہو سکین اور اصل مسئلہ واضح ہو، اس قسم کے واقعات جو اتفاق سے کبھی کبھی پیش آجاتے ہین وہ لوگون کی ناواقفیت یا ایک ناصحیح مذہبی تخیل کی بنا پر افسوسناک صورت اختیار کرلیتے ہین

یہ ایک نہایت شدید دینی ضرورت ہے کہ اُسکا حتی الامکان انسداد کیا جائے ۔

اسلام مین اصل شے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم ہے، اسکے بعد اقوال و اعمال صحابۂ کرام اور اُن کے بعد ائمہ و علمائے دین کے فتوی اور رائین، خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے متعلق ان تمام چیزون مین تصریحات ملتی ہین، ہمن بہ ترتیب درجہ بدرجہ اس موقع پران تمام تصریحات کو جمع کردیتا ہون، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ معلوم ہوچکا کہ اسلام کی نظر مین ازدواجی زندگی ایک نہایت نازک آبگینہ ہے، جسکے محافظت کے فرائض نہایت اہم ہین، اسلئے ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھہ سکتا ہے کہ اس آبگینہ کو چورچور کردینے والی شے طلاق پر عمل پیرا ہونے کے لئے انسان کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور اسکے تمام نتائج پر غور و فکر کرلینے کا موقع دیا جانا چاہیئے، قرآن مجید کا غور و تدبر بھی ہمین اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس مسئلہ مین تعجیل اور زود پسندی کی بالکل اجازت نہین دی، سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق مین اس مسئلہ کے تمام تفصیلی احکام مندرج ہین، قرآن مجید مین طلاق کی جو صورت بتائی گئی ہے وہ یہ کہ پوری مدت طلاق زمانۂ عدت، یا تین طہر یا تین حیض کا زمانہ ہے، اس مدت مین بہ تفریق طلاق دینا چاہیئے، دو مرتبہ طلاق دے چکنے تک مرد کو رجعت کا حق حاصل رہتا ہے، یعنی اسکے بعد بھی اگر وہ اپنی بیوی کو زوجیت مین رکھنا پسند کرے تو رکھہ سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دیدینے کے بعد وہ اسپر اُسوقت تک کے لئے حرام ہوجاتی ہے جب تک کہ دوسرا شخص اس مطلقہ عورت سے نکاح کرکے اُسکو طلاق نہ دیدے، یا خود وہ شخص مرنہ جائے، سورۂ طلاق مین ہے،

یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ،	اے نبی، تم مسلمان جب عورتون کو طلاق دو تو اُنکو اُنکی عدت کے زمانہ مین طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو،

. . . .

لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف،	تم نہین جانتے شاید اللہ اسکے بعد کوئی اچھی عالت پیدا پیدا کردے، پس جب عورتین اپنی عدت کے خاتمہ کو پہنچ جائین تو یا تو انہین حسن سلوک کے ساتھ رکھو یا اچھی طرح رخصت کردو،

سورۂ بقرہ مین ہے،

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء	اور جن عورتون کو طلاق دیجائے وہ اپنے آپکو تین طہر کی مدت تک روکے رکھین ....
وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحًا،	اور اس مدت مین اُنکے شوہر اُنکے واپس لینے کے دوسرون سے زیادہ مستحق ہین اگر وہ صلاح کی راہ اختیار کرلیں

یہ آیتین اس بات کا غیر مشتبہ ثبوت ہین کہ اللہ تعالے نے ایک مسلمان کے لئے طلاق کی صحیح صورت یہی تجویز کی ہے کہ وہ تین طہر یا تین حیض کی مدت مین بتدریج ایک ایک طلاق دے، اور اس اثنا مین تیسری طلاق سے پہلے اگر وہ رجعت کرلینا چاہے تو اپنی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق وہی طلاق دینے والا شوہر ہے، طلاق کی اس طویل مدت مین تقسیم و تفریق اسی لئے ہے کہ اس مدت مین فریقین کو آیندہ واقعات وحالات اور طلاق کے نتائج پر غور کر لینے اور انکو اچھی طرح سمجھہ لینے کا کافی موقع ملے، طلاق کی اسی صورت کو اللہ تعالے نے سورۂ بقرہ کی ایک دوسری آیت مین اور زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے،

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان	طلاق دو مرتبہ ہے اسکے بعد یا تو حسن سلوک کے ساتھ رکھنا ہے یا خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردینا.....
فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد	پس اگر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ اسکے لئے اسوقت

حتی تنکح زوجا غیرہ، تک حرام ہے جبتک اس سے دوسرا شخص شادی کرچکے،

سورۂ طلاق والی آیت مین "واحصوا العدۃ" کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیتین طوالت کی وجہ سے لکھی نہین گئین، اُنکے احکام یہ ہین کہ اس مدت مین عورتون کو بغیر کسی سخت ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنے نہ دو، اور سورۂ بقرہ کی اس دوسری آیت مین باحسان کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیات کے احکام یہ ہین کہ جو کچھ تم نے اُنکو دیا ہے اُسکو واپس لے لینا تمہارے لئے جائز نہین، ان احکام کے بعد دونون سورتون کی بقیہ آیات محذوفہ مین یہ مشترک حکم ہے کہ یہ عدت مین طلاق دینا، عدت کا شمار کرنا، عورتون کو اس زمانہ مین گھر سے نکلنے نہ دینا" یا دوسری آیت کے مطابق جو کچھ انکو دیا ہے اُسکو واپس نہ لینا" اللہ تعالےٰ کی قائم کی ہوئی حدود ہین جن سے تجاوز کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہین، اور جو شخص تجاوز کریگا وہ اپنے نفس پر ظلم کریگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت مین بتدریج طلاق دینا اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے جس سے تجاوز کرنیوالا ظالم ہے۔

انہی آیات قرآنی کی بنا پر ائمہ وعلماے امت مین سے حضرت امام احمد کا قول ہے،

تدبرت القرآن فاذا کل طلاق فیہ فھو الطلاق الرجعی یعنی طلاق المدخول بھا غیر قولہ تعالیٰ (فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ) (فتاوی ابن تیمیہ)	مین نے قرآن مجید مین بہت کچھ غور وفکر کیا ہمین زن مدخولہ سے متعلق جتنی طلاقین پائین، اُن مین سے ہر طلاق رجعی ہے البتہ اس آیت کی طلاق مُستثنیٰ ہے دلیس اگر اس نے تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ عورت اسکے لئے اسوقت تک حرام ہے جبتک دوسرا شخص اس سے شادی نہ کرچکے)

آیات قرآنی کی ان تصریحات کے سلسلہ مین حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ طلاق کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم کا واضح ارشاد کتب صحاح، سنن اور مسانید سب مین مندرج ہے،

ان ابن عمر طلق امرأته وھی حائض	ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی، حضرت
فذکر عمر ذلک لرسول اللہ صلعم	عمر نے اس واقعہ کا رسول اللہ صلعم سے تذکرہ کیا آپ نے فرمایا
فقال مرہ فلیراجعھا حتی تحیض ثم	انسے کہو کہ رجعت کرلین یہانتک کہ وہ پھر حائض ہو اور پھر
تطھر ثم تحیض ثم تطھر ان شاء امسکھا	پاک ہو اور پھر حائض ہو اور پھر پاک ہو، اسکے بعد اگر انکو اختیار ہے
وان شاء طلقھا قبل ان یمسھا فتلک	چاہین وہ اسکو اپنی زوجیت مین رکہین یا اسکو چھونے سے پہلے
العدۃ التی امر اللہ ان یطلق	اسکو طلاق دیدین، اسلئے کہ یہی وہ عدت ہے جسمین عورتونکو
فیھا النساء،	طلاق دینے کا اللہ تعالی نے ہمین حکم دیا ہے،

حدیث کا شان نزول اگرچہ واقعہ طلاق حائض ہے، لیکن اسمین رسول اللہ صلعم نے طلاق دینے کی جو صورت تفصیل سے بیان فرمائی ہے، میرا اصلی مقصود وہی تفصیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی آیتون سے طلاق کی جو صورت ظاہر ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم سے اسکی یہ نہایت غیر مشتبہ تفسیر و تشریح ہے، اور یہی وہ طلاق ہے جسکو طلاق سنی (یعنی مسنون طریقہ طلاق) کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ جتنی صورتین ہین سب طلاق بدعت مین داخل ہین، حضرت ابن عمر کا یہی واقعہ ایک اور روایت مین ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے،

بلغ ذلک رسول اللہ صلعم فقال	یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ای ابن عمر
یا ابن عمر ما ھکذا امرک اللہ تعالی	تمکو اللہ تعالے نے اسطرح حکم نہین دیا تم نے سنت مین
انک اخطأت السنۃ والسنۃ ان تستقبل	غلطی کی، سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو اور ہر طہر مین
الطھر فتطلق لکل قرء (نیل الاوطار)	ایک طلاق دو،

اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے کہ

کان ابن عباس یروی ان الطلاق عند کل طھر (زاد المعاد)	ابن عباس روایت کرتے ہین کہ طلاق ہر طہر کے زمانہ مین ہو

واقعہ یہ ہے کہ زن وشو کی تفریق کو شریعت اسلامیہ نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ اس رشتہ کا ٹوٹنا بجز مخصوص حالات کے بالکل جائز نہین رکھتی، اسلئے طلاق ایک ایسی جائز شے ہے جس سے عموماً بچنا چاہیئے، البتہ جب کبھی ناقابل برداشت اور زندگی کو تلخ و ناخوشگوار بنا دینے والے حالات پیدا ہو جائین تو پھر ایسی حالت مین بتدریج آیندہ کے تمام حالات اور اُنکے نتائج پر غور وفکر کر لینے کے بعد وہ اپنے پیرو کو اسپر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتی ہے، زن وشو کے انقطاع تعلقات کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین سحر کی مذمت بیان فرمائی تو اُسکا سب سے مکروہ ترین اثر یہ ظاہر کیا کہ

ویتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ

اور ان دونون سے وہ چیز سیکھتے ہین جسکے ذریعہ سے زن وشو مین تفرقہ پیدا کر دیتے ہین،

ایک روایت مین حضرت جابر سے مروی ہے،

عن النبی صلعم ان ابلیس یضع عرشہ علی البحر ویبعث سرایاہ فاقربھم الیہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ فیاتیہ الشیطان فیقول ما زلت بہ حتی فعل کذا، حتی یاتیہ الشیطان فیقول ما زلت بہ حتی فرّقتُ بینہ وبین امرأتہ فید نیہ منہ ویقول انت انت ویلتزمہ،

نبی صلعم سے روایت ہی کہ ابلیس پانی پر تخت بچھا کر اپنی ذریات کو ہر طرف بھیجتا ہے، ان شیاطین مین سے از روے قدر و منزلت ابلیس سے قریب تر وہ شیطان ہوتا ہی جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہی ابلیس کے پاس ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہی کہ مین فلان شخص کے پیچھے پڑا اور اس نے فلان کام کیا اسی طرح ایک اور شیطان آتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے فلان شخص کا پیچھا اسوقت تک کیا جب اسمین اور اسکی بیوی مین جدائی پیدا ہو گئی، پس ابلیس اُسکو اپنے قریب کر لیتا ہی اور اُسکو اپنے سے چمٹا کر یہ کہتا ہے کہ تو تو ہے،

ایک اور حدیث صحیح مین ہے،

عن النبی صلعم انہ قال ایما امرأۃ سألت زوجھا الطلاق من غیر ما باسٍ فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ	نبی صلعم سے مروی ہو کہ جس عورت نے بغیر کسی سبب کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی اسپر جنت کی خوشبو حرام ہے،

پہلی حدیث مین تفریق زوجین کی فتنۂ عظیم سے تعبیر اور دوسری روایت مین بغیر کسی سبب کے طلاق خواہ عورت پر جنت کی حرمت، شریعت کی نگاہ مین طلاق کی اہمیت و استکراہ کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے،

تصریحات احادیث نبوی

اب ان تصریحات کے بعد اصل مسئلہ کے متعلق روایات صحیحہ کی بنیاد پر یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اس بارہ مین اپنی جہالت و بیخبری سے جلدی کی اور ایک ہی مجلس مین مسلسل تین طلاقین دیدین تو آخر کیا ہو؟ روایات کا تتبع یہ ظاہر کرتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کی دو صورتین ہین، ایک یہ کہ ایک ہی لفظ مین تین طلاقین جمع کیجائین، مثلاً یہ کہ مین نے تمکو تین طلاقین دین، یا یہ کہ تین طلاقین ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین یکے بعد دیگرے دیجائین، گو یہ دونون صورتین قرآن مجید کے اصل منشا کے بالکل خلاف ہین، کیونکہ اس سے تو تین طلاقون کی تین طہر مین تقسیم و تفریق مستفاد ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کو اجماع طلاق ثلاثہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ غضبناک ہوئے، سنن نسائی وغیرہ کی روایت ہے،

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلعم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان فقال ایلعب بکتاب اللہ و انا بین اظھرکم	محمود بن لبید سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم کو ایک ایسے شخص کی خبر دیگئی جس نے تین طلاقین ایک ساتھ اپنی بیوی کو دین، آپ یہ سنکر غصہ مین کھڑے ہو گئے، اور یہ فرمایا کہ میری موجودگی مین خدا کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے

حتی قام رجل فقال یا رسول اللہ الا اقتلہ، | یہانتک کہ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا مین اسکو قتل نہ کر ڈالون۔

لیکن بہرحال اگر اسکے خلاف کبھی کسی سے عمل ہو جائے تو ناگزیر طور پر یہ بحث پیدا ہوتی ہی کہ اس صورت مین حکم و فیصلہ کیا ہوگا؟ اسمین تو اکثرون کا اتفاق ہے کہ تین طلاقون کا ایک لفظ مین جمع کرنا حرام ہے، لیکن اختلاف اسمین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کی یہ تصریح ملتی ہے کہ ایسی حالت مین طلاق واقع تو ہوگی لیکن صرف ایک طلاق رجعی ہوگی، ابوجعفر احمد بن محمد مغیث نے اپنی کتاب (المقنع فی اصول الوثائق وبیان ما فی ذلک من الدقائق") مین لکھاہی،

وطلاق البدعۃ ان یطلقہا ثلاثا فی کلمۃ واحدۃ فان فعل لزمہ الطلاق ثم اختلف اہل العلم بعد اجماعہم علی انہ مطلق کم یلزمہ من الطلاق فقال علی بن ابی طالب وابن مسعود رضی اللہ عنہما یلزمہ طلقۃ واحدۃ وکذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہ (فتاوی ابن تیمیہ) | اور طلاق بدعت یہ ہی کہ کلمہ واحد مین تین طلاقین دیجائین پس اگر ایسا کسی نے کیا تو طلاق یقیناً واقع ہوگی البتہ ارباب علم نے وقوع طلاق پر اجماع کے بعد اسمین اختلاف کیا ہے کہ کتنی طلاقین واقع ہونگی؟ حضرت علیؑ اور ابن مسعودؓ نے کہا ہی کہ ایک طلاق پڑیگی اور ایسا ہی حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے۔

اسی طرح مجلس واحد مین جمع تطلیقات ثلاثہ بھی طلاق رجعی کا حکم رکھتا ہے، اس بارہ مین صحیح و محفوظ روایتین حسب ذیل ہین،

حدثنا سعید بن ابراہیم حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمہ مولی ابن عباس قال طلق رکانہ بن عبد یزید اخو المطلب امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلعم | سعید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی.... عکرمہ مولی ابن عباسؓ مروی ہی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقین یک جلسہ دین اور اس واقعہ پر وہ بہت غمگین ہوئے، رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا تم نے کسطرح طلاق دی اُنھون نے کہا تین طلاقین دین، رسول اللہ صلعم نے

کیف طلقتہا قال طلقتہا ثلاثا قال فقال فی مجلس
واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت
قال فراجعہا (مسند احمد بن حنبل)

قال ابوداؤد حدثنا احمد بن صالح ثنا
عبدالرزاق ابن ابی جریج قال اخبرنی
بعض بنی رافع مولی رسول اللہ صلعم عن
عکرمہ عن ابن عباس قال طلق عبد یزید
ابو رکانۃ واخوتہ ام رکانۃ ثلاثا ونکح امرأۃ
من مزینۃ فجاءت النبی صلعم فقالت ما یغنی
عنی الا کما تغنی ہذہ الشعرۃ لشعرۃ اخذتہا من راسہا
ففرق بینی وبینہ فاخذت النبی صلعم حمیۃ
فدعا برکانۃ واخوتہ ثم قال لجلسائہ الا
ترون ان فلانا یشبہ منہ کذا وکذا من
عبد یزید وفلانا منہ کذا وکذا قالوا نعم
قال النبی صلعم لعبد یزید طلقہا ففعل ثم قال
راجع امرأتک ام رکانۃ واخوتہ فقال انی طلقتہا
ثلاثا یا رسول اللہ قال قد علمت راجعہا وتلی
یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء
فطلقوہن لعدتہن،

پوچھا کیا ایک جلسہ؟ انہون نے کہا ہان آپ نے فرمایا یہ تو ایک
طلاق ہے، پس اگر چاہو تو رجعت کرلو، راوی کہتا ہو اسکے
بعد رکانہ نے رجعت کرلی،

ابوداؤد نے کہا۔۔۔ عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت
کرتے ہین کہ رکانہ اور اسکے بھائیون کے باپ عبد یزید نے
ام رکانہ کو تین طلاقین دین اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے
شادی کرلی، وہ عورت رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اور ایک
بال اپنے سر سے توڑ کر یہ کہا کہ عبد یزید میری اتنی ضرورت
بھی پوری نہین کرسکتے جتنی کہ یہ بال کرسکتا ہو اسلیے
مجھ مین اور ان مین آپ تفریق کرا دیجیے، یہ سن کر رسول اللہ
صلعم کو غیرت آئی اور آپ نے رکانہ اور اسکے بھائیون کو
بلوا کر حاضرین مجلس سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ لوگ عبد یزید سے
فلان فلان چیزون مین مشابہ نہین ہین، لوگون نے کہا ہان
یا رسول اللہ صلعم، پھر رسول اللہ صلعم نے عبد یزید سے کہا کہ
اسکو طلاق دیدو اور اپنی بیوی ام رکانہ سے رجعت کرلو،
عبد یزید نے کہا مین نے اسکو تین طلاقین دی ہین، آپ نے فرمایا
ہان مین جانتا ہون رجعت کرلو، یہ فرما کر حسب ذیل آیت
تلاوت فرمائی "اے نبی تم مسلمان جب عورتون کو طلاق دیا کرو
تو انکی عدت کے زمانہ مین طلاق دو۔"

اس روایت مین اگرچہ فی مجلس واحد کی تصریح نہین، لیکن آنحضرت صلعم کا آیت یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء (الخ) تلاوت فرمانا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد تھی، ورنہ رسول اللہ صلعم ہرگز یہ آیت اس موقع پر تلاوت نہ فرماتے، کیونکہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کے بغیر یہ آیت بالکل بے جوڑ سی ہوجاتی ہے،

لیکن ان روایتون سے زیادہ صاف اور واضح صحیح مسلم اور ابوداؤد کی یہ روایتین ہین۔

عن طاؤس عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلعم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا کان لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم

طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم اور عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم رکھتی تھین لیکن کثرت طلاق کی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ لوگون نے اس معاملہ مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی اور آسانی تھی، پس مین اگر اسکو نافذ کردون تو بہتر ہو، اسکے بعد نے اسکو نافذ کردیا۔

وفی روایة ان ابا الصهباء قال لابن عباس هات من هناتک الم یکن طلاق الثلاث علی عهد رسول الله صلعم وابی بکر واحدة قال قد کان ذلک فلما کان فی عهد عمر تتابع الناس فی الطلاق فامضاه علیهم واجازه،

ایک روایت مین ہے ابوالصہبار نے حضرت ابن عباس سے کہا جو کچھ آپکو معلوم ہے اسکو بیان کیجئے، کیا تین طلاقین رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک نہ تھین، حضرت ابن عباس نے کہا ہان ایسا ہی تھا، لیکن جب عمر بن الخطاب کے زمانہ مین لوگون نے کثرت سے تین طلاقین دینا شروع کین تو انھون نے انکو نافذ کردیا

یہ روائتین نہایت تصریح سے ہمین یہ بتاتی ہین کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور عہد خلافت عمر کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر تین طلاقین جو بیک جلسہ و بیک وقت دیجاتی تھین ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تھین، اور شوہر کو حق رجعت حاصل رہتا تھا، وان ھذا لھو الحق المبین۔

(باقی)

مولانا جامی کے خط پر ایک نظر

از مولوی محمد محفوظ الحق صاحب بی، اے

معارف کے اکتوبر نمبر مین مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے خط کی عکسی تصویر اور اسکے ساتھ پروفیسر شیخ عبد القادر، ایم، اے کی دلچسپ تحریر بھی نظر سے گذری، لیکن وہ مضمون چونکہ بہت مختصر ہے اور اسمین بعض فروگذاشتین بھی ہین، اسلئے یہ چند سطرین لکھہ رہا ہون کہ ناظرین معارف کی بعض غلط فہمیان جو اسکے پڑہنے سے پیدا ہو گئی ہین دور ہو جائین اور ساتھ ہی وہ باتین بھی جنکا فاضل مضمون نگار نے اختصار کے سبب سے ذکر نہین کیا سلسلۂ بیان مین آجائین۔

پروفیسر عبد القادر صاحب نے پروفیسر براؤن کی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد صفحہ ۵۰۹ سے حسب ذیل بیان نقل کیا ہے، کہ "مولانا جامی کے ہاتہہ کا لکھا ہوا ان کے کلیات کا ایک نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، اور جسکا مفصل ذکر فاضل مستشرق بیرن وکٹر روزن نے اپنی ایک ضخیم تالیف مین کیا ہے، جسمین مولانا کے خط کی عکسی تصویر ۱۸۸۶ء مین شایع کی ہے جسکی یہ نقل ہے"۔ اس اقتباس سے جو ضرورت سے زیادہ مختصر اور بظاہر ترجمہ معلوم ہوتا ہے، بہت کچھ اشتباہ ہو سکتا ہے، اصل یہ ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ (موجودہ پٹروگراڈ، پایہ تخت روس) مین مشرقی زبانون کی کتابون کا ایک نادر ذخیرہ ہے جسمین قلمی فارسی کتابون کی بھی ایک کافی تعداد ہے، مشہور مستشرق ڈاکٹر روزن نے ان قلمی (فارسی) کتابون کی ایک فہرست تیار کی ہے، جسکا ایک نسخہ کلکتہ کی امپریل لائبریری مین ہے، اور وہ اسوقت میرے پیش نظر ہے، افسوس ہے کہ مین اس فہرست کی (جرمن) زبان سے نابلد ہون اسلئے اسکا اقتباس پیش کرنے سے مجبور ہون، بہرکیف! ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذکورہ بالا کتاب

کسی موضوع خاص پر کوئی "ضخیم تالیف" نہین بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ کے مشرقی کتبخانہ کی قلمی فارسی کتابون کی فہرست ہے، اسکے اخیر مین مولانا جامی کے خط کا عکس لیتھو مین چھاپکر لگایا گیا ہے، اور اُسی کا فوٹو پروفیسر براؤن نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد مین شایع کیا ہے

پروفیسر براؤن کا بیان ہے کہ مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا اُنکے کلیات کا نسخہ سینٹ پیٹرسبورغ مین موجود ہے، لیکن یہ غلط ہے، سنٹ پیٹرسبرگ مین مولانا جامی کے "کلیات" نہین، بلکہ ہفت اورنگ (یعنی سلسلۃ الذہب[۱]، سلامان وابسال[۲]، تحفۃ الاحرار[۳]، سبحۃ الابرار[۴]، یوسف زلیخا[۵]، لیلیٰ مجنون[۶]، اور خردنامہ اسکندری[۷]) کا قلمی نسخہ، خود مولف کے ہاتھہ کا لکھا ہوا البتہ موجود ہے، اور اُسکا مفصل ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست (صفحہ ۲۱۵ تا ۲۵۹) مین موجود ہے، خبر نہین کہ پروفیسر براؤن جیسے فاضل مستشرق سے ایسی غلطی کسطرح ہوئی، اور ہفت اورنگ کو اُنھون نے جامی کا کلیات کیونکر سمجھہ لیا -

خیر! یہ تو ہوئی اس نسخہ کی کیفیت جو ہندوستان سے ہزارون میل دور ہے، لیکن اب اس غیر معروف نسخہ کی کیفیت سُنئے جسکی شہرت گو یورپ تک پہنچ چکی ہے، اور وہان کے بعض علمی رسائل مین اسکا ذکر بھی آچکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ خود اس ملک کے رہنے والون کو اُسکے متعلق بہت کم معلوم ہے، پروفیسر عبدالقادر صاحب کو اس نسخہ کا پتہ جس تقریب سے ملا اسکی کیفیت وہ یون بیان کرتے ہین کہ "آج سے چھہ سال پیشتر جب خاکسار سید سلیمان صاحب متع اللہ المسلین بطول بقائہ کی خدمت مین بانکی پور حاضر ہوا تہا اور اُن کے ہمراہ وہان کے فخر مشرق خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی سیر کی تو اسمین ایک نسخہ سلسلۃ الذہب کے دفتر اول کا نظر سے گذرا جسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھہ سے لکھی ہے" افسوس ہے کہ اس جگہ پروفیسر صاحب موصوف کو سہو ہوا ہے، بانکی پور والا مذکورہ صدر نسخہ نستعلیق نہین بلکہ نسخ

مین ہے، اور اسمین سلسلۃ الذہب، دفتر اول نہین جو صرف ۱۵۷ صفحات پر ختم ہوجاتا ہے بلکہ اُسکے بقیہ ۳۰۵ صفحات پر مولانا جامی کی تمام وہ نظمین ہین، جو اپنی زندگی کے پچاسوین سال ۸۶۷ھ مین اُنھون نے سلطان ابو سعید کے نام معنون کی تہین، اور ۸۸۴ھ مین جنکو اُنھون نے اپنے دیوان اول مین شامل کرلیا تہا، اور اب وہ غزلین قطعات اور (مختصر) مثنویان اُنکے مطبوعہ دیوان مین متفرق جگہون پر مل سکتی ہین، اسکے علاوہ پروفیسر صاحب موصوف کے اس بیان سے کہ اسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتہہ سے لکہی ہے، صاف پتہ چلتا ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف صرف اس تحریر کو جسکا فوٹو اُنھون نے معارف مین شایع کیا ہے، اور جسمین جامی علیہ الرحمہ نے خود اپنا نام لکہا ہے، ان کا خط سمجہتے ہین، اور پورے نسخہ یا اول صفحہ کی دوسری تحریرون کو کسی اور کا خط تصور کرتے ہین، لیکن یہ صحیح نہین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف اس شایع کردہ فوٹو کی تحریر بلکہ پورے نسخہ کی کتابت خود مولانا جامی کے ہاتہہ کی ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ مین مولانا جامی کے خط کے متعلق کچھ کہون، یہان اسقدر بتادینا ضروری ہوکہ نسخہ مذکور ۲۴۶ اوراق یعنی ۴۹۲ صفحات پر ختم ہوا ہے، ہر صفحہ مین تقریباً ۲۵ سطرین ہین اسکا طول ۱۰ انچ اور عرض ۶ ۳/۴ انچ ہے، ہر صفحہ مین سرخ جدول ہے، پہلے صفحہ پر چند سطرین کسی نے لکہی ہین، اسکے بعد مولانا جامی کے ہاتہہ کی وہ تحریر ہے جسمین اُنھون نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت تحریر کی ہے، اور نیچے اپنا نام لکہا ہے، اسکے بعد مولانا سرّی مولانا نظام الدین بن شمس الدین خوانی اور مولانا صبوحی کی تاریخین ہین جو اُنھون نے ضیاء الدین یوسف کی ولادت پر کہی تہین، دوسرے صفحہ سے سلسلۃ الذہب کا دفتر اول شروع ہوتا اور صفحہ ۱۵۷ پر ختم ہوتا ہے، اسکے بعد دیوان کا دیباچہ ہے، اور پھر صفحہ ۱۶۱ سے غزلون، مثنویون، مرثیون، رباعیون اور تاریخون کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۴۵۲ کے نصف پر ختم ہوتا ہے، نسخہ بحالت موجودہ بالکل اچہا ہے، صرف پہلے صفحہ کا نچلا حصہ

بھیگ گیا ہے، اسلئے اول صفحہ کی روشنائی ذرا پھیل گئی ہے، اسکے سوا نسخہ مذکور مین اور کوئی خرابی نہین، یہ تو ہوئی نسخہ کی ظاہری صورت، اب اگر اسکے خط کو بغور دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسی اہل علم کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے، پھر یہ کہ خط کی شان کہے دیتی ہے کہ یہ تحریر نوین صدی ہجری یا اس سے قریبی زمانہ کی ہے، اب اگر پہلے صفحہ کو (جسکا فوٹو معارف مین نکل چکا ہے) دیکھا جائے تو پہلی چند سطرون کو چھوڑ کر یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند ...... والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ" یقیناً مولانا جامی کی تحریر ہے، اور پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی یہی کہتے ہین، لیکن اگر نچلی تاریخون (اور خصوصاً مصرع ہذا، ہمایون طلعتے پاکیزہ اخلاقی کہ خواہد شدم) کو دیکھا جائے اور اسکے خط پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چل جائیگا کہ اگلی اور نچلی تحریرین دونون ایک ہی ہاتھہ کی لکھی ہوئی ہین، اب اسی کے ساتھ ساتھ سلسلۃ الذہب اور دیوان پر نظر ڈالی جائے اور اسکے خط اور انداز تحریر کو دیکھا جائے تو ہر شخص بے تامل کہدیگا کہ دونون خط بالکل ایک، اور ایک ہی ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے، اسکے علاوہ اس نسخہ کو اگر سنٹ پیٹرسبرگ کے نسخہ سے (جسکا عکس ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے) ملائیے تو دونون مین کوئی فرق نظر نہ آئیگا، اسلئے اگر یہ مان لیا جائے کہ سنٹ پیٹرسبرگ کا نسخہ (جسمین سلسلۃ الذہب دفتر ثانی کے خاتمہ پر جامی کی یہ تحریر ہے، "راقم الکتاب و ناظمہ ہو الفقیر عبدالرحمن الجامی عفی عنہ فی الحادی عشر من ذی الحجہ ۸۹۰ھ") خود جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے اور یہ کہ پروفیسر عبدالقادر صاحب کے شائع کردہ فوٹو کی یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند ..... والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمن بن احمد الجامی عفی عنہ"، خود مولانا جامی نے اپنے ہاتھہ سے لکھی ہے تو اسکے کہنے اور ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا کہ مذکورہ صدر نسخہ، موجودہ کتبخانہ مولوی خدابخش مرحوم خود جامی علیہ الرحمہ کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے، چنانچہ فہرست کتبخانہ مذکور مرتبہ خانصاحب مولوی عبدالمقتدر (جلد دوم صفحہ ۱۷) مین بھی یہی تحریر ہے کہ "متذکرہ بالا نوٹ (یعنی ولادت فرزند ارجمند .... الخ) تاریخون (از مولانا سری وغیرہ) اور خود نسخہ ہذا کا خط جامی کے اس خود نوشتہ نسخہ سے بالکل متحد و یکسان ہے

جسکا ذکر ڈاکٹر ردزن کی فہرست مین ہے اور جسکے اخیر مین مولف کے خط کا عکس بھی دیا گیا ہے)

اسکے علاوہ تصوف پر مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ دستیاب ہوا ہے جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین دیکھا جا سکتا ہے، سلسلۃ الذہب، اور اس نسخہ کے خط کو ملایا جائے تو دونون بالکل ایک نظر آئیگا، اسلئے اسمین بطلق شک نہین کہ پروفیسر عبد القادر صاحب نے سلسلۃ الذہب اور دیوان جامی کے جس نسخہ سے فوٹو شایع کیا ہے، اسکے پہلے صفحہ کی صرف یہ تحریر "ولادت فرزند ارجمند۔۔۔ الخ" ہی جامی کے ہاتھہ کی نہین لکھی ہوئی ہے بلکہ پورا نسخہ اُنکے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے،

یہ امر موجب مسرت ہے کہ بانکی پور کے کتبخانہ مین جامی کی تصنیفات کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ وہان یوسف زلیخا کا بھی ایک نایاب نسخہ ہے جو مشہور خوشنویس مولانا میر علی الکاتب کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ وہی قابل قدر نسخہ ہے جسکی قیمت خود جہانگیر کے زمانہ مین ہزار مہر لگائی جاتی تھی، اس نایاب نسخہ کو عبد الرحیم خان خانخانان نے (۲-محرم ۱۰۱۹ھ کو) جہانگیر کی خدمت مین (بمقام اکبر آباد) بھیجا تھا، چنانچہ مآثر جہانگیری کی عبارت ہے،

"در روز دوشنبہ دوم محرم سنہ ہزار و نوزدہ دار الخلافہ اکبر آباد بسایہ چتر آسمان پایہ آرائش پذیرفت،

۔۔۔۔ و درین روز یوسف زلیخائی بخط ملا میر علی مصور و مذہب کہ ہزار مہر قیمت داشت، سپہ سالار خانخانان بطریق پیشکش ارسال داشتہ بود معروض گردید۔۔۔۔ الخ"

غالبًا اس نسخہ کی شہرت کو سن کر مولانا اسلم جیراجپوری کو سہو ہوا اور مولانا جامی کے خط کو انھون نے اس نسخہ کے ساتھ منسوب کر دیا، اور پروفیسر عبد القادر صاحب نے اس غلطی کا واقعی ازالہ کر دیا ہے۔

مولانا جامی کے خط پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ نستعلیق خط جامی کے زمانہ تک علما، اور شعراء کے استعمال مین عام طور پر نہین آیا تھا" اور آگے چل کر انھون نے تحفۃ الصلوٰۃ کے ایک نسخ نسخہ کا ذکر کیا ہے، جو ۸۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ

اگر اس زمانہ کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے جو اب کمیاب کیا نایاب ہو چلی ہین تو صاف معلوم ہوگا کہ اس زمانہ یا اس سے پہلے کی اکثر فارسی کتابین نسخ مین لکھی جاتی تھین، چنانچہ کیمیائے سعادت کا جو قدیم نسخہ خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ خود امام غزالی علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسی طرح بابر کا جو ترکی دیوان رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین ہے اور جسپر بابر کے دستخط ہین وہ بھی نسخ مین ہے، پھر دیوان حافظ کا وہ نایاب نسخہ جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جس سے ہمایون، جہانگیر اور دیگر شاہان مغلیہ فالین نکالتے تھے، اسمین ہمایون کا حسب ذیل نوٹ خط نسخ مین لکھا ہوا ہے:-

"از فال مصحف کہ برآمد از دیوان حافظ این فال بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ چون فتح ولایات شرقی و مبارزان آن دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع آن تفاولات نیز کردہ شود بمنہ وتوفیقہ، شب دوشنبہ ہجدہم ذی الحجہ سنہ ۹۶۲ھ در شہر دین پناہ تحریر یافت، والسلام"

اسکے علاوہ تاریخ گزیدہ مولفہ حمد اللہ مستوفی کے نایاب قلمی نسخہ کا جو اعلی ایڈیشن پروفیسر براؤن نے گب میموریل سریز کے لئے فوٹو سے چھاپا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسکے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے سنہ کتابت (۸۵۷ھ) معلوم ہوتا ہے،

وقع الاتمام علی ید العبد الضعیف المحتاج الی رحمۃ اللہ الغنی زین العابدین بن محمد الکاتب الشیرازی عفا اللہ عنہما فی وقت الاستواء سادس شہر رمضان المبارک سنہ سبعین وخمسین وثمانمائۃ -

اسی طرح اگر اس عہد کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل اور اسکے کچھ بعد تک خط نسخ کا عام طور پر رواج تھا، اور علماء و فضلاء اسکے بہت زمانہ بعد تک نسخ ہی لکھا کرتے تھے، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ کے کاتبون مین نستعلیق رواج پاچکا تھا، چنانچہ سنہ ۹۰۰ھ کے قبل کی بعض

نستعلیق کتابین بھی آجکل ملتی ہین، اور ان سے اس رواج کا پتہ چلتا ہے، گو خواجہ میر علی تبریزی سنہ ھ کے قریب خطِ نستعلیق کو ایجاد کر چکا تھا، لیکن اسکی ترویج مین اُسے خاطر خواہ کامیابی نہین ہوئی، عام طور پر یہی یقین کیا جاتا ہے کہ میر علی تبریزی موجد نستعلیق ہے، چنانچہ مولف تذکرہ خوشنویسان (غلام محمد ہفت قلمی) نے میر علی کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہے کہ

"از نسخ و تعلیق خطِ ہشتم ابداع نمود کہ آن را نستعلیق گویند و آن تمام و درست، بیشتر ہم خط نستعلیق سے نوشتند و لیکن این مرد بزرگوار قواعد در خط نستعلیق مقرر نمودہ نزاکتے بہم رسانیدہ"

اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین مولانا سلطان علی شہدی کے رسالہ منظومہ سے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہین، جن سے میر علی کے واضع نستعلیق ہونے کا ثبوت ملتا ہے:-

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی است ۔۔۔ واضع الاصل خواجہ میر علی است

تا کہ بودست عالم و آدم ۔۔۔ ہرگز این خط نبود در عالم

وضع فرمود او ز ذہن دقیق ۔۔۔ از خطِ نسخ و ز خطِ تعلیق

نے کلکش ازان شکر ریز است ۔۔۔ کا صلش از خاک پاک تبریز است

نکنی نفی او ز نادانی ۔۔۔ بے ولایت نبودہ تا دانی

بد مفاخر بجمع الافضال ۔۔۔ شیخ شیرین مقال شیخ کمال

آنکہ شعرش چو میوہ ہائے خجند ۔۔۔ ہست شیرین تر از نبات و ز قند

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ میر علی معاصر مولانا کمال الدین خجندی ہے، اور مولانا کمال الدین کی وفات بقول مولفین نفحات (صفحہ ۷۰)، حبیب السیر (جلد سوم صفحہ ۹۰) ہفت اقلیم (صفحہ ۷۷۶) مفتاح التواریخ (صفحہ ۱۵۹) اور ریاض الشعراء (صفحہ ۶۹۶) وغیرہ ۸۰۳ھ (مطابق ۱۴۰۰ء) مین واقع ہوئی، لیکن مولف مجالس العشاق نے انکی وفات ۸۰۸ھ مین بتائی ہے اور تذکرہ دولت شاہ (مطبوعہ یورپ

صفحہ ۳۵۲) مین انکی وفات ۹۲۷ھ مین لکھی ہے،

بہرکیف! مولانا کمال کا سن وفات جو بھی ہو لیکن اس سے یہ بات ضرور تیقن ہوتی ہے کہ خواجہ میر علی ۸۵۰ھ کے قریب زندہ تھے، اور مولانا جامی کی ولادت ۸۱۷ھ مین ہوئی، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ جامی، میر علی اور اُنکے خط سے واقف ہو چکے ہونگے، لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً زمانہ کی روش اور علماء و فضلا کے انداز کے سبب انھون نے طرز قدیم کو ترک نہ کیا اور ہمیشہ نسخ ہی کو طرۂ امتیاز سمجھا کئے، یہ روش اُنکے کچھ زمانہ بعد تک جاری رہی اور ۹۵۰ھ کے قبل تک نسخ کا رواج عام رہا، البتہ ۹۰۰ھ کے بعد نستعلیق خطوط عام طور پر ملتے ہین، لیکن اس سے قبل کی علما، کی نستعلیق تحریرین کمیاب کیا نایاب ہین۔

اس سلسلہ مین اس سوال کو بھی حل کرنا چاہیئے کہ سلسلۃ الذہب و دیوان جامی موجودہ کتبخانہ خدا بخش مرحوم کا سن کتابت کیا ہی؟ مولانا ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت (۸۸۲ھ) کو دیکھکر عام طور پر یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ صدر نسخہ کی کتابت ۸۸۲ھ یا ۸۸۳ھ مین ہوئی ہوگی، لیکن یہ خیال غلط ہی، سلسلۃ الذہب (دفتر دوم) کے خاتمہ کی تاریخ خود جامی نے اسطرح تحریر کی ہے:۔

داشت جہدی دبیر چرخ برین	در رقم کردنِ حروف سنین
چون روش بصاد وضاد رسید	خامہ راحکم ایستاد رسید ۸۹۰ھ
ہم برین جامی این خجستہ کلام	ختم شد والسلام والاکرام

جب دفتر دوم کا سال اختتام ۸۹۰ھ ہی تو دفتر اول بھی اسیکے لگ بھگ لکھا گیا ہوگا، کیونکہ یہ بالکل بعید از قیاس ہی کہ جامی سلسلۃ الذہب کا دفتر اول تو ۸۸۲ھ مین لکھین اور دفتر ثانی کو ۸۹۰ھ مین تمام کرین، اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہی کہ مذکورہ صدر نسخہ بھی ۸۹۰ھ یا ۸۸۹ھ مین لکھا گیا ہوگا، اسلئے محض تاریخ ولادت ۸۸۲ھ کو دیکھکر یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مولانا جامی کی وہ تحریر اسی سن کی ہی، ان حالات کو پیش نظر رکھکر میرا خیال ہی کہ نسخہ سلسلۃ الذہب و دیوان اول موجودہ کتبخانہ خدا بخش مرحوم کی کتابت ۸۸۹ھ یا ۸۹۰ھ مین ہوئی ہی اور جبتک اسکے خلاف کوئی کافی ثبوت نہ ملے اس تاریخ کے ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا۔

افریقیہ مین دولت عبیدئین کی ابتدا

از

جناب محمد خلیل الرحمن صاحب ایم اے عثمانیہ یونیورسٹی

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کے بعد شیعان علی نے متواتر کوششین کین کہ کسی طرح سلطنت پر تسلط حاصل کرلین، چنانچہ جب بنو امیہ کے آخری زمانہ مین اہل بیت کی دعوت کا آغاز ہوا تو بنو علی اور اُن کے طرفدارون کو قوی اُمید تھی کہ سلطنت اُنکو ملجائیگی، مگر سنہ ۱۳۲ھ کے سیاسی انقلاب اور بنو عباس کے قیام نے اُنکی اُمیدون پر پانی پھیر دیا، اور اُنکو نئے سرے سے کوشش کرنی پڑی، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ایک کے سوا شیعون کے تمام ائمہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد مین سے ہوئے اور اگرچہ وقتاً فوقتاً ان امامون کے متعلق اختلاف رائے ہوتا رہا، مگر حضرت جعفر صادق تک ان مین کوئی بڑا اور قابل لحاظ اختلاف نہین ہوا، امام جعفر صادق نے سنہ ۱۴۸ھ مین وفات پائی، اور اُنکی وفات کے بعد شیعون کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک حصہ امام اسمٰعیل کو اپنا امام ماننے لگا، اور دوسرا موسیٰ کاظم کا پیرو ہوگیا۔ سنہ ۱۴۸ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک اس نئے اسماعیلی فرقہ نے کوئی خاص صورت علحدہ اختیار نہین کی تھی، اور اُن مین اور دوسرے مخالف فرقہ مین صرف فرق یہ تہا کہ یہ سات امامون کو مانتے تھے، اور دوسرے اس سلسلہ کو یہان منقطع کرنے کے بجائے آگے جاری رکھنا چاہتے تھے، آخر سنہ ۲۶۰ھ مین عبد اللہ بن میمون القداح ظاہر ہوا، جس نے اُسکو ایک گمنام فرقہ کی حیثیت سے نکال کر سیاسی رنگ مین رنگ دیا، اس نے مختلف ممالک مین اپنے داعی بھیجے، اور آخر اسکا پوتا سعید بن حسین بن عبد اللہ بن میمون سنہ ۲۹۶ھ مین اس قابل ہوا کہ اپنے دادا کے کام سے فائدہ اُٹھا کر افریقیہ پر قابض ہوجائے، اسی واقعہ کی

تاریخ اس مضمون کا موضوع ہے،

اسماعیلی فرقہ کے لوگون نے مختلف ممالک مین اپنے داعی روانہ کئے، مگر اُنکو ناکامی ہوئی، آخر آپس مین مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ مغرب کے لوگون کو اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے کے لئے ایک داعی اسطرف روانہ کیا جائے، چنانچہ اُنھون نے ایک صاحب فہم و فراست، فصیح و بلیغ، اور عالم و فاضل شخص یعنی ابو عبد اللہ صنعانی کو اس کام کے لئے منتخب کیا، اور اتنا مال اسکے پاس جمع کیا کہ وہ اس سے کافی زاد راہ فراہم کرسکے، انتخاب کے بعد ابو عبد اللہ مغرب جانے سے پہلے حج کے موسم مین مکہ گیا تا کہ وہان اس سال جو اہل مغرب حج کے قصد سے آئے ہون، اُن سے ملے، اُن کے اخلاق و عادات کا پتہ لگائے، مذہبی اعتقادات کے متعلق واقفیت حاصل کرے، اور حصول سلطنت کے لئے حیلہ و وسیلہ دریافت کرے، یہ شخص حج کے قصد سے نہین بلکہ موسم گذارنے کے لئے مکہ پہنچا، کیونکہ اسکے مذہب کے مطابق حج فرض نہ تہا، درحقیقت اس سفر اور تکلیف سے اسکا اصلی اور حقیقی مقصد یہ تہا کہ اپنی مراد کے حصول کے لئے اسباب پیدا کرے، چنانچہ وہان اسکو چند اہل مغرب دکہائی دیئے، وہ اُن کے ساتھ رہنے لگا، اور آخر ان مین بالکل مل جل گیا، یہ لوگ تعداد مین تقریباً دس تھے، اور قبیلہ کتامہ سے تعلق رکھتے تھے، اور اُن کا ایک رئیس اُن کے ہمراہ تہا، ابو عبد اللہ نے ان سے ان کے وطن کا حال دریافت کیا، اور پھر ان سے مذہب کے متعلق سوالات کئے، اسپر وہ خاموش رہے، اور اس سے الگ رہنے لگے، یہ دیکھکر ابو عبد اللہ نے مذہب کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا، اور معلوم کرلیا کہ مذہبی عقاید مین ان کا رئیس فرقہ اباضیہ کی طرف مائل ہے، یہ کمزور مقام اسکے آیندہ منصوبون کی تکمیل کے لئے کافی تہا، چنانچہ اس نے اپنے علمی تبحر اور علم مناظرہ کی بہترین قابلیت سے اُن پر ایسا اثر ڈالا کہ اُنکی عقل آخر بالکل سلب ہوگئی، جب اُنکی واپسی کا زمانہ قریب آیا تو اُنھون نے ابو عبد اللہ سے اسکا حال دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ مین عراق کا باشندہ ہون، سرکاری نوکر تہا مگر بعد مین مجھے احساس ہوا کہ یہ

ملازمت نیکی کا کام نہین، اِسلیئے مین اس سے دست کش ہو گیا، اور اس تلاش مین رہا کہ کسب حلال کی کوئی بہتر صورت میسر آجائے، آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ بچون کو قرآن شریف کی تعلیم دینے سے بہتر اور کوئی کسب حلال نہین، اسپر مین نے دریافت کرنا شروع کیا کہ اسکا بہترین موقع کہان مل سکیگا، لوگون نے اس بارہ مین مجھسے ملک مصر کا ذکر کیا، یہ سُن کر اہل مغرب نے کہا کہ مصر ہمارے راستہ مین ہے، اِسلئے ہم اسہین سے گذرینگے، وہان تک تم بھی ہمارے ہم سفر ہو جاؤ، اُنھون نے اسپر اصرار کیا، آخر اس نے منظور کر لیا، اثنار راہ مین وہ ان سے ہمیشہ گفتگو کرتا، اور اُنکو اپنے مذہب کی طرف مائل کرتا اور آہستہ آہستہ اُنکو رام کرتا رہا، آخر یہ لوگ کچھ ایسے گرویدہ ہو گئے کہ اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے وطن چلے اور ان کے بچون کو تعلیم دے، مگر اس نے بُعد مسافت کا عذر کیا اور کہا کہ اگر مجھکو مصر مین ملازمت مل گئی اور میری حاجت پوری ہو گئی تو فبہا ورنہ مین تمہارے ساتھ قیروان تک چلونگا جب یہ لوگ مصر پہنچے تو وہ اُن سے جدا ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ تلاش روزگار مین سرگردان ہے، لوگ دوبارہ اس سے ملے اور اسکا حال دریافت کیا، اس نے کہا کہ اس ملک مین میری خواہش پوری ہوتی نظر نہین آتی، ان لوگون نے پھر اُسکو ساتھ چلنے کے لئے کہا اور اس نے منظور کر لیا، چنانچہ قیروان تک وہ برابر اُسکی صحبت مین رہے، یہان اُنھون نے پھر خواہش ظاہر کی کہ وہ اُنکے ساتھ اُنکے وطن چلے، اور وہان اُسکی آرزو کے مطابق تعلیم اطفال اُسکے سپرد کر دیجائے، مگر اس نے کہا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے قیروان مین رہ کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرون، اگر نا کامیاب ہوا تو تمہارے پاس چلا آؤنگا، ان اہل مغرب کا رئیس سب سے زیادہ اُسکو ہمراہ رکھنے کا خواہشمند تھا، اور وہی سب سے بڑھ چڑھکر اُسکی خاطر و مدارت کرتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے مقام، مکان، اور قبیلہ کتامہ کا پورا پورا پتہ دیدیا۔

ابو عبداللہ نے چند روز قیروان مین قیام کر کے تمام قبائل کے حالات کا پتہ لگا لیا اور اُسکو یہ معلوم ہو گیا کہ تمام افریقیہ مین بلحاظ شوکت و قوت اور رسوخ کتامہ کا کوئی قبیلہ ہمسر نہین، یہ سب کچھ

معلوم کرکے وہ کتامہ کے مقدم الذکر رئیس کی طرف چلا، اور ایک سیاہ خچر پر سوار ہوکر مع چند ہمراہیون کے اُدہر کا راستہ لیا، جب اس رئیس کے مقام تک پہنچا تو راستہ سے ذرا ہٹ گیا، اور ایک کہیت مین پہنچا جہان کتامہ کا ایک ادہیڑ آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھا ہوا تہا، اُس نے پاس آکر اُنکو سلام کیا وہ فوراً کہڑے ہوگئے، اور وہان ٹہرنا چاہا، ابوعبداللہ نے اُنکی درخواست منظور کرلی چنانچہ اُنھون نے اُسے اپنے گہر مین اُتارا اور بڑی خاطر مدارات کی، ابوعبداللہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے، اس نے کہا تمام، پھر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے، اس نے جواب دیا کہ معارک، اس سے ابوعبداللہ نے معلوم کیا کہ فال نیک ہے، ہمارا کام ضرور اتمام کو پہنچیگا مگر معرکون کے بعد پھر ابوعبداللہ نے وہان سے رخصت ہونا چاہا، وہ روانہ ہوکر کتامہ پہنچا، اور ایک مسجد مین اُترا، یہان ایک بڈہا بچون کو پڑہا رہا تہا، وہ فوراً کہڑا ہوا اور داعی کو سلام کیا، ابوعبداللہ اتبک اپنے سیاہ خچر پر ہی سوار تہا معلم نے اُسکو بڑے غور سے دیکہا جس سے ابوعبداللہ کو شک گذرا وہ مسجد مین آیا اور معلم سے دریافت کیا کہ تم مجھکو اور میرے خچر کو بڑے غور سے کیون دیکہہ رہے تھے۔ معلم نے کہا کہ ہان اسکا ایک سبب ہے، زمانۂ قدیم مین کتامہ مین فلیق نام ایک کاہن تہا جس نے ان لوگون کے فتنہ وفساد کو دیکہکر کہا تہا کہ جب مشرق سے ایک شخص سیاہی مائل گھوڑے پر سوار آئیگا تو تم جنگ کو دیکہوگے، مین نے جب تمکو دیکہا تو مجھے وہ قول یاد آگیا، اس سے بھی ابوعبداللہ نے نیک فال لی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو وثوق اور اطمینان حاصل ہوگیا۔

ابوعبداللہ داعی وہان سے چل کر کتامی رئیس کے پاس گیا، اور مسجد مین مقیم ہوا، یہان بھی ایک معلم بچون کو تعلیم دے رہا تہا، اور اسکے پاس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے، جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا، تو رئیس مسجد مین آیا اور ابوعبداللہ سے ملا، چنانچہ اُسی نے ظہر کی نماز پڑہائی، یہی عصر کے وقت ہوا، یہ حال دیکہکر معلم اپنی ذلت گوارا نہ کرسکا، اور مسجد کو چھوڑکر چلا گیا، چنانچہ اب ابوعبداللہ مسجد کا

امام اور بچون کا معلم ہوگیا، تعلیمی جد وجہد کی وجہ سے بچون کے مان باپ اس سے خوش ہوئے اور چالیس دینار آپس مین جمع کئے، اور شیخ نے ان مین کچھ اضافہ کرکے ابوعبداللہ کو دینے چاہے ابوعبداللہ نے ایک ہتیلی مین سے پانچ سو دینار نکالکر شیخ کے سامنے ڈالدیئے اور کہا درصل مین بچون کا معلم نہین ہون، اصل معاملہ سے مین تم کو اب آگاہ کرتا ہون اُسے غور سے سنو، ہلوگ اہلبیت کے انصار مین سے ہین، اور اے اہل کتامہ تم مین ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار اور قیام سلطنت مین ہمارے مددگار رہوگے، اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے دین کو غالب کریگا، اور اہل بیت کو عزت دیگا، ان مین ابھی ایک امام ظاہر ہوگا جسکے تم مددگار رہوگے، اور اسکے لئے اپنی جانین تک قربان کردوگے، تمہارے مدد سے ہی وہ تمام دنیا کو فتح کریگا، اور اس طرح تمہارا اجر کئی گنا ہوگا، اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزین تم کو میسر آئینگی، یہ سن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا مین اسکو منظور کرتا ہون، اور اسکے لئے اپنا مال وجان خرچ کرنے کے لئے تیار ہون، نہ صرف اپنا بلکہ اپنی تمام قوم کا بھی، مین تمہارا مطیع ہون اور جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اسکا حکم دو، ابوعبداللہ نے کہا کہ اپنے نزدیک کے رشتہ دارون کو دعوت دو، اسی اثنا، مین رمضان کا مہینہ آگیا، ابوعبداللہ نے کہا کہ رمضان آگیا ہے، اور ہمارے مذہب مین تراویح جائز نہین، کیونکہ یہ عمر کی بدعت ہی نہ کہ سنت رسول اللہؐ، مین یہ کرونگا کہ نماز عشا مین کوئی لمبی سورت پڑہونگا، اور اسطرح یہ نماز تراویح کے بجاے ہوجائیگی، شیخ نے کہا کہ مین اس معاملہ مین تمہارا مطیع وفرمان بردار ہون جو کچھ جی چاہی کرو۔

جب اس نئی نماز اور بدلے ہوئے حالات کی اطلاع شیخ کے پڑوسیون اور اُسکے بہائی کو ہوئی تو سو خر الذکر اُسکے پاس آیا اور کہا کہ تم کو آخر کیا ہوگیا ہے، اس مشرقی شخص نے تمہارے مذہب کو فاسد اور دین کو تبدیل کردیا ہے مگر شیخ نے کہا کہ مین تم کو بھی دعوت دیتا ہون کہ تم بھی اس کام مین میرے شریک ہوجاؤ، یا اس شخص کی برائی میرے سامنے نہ کرو، جسکی نیکی علم وفضل دینداری

اور پرہیزگاری کو مین سنے ہرطرح آزمالیا ہے، یہ سن کر اُسکا بہائی ناراض ہو کر چلا گیا اور شیخ تمام جماعت کو لیکر علحدہ ہوگیا، اُدہر ابوعبداللہ نے اپنی فضیلت کا ایسا سکہ بٹہایا کہ لوگ اُسکے گردیدہ ہوگئے، اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم وتکریم کرنے لگے، شیخ نے استدعا کی کہ وہ ان مین اپنے مذہب کی تبلیغ کرے، چنانچہ ابوعبداللہ نے کہا کہ تم سب اہل بیت کے انصار ہو، اسکی تقریر کی حلاوت کی وجہ سے اُنکی عقلین بالکل سلب ہوگئین، اور آخرکار وہ سب کے سب اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسکے بعد موقع پاکر شیخ نے اپنے بہائی کو قتل کرادیا، اور جب لوگ تعزیت کے لئے آئے تو ان سے عہد لیا کہ وہ داعی کے مطیع وفرمان بردار رہین گے، اسطرح اس نے بتدریج ایک بڑی جماعت کو اکٹہا کرلیا اور یہ شیخ آیندہ سات سال تک برابر اپنی قوم کے ہمراہ انکی جنگون مین شریک رہا جب اُسکی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بنی عم کو جمع کیا اور اُنہین وصیت کی کہ وہ ابوعبداللہ کا ساتہ نہ چہوڑین، اور اس بارہ مین کسی قسم کا اختلاف نہ کرین، اسی طرح اس نے ابوعبداللہ کو اپنے بیٹون کے بارہ مین وصیت کی،

اسطرح آہستہ آہستہ تمام اہل کتامہ داعی کے مطیع ہوگئے، اور اس قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل بھی اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسپر اُس نے اُن کا ایک دیوان قائم کیا اور چہاؤنی کی بنا ڈالی، اس نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ تمکو اپنے لئے دعوت نہین دیتا بلکہ اہل بیت کے امام معصوم کی اطاعت وفرمان برداری کے لئے بلاتا ہون، اس امام معصوم کی صفات بیان کرنے مین ایسی ایسی کرامات بیان کین جو خلاف عقل ہین، مگر لوگ انکو صحیح مانتے تھے، وہ ان سے کہا کرتا تہا کہ وہی امام درحقیقت اس امر کا اصلی مالک ہے، اور جب وہ ظاہر ہوجائیگا تو مین ہٹ جاؤنگا، اور لطف یہ ہے کہ ابوعبداللہ نے امام کو اتبک خود نہین دیکہا تہا بلکہ شیعون سے صرف اسکے حالات سُنے تھے، اسلئے اسکا اعتقاد امام کے دیکہنے پر مبنی نہ تہا، جب تک بربریون کا کام بالکل پختہ نہین

ہوا، اور وہ امیر افریقیہ کو شکست دیکر ملک پر قابض ہنین ہوگیا، ابوعبداللہ نے اآم کو ہنین دیکھا تھا۔

اسوقت خاندان بنو اغلب کا ایک فرمان روا ابراہیم بن اغلب حکمران تھا، اس سے قبل ہی سلطنت بنو اغلب مین مختلف انقلابات ظہور پذیر ہوچکے تھے، اور حکومت مین ضعف آگیا تھا، ابراہیم نے بادشاہ ہوکر کم وبیش چھہ سات سال تک اپنے پیشرؤون کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی، مگر اسکے بعد اُس نے ظلم وستم آغاز کیا، اور اس ظلم وستم کی وجہ سے سلطنت کی رہی سہی طاقت کو بھی زایل کردیا، ایک دوسرا غضب یہ کیا کہ جب ۲۸۰ھ مین اس نے اہل بلزمہ پر فتح پائی تو اُن کے کم وبیش ایک ہزار آدمیون کو پکڑ کر رقادہ لے آیا، اور یہان اس نے انکو اطمینان دلانے اور راحت پہنچانے کے بعد قتل کرادیا، یہی قتل عام دولت اغلبیہ کے زوال کا باعث ہوا، کیونکہ ان لوگون مین عربون اور ان لوگون کی اولاد شامل تھی جنھون نے افریقیہ کو فتح کیا تھا، اور بنو کتامہ کے حریف تھے، اب توازن قائم نہ رہ سکا، اور جب کتامہ ابوعبداللہ سے مل گئے تو بنو اغلب کے افریقیہ مین قیام وبقا کی کوئی سبیل نہ رہی، اور ابوعبداللہ کے ہاتھ ایسا حربہ آگیا کہ جس سے بچنا بنو اغلب کے لئے بالکل ناممکن تھا، آخر اسطرح سلطنت کے جڑون کو کھوکھلا کرنے کے بعد ۲۸۹ھ مین ابراہیم نے وفات پائی، اور ابوالعباس ابن ابراہیم باپ کی جگہ بادشاہ ہوا، مگر بادن روز کی حکومت کے بعد اپنے غلامون کے ہاتھ سے قتل ہوا، اور بنو اغلب کا آخری تاجدار زیادۃ اللہ تخت پر بیٹھا، مگر یہ تخت نشینی بھی بغیر خون ریزی اور قتل کے عمل مین نہ آسکی، جس سے سلطنت اور بھی کمزور ہوگئی ابوعبداللہ کتامہ پر پورا قبضہ حاصل کرچکا تھا اور زیادۃ اللہ بالکل بے دست و پا تھا۔

آخر ۲۹۲ھ مین افریقی اور ابوعبداللہ کی فوج مین سب سے پہلے مڈبھیڑ کبونہ کے مقام پر ہوئی، اُسکی تفصیل یہ ہے کہ زیادۃ اللہ کے سپہ سالار ابراہیم بن حبشی بن عمر تمیمی نے لشکر کے ساتھ اسکی طرف کوچ کیا، ابوعبداللہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ ابراہیم بن حبشی کے ہمراہ اکابر قوم،

شرفاے عرب اور موالی ہین اور اسکے علاوہ بہت سے سامان حرب سے مسلح ہے، تو اُسکو خوف پیدا ہوا، اور اُس نے کتامہ کو جمع کرنا شروع کیا، یہ تمام جمعیت بے قاعدہ اور بے ضابطہ تھی اور اُسکی صورت یہ ہوتی تھی کہ ابو عبد اللہ قبائل کے مختلف رؤسا کی طرف خط لکھا کرتا تھا اور وہ لوگ اپنے مطیع اور اُسکی طرف راغب لوگون کو جمع کر لیا کرتے تھے، ان خطون مین صرف یہ ہوتا تھا کہ فلان دن اور فلان موقع مقرر ہوا ہے، اُسکے سامنے ایک شخص پکارا کرتا تھا کہ "پیچھے رہنا اور جنگ مین شرکت نہ کرنا حرام ہے" نتیجہ یہ تھا کہ کتامہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین رہا جو اسکے ساتھ نہ مل گیا ہو، اس طریقہ سے اس نے ایک لاتحصی اور لاتعد جماعت پیدا کر لی، اور وہ سب ابراہیم کے مقابلہ اور مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے، آخر کار رکبونہ کے مقام پر مقابلہ ہوا جو صبح سے شام تک برابر جاری رہا، آخر ابراہیم کو شکست ہوئی، منہزم فوج کے خیال کو ترک کر کے کتامہ لوٹنے مین مشغول ہو گئے، اور بہت سے ہتھیار، زین، لگام، اور طرح طرح کا مال و اسباب اُن کے ہاتھ آیا، یہ سب سے پہلا مال غنیمت تھا جو ابو عبد اللہ شیعی اور اُسکے اصحاب کو حاصل ہوا، چنانچہ اب اُنکو ریشمی کپڑے میسر آئے، مرصع تلوارین گردنون مین حمائل کین، اور سنہری اور روپہلی کام کے زین اور لگام لگا کر گھوڑون پر سوار ہوئے، اسکے علاوہ ان کے پاس ہتھیارون کی افراط ہو گئی اور وہ لوگ شریف اور بزرگ بن گئے، اب اُنکی مرادین پوری ہوئین اور ساتھ ہی اُنکو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابو عبد اللہ داعی نے فتح و ظفر کے جو کچھ وعدے ان سے کئے تھے، وہ سب برحق ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دل بڑھ گئے اور ادھر اہل افریقیہ زیادہ کمزور اور بے ہمت ہوتے گئے، اُن کے دلون مین بیچارگی اور بے مائگی کا خیال پیدا ہوا، ابو عبد اللہ داعی نے فوراً عبید اللہ شیعی[۱] کو جو اسوقت سلجماسہ مین تھا اس فتح کی

[۱] عبید اللہ شیعی ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا، ۲۸۹ھ مین سوداگر کے بھیس مین مصر آیا، ذی الحج ۲۹۶ھ مین سجلماسہ پہنچا، ربیع الآخر ۲۹۷ھ مین رقادہ مین اسکی بادشاہت کا اعلان ہوا، اور نصف ربیع الاول ۳۲۲ھ مین ۲۴ برس کی حکومت کے بعد وفات پائی،

اطلاع دی اور خفیہ طور پر کتامہ کی ایک جماعت کے ہاتھہ اُسکے پاس بہت سا مال بھیجدیا۔

۲۹۳ سنہ ھ مین زیادۃ اللہ بن عبد اللہ بن اغلب نے ابو عبد اللہ داعی سے لڑنے کے لئے مدلج ابن زکریا، اور حامد بن سرور خال کی سرکردگی مین اربس کی جانب ایک لشکر روانہ کیا مگر ۱۰- جمادی الآخر کو یہ دونون زیادۃ اللہ کے مخالف ہوگئے، اور ۱۳- کو قیروان پہنچے، ایک جم غفیر نے شہر سے نکل کر اسکا مقابلہ کیا، اور ان دونون کو قتل کر ڈالا، اسی اثنا مین ابو عبد اللہ کی چالون کی اطلاع خلیفہ عباسی مکتفی کو بھی مل چکی تھی، چنانچہ اس نے اہل افریقیہ کو زیادۃ اللہ کی مدد اور شیعی داعی کے خلاف جنگ کے لئے برانگیختہ کیا، زیادۃ اللہ خود اربس گیا اور بکثرت فوج جمع کی اور اور بہت سا مال و متاع ان مین تقسیم کیا، باغایہ کی طرف فوجین روانہ کین طبنہ کی حالت بھی مخدوش تھی، اسلئے وہان بھی فوج متعین کی، اور حکم دیا کہ کتامہ پر لگاتار چھاپے مارے جائین، خلیفہ اور زیادۃ اللہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، آخر بارگاہ خلافت کا ایلچی زیادۃ اللہ اور اسکے ندیمون کی حالت دیکھکر نا اُمید واپس چلا گیا، ابو عبد اللہ داعی نے بلزمہ اور طبنہ پر غلبہ حاصل کر لیا، اور لوگون کی تالیف قلوب کے لئے تمام زیادہ وصول کیا ہوا محصول واپس کر دیا، اس سے اسکو اور تقویت حاصل ہوئی کیونکہ عوام کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ابو عبد اللہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو پھر زندہ کریگا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرد و نواح کا علاقہ امن و امان ہی سے اسکا مطیع ہوگیا، جب زیادۃ اللہ کو یہ معلوم ہوا تو اُسے سخت رنج ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مسجدون کے منابر سے ابو عبد اللہ پر لعنت بھیجی جائے مگر بیسود، اب عبد اللہ کی طاقت کا توڑنا ناممکن تھا۔

۲۹۴ سنہ ھ مین ابراہیم بن حبشی بن عمر اپنی فوج کو لیکر اربس سے ابو عبد اللہ کی جنگ کیلئے طبنہ کی جانب روانہ ہوا، زیادۃ اللہ اسوقت تک اربس مین مقیم تھا، اب وہ رقادہ چلا گیا اور وہان خواہشات نفسانی مین منہمک ہوگیا، رات دن بدچلن، اور بدمعاش لوگون اور گویون کی

کی صحبت مین زندگی بسر کرنے لگا اور جب کبھی اسکو سلطنت کی تباہی و بربادی کا خیال آ بھی جاتا تھا تو اُسکے یہ ندیم اُسکو دوسری طرف متوجہ کر دیتے تھے، آخر شعبان مین ابوعبد اللہ شیعی شہر باغایہ مین داخل ہوا، اور حالت ایسی نازک ہوگئی کہ زیادۃ اللہ کا رقادہ مین قیام ناممکن ہوگیا، آخر اپنے وزیر کے مشورہ سے اس نے رقادہ کو خیرباد کہکر مصر بھاگ جانے کا ارادہ کیا، مگر ابراہیم بن حبشی نے مخالفت کی اور اُسے بزرگون کے کارنامے یاد دلائے کہ کسطرح اس سے بھی بدتر حالت کو انھون نے رقادہ ہی مین مقیم رہ کر سنبھال لیا تھا، زیادۃ اللہ نے اسکی صلاح مان لی اور ٹھہر گیا، مگر اس قیام سے بگڑی حالت کو نہ سنوار سکا، آخر ۲۹۶ھ مین ابوعبد اللہ شیعی کا لشکر قسطیلیہ تک پہنچگیا، اور زیادۃ اللہ کے سردار لشکر اپنی فوجون کو لیکر توار کی طرف پسپا ہوئے، شیعی فوجون نے گرد و نواح کے علاقے مین پھیل کر سب کچھ جلا دیا، ابوعبد اللہ نے پہلے سے اپنی فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ قتل و غارت نہ کرین اور سکانون مین مقیم رہین، اس حکم کی بدولت دو ماہ تک بالکل سکون رہا اور لوگون کو خیال ہوا کہ فتنہ دُور ہوگیا ہے، مگر اس حملہ نے سب کو چونکا دیا، اور زیادۃ اللہ مرعوب اور شہر کی طرف سے نا اُمید ہوگیا، یہ حالت ہوئی کہ لوگون کی زبانین خوف و اضطراب سے بند ہوگئین، اور زیادۃ اللہ کے وزرا نے نمک حلال لوگون کی طرف سے اسے بدظن کرنا شروع کر دیا۔

اسی سال ابوعبد اللہ شیعی نے اربس پر حملہ کیا، اور ابراہیم بن ابو اغلب کی فوجون سے اسکا مقابلہ ہوا، ابراہیم نے شکست کھائی، اور ۲۴ جمادی الآخر کو ابوعبد اللہ بزور شمشیر شہر مین داخل ہوگیا، اور وہان خون کی ندیان بہا دین،

جب اس واقعہ کی اطلاع زیادۃ اللہ کو ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ اب سلطنت اور حکومت دو دن رخصت ہین، چنانچہ ۲۶ جمادی الثانی کو اس نے رخت سفر تیار کرنا شروع کیا اور طرابلس چلا گیا، صبح کو قصر امارت لوگون نے لوٹ کر تہ و بالا کر ڈالا، اُدھر ابراہیم ابن ابو اغلب اربس سے

پسپا ہوکر قیروان آیا، اور یہان اپنا سکہ بٹھانا چاہا، مگر لوگون نے کہا کہ بچاؤ کی صورت ممکن نہین، جب تمھارے پاس مال و زر، فوج و لشکر تھے اور تم کچھ نہ کرسکے تو اب کیا کرسکتے ہو۔

ابوعبداللہ نے جب زیادۃ اللہ کے فرار کی خبر سنی تو وہ قیروان کی طرف چلا، اور اپنی ایک افسر کو کچھ رسالے دیکر رقادہ روانہ کیا تاکہ اسپر قبضہ کرلے، اسی سال یعنی ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ قیروان مین داخل ہوا، اور وہان کا انتظام درست کرکے اپنے لشکر کو سجلماسہ کی جنگ کے لئے تیار کیا، یہان عبیداللہ شیعی اور اسکا بیٹا ابوالقاسم قید تھے، سجلماسہ کے راستہ مین تاہرت کو فتح کیا، اور ابوحمید دواس بن صولات لہیصی اور ابراہیم بن محمد یمانی کو وہان کا حاکم مقرر کیا اور خود سجلماسہ کی طرف چلا، ۶۔ ذی الحجہ ۲۹۶ھ کو وہان پہنچا، اور محاصرہ شروع کیا، سات تاریخ کو جنگ ہوئی اور اُسی دن اس نے شہر پر قبضہ کرلیا، عبیداللہ شیعی اور اُسکا بیٹا ابوالقاسم مریم بنت مدرار کے پاس قید تھے، اُنکو وہان سے نکالا گیا، جب ابوعبداللہ نے اُنکو دیکھا تو پاپیادہ ہوگیا، اور فرط مسرت سے اسکے آنسو نکل آئے، اُسے فازہ مین لایا گیا اور یہان اُس نے امور سلطنت اُسکے سپرد کردیئے، اور اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یہ ہے میرا اور تمہارا آقا، اللہ تعالے نے اُسکے بارہ مین اپنا وعدہ پورا کیا، اسکو اسکا حق عطا کیا، اور اُسے غالب کیا، اب عبیداللہ افریقیہ کا تنہا مالک تھا۔

منتخبات

فنِ صحافت

لندن یونیورسٹی مین طلبہ کے لئے جو اختیاری مضامین ہین، اُن مین ایک مضمون فن صحافت (جرنلزم) بھی ہے، کچھ روز ہوئے ٹائمس کے ایڈیٹر، مسٹر اسٹیڈ نے اس فن کے اصول و شرائط پر یونیورسٹی مذکور کے سامنے لکچر دیا، جسکے اقتباسات ذیل غالباً دلچسپی سے پڑھے جائینگے:-

پریس کی قوت، جسکا اسقدر شہرہ ہے، اسکا دارومدار تمامتر اس امر پر ہے کہ فلان پرچہ فلان درجہ کا ہے، تجربہ کار اخبار نویس خود اپنے پرچہ کی قوت اور بعض اوقات اُسکی کمزوری کا اندازہ رکھتے ہین، لیکن یہ کوئی اخبار نویس قبل سے نہین بتا سکتا کہ اسکی کس تحریر کا پبلک پر کیا اثر ہوگا، صرف اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی اخبار نویس نے کافی غور کے بعد، اور اپنی ضمیر و دیانت کے مطابق کوئی تحریر شایع کی ہے تو اُسکا اثر یقیناً ہوگا۔

اخبار کی ترتیب و تہذیب اور اُسکی طبع و اشاعت کی جزئیات سے واقفیت بھی ایک نومشق صحافی کو آگے چل کر بہت مدد دیگی، اکثر نوجوان اخبار نویسون کو اسکی عجلت ہوتی ہے کہ کسی پرچہ کی باگ اُن کے ہاتھ مین آتے ہی وہ راے عامہ کو اپنے قابو مین لے آئین، یہ خواہش بجائے خود ناجائز نہین، لیکن اسمین عجلت کرنے کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ جیسے کسی معمار کو بغیر بنیاد قائم کئے اور دیوارین اُٹھائے چھت تیار کرنے کی عجلت ہوجائے، معمارون کی طرح اخبار نویسون کا بھی اصل کام بنیادون سے شروع ہوتا ہے، برسون کی مشق و ریاضت کے بعد کہین جا کر کامیابی ممکن ہوتی ہے

اور پھر ضرورت اسکی بھی ہے کہ تعلیم جسقدر گہری اور جسقدر وسیع حاصل کیجاسکے، کی جائے،

شارٹ ہینڈ، ٹائپ رائٹنگ (مختصر نویسی و ٹائپ نویسی) اور دوسری زبانون سے واقفیت بغیر اسکے کہ اپنی مادری زبان کو فراموش کیا جائے، تحریر مین طوالت و اطناب کا نہونا، مغز سخن تک پہنچ جانا، حوالون کی بڑی بڑی کتابون سے تیزی کے ساتھ کام نکال لینا، قوت استدلال رکھنا، یہ سب اوصاف مفید اور معین ہونگے، لیکن محض ان خصوصیات کی جامعیت سے کوئی شخص اول درجہ کا صحافی نہین ہوسکتا، بہترین جرنلسٹ ہونے کے لئے ایک اور بھی شے لازمی ہے، اور وہ لازمی شے کیریکٹر (اخلاقی قوت) ہے، یعنی وہ قوت جو حق و باطل مین امتیاز اور بیخوفی کے ساتھ اظہار حق کرسکتی ہے، موجودہ تمدن مین یہ فن ایک پیشہ کی حیثیت ضرور رکھنے لگا ہے، اور لوگ اُسے محض ذریعۂ معاش و آلۂ تجارت سمجھنے لگے ہین، تاہم یہ ایک شریف فن ہے، جسکا مقصد اصلی خدمت خلق کرنا ہے جو لوگ اپنے اندر خدمت خلق کا کوئی ولولہ نہین پاتے اُنہین اس کوچہ مین قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے۔

اخبار نویسی کی زندگی بعض حیثیات سے کتے کی زندگی کے مشابہ ہوتی ہے، جو وقت انسانون کا آرام کے ساتھ سونے کا ہوتا ہے، اسوقت وہ جاگتا ہوتا ہے، اور اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی، اُسکے نہ کہانے کا کوئی وقت مقرر ہوتا ہے نہ سونے کا۔ بیشمار لوگون سے جو ہر مزاج اور ہر طبیعت کے ہوتے ہین، سابقہ پڑتا رہتا ہے، اور طرح طرح کی تکالیف جھیلنا پڑتی ہین، جن اشخاص کو راحت و آرام عزیز ہو، اُن کے لئے یہ صیغہ موزون نہین۔

اخبار ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو اپنے مصارف اپنی ہی آمدنی سے چلا سکتا ہو، اگر خارجی مدد لیگی تو اخبار آزاد نہ رہ سکیگا، اور جو اخبار اپنی پالیسی مین آزاد نہو وہ ملک و قوم کے لئے ایک خطرہ ہے۔

اخبار کو سب سے زیادہ عزیز اپنی آزادی ہونا چاہیئے، ایک آزاد اخبار سب کی نظرون مین کہٹکتا ہے، حکام اُسکی جانب سے بدگمان رہتے ہین، امرا اس سے بیزار رہتے ہین، مصاحبت پسند

دخوشامد دوست حلقہ اس سے ضد رکہتے ہین، انتہا پسند و انقلاب پسند گروہ اپنی طرف سے اسکا مخالف رہتا ہے، لیکن با این ہمہ امن عامہ اور ملک کے نظم و نظام کی برقراری مین جسقدر ہاتہہ ایک آزاد پریس کا ہوتا ہے، اسقدر نہ پارلیمنٹ کا ہوتا ہے نہ کلیسا کا، اور نہ جلسون اور تقریرون کا۔

لارڈ نارتہہ کلف (مالک اخبار ٹائمس) کا جو دورحاضر مین بہترین جرنلسٹ (صحافی) ہین، مقولہ ہے کہ ایجاز و اختصار جان صحافت ہے، ایک اچھا اخبار نویس قلم ہاتہہ مین لینے کے قبل ہی ذہن مین طے کرلیتا ہے کہ فلان مضمون کو فلان تعداد سے زاید الفاظ مین نہ ادا کیا جائیگا، ایک ایڈیٹر کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ وقت وہ ہوتا ہے، جب اسکے ماتحت بڑے بڑے طویل و عریض مضامین اسکے پاس لاتے ہین، اور اسے اُن مین کاٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے، جو نوجوان فن صحافت کو اختیار کرنا چاہتے ہین، لازم ہے کہ شروع ہی سے اپنی عادت ایجاز و اختصار کی ڈالین، اور طویل نویسی سے بچتے رہین۔

"خبرین" اور "رائین" دو بالکل مختلف چیزین ہین، اخبار کا مقصد اصلی ناظرین تک خبرون کا پہنچانا ہوتا ہے، اچھے اخبار نویس کو اس سے زیادہ بحث نہ ہونا چاہیئے کہ واقعات کی رفتار کہانتک اُسکی رائے کی پابند ہے، اُسے دیانت کے ساتھ خبرین اپنے خریدارون تک پہنچا دینا چاہیئے، البتہ خبرون کی اشاعت مین یہ احتیاط رہے کہ ان سے محض جلب منفعت مقصود نہو، بلکہ خدمتِ ملک مقصود ہو، یعنی ایسی خبرین، جن سے بعض رکیک جذبات کی تسکین ہوسکتی ہے، اور ان کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوسکتا، انکی اشاعت سے احتراز چاہیئے۔

(ٹائمس ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

تلخیص و تبصرہ

خودکشی پر اخلاقی نظر

مشہور ماہرِ سائنس سر آلیور لاج نے رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک تازہ اشاعت مین ایک مضمون "خودکشی پر ایک اخلاقی نظر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ خودکشی کرنے والون کی برارت مین عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ انھون نے عارضی جوشِ جنون مین خودکشی کی ہے، لیکن اکثر صورتون مین خود یہ جوشِ جنون بعض خاص جذبات کی پرورش کرتے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اسلئے اچھی طرح اخلاقی گرفت مین آجاتا ہے، اکثر صورتون مین بعض بہت ہی معمولی جسمی بیماریان یا اور تکالیف انسان سے خودکشی کرالیتی ہین، اور ان صورتون مین اسکی ادنیٰ شکل جواز بھی نہین پیدا ہوسکتی، اپنی جان لیکر زندگی سے نجات پاجانے کا خیال ایسا ہی بے معنی ہے، جیسا کہ نقل مکانی ہے،

اپنی ہستی کو فنا کردینے کا خیال گو دلکش معلوم ہو، لیکن یہ دلکشی جھوٹی ہے، اسلئے کہ ہستی کو فنا کردینا ممکن ہی نہین، یہ عقیدہ اگر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوجائے کہ ہستی ایک مرتبہ وجود مین آجانے کے بعد ہمیشہ قائم رہتی ہے، تو معمولی تکالیف سے نجات پانے کے لئے کوئی شخص بھی موت کے نامعلوم دروازہ مین نہ کودے"

سر آلیور لاج، باخبر ناظرین کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ماہرِ سائنس کے ساتھ ہی ایک عامل بھی ہین اور مردون کے ساتھ نامہ و پیام کے اعمال مین مشغول رہتے ہین، آگے چل کر وہ لکھتے ہین کہ مین نے بعض ایسی روحون سے بھی ملاقات کی ہے جنھون نے خودکشی کے ذریعہ سے اپنے اجسام خاکی کو چھوڑا تھا،

اس سلسلہ مین

"سب سے پہلی مثال میرے تجربہ مین ایک ہونہار ذہین نوجوان کی آئی ہے جو سائنس کا عالم تھا اور شب و روز سائنٹفک تجربات مین مشغول رہتا تھا، اسکا حوصلہ یہ تھا کہ کوئی بڑی ایجاد یا انکشاف کرکے وہ سائنس کے ممتاز اساتذہ مین شمار ہونے لگے، اور اُسکے لئے راتون کو بڑی دیر دیر تک اپنے دار التجربہ کے اندر اختبارات مین مصروف رہا کرتا تھا، لیکن یہ آرزو کسی طرح بر نہ آئی، اور اس سے وہ خواہ مخواہ ملول و مایوس رہا کرتا تھا، حیات بعد الموت کا وہ قائل نہ تھا، اور نہ میرے علم مین وہ کچھ بھی مذہبی آدمی تھا، تاہم دل کا بہت ہی نیک تھا، اور مال و دولت کی طرف سے بالکل مستغنی، یاس و حزن نے رفتہ رفتہ اسپر اتنا غلبہ پایا کہ اس نے کئی بار خودکشی کا اقدام کیا، اور بالآخر اس مین کامیاب ہوگیا، لیکن مرنے کے بعد اُسپر کیا گذری؟ اس نے اپنے تئین اسیری مین پایا جس سے مقصود اسی کی طبیعت کی اصلاح تھی، مجھسے ملنے کے لئے اور اپنی حسب عادت خلوص و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے اُسے چند لمحون کے لئے رہائی حاصل ہوئی، لیکن معاً وہ پھر قید کردیا گیا، اور اسوقت سے مجھے اسکا حال نہ معلوم ہوسکا، مجھے یقین ہے کہ اب اسکی اصلاح ہوگئی ہوگی، اور اسے اپنی پچھلی غلطیون کا احساس ہوگیا ہوگا، اُسپر رحمت و سلامتی ہو۔"

اسکے بعد سر آلیور لکھتے ہین کہ اُن سے بعض اور بھی ایسے مردون سے ملاقات ہوئی ہے جنھون نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لی تھی، ان مین جنلوگون نے مصائب دنیوی سے بالکل تنگ و عاجز آکر خودکشی کی تھی، ان کے ساتھ نسبتہً ترحم آمیز سلوک کیا گیا، لیکن جن لوگون نے بلا کسی خاص وجہ کے خودکشی کرلی تھی، اُنھین عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑا ہے، لیکن عذاب شدید ہو یا خفیف ہر صورت مین اسکا مدعا اصلاح و تزکیۂ نفس ہی ہوتا ہے، اور جب یہ غرض پوری ہوجاتی ہے نجات حاصل ہوجاتی ہے کسی کو عذاب دوام و خلود حاصل نہین، اسلئے (بقول سر آلیور) بڑے سے بڑے بدکار کو بھی

"یاس کامل و قنوط کی کوئی وجہ ہو ہی نہین سکتی"

نوبل پرائز

جس وقت سے ٹیگور کو نوبل پرائز ملا ہے، ہندوستان کے لوگ بھی اس اجنبی اصطلاح سے کچھ کچھ واقف ہو چلے ہین، تاہم بالعموم ابھی اس لفظ کی اجنبیت دفع نہین ہوئی ہے، اور بہت سے لوگ اسکے صحیح مفہوم سے بالکل ناواقف ہین، ۳۰ - نومبر کو ڈاکٹر نیل رتن سرکار ڈی، ایس سی (پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی) نے اس عنوان پر ایک لکچر دیا، جسکے ضروری مطالب سے ناظرین معارف کو روشناس کیا جاتا ہی،

انیسوین صدی کے ربع آخر مین ملک سویڈن مین ایک نامور سائنس دان ڈاکٹر الفرڈ نوبل تھا، اسکا اصلی موضوع فن کیمیا تھا، اسمین وہ مجتہدانہ کمال رکھتا تھا، اور متعدد اہم اکتشافات اسی کی قابلیت ذہنی کا نتیجہ ہین، اسے غیر معمولی کمال بارود وغیرہ کی قسم کے آتشگیر مادون کے اکتشاف مین تھا، چنانچہ پکرک ایسڈ، اومونیم دی کرومیٹ، نائٹروجن آف ڈایڈ، نائٹرو گلیسرین وغیرہ سب اسی کی دریافت کی ہوئی چیزین ہین، اسکے کیمیاوی اختراعات مین سب سے زیادہ مقبولیت ڈائنامیٹ کو ہوئی جس سے بڑی بڑی عماراتِ مستحکم و قلعہ جات چشم زدن مین بھک سے اڑا دیے جاسکتے ہین، اور پہاڑون کو کاٹکر جو راستہ بنائے جاتے ہین، وہ اسی شے کے ذریعہ سے، یورپ کے نظامات حربی نے اس ایجاد کی بیحد قدر کی، خصوصاً جنگ روس و جاپان کے زمانہ مین تو ڈائنامیٹ بیحد مقدار مین خریدی گئی، اس تجارت سے ڈاکٹر نوبل لکھپتی نہین بلکہ ارب پتی ہو گیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسے احساس ہوا کہ اسکی ایجاد بنی آدم کی ہلاکت و بربادی کا کسقدر زبردست آلہ ثابت ہو رہی ہے، اس احساس کے بعد اُسے انفعال پیدا ہوا، اور اُس نے اپنے گناہون کا کفارہ کرنا چاہا، لاکھون کرورون روپیہ صرف کرکے اس نے ناروے

وسویڈن مین شفاخانے، مدرسے وغیرہ قائم کرائے، اور اسکے بعد ایک عظیم الشان سرمایہ سے ایک فنڈ
قائم کردیا، جسکے سود سے ہرسال پانچ وظیفے ملتے رہین گے، انہین وظائف کو نوبل پرائز کہتے ہین -

اس نام کے پانچ وظیفہ ہین ہر وظیفہ کی تعداد ۸۰۰۰ پونڈ (موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے
آٹھہ لاکھہ اور سابق شرح کے لحاظ سے بارہ لاکھہ روپیہ) ہے، جو اس شخص کو ملتا ہے جس نے دوران
سال مین طبعیات، کیمیائیات، ادبیات، حیاتیات وعلم طب، یا صلح وامن پر بہترین تصنیف شایع
کی ہو، انعام پانے کے لئے کسی ملک وقوم کی تخصیص نہین، ہر شخص اسکا مستحق ہوسکتا ہے، تقسیم وظائف کا
کام ایک کمیٹی کے سپرد ہے، جسکا صدر مقام سویڈن مین ہے، مگر جسکے نمایندے دنیا کے ہر گوشہ مین ہین -

اب تک جتنے لوگون کو وظائف ملے ہین، اُن مین سلاطین اعظم سے لیکر عام افراد تک ہر طبقہ کے
لوگ شامل رہے ہین، مقاصد امن وصلح والا وظیفہ اس شخص کو ملتا ہے جسکی کوشش کسی بڑی جنگ کے
روکنے کا باعث ہوئی ہے، سنہ ۱۹۰۰ء مین یہ وظیفہ قیصر جرمنی (ولیم ثانی) کو ملا تھا، اور اسکے بعد پریسیڈنٹ
روز ولٹ کو، سائنس کا وظیفہ مکرر ایک فرنچ خاتون میڈیم کری کو ملا ہے، جو ریڈیم کی دریافت کرنیوالی
ہین، اور اسوقت شاید سب سے بڑی سائنٹسٹ ہین، خاتون موصوفہ کو ایک بار یہ وظیفہ طبعیات مین
ملا ہے، اور دوسری بار کیمیائیات مین، ایک مرتبہ (سنہ ۱۹۱۲ء مین) یہ وظیفہ ایک فرزند ہند (ٹیگور) کی
قسمت مین بھی اُسکے کمالات ادبی کے اعتراف مین آچکا ہے -

ایوانِ مذاہب

بعض محبان ملک کی عرصہ سے تجویز تھی کہ جسطرح ہندوستان مختلف مذاہب وملل کی آبادیون کا
مجموعہ ہے، چاہیئے کہ اُسکے کسی مقام پر ان تمام ادیان رکھنے والون کا ایک سنگم بنایا جائے، یہ تجویز
عالمِ تخیل مین عرصہ سے تھی حال مین سری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) نے جو ہندوؤن کی ایک

مسلم مذہبی انجمن ہے، اس جانب ایک عملی قدم اٹھایا ہے۔

مہامنڈل مذکور کی طرف سے ایک دستور العمل شایع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والون کی ایک مختصر جماعت اسکے لئے تیار ہوگئی ہے، اور ایک مخیر ہندو رئیس نے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ اس مقصد کے لئے دیدیا ہے، ایک باضابطہ وقف نامہ تیار ہوچکا ہے، جسکی رو سے عمارتون کے لئے وسیع رقبۂ زمین حاصل ہوگیا ہے، وقف نامہ مین مقصدِ وقف یہ بتایا گیا ہے کہ مختلف ادیان و مذاہب مین باہم صلح و اتحاد پیدا کرنے، ان کے متعلق معلومات فراہم کرنے اور سلسلۂ مطالعہ جاری رکھنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ایوان مذاہب و کتبخانہ قائم کیا جائے، نیز روحانیت، اخلاق و انسانیت کی عام تبلیغ اس ایوان کے مقاصد مین داخل ہوگی۔

اس ایوان کے مختلف حصے، مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی، پارسی، بودھ، جین، سکھ، غرض جملہ مذاہب آبادی ہند کے لئے مخصوص ہونگے، ہر مذہب کے متعلق اسکے عبادت خانے ہونگے، اور مہمان خانے ہونگے، جنمین اس مذہب کے علماء و فقراء آکر قیام کرسکین گے، ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا جسمین جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ، انکی شروح و تفاسیر، اور ان کا علم کلام محفوظ ہوگا، ایک دار الاشاعت بھی ہوگا، جسکے ذریعہ سے ایسے لٹریچر کی اشاعت ہوتی رہیگی جو مقاصد بالا مین معین ہو۔

اسکے علاوہ ایوان مذکور کے اور بھی بعض دلچسپ خصوصیات ہونگے، جن ناظرین کو مزید تفصیل کا شوق ہو وہ سکریٹری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) سے "ہال آف ریلیجنز" (Hall of religions) کا پراسپکٹس (دستور العمل) طلب کرسکتے ہین

تمدنِ چین کی قدامت

عنوان بالا سے ایک بسوط مضمون فلیپائن کے انگریزی رسالہ دی لٹل پیپر (The letter Paper) مین شایع ہوا ہی اسکی تلخیص ناظرین معارف کے لئے اُمید ہی کہ دلچسپ ہوگی:۔

حال مین بعض علمی جماعتون نے چین کی قدیم کتب وغیرہ کے تفحص سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچایا ہی کہ چینی تمدن دنیا مین قدیم ترین تمدن ہے، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار آٹھہ سو برس قبل ہی وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے اکتشافات واختراعات مین انتہاے عروج تک پہنچ چکا تھا، جن ایجادات واکتشافات کا پتہ اس تفحص سے لگا ہے افسوس کہ ان کے ایجاد واکتشاف کی ٹھیک اور مقرر تاریخین نہ مل سکین، کیونکہ بہت سی کتب مین صرف مخترع ومکتشف کا نام تو ملتا ہے، لیکن اسکی ایجاد واختراع کے کوئی خاص سنہ وتاریخ کا پتہ نہین لگتا، البتہ ان اختراعات واکتشافات کی تاریخ تقریبًا معلوم ہوجاتی ہے، چنانچہ ذیل مین وہ مدتین جنکے اندر یہ مختلف ایجادات واختراعات ظہور پذیر ہوئی ہین، مع انکے موجدین ومخترعین کے نامون کے درج کیجاتی ہین، نیز واضح رہے کہ یہان پر ہم صرف اُن ہی اشیاء کا حال درج کر رہے ہین جو موجودہ تمدن سے گہرا تعلق رکھتی ہین،

از ۲۸۰۰ سنہ ق م تا سنہ ۲۶۹۸	گہانس کی رسیان اور مٹی کے برتن سوئجن نے ایجاد کئے، مچھلیان پکڑنے کے جال، سن کے کپڑے، اور علم موسیقی کے متعلق باجے مثل بانسری وغیرہ کے پاڈہی نے ایجاد کئے، گہانس کی چٹائی، لکڑی کے ہل، بانس کی کنگھیان، لوہے کی کلہاڑیان، اور مٹی کے بڑے بڑے برتن شین نُنگ نے ایجاد کئے۔
از سنہ ۲۶۹۷ ق م تا سنہ ۲۵۹۷ ق م	غیر مکمل طور سے مختلف، برتن، چاول کی مشین، چرخہ، آئینہ، قینچیان، کہانا

پکانے کے برتن، چھتریان، رنگ اور مقناطیسی سوئیان، ہوانگ ٹی نے ایجاد کین، کشتی کو ہوا اُڑدنے ایجاد کی، لکڑی کی پچکاری کا کام ٹسوچی نے، اور علم نجوم کے متعلق نا مکمل آلات یونگ چینگ نے ایجاد کئے،

بزمانۂ حکومت خاندان ٹانگ از سنہ ۲۳۵۷ تا سنہ ۲۲۵۶ ق م — کارچوبی کام، شراب اور سنگتراشی کی ایجاد ہوئی۔

بزمانۂ حکومت خاندان سنگ از سنہ ۲۲۵۵ تا سنہ ۲۲۰۶ ق م — مصوری کا کام اور مردون کو کفنانے کی ایجاد سناگ نے کی.

بزمانۂ حکومت خاندان ہشیا از سنہ ۲۲۰۵ تا سنہ ۱۷۸۴ ق م — معدنیات کو پگھلانے اور انکو صاف کرنے کا کام، کرسیان، میزین، وغیرہ، پتوار اور بادبان یو نے ایجاد کئے،

بزمانۂ حکومت خاندان ینگ از سنہ ۱۷۸۳ تا سنہ ۱۱۲۳ ق م — موم بتیان، تانبے کے کہانا پکانے کے برتن، سونے کے کڑے، سونے کی بالیان، اور خوشبودار پوڈر ایجاد ہوئے،

بزمانۂ حکومت خاندان چاؤ از سنہ ۱۱۲۲ تا سنہ ۲۴۷ ق م — چلمنین چاؤکنگ نے ایجاد کین، سورج گھڑی، تانبے کے گول سکے جن مین بیچ مین ایک مربع سوراخ ہوتا تھا، ڈہالین، نیزے، زاویہ وغیرہ تانبے کے ابتدائی آلات، اور نجاری کے متعلق رندہ اور لیبولاومین نے ایجاد کیا، چینی روشنائی ینگ لی نے ایجاد کی، چینی کی دوات چنگ یو نے ایجاد کی،

اسی زمانہ مین مشین کے ابتدائی اودات مثل ڈیرک (Derrick) یا آٹو میٹک لیڈر (Automatic Ledder) کے استعمال ہونے لگے تھے، اور موخرالذکر کو ٹسو نے سنگ کی دارالحکومت کے محاصرہ کے وقت استعمال کیا تھا، اور ان دونون کا موجد کنگ شوپن تھا۔

بزمانۂ حکومت خاندان چنگ از سنہ ۲۳۶ تا سنہ ۲۰۶ ق م — عجیب کمانین اس زمانہ مین ایجاد کیگئی تھین، کہ انکو ذرا چھودینے سے تیر فوراً نکل جاتا تھا، اور جو کوئی اسکو چھوتا وہ فوراً مارا جاتا تھا۔

بزمانۂ حکومت خاندان ہن از سنہ ۲۰۶ تا سنہ ۲۱۹ء — کاغذ ٹسائی لون نے ایجاد کیا، جو اسباب کہ اسوقت مین

بجاے کاغذ کے استعمال کیا جاتا تھا، وہ کپڑا، سن، اور درخت ہوتے تھے، اس زمانہ سے کچھ قبل الفاظ کپڑے اور بانس کے ٹکڑون پر لکھے جاتے تھے، شکر اور کوئلہ بھی اسی زمانہ مین دریافت کیا گیا،

تین خاندانون کی حکومت کا زمانہ از سنہ ۲۲ء تا سنہ ۲۷۴ء	سطح کو برابر کرنے والی گاڑیان اسی زمانہ مین ایجاد ہوئین جو باغبانی مین استعمال کیجاتی تھین، اور وہ خودبخود پانی چھڑکتی جاتی تھین، جوان مین محفوظ

رہتا تھا، گاڑیون کو چلانے کے لئے لکڑی کے جانور چوکولیانگ نے ایجاد کئے، تاریخ مین یہ بھی درج ہے کہ چنگ ایسے لکڑی کے پتلے بنا لیتا تھا کہ جو نقارہ کو بجاتے اور دہونکنیون کو دہونکتے تھے،

بزمانہ حکومت خاندان ٹسین از سنہ ۲۶۵ء تا سنہ [illegible]	پولاد چیو ہوائی دن نے ایجاد کیا،
بزمانہ حکومت خاندان سُئی از سنہ ۵۸۹ء تا سنہ ۶۲۶ء	کانچ ایجاد کیا گیا، اور پانی کی گھڑیان ایجاد کیگئین،
بزمانہ حکومت خاندان ٹنگ از سنہ ۶۲۷ء تا سنہ ۹۳۵ء	بارود ایجاد کیگئی،
پانچ خاندانون کی حکومتون کے زمانہ مین سنہ ۹۳۶ء تا سنہ ۹۵۹ء	چھاپا فانگ ٹاؤ نے ایجاد کیا،

چونکہ یہ تحقیقات صرف انہین امور پر مبنی تھی جو سنہ ۱۰۰۰ء سے قبل ایجاد و دریافت ہوئے، اسلئے اُس کے بعد کی ایجادات و اکتشافات کو نظرانداز کر دیا گیا،

ابو النصر سید احمد بھوپالی

اخبار علمیہ

سردی کی شدت سے بعض اوقات جو دانت بجنے لگتے ہین، عام طور پر اُنہین دانتون ہی کی کڑکڑاہٹ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اسمین دانتون کی حیثیت محض فرعی ہوتی ہے، دراصل سردی کا اثر جبڑے کے عضلات پر ہوتا ہے، یہ عضلہ وہی ہوتے ہین جنکی مدد سے ہم چباتے اور بات کرنے مین منہ کھولتے ہین، انہی عضلات کی لرزش دانتون پر موثر ہوتی ہے، اور دانت کڑکڑانے لگتے ہین۔

(پاپولر سائنس)

امریکہ کے ایک مشہور کتب فروش مسٹر الفرڈ نوف کا بیان ہے کہ ٹیگور کو جرمنی مین جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ کی مقبول عام مطبوعات کو پیش کرنا، جنکی تعداد اشاعت لاکھ دو لاکھ تک رہتی ہے، حماقت ہے، مسٹر نوف اس امر کی شہادت عینی دیتے ہین کہ جسوقت وہ برلن مین تھے، وہان کے ایک پبلشر (صاحب مطبع) نے ٹیگور کی تصانیف کے لئے ۱۰ لاکھ کیلوگرام کاغذ منگایا تھا جو ۳۰ لاکھ کتابون کے لئے کافی تھا!! (لٹریری ڈائجسٹ)

یہی تاجر کتب لکھتا ہے کہ جرمنی کے کتاب خوان پبلک کی توجہ کا اصلی مرکز، فلسفہ، مذہب وغیرہ کی سنجیدہ تصانیف ہین، اور افسانہ و قصص سے کہین زائد تعداد مین یہ چیزین نکلتی رہتی ہین، اس شوق مطالعہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کیسرلنگ کی کتاب موسومہ "ایک فلسفی کا روزنامچہ سیاحت" جسکی ضخامت ایک ہزار صفحہ سے زائد ہے اور جو بڑی تقطیع کی دو جلدون مین ہے، اسکے ۵۵ ہزار سے

زاید نسخے ابتک نکل چکے ہین، (ایضاً)

جرمنی کا سکہ، مارک، جنگ سے قبل تقریباً بارہ پنس کے ساوی ہوتا تہا، گویا ایک پونڈ کے بیس مارک ملتے تھے، جنگ کے بعد مارک کی قیمت جوگہٹنا شروع ہوئی تو اکتوبر سنہ ۲۱ کے چوتھے ہفتہ مین ایک پونڈ ۷۰۰ مارک کے برابر ہوگیا، اور نومبر مین یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک پونڈ کے ۱۲۵۰ مارک ملنے لگے،

مارک کی اس ارزانی سے جہان جرمنی کو شدید مالی نقصانات ہورہے ہین، وہان ہندوستانی طلبہ کو اسی مناسبت سے منافع حاصل ہورہے ہین، موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے چہہ ہزار روپیہ ساوی ہین ایک لاکہہ مارک کے، اور اتنے سرمایہ کے ساتھ ایک ہندوستانی طالبعلم جرمنی کے جس شہر مین چاہے کم ازکم تین برس کی مدت بہ آرام تمام گذار سکتا ہے، جرمنی کے سوا دنیاے متمدن کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہین، جہان اسوقت دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی مین کوئی ہندوستانی طالبعلم بہ فراغت گذر کرسکے، ہمارے ملک کے جو طلبہ مغربی تعلیم کے شائق ہون، اُن کے لئے جرمن زندگی کی یہ ارزانی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

کنگ ایڈورڈ ہسپتال ونڈسر مین کچھ روز ہوئے ایک ضعیفہ مسز پورٹ فیلڈ داخل ہوئین، جنکا علاج ایک سخت قسم کا اپریشن تہا، لیکن اُنکے جسم مین خون کی مقدار اسقدر کم تھی کہ ڈاکٹرون نے یہ فیصلہ کیا کہ اپریشن کے بعد وہ قطعاً جانبر نہ ہوسکیگی، تاوقتیکہ تازہ انسانی خون ایک پنٹ کی مقدار مین اُسکے جسم مین باہر سے نہ داخل کیا جائے، ضعیفہ کا ایک لڑکا ۴۲ سال کی عمر کا تہا؛ اس نے یہ سُنتے ہی

اپنے تئین پیش کیا کہ میرے جسم سے اتنا خون نکال کر مان کے جسم مین داخل کر دیا جائے، چنانچہ پانچ ڈاکٹرون نے مل کر یہ عمل کیا اور مان کو صحت ہو رہی ہے، (ڈیلی میل)

برطانوی سپاہ کی کل تعداد، سرکاری اعداد کے بموجب حسب ذیل ہے:-

برطانیہ مین	۲۰۱۱۲۷
نوآبادیون مین	۸۴۲۰۰
ہندوستان مین	۷۶۸۹۶
میزان سپاہ برطانوی	۳۶۱۲۲۳

(ایضاً)

میجر جنرل برنیکر نے زنانہ انجینیرنگ سوسائٹی کے سامنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ سردست طیّارون کی زیادہ سے زیادہ قوت ۴۰۰ گھوڑون کی ہو سکی ہے، لیکن وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جب انکی قوت ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر ۴۰۰۰ گھوڑون کی ہو گی، اسوقت یہ بآسانی ممکن ہو گا کہ ایک طیارہ لندن سے نیویارک تک ۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر سکے، اور مسافر بھی اُسپر سوار رہین، اور آکسیجن سے غذا اور برق سے حرارت حاصل کرتے رہین - (ایضاً)

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس و ڈیلی میل) جو اسوقت مدبرین انگلستان کی صف اوّل مین ہین، اور آجکل سیاسی اغراض سے سیاحت عالم مین مصروف ہین، جب دار السلطنت چین مین پہنچے تو شاہی مہمان ہوئے، اور "فغفور" چین نے خود اُن کے ساتھ کھانا کھایا، کھانا چالیس اقسام کا تھا، اور اہل چین کے حسب دستور بجائے چھری کانٹے کے بانس کی پتلی تیلیون سے کھایا گیا - (ایضاً)

ڈارسٹ (انگلستان) مین ایک خاندان ہے جو اپنی طویل العمری کے لئے ضرب المثل ہوتا جاتا ہے، اس خاندان مین چھ بھائی اور دو بہنین تہین جو ابتک سب زندہ ہین، اور اُنکی عمرین علی الترتیب ۸۱، ۷۸، ۷۴، ۷۲، ۷۰، ۶۸، ۶۷، ۶۴ ہین، ان لوگون کے والد کی عمر ۹۲ اور والدہ کی ۸۱ سال کی ہوئی تھی، اور دادا دادی دونون کی عمرین ۱۰۸ سال کی ہوئی تہین، (ایضاً)

لنڈن کے ایک ڈاکٹر لکھتے ہین کہ میری بلی اس حالت مین ایک روز میرے پاس آئی کہ علامات سے مین سمجھا کہ اُسے درد معدہ ہے، مین نے ہر طرح کی تدبیر کی لیکن ۲۴ گھنٹے کے اندر وہ تڑپ تڑپ کر مرگئی، اسکے مرنے کے بعد اُسکی لاش پر جب عمل جراحی کیا گیا تو معدہ سے ایک سگرٹ کا ٹکڑا ۱½ انچ کی جسامت کا برآمد ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو کا زہر بلی کے لئے مہلک ہے۔ (ایضاً)

برطانیہ کی سرزمین پر جنوری سے ۲۱ ستمبر سنہ تک جتنے بیرونی اشخاص نے قدم رکھا انکی تعداد حسب ذیل تھی:-

سیاحت و تفریح کی غرض سے آنے والے	۹۰۸۰۷
مختلف ضروریات و مقاصد سے آنے والے،	۵۰۸۸۹
اہل سیاست	۵۱۷۰
وہ اشخاص جنہین اُترنے کی اجازت نہین ملی،	۱۱۹۴

(ایضاً)

یونیورسٹی آف پیرس نے حال مین انگلستان کے دو شاہیر کو اپنے ہان کی ڈاکٹر آف لٹرز کی آنریری ڈگری عطا کی ہے، ان مین سے ایک رڈیارڈ کپلنگ شاعر و ادیب ہین، اور دوسرے سر جیمس فریزر،

محقق علم اساطیر د از منہ قبل تاریخ ہین، یورپ مین یونیورسٹی آف پیرس کی اعزازی ڈگری خاص وقعت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

دسمبر کی ابتدائی تاریخون مین مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے رایل سوسائٹی کے سامنے متعدد لکچراس عنوان پر دیئے :۔ "اسلام سے قبل اہل عرب و بنواسرائیل کے باہمی تعلقات"

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

آغاز دسمبر مین آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے دو جلدون مین المفضلیات کو شایع کیا ہے جو عرب جاہلیت کے بہترین کلام کا مجموعہ ہے، اصل عربی کے ساتھ نامور فاضل سر چارلس لائل کے قلم سے انگریزی ترجمہ مع مفصل مقدمہ و حواشی کے بھی شایع ہوا ہے۔ (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

۴- دسمبر کو سب سے پہلی بار لندن و سڈنی (اسٹریلیا) کے درمیان لاسلکی تار برقی کا سلسلہ قائم ہوا، اور سب سے پہلا پریس ٹیلیگرام (اخباری تار) لندن کے روزنامہ ڈیلی میل نے اپنے نامہ نگار متعینہ سڈنی کو اسی روز روانہ کیا، لندن و سڈنی کی درمیانی مسافت بارہ ہزار میل سے زاید ہے، لاسلکی پیام $\frac{1}{16}$ سکنڈ مین پہنچگیا! اس حساب سے اسکی شرح رفتار ۰۰۰،۸۶ میل فی سکنڈ کی ہوتی ہے۔

سنہ۲۰ء مین لندن اور مضافات لندن مین آلات دخانی کے ذریعہ سے سفر کرنے والون کی تعداد سے متعلق حسب ذیل سرکاری اعداد شایع ہوئے ہین،

ٹراموے کے ذریعہ سے　　۱،۰۶۵،۷۸۸،۶۳۱

کرایہ کے موٹرون کے ذریعہ سے	۹۳۵،۹۴۶،۰۰۲
زمین دوز ریلون سے	۲۶۵،۵۸۷،۹۴۱
لوکل ٹرینون سے	۴۲۴،۰۰۰،۰۰۰
بڑی ریلون سے	۳۶۸،۰۰۰،۰۰۰

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ ستمبر ۲۰ء مین انگلستان و ویلز مین جدید ولادتین ۲۱۴۸۵۰ ہوئین، یہ تعداد بمقابلہ سہ ماہی ماقبل کی ولادتون کے بقدر ۱۰۴۶۶ کے اور بمقابلہ ۱۹ء کی تیسری سہ ماہی کی ولادتون کے بقدر ۱۵۰۱۷ کے کم ہے،

سہ ماہی مختتمہ ۳۰ جون ۲۰ء مین انگلستان و ویلز مین شادیان ۱۴۲۵۸۲ ہوئین، یہ تعداد سہ ماہی ماقبل کی شادیون سے بقدر ۲۹۳۹۲ کے اور سال گذشتہ کی دوسری سہ ماہی سے بقدر ۴۵۷۴۷ کے کم رہی،

امریکہ کے ایک سائینٹسٹ نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد اور بیس اشخاص کی اعانت سے ایک گھڑی کی تیاری حال مین ختم کی ہے، جسکی قیمت ایک ہزار گنی (دس ہزار روپیہ سے زاید) ہے، یہ گھڑی جیبی ہے، لیکن کلاک کی طرح گھنٹہ بجاتی ہے، الارم دیتی ہے، طلوع وغروب شمس کو بتاتی ہے، ماہتاب کی گردش کا پتہ دیتی ہے، اور سیّارون کی نقل وحرکت، نیز دیگر معلومات ہیئت اس سے دریافت ہوسکتے ہین -

---

مضافات لندن مین حال مین ایک رانڈ عورت اور رنڈوے مرد کی عجیب وغریب شادی ہوئی ہے، نوشہ کی عمر ۸۱ سال کی ہے اور دلہن کا سن خیر سے ان سے دو سال زاید ہے، یعنی ۸۳ سال، دلہن صاحبہ ادہر تیس سال سے بیوگی کی زندگی بسر کررہی ہین، ان کے ماشاءاللہ ۹ اولادین پچھلے شوہر سے موجود ہین، جنمین سب سے بڑی اولاد کا سن شریف ۶۰ سال کا ہے، نوشہ صاحب کی دو بیویان اس سے پیشتر وفات پاچکی ہین، یہ تیسری شادی ہے۔ (ڈیلی میل)

دہلی کے ڈاکٹر عبدالستار الخیری نے جو شام کے بیروت کالج مین پروفیسر ہین، حال مین "عہد اسلامی مین صنایع ہند" کے نام سے ایک جرمن زبان مین ضخیم ومصور کتاب تالیف کی ہے، جسے برلن کی ایک کمپنی نے شایع کیا ہے۔ (کامریڈ)

گذشتہ ستمبر مین امریکن کیمیکل سوسائٹی کا سالانہ جلسہ شہر نیویارک مین منعقد ہوا، اور کیمیائیات کے بہترین علماء واساتذہ نے مختلف عنوانات پر مضامین ومقالات پڑہے، سوسائٹی کا اجلاس پندرہ مختلف شعبون مین منقسم تہا، مثلاً حرفتی کیمسٹری، انجینیرنگ کیمسٹری، طبی کیمسٹری، زرعی کیمسٹری، وقس علی ہذا۔ بیالوجیکل کیمسٹری (کیمیائیات حیاتی) کے اجلاس مین دو فرزندان ہند کے بھی مقالات کے لئے وقت نکالا گیا، ان مین سے ایک بنگال کے مسٹر پی، داس تھے، اور دوسرے بمبئی کے مسٹر ڈی، آر، کوکٹر۔

(ایضاً)

ادبیات

یادِ شوکت

اے وہ کہ بنا دیا ہے تو نے | زندان کو بھی غیرتِ گلستان
ہے تیرے جمالِ معنوی سے | تزئین فضائے یوسفستان
آزادیِ روح کا یہ عالم | زنجیر بھی تیری تجھسے لرزان
تیرے زندان کی بندشون مین | بیرنگیٔ وسعتِ بیابان
تیری لاتقنطوا کی آواز | برہم زنِ بزمِ یاس و حرمان
امید کی لرزشون سے معمور | تیرا ہر نغمۂ پریشان
تیری آنکھون کی جنبشون مین | ہنگامۂ موج و جوشِ طوفان
باطل تری حق پرستیون سے | افسونِ حریفِ فتنہ سامان
عاجز تری بے گناہیون سے | آبِ شمشیر و نوکِ پیکان
تیرے صبر و سکون مین ہے | صد رازِ شکستِ جورِ پنہان
تیری مجبوریان کرینگی | شیرازۂ جبر کو پریشان
ایثار ترا، ترا محافظ | اخلاص ترا، ترا نگہبان
کی تو نے نثارِ راہِ ملت | روحِ مست و حیاتِ جولان
نیرنگِ جمالِ مصطفےٰ ہے | تیری محویتون پہ نازان

اے مایۂ افتخارِ ملت
تو ہے روحِ بہارِ ملت

(ضحاک) انصاری کیانا

کلامِ ثاقب (لکھنوی)

نہ ذکرِ انبساط کر کہ دورِ عیش ہو چکا
خوشی کی فکر کس لئے وہ دل کہاں جو کھو چکا

طلوعِ صبح ہے نہ رو جو کچھ ہوا وہ ہو چکا
اب اور کیا خیال ہے سوادِ شب تو دھو چکا

یہ خندۂ طرب نا مبارک اہلِ دہر کو
بہت زمانہ ہو گیا کہ میں ہنسی کو رو چکا

نہ دم لے اے سرشکِ غم تجھے قسم ہے عشق کی
فلک کو چھوڑتا ہے کیوں اگر مجھے ڈبو چکا

رہے وہ دل میں مدتوں مگر سنبھل سکا نہیں
مزاجِ حسن و عشق کو بہت دنوں سمو چکا

خبر نہیں یہ جاگنا ہے زیست تک کہ بعد بھی
جو ساتھ دل رہا ہے، تو قبر میں بھی سو چکا

نکل کے راہِ عشق سے کسی طرف چلوں تو کیا
کہاں سے لاؤں جان و دل یہ دیکھا وہ کھو چکا

چمن ہے زیرِ آسمان نہ پھول اس بہار پر
بنائے آشیاں مگر سمجھ کہ قید ہو چکا

نہ ڈھونڈھ اہلِ دل کو اب کہ جوشِ قلزمِ فنا
متاعِ درد جن میں تھی وہ کشتیاں ڈبو چکا

شہیدِ غم کی لاش پر نہ سر جھکا کے رو دیئے
وہ آنسوؤں کو کیا کرے جو منہ لہو سے دھو چکا

کہاں سے لاؤں ڈھونڈھ کر میں اُنکے تیرِ ناز کو
جہاں میں کیا ملیگا وہ جو دل کے پار ہو چکا

یہ نغمہ ہائے کوئے دوست راہزن ہیں ہوش کے
ابھی ابھی یہیں کہیں دلِ حزیں کو کھو چکا

فنا کمی نہیں ہوئی وہی ہے حالِ سوزِ دل
ہزار ثاقب آستین و جیب کو بھگو چکا

مطبوعاتِ جدیدہ

سیرۃ صدیق، حضرت ابوبکر صدیق کی جسقدر سوانح عمریان شایع ہوئی ہین، یہ کتاب اُن سب سے زیادہ جامع، مستند، صحیح اور دلچسپ ہے، یہ جناب مولانا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی صدر الصدور محکمۂ مذہبی حیدر آباد کی تصنیف ہے، جو ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی فرمائش سے مرتب کیگئی ہے، مولانا کا تاریخی تصانیف مین ایک مخصوص درجہ اور ایک خاص طرز تحریر ہے، اسلئے ہم اسکے متعلق کوئی تفصیلی راے ظاہر کرنا فضول سمجھتے ہین، کتاب کا حجم ۵۸ صفحات کا ہے، مولوی مقتدیٰ خان صاحب شروانی کے زیر اہتمام مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڈھ مین تیسری مرتبہ بعض ضروری اضافون کے ساتھ طبع ہوئی ہے، قیمت ۱

روحِ سیاست، یہ ایک ڈراما ہے جسمین جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے امریکن سیاست کا مرقع کھینچا ہے، ڈرامون مین یہ بڑی کمی تھی کہ اکثر عموماً مسخرے ہوتے تھے، اور سینیری مین رنگینی اور بد سلیقگی نظر آتی تھی، یہ ڈراما پہلا ڈراما ہے جسمین ایکٹرون کو متانت کی تعلیم دیگئی ہے، اور سینیری کو سادہ رکھا گیا ہے، اسلئے اسکی بدولت موجودہ ایکٹنگ اور سینیری مین تغیر و تبدل کی ضرورت پڑیگی جو لازمی چیز ہے، یہ کتاب دو حصون پر منقسم ہے، یہ اُسکا پہلا حصہ ہے جسمین امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہام لنکن کی سبق آموز زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسکا جو حصہ ڈراما کے لئے موزون نہ تھا لے لیا گیا ہے، ڈرامے مین امریکہ کے سیاسی حالات دلچسپ انداز مین بیان کئے گئے ہین، قیمت ایک روپیہ، پتہ: محمد عمر صاحب مترجم ہائیکورٹ جمون،

کلماتِ طیبات، یہ جناب امیر علیہ السلام کے اسّی مقولون کا ایک مختصر مجموعہ ہے جسکو

اُردو اور انگریزی تراجم کے ساتھ منشی شرف الدین احمد خان صاحب نے شایع کیا ہے، اگرچہ ان حکیمانہ مقولون کا ماخذ کتاب مین نہین بیان کیا گیا جس سے اُنکے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا تاہم ان مین جو اخلاقی تعلیمات، جو پند و موعظت اور جو دانش و حکمت موجود ہے وہ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہے، اور ہم اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہین، اُردو ترجمہ سلیس ہے، انگریزی ترجمہ پہلے اچھا نہ تھا، لیکن اب اُسکی بھی اصلاح ہوگئی ہے، قیمت ۴ر، پتہ: منشی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک ہوم ڈپارٹمنٹ رام پور،

نغان مسلم، قومی نظمون کے نشر و اشاعت مین پنجاب کا خاص حصہ ہے، نشتر صاحب جنکی یہ نظم ہمارے سامنے ہے، پنجاب ہی کے رہنے والے ہین، اسمین اُنھون نے خفتہ بخت مسلمانون کو بیدار کیا ہے، اور اُنکو فرائض کی ادائگی پر توجہ دلائی ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض خامیان بھی موجود ہین، تاہم جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ نشتر صاحب ایک نوجوان شاعر ہین تو خامیون کو نظر انداز کر کے بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ اُنکی نظم کے محاسن، معائب پر غالب ہین، قیمت ۱۰/، پتہ: دفتر اخبار وکیل امرتسر،

وصال بلال: حضرت بلال رضؓ کے واقعۂ وفات کو جناب حکیم محمد صادق صاحب صدیقی منشی فاضل نے موثر انداز سے اس رسالہ مین نظم کیا ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض جگہ تعقید پائی جاتی ہے، تاہم مسلمانون کو جو اسوقت مرنا بھول گئے ہین، اس واقعہ سے مرنے کا طریقہ معلوم ہو سکتا ہے، قیمت ۱ر،

بانگ جرس، مولوی مسعود علی صاحب بریلوی نے علامہ شبلی نعمانی، حضرت اکبر الہ آبادی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولوی ظفر علیخان وغیرہ کی نظمون کا ایک مختصر مجموعہ شایع کیا ہے، قیمت ۲ر، دونون رسالے مشرقی کتبخانہ لاہور سے ملین گے۔

مجلد نہم | ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق فروری سنہ ۲۲ع | عدد دوم

مضامین

شذرات

انسان کے انفرادی اور اجتماعی اخلاق مین کسقدر فرق ہے، ہم مین سے فضول گو سے فضول گو اور غیر سنجیدہ سے غیر سنجیدہ آدمی بھی تھوڑی دیر کے لئے کم سخن اور متین بنجاتا ہے، لیکن متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی جب وہ اپنے کو جلسون اور انجمنون کے قالب مین ڈھال لیتے ہین، اور ایک جماعت کے فرد بنجاتے ہین تو انکے اجتماعی اخلاق مین ایک ناگہانی انقلاب ہوجاتا ہے، بات بات مین جھگڑتے ہین، ہر شخص سے بدگمان ہوتے ہین، ہر مقرر اور مجوز پر معترض ہوتے ہین، اپنی زبان کی نمائش کو اپنی برتری اور بڑائی کا معیار قرار دینا چاہتے ہین، باہمی سرگوشی، بات چیت، طعن وطنز، خندہ وتبسم سے آداب مجلس کی قانون شکنی کرنے لگتے ہین، وقار وسکون کا سررشتہ ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہین، ایک دوسرے کی ذات کی عزت کے کلیہ کو فراموش کردیتے ہین، غیر ارادی شور وغل سے اکثر جلسون کے سلسلۂ کاروائی کو درہم کردیتے ہین، لیکن با این ہمہ اگر الزام دیجئے تو انفرادی حیثیت سے علحدہ علحدہ ہر شخص کوئی بڑا ملزم اور قصوروار نہین ٹھہر سکتا، لیکن اجتماعی عمل انکو سخت مجرم اور گنہگار یقیناً ٹھہراتا ہے۔

یہ واقعہ درحقیقت ہماری اجتماعی اخلاق کی کمزوری اور اجتماعی معاشرت کی پستی کو دکھاتا ہے افسوس ہے کہ یہ کمزوری اور پستی اس قوم کے جوان افراد مین سب سے زیادہ ہے جو کبھی اس دنیا مین

سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بلند تھی کیا ہماری قوم کے نوجوان افراد جو آجکل زیادہ تر پیش پیش ہین، اپنے اس عیب کی طرف توجہ کرینگے، اور اپنے جلسون اور انجمنون مین اپنی قوم کی اجتماعی ناسنجیدگی اور معاشری کمزوری کی اصلاح کی کوشش کرینگے۔

ہندوستان کے زندان خانون کی نو آبادیون مین فرزندان ہند کے مختلف فرقون اور مذہبون کے نمایندے شریک ہین، ان مین مسلمان بھی ہین ہندو بھی، سکھ بھی ہین اور عیسائی بھی، یہ تمام اصحاب گو مختلف قومیتون، مختلف مذہبون، مختلف فرقون، مختلف خاندانون، مختلف زبانون کے افراد ہین، لیکن ان اختلافات کے باوجود ایک ہی روح ہے جو سب مین ساری ہے، ایک ہی خیال ہے جو سب پر مستولی ہے، اور ایک ہی نشہ ہے جو سب پر چھایا ہے، اور اسطرح باوجود الگ الگ ہتھکڑیون اور بیڑیون کے حب وطن اور نصرت حق کی ایک ہی زنجیر مین وہ بندھے ہوئے ہین، یہ مختلف قومون، مذہبون فرقون، اور خاندانون کے صدہا افراد کی شب و روز کی یکجائی، ذاتی ملاقات و واقفیت، مبادلۂ خیال، اظہار محبت، معاونت و دستگیری، تاثیر و تاثر یقیناً ہندوستان کے مختلف عناصر کی باہمی بدگمانیون اور غلط فہمیون کو دور کرکے نئے سرے سے ان مین باہم اعتماد، محبت و اخوت اور مصالحت و رواداری کی روح پیدا کر دیگی، اور وہ ایک دوسرے کے جذبات و محسوسات کی پوری قدر کرنا سیکھین گے، اس نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ آج کل ہندوستان کے قیدخانہ مین کل کے ہندوستان کی نئی قومیت تعمیر پا رہی ہے یہ افراد جو قید سے پہلے ایک دوسرے سے شناسا بھی نہ تھے، ایک مدت کی محبت و دوستی، معرفت اور پہچان کے بعد جب تنگنائے زندان سے باہر میدان عمل مین آئینگے تو ہمارے رہبرون اور کام کرنے والون کی ایک جماعت ہمارے اندر ہوگی جو ایک دوسرے سے اچھی طرح شناسا اور جان پہچان والے، اور ایک دوسرے کے خیالات، حالات، محسوسات اور جذبات سے واقف و مطلع، اور بھائیون اور برادرون کی برادرانہ اتحاد سے

پر کیف اور سرشار ہونگے اس نتیجہ کو پیش نظر رکھئے تو ہمارے نگاہون کے سامنے مستقبل کا کسقدر خوش آیند منظر ہے، یہ وہ دولت ہے جو زندان سے باہر کبھی ہندوستان کو نہین مل سکتی تھی،

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اسی خوش آیند مرقع کا ایک منظر آگرہ ڈسٹرکٹ جیل ہے،

آگرہ ڈسٹرکٹ جیل مین اسیران ملک و ملت کی ایک نو آبادی قائم کردیگئی ہے، جسمین ہزارون فرزندان قوم اور ہر رنگ و مذاق کے اصحاب شامل ہین، ہندوستان کی خاک مین شاعری کی جو فطری استعداد ہے اسکا ثبوت ہے کہ زندانخانہ کے مصائب زندگی بھی اس استعداد سے اسکو محروم نہ کرسکے، دنیا کے قیدخانون کی تاریخ مین یہ بزم ادبی جو ۲۰- جنوری ۱۹۲۲ء کو اس آگرہ کے ایک گوشہ مین فراہم ہوئی جہان کی دیوار کے نیچے جہانگیر کی "طلائی زنجیر عدل" لٹکا کرتی تھی، ایک عجیب و نادر مثال ہے، مشاعرہ کے شعراء اور حاضرین کے نامون پر ایک نظر ڈالنے سے دھوکا ہوتا ہے کہ ہم کسی قیدخانہ کے مجرمون کے نام پڑھ رہے ہین یا دنیا کی کسی بڑی یونیورسٹی کے فضلاء اور گراجویٹون کی فہرست پڑھ رہے ہین،

ان مختلف قومون اور زبانون کے یاران صحبت کے اندر اظہار خیال کا کوئی ایک متحد ذریعہ ہونا چاہیئے، وہ اسوقت صرف ہندوستانی ہے جو اردو کے غلط نام سے مشہور ہے، اسطرح ان مختلف زبانون کے افراد کے لئے جو اسوقت کسی جیل مین جمع کردیئے گئے ہین، اس پورے ہندوستان کے زندانخانہ ہستی مین جہان مختلف زبانون کی قومین قید ہین، اُنکے باہمی تبادلہ خیال کے لئے ایک ہی مشترک زبان کی ضرورت ہے اور وہ ہندوستانی ہے، قدرت نے اسی ضرورت سے اُسکو پیدا کیا ہے، اور جبتک یہ ضرورت قائم ہے یہ زبان قائم رہیگی،

آگرہ جیل کی بزم مشاعرہ اسکا ثبوت ہے کہ ہم مختلف زبانون کے ہندوستانیون کے لئے اردو ہی ایک مشترک زبان کا کام دیسکتی ہے، ہماری خوشی کی کوئی حد نہین رہی، جب ہم نے اسی ایک دسترخوان پر خواجہ عبد المجید، صدر جامعہ ملیہ کو دیکھا جو ہندی کا ایک حرف نہین جانتے، اور ان مالوی جی کے صاحبزادہ کو بیٹھا دیکھا، جنکی نسبت یہ خیال تہا کہ یہ اس اردو کو ہندوستان سے مٹا دینے کا عزم رکھتے ہین، جو ملک مین مختلف قومون کے باہمی پیوند محبت کی نشانی ہے،

کیمبرج یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ (مجلس انتظامیہ) نے حال مین یہ تجویز منظور کی ہے کہ کیمبرج انڈین ہسٹری کے نام سے ہندوستان کی ایک مفصل و مبسوط تاریخ، سات جلدون مین مرتب کر کے عنقریب شائع کیجائے، آج سے چند سال قبل یونیورسٹی مذکور کیمبرج ماڈرن ہسٹری کے نام سے یورپ کی تاریخ بارہ ضخیم جلدون مین شائع کرچکی ہے، اس مجوزہ تاریخ ہند کی تالیف و ترتیب اسی نمونہ کے مطابق ہوگی، اسکی تالیف مین ماہرین تاریخ ہند کی ایک پوری جماعت شریک ہوگی، زمانۂ تاریخ کو متعدد دوارین تقسیم کردیا گیا ہے، اور ہر دور پر لکھنے والے الگ الگ ماہرین فن ہونگے۔

مغرب کے معیار اور مورخین یورپ کے زاویۂ نگاہ سے یہ تاریخ یقیناً مستند ہوگی، لیکن دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ بھی ہمیشہ درس عبرت و حیرت دیتا رہیگا، کہ وسیع النظر مغرب کو "ماہرین تاریخ ہند" کی اس جماعت کثیر مین ایک بھی شخص ایسا نہ مل سکا جو باشندۂ ہند ہوتا، یا مشرقی علوم و فنون، معاشرت و سیاست تہذیب و شائستگی کو مغرب جیسا کچھ سمجھتا ہو، اسکے تجربات ابتک بکثرت ہو چکے ہین، لیکن نیرنگ ساز فطرت کو شاید ابھی ایک بار اور اس تجربہ کی نمائش منظور ہے کہ عاشق کی داستان محبت کے بیان کرنے مین رقیبون کی زبان، دیانت و صداقت کو کہانتک ملحوظ رکھتی ہے،

قدیم مشرقی "توہم" یہ تھا کہ تاریخ گویا واقعات عالم کا رجسٹر ہوتی ہے، اور مورخ کا کام اسکے سوا اور کچھ نہین کہ واقعات عالم کو اپنے علم کے مطابق بے کم وکاست درج کردے، لیکن جدید مغربی "تحقق" یہ ہے کہ تاریخ نگاری ہمیشہ کسی مقصد وغرض کے لئے ہونا چاہیے، اور مورخ کا اصلی فرض یہ ہے کہ واقعات کی توجیہ وتشریح کسی خاص زاویۂ نگاہ سے کرے، سرچارلس اومین، اسوقت مورخین انگلستان کے ایک مسلّم سرخیل ہین، رسالۂ نائنٹینتھ سنچری کے جنوری نمبر مین آپ نے ایک مضمون "مورخین حال اور اُنکی مشکلات" پر تحریر فرمایا ہے، اسکے اقتباسات ذیل لائق ملاحظہ ہین :-

"غرض تاریخ، اسماء، سنین، وواقعات کا رجسٹر نہین، جیسا کہ ایک عامی شخص خیال کرتا ہے، بلکہ وہ نام ہے مورخ کے زاویۂ نگاہ سے ان چیزون کی توجیہ وتشریح کا، اور چونکہ ہر مورخ کا سیاسی، اخلاقی وقومی زاویۂ نگاہ ہمیشہ دوسرے سے مختلف ہوگا، اسلئے یہ محال ہے کہ کسی زمانہ، کسی عنوان یا کسی شخص کے متعلق کوئی نام نہاد، مستند تاریخ مرتب ہوسکے جو ہر طبقہ کے ناظرین کے ذوق کی تشفی کرسکے،

قدیم تاریک خیالی کا فتویٰ یہ تھا کہ تاریخ چونکہ واقعات مصدّقہ کا مجموعہ ہوتی ہے، اسلئے اسمین بحث واختلاف کی بہت کم گنجائش ہوتی ہے، لیکن تحقیقات جدید کی روشنی نے دکھلا دیا کہ تاریخ بعینہ سیاسیات حاضرہ کی طرح ایک پُراختلاف موضوع ہے :-

"ایک مشہور مورخ نے کہا تھا کہ تاریخ نام ہے سیاسیات ماضیہ کا، یہ مقولہ اسقدر صحیح ہے کہ میرے نزدیک جسطرح سیاسیات کے لئے اختلافات لازمی ہین، ٹھیک اُسی طرح تاریخ کے لئے بھی اختلافات ناگزیر ہین"

سیاسیات مغرب کی محبوب ترین اصطلاح "پروپگنڈا" ہے، جسکا صحیح مفہوم کم ازکم اُردو، فارسی، اور عربی زبانون مین توکسی ایک لفظ سے ادا نہین ہوسکتا، تاریخ علمبرداران تحقیقات جدیدہ

کی زبان مین اسی پروپگنڈا کی ایک ترقی یافتہ شکل کا نام ہے، سر چارلس فرماتے ہین :۔

"ایک عامی آدمی ہمارے پاس ایک تاریخی استفسار لیکر آتا ہے، بدقسمتی سے عموماً یہ ہوگا کہ ہم اسکے حسب توقع اسے کسی قسم کا کوئی مسلم و قطعی جواب نہ دے سکین گے، بلکہ ایک طرح کے پروپگنڈا سے کام لین گے، جو ممکن ہے کہ ہمارے نزدیک واقعیت کی صحیح ترجمانی ہو، لیکن ہمین تسلیم ہے کہ دوسرون کے نزدیک ممکن ہے وہ جواب خلاف واقعہ، غلط و فتنہ پرداز نہ ہو، تاریخ کسی خارجی شے، کسی فہرست واقعات کا نام نہین، مورخ کا کام واقعات مین تسلسل و ترتیب پیدا کرنا ہے، اور دو مورخ جنکی توبیت و سیاست باہم مختلف ہے، واقعات کو اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے اسقدر مختلف شکلون مین مرتب و مدون کرسکتے ہین کہ پڑھنے والا انہین ایک ہی سلسلۂ واقعات کی ترجمانی سمجھ ہی نہین سکتا"

آگے چل کر اس سے بھی زیادہ دلچسپ و سبق آموز تصریح موجود ہے :۔

"غرضکہ ہمکو اس عامی آدمی سے کہہ دینا پڑیگا کہ تاریخ واقعات کے متعلق ایک زاویۂ نگاہ کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر مورخ کا زاویۂ نگاہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ...... اور اسطرح افسوس ہے کہ تاریخ نگاری اب سیاسی، قومی و مذہبی پروپگنڈا کے اہم ترین شعبہ کا نام رہ گیا ہے"

---×---

سر چارلس اومین اپنے ان خیالات مین متفرد نہین، تاریخ کو سیاسیات ماضیہ کا مرادف پروفیسر فریمین نے قرار دیا تھا، جو پچھلی صدی مین انگلستان کے سب سے بڑے مورخ تسلیم کئے جاتے تھے، موجودہ تاریخون کا سیاسی اغراض کے لئے لکھے جانے کا اعتراف ڈاکٹر شاٹویل نے بھی کیا ہے، جو کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) مین تاریخ کے پروفیسر اور اس فن کے استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے ہین، ان اعترافات و تصریحات کی موجودگی مین قدامت پسند اہل مشرق اگر بجائے ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ (مورخین کی تاریخ عالم)، "کیمبرج ماڈرن ہسٹری"، "کیمبرج انڈین ہسٹری" کی ضخیم و مرعوب کن

مجلدات کے مطالعہ کے اپنا وقت بوستان خیال، طلسم ہوشربا و داستان امیر حمزہ کی ورق گردانی مین صرف کرتے رہین تو شاید ان پر تضیع وقت کا الزام صحیح نہ ہے، جھوٹ کو جھوٹ کہکر ظاہر کرنا تخیل آرائی کو افسانہ کے لباس مین پیش کرنا کسی مذہب مین معصیت کبیرہ نہین، البتہ جھوٹ کو سچ کا نام لیکر تعصبات کو واقعات کا رنگ دیکر، اور دروغ کو راستبازانہ نمائش کے ساتھ پیش کرنا وہ ملعونیت کبریٰ ہی جس سے ہر فرد بشر کو جسے اپنی دیانت، اپنا ایمان اور اپنی نجات عزیز ہے، پناہ مانگتے رہنا چاہیئے ۔

آغاز سال رواں مین پاپاے روما، بنڈکٹ پانزدہم نے انتقال فرمایا ان سطرون کے شائع ہونے تک اُنکے جانشین کا بھی انتخاب ہوچکا ہوگا، جسوقت سے پاپائیت کا ایک باضابطہ عہدہ قائم ہوا ہے، صدہا افراد اس منصب پر مامور رہ چکے ہین، بلکہ اگر ابتدائی عیسوی صدیون کے بشپ صاحبون کو بھی اس فہرست مین شامل سمجھا جائے تو شاید شمار سیکڑون سے متجاوز ہوجائے، سوال صرف اسقدر ہے کہ اس طویل وعظیم فہرست مین کسی غیر یورپی شخص کا بھی نام تلاش کرنے سے مل سکتا ہے؟ مسیحیت کے حدود تو ماشاء اللہ ایشیا و افریقہ کے گوشہ گوشہ تک وسیع ہوچکے ہین، اور ان ممالک مین کرورون باشندہ "ابن اللہ" کے کلمہ گو موجود ہین، پھر کیا اب تک ان بیشمار نفوس مین ایک شخص بھی یورپی مسیحیون کی ہم سطح وہم پلہ نہین پیدا ہوسکا ہے؟

سیر الصحابہؓ کا جو سلسلہ دار المصنفین کے زیر اہتمام ترتیب پا رہا تھا، الحمد للہ کہ وہ تکمیل کو پہنچ گیا، اسکی ایک جلد اسوۂ صحابہؓ کے نام سے ۵۰۳ صفحون مین چھپ کر تیار ہوگئی ہے، مولانا عبد السلام ندوی نے اس جلد مین صحابہؓ کے اعتقادات، عبادات، اخلاق اور معاملات کے واقعات واحوال کو مستند کتب حدیث سے فراہم کیا ہے، یہ اس لائق ہے کہ آج ہر مسلمان اس اسوہ کو پیش نظر رکھے ۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ
اور
دنیای اسلام

(۳)

نومبر اور دسمبر ۲۱ء مین اس مضمون کے دو نمبر شایع ہوچکے تھے، افسوس کہ جنوری ۲۲ء مین اسکا تیسرا نمبر احمد آباد اور بمبئی کی قومی مجلسون کی شرکت کے باعث لکہا نہ جا سکا، اور وہ اب فروری مین شایع ہورہا ہے، آغاز مضمون مین یورپ کے سہ طرفہ حملون مین سے اسپین کے شمالی افریقہ کے اسلامی ملکون اور اٹلی، وینس، کریٹ، روڈس، اور مالٹا کے عیسائی بحری حملون اور ترکون کے کارنامون کا تذکرہ تہا، اس نمبر مین پرتگال کے ان حملون کا ذکر ہے جو اس نے حبش، عرب، اور ہندوستان کے ساحلی شہرون اور بندرگاہون پر پے درپے کئے۔

اسپین کے بعد اس عہد کے دشمنان اسلام مین اسی کے ملحقہ صوبہ پرتگال کا درجہ تہا، یہ صوبہ چونکہ اسپین سے بالکل ملا ہوا ہے، اسلئے سیاسی تاریخ کے تماشاگاہ مین کبھی وہ الگ ہوکر نمودار ہوتا ہے، اور کبھی وہ اسپین کا جز بنجاتا ہے، جس عہد کا ہم ذکر کررہے ہین اسوقت بھی اس حصۂ ملک کی یہی حالت تھی، اندلس مین جب اسلام کا اقبال اوجِ کمال پر تہا تو یہ صوبہ بھی اسکی حکومت کے زیر سایہ تہا، اسی سلئے پرتگالی زبان مین عربی الفاظ نہایت کثرت سے مل گئے اور آج بھی موجود ہین،

اسپین نے جب اسلام کشی کا عمل شروع کیا ہے تو پرتگال نے بھی اسکی پوری تقلید کی، پہلے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، اس نے مراکش کے سواحل پر قبضہ جمانا چاہا مگر بہت جلد عربون اور پھر ترکون کے حملون سے اسکو یہ مقامات خالی کرنے پڑے، یہ بھی معلوم ہوچکا کہ یورپ اور ایشیا کا پرانا راستہ جو بحر روم مصر اور بحر احمر ہوکر تہا، اسپر ترکون نے اپنے اقتدار کے بحری پہانک قائم کردیئے تھے، اسلئے مشرقی اسلامی ممالک کی تاخت وتاراج کرنے کے لئے کسی دوسرے بحری راستہ کی ضرورت تھی چنانچہ ابتدائی پرتگالی مکتشفین بحر (دریائی راستہ کے پتہ لگانے والے) جن اسباب سے نئے بحری راستون کی تلاش مین سرگردان وپریشان تھے، ان مین کا ایک بڑا سبب ان کا ترکون سے بچکر ارض مقدس کے لئے ایک نئے راستہ کی جستجو، اور فتح بیت المقدس کے لئے تجارت وغیرہ سے نئی دولت جمع کرنا، مزید جور وستم اور لوٹ مار کے لئے سورون (مسلمانون) کی کسی نئی آبادی کا سراغ لگانا تہا، چنانچہ مضمون کے دوسرے نمبر مین "مورخین عالم کی تاریخ" کا ایک اقتباس نقل کیا جاچکا ہے، جسمین کے چند فقرے یہ ہین:-

"مشرقی جزائر اور نئی دنیا مین اسپین و پرتگال کے عظیم بحری اکتشافات وفتوحات، علوم قدیمہ کا احیا، ادبیات جدیدہ کا طلوع، فن طباعت کی وجہ سے روشنخیالی، مباحثہ اور معلومات نو کی ترقی، ان تمام کی تمام چیزون نے عالم مسیحی کی روح کو زیادہ اور بلند تر ہونے مین مدد دی تاکہ ان کے جذبات زیادہ بلند ہون، اور وہ عمل کے وقت تحمل مصائب اور برداشت کے لئے زیادہ تیار رہین، اسکے علاوہ دوسرے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پتہ چلتا تہا کہ اہل فرنگ کی یہ نئی قوت اسلامی ممالک کے فتوحات مین کام آئیگی، کیونکہ اس عہد مین مذہبی جوش عام اور تیز تہا، بحری سیاحون کی محنت، فیلسوفون کی جدوجہد، طلبہ کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی اور سپاہیون کی جانبازی سب کی سب صرف اسی ایک مقصد یعنی صلیب کے عروج کے لئے تہین،

جہان ایک کولمبس کو بحر ظلمات کے خطرون مین یہ خیال تہا کہ ان سیاحتون سے جو کچھ خزانے ہاتھ آئین گے وہ ارض مقدس کو بے دینون کے قبضہ سے نکالنے کے کام آئین گے "

آگے چل کر پرتگالی فاتحین اور مدبرون کی سرکاری تحریرون کے اقتباسات نظر سے گذرین گے جن سے یہ حقیقت اور بھی آئینہ ہوجائیگی، یہ واقعات متعدد دفعہ دہرائے گئے ہین کہ پرتگال نے واسکو دی گاما کے زیر سرداری وقیادت مشرقی افریقہ کی طرف سے ہوکر راس امید (گڈ ہوپ) سے گذر کو ہندوستان کے ساحل پر قدم رکھا، ہندوستان، چین، سیام، جاوا، ساترہ، جزائر ہند، سیلون، ملیبار، ممباسہ، زنجبار، حبش، مصر، عرب وغیرہ کی وہ تمام بحری تجارتین جو بحر ہند، بحر احمر، خلیج فارس، بحر عرب ہوکر گذرتی تہین وہ سب عرب تاجرون کے ہاتھون مین تہین، اور یہی مشرق و مغرب کے درمیان بیوپاری تھے ہندوستان وایران وچین سے مال لیجاکر مصر پہنچاتے تھے، اور وہان سے وینس اور جینوا کے تاجر انکو یورپ لیجاتے تھے، اور وہان سے یورپ کا مال لاکر ہندوستان، ایران وچین وغیرہ مشرقی ملکون مین پہنچاتے تھے، اس بیوپار سے اور تجارت کے اس راستہ سے جو تمامتر اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا تہا، مسلمانون اور خصوصاً عربون کی تجارت اور دولت بڑی ترقی پر تھی، پرتگال نے بحر ہند مین کودنے کے ساتھ یہ کوشش شروع کردی کہ جسطرح ممکن ہو عربون کے ہاتھون سے یہ تجارت چہین لیجائے اور اس راستہ کو جو اسلامی ملکون سے ہوکر گذرتا ہے، اس نئے راستہ سے بدل دیا جائے جسکو انہون نے خود دریافت کیا تہا،

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عرب جہازون پر تاخت شروع کی، عرب، حبش (افریقہ) ہندوستان اور فارس کے ساحلی مقامات پر حملے کئے، اور ناسلمون کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانون اور عربون کے ہاتھ اپنا اسباب تجارت فروخت نہ کرین، ملیبار کے موپلہ تاجرون پر بڑی زیادتیان کین یمن اور حجاز کے ساحلی شہرون پر قبضہ جمایا، اور ہندوستان مین سندھ سے لیکر مدراس وگجرات وبمبئی تک کے

بندرگاہون پر دہاوے کئے، ساحلون اور جزیرون مین مسلمانون کا قتل عام ہورہا تھا، مسجدین توڑ توڑ کر کلیسا بنائی جارہی تہین، کالیکٹ کے راجہ کو اسپر مجبور کیا گیا کہ وہ مسلمانون کو عرب آنے جانے سے روکدے کوچی ساحل ہند پر قبضہ کرکے مسلمانون کو قتل کیا اور مسجد کو کلیسا بنالیا، اور پھر رفتہ رفتہ عرب کے ساحل پر عدن، ہرمز، پریم وغیرہ کو اور ہندوستان کے سواحل مین سے گوا، جیبول، دابل، دیب، موتمن، مہایم، وغیرہ کو تاخت وتاراج کیا، ۱۵۱۰ھ مین کالیکٹ پر حملہ کرکے شہر کو لوٹ لیا، اور وہان کے جامع مسجد کو خاک سیاہ کردیا، یہی حال انھون نے عرب کے ساحلی مقامات کا کردیا، حج کے بحری راستے ان قزاقون کے ہاتہون سے بمشکل جانبر ہوسکتے تھے، گوا کا مشہور بندرگاہ سلطنت بیجاپور سے چھین لیا، اور سلطان گجرات کے تمام بندرگاہون پر غارتگری شروع کردی، جدہ اور عدن پر کئی حملے کئے، کبھی کامیابی ہوئی اور کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، انتہا یہ ہے کہ پرتگالی یہ خواب دیکھنے لگے کہ جدہ پر قبضہ کرکے حجاز پر حملہ کیا جائے، اور خاکم بدہن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ویران اور حرمین محترمین کو منہدم کرکے اسلام کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے، فارسی اور عربی کی اسلامی تاریخون مین ان واقعات کے متعلق جو تفصیلین موجود ہین، وہ یمن، گجرات اور ملیبار کی پچھلی تاریخون مین مذکور ہین، لیکن اس موقع پر عیسائی مورخین کے اعترافات کو پیش نظر رکہنا ہماری مصلحتون کے زیادہ مناسب حال ہے،

> ۱۵۰۲ء مین پرتگال کے بادشاہ مینوئل نے اپنا خطاب "ہندوستان، ایران، عرب اور حبش کی تجارت اور جہازرانی کا مالک" اختیار کیا، اس نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان اور یورپ کے بیچ مین مسلمانون کی تجارت کو عدن، ہرمز، اور ملاکا پر قبضہ کرکے برباد کردے، یہ وہ بندرگاہ تھے جہان سے مشرقی تجارت کا سامان اسکندریہ اور بیروت ہوکر یورپ جاتا تہا، ملاکا وہ جگہ تھی جہان مسلمان خصوصاً عرب تاجر چین سے مال کا تبادلہ کرتے تھے........

چونکہ پرتگیزون کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان اور یورپ کی تجارت کا رخ راس امید کی طرف پھیر دین، اور اس راستہ کو جو بحر احمر سے قاہرہ اور اسکندریہ ہو کر جاتا تھا، ویران کردین، اسلئے مسلمان سوداگر موپلہ جو ہندوستان کے تاجر تھے، انھون نے مصر کے ملوک سلطان کو بھڑکا دیا۔[1]"

پرتگیزون کی ہمت نے یہانتک بلند پروازی کی کہ انھون نے ارادہ کیا کہ حجاز پر حملہ کرکے قبلۂ اسلام کو بے بنیاد کردیا جائے، اور آخر اسی نیت سے انھون نے ۹۴۸ھ مین جدہ پر حملہ کیا، علامہ قطبی نے اعلام مین اور مفتی دحلان نے فتوحات مین اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے، ابتدائی سطرون کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

پرتگالی قوم جو فرنگیون کی ایک قوم ہے اور جسکی نسبت یہ بیان ہوچکا ہے کہ وہ سمندر مین ڈاکے ڈالتے تھے، اور بہت سے اسلامی خطہ پر حملے کر رہے تھے، ان کا ایک فعل یہ ہے کہ انکے نفس بد نے انکو اس کام کے لئے آراستہ کیا کہ وہ حرمین اور جزیرۂ عرب پر قبضہ کرلین، یہ ۹۴۸ھ کے آخر مین پیش آیا، ان فرنگیون کی بہت بڑی جماعت اسلامی بندرگاہون مین گھس گئی اور انکو تباہ و برباد کردیا، اور بندرگاہ جدہ کا قصد کیا، اور اس لنگرگاہ پر اپنے جہاز آکر لگائے، جسکا نام ابوالدوائر تہا، ۸۵ جہاز فوج اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے تھے،

ان لوگون کے لئے جو صرف یورپ کے راستگو اور صادق البیان مورخین پر اعتماد رکھتے ہین، اس واقعہ کی صداقت کے لئے رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل ۱۹۲۱ء کا حوالہ دونگا جسمین مسٹر ایم لونگورتھ ڈیمس کا مضمون "ترک اور پرتگالی بحر ہند مین" چھپا ہے، اور جسمین زیادہ تر واقعات مسٹر موصوف نے پرتگالی حوالون سے نقل کئے ہین، اس مضمون مین انکے اس جرم کا اعتراف مضمون نگار نے ان الفاظ مین کیا ہے

"البوکیرک (Albuquerque) (پرتگالی وایسرائے) نے ۱۵۱۳ء مین ایک باجرات کوشش کی کہ اس (عدن) قلعہ و حصار سے محفوظ قصبہ مین سیڑھیان لگا کر اندر داخل

[1] ہسٹری آف انڈیا، مصنفہ ایم پرو تھیرو، ایم اے شایع کردہ میکلن ۱۹۱۵ء

ہوجائے، وہ اس مین ناکام ہوا، اور جدہ کو واپس پھرا، وہ دنیا کو عیسائی بنانے اور اسلام کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کرکے اسلام کو تباہ کرنے کے ایک بڑے نقشہ کا خواب دیکھتا تھا، لیکن بہرحال وہ بحر احمر کی آب و ہوا کا متحمل نہین ہوا، وہ جدہ نہین پہنچ سکا، اور اُسکے آدمی کامران مین بخار سے ٹوٹ گئے ۔"

اسلامی تاریخون مین لکھا ہے کہ پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، اور شکست کھائی، بہرحال شکست تو نہین یقیناً ملی خواہ وہ انسانون کی تلوارون سے یا بخار نام خداے قادر کے غیر آہنی ہتھیارون سے،

پچھلے صفحات کے پڑھ لینے کے بعد ہمارے ناظرین کے سامنے بحر حبش، بحر عرب، بحر ہند، خلیج فارس، اور بحر چین کے اسلامی جزیرون، اور ساحلون کی بربادی اور اسلامی و عربی تجارت کی تباہی کا نقشہ پھر گیا ہوگا، اور آنسوؤن کے چند قطرون کے ساتھ یہ نظر آیا ہوگا کہ دنیاے اسلام اور یورپ کے باہمی مقابلہ کے سیاسی و اقتصادی نقشہ کے اُلٹ جانے مین ان واقعات کا کتنا بڑا جزو شامل ہے، اُسوقت بحر ہند کے اسطرف آگرہ کا امام جلال الدنیا والدین اکبر ظل اللہ فرمانروا تھا، اور اسطرف قسطنطنیہ کا خلیفہ سلطان سلیمان مسند آرا تھا، اسلام کے یہ نقشے دونون کی آنکھون کے سامنے تھے، لیکن انصاف سے کہنا کہ ان دونون سے کسکے سینہ مین اسلام کا تڑپتا ہوا دل تھا، کس نے ان مصیبتون سے اسلام کو نجات دلانے کے لئے اپنی راحتون کو قربان کیا، کس نے اپنی فوج و لشکر، اور دولت و خزانہ کو سمندر مین غرق کرنے کی ہمت کی، اس سخت و پرخطر مرحلہ مین آل تیمور نے اپنے فرض کو ادا کیا یا اس نے ادا کیا جو اس محاذ جنگ سے ہزارون میل دور، خلافت کا بار عظیم اپنے کندھون پر اُٹھائے ہوئے تھا، اکبر کی بیچارگی کا تو یہ عالم تھا:

فرنگیان در آزار مسلمانان راسخ تر شدہ بعضی جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ را کہ بے قول اہل فرنگ بمکہ معظمہ متردد (آمد و رفت) بودند، در وقت مراجعت از بندر جدہ غارت کردہ نسبت

بمسلمانان اہانت بلیغ رسانیدند ۔ ۔ ۔ ۔ و از ان تاریخ کہ جہازات جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بدست فرنگیان گرفتار شدہ مراکب (جہازات) فرستادن بہ بنادر عرب و عجم بر طرف ساخت چہ کہ قول گرفتن از اہل فرنگ مستلزم ننگ و عار داشت و بے قول روانہ ساختن موجب ہلاک نفوس و تضییع اموال، لیکن امرائے اوشل مرزا عبدالرحیم خانخانان وغیرہ قول از اہل فرنگ گرفتہ مراکب بہ بنادر می فرستادند (فرشتہ نولکشوری جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

بہر حال ان حملون کی مدافعت مین مسلمانون نے جو کوششین کین، ان مین سب سے اول یہ ہے کہ سلطان مصر نے جو خلافت عباسیہ کی طرف سے مصر و شام و عرب کا حکمران تھا، اس نے بیجاپور، گجرات، اور دوسری ساحلی اسلامی ریاستون کے ساتھ مل کر ۹۱۳ھ مین پرتگالیون کا سواحل ہند پر ناکام مقابلہ کیا۔ تاریخ فرشتہ (جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ نولکشور) نے سلطان مصر کے ان جہازات کو غلطی سے سلطان روم کے جہازات بیان کئے ہین، اور لکھا ہے،

"خبر رسید کہ امسال (۹۱۳ھ) کفار فرنگ در ساحل ہجوم آوردہ می خواہند کہ قلعہا بہ بندند و متوطن شوند، سلطان روم کہ عدوے ایشان است آن خبر شنیدہ جہازات بسیار بجانب ساحل بقصد غزا و ممانعت فرستادہ، ازان جملہ چند جہاز رومی بہ بنادر گجرات آمدہ اند۔"

اسکے بعد لڑائی اور شکست کا واقعہ لکھا ہے، لیکن اسکی اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ مصری بیڑے کے اکثر افسر اور جہاز ران ترک تھے، اسی لئے مرآۃ سکندری (تاریخ گجرات) مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے:

ازانجا بواسطہ خلل فرنگیان بطرف خطہ ہیبن و مہالم عزیمت فرمود، چون بخطہ آوردن رسید خبر آمد کہ ملک ایاز غلام سلطان، حاکم دیو (دیب) بالشکر روم در ساختہ دہ جہاز رومی را ہمراہ خود برداشتہ بہ بندر چیول رفتہ با فرنگیان مفسد جنگ کردہ (صفحہ ۲۱۶ بمبئی)

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ سنہ ۹۱۳ھ کے جنگی جہازات مصر کے سلطان غوری نے بھیجے تھے جیسا کہ ریاض السلاطین (تاریخ بنگالہ) مین ہے،

"چنانچہ سلطان قانصوہ غوری امیر حسین سردار سے را با سیزدہ منزل غراب (کشتی) مملوے مردم جنگی و آلات کارزار روانہ ساحل ہند ساخت و سلطان محمود گجراتی و سلطان محمود دکنی نیز از بندر دیو و سورت و کولہ و دابل و جیبول بعزم جنگ با فرنگیان جہازات در غایت استعداد مرتب ساختند"

یہ وہ زمانہ تہا جب ہندوستان مین تیموری بادشاہ تھے اور نہ ترک خادم الحرمین الشریفین، سنہ ۹۲۳ھ مین سلطان سلیم نے مصر و شام و عرب کی زمام حکومت اپنے ہاتھہ مین لی، اور اسکے چند سال بعد تیموری ستارۂ اقبال ہندوستان کے افق پر طلوع ہوا، سنہ ۹۲۶ھ سے لیکر سنہ ۹۷۴ھ تک کا زمانہ سلطان سلیمان اعظم بن سلطان سلیم کی فرمانروائی کا عہد ہے، یہ وہ زمانہ ہے جسمین ہندوستان مین بڑے بڑے انقلابات پیدا ہوئے اور مٹ گئے اور پھر ابھرے، سنہ ۹۳۲ھ مین لودیون کو مٹاکر **بابر** نے ہندوستان لیا، سنہ ۹۳۷ھ مین ہمایون تخت نشین ہوا، سنہ ۹۴۷ھ مین **شیر شاہ** نے ہمایون سے دلی کا تخت چھین لیا، سنہ ۹۶۲ھ مین ہمایون نے پھر ہندوستان کا تاج اپنے سر پر رکھا، سنہ ۹۶۴ھ مین **اکبر** نے ہندوستان کے تخت کو زینت دی،

اس تمام عرصہ مین پرتگالیون کی بحری جراتین برابر ترقی کرتی رہین، اور مسلمانون اور ممالک اسلامیہ کی تباہی و بربادی کے واقعات ہمیشہ رونما ہوتے رہے، ان اطراف مین گجرات کی اسلامی سلطنت سب سے زیادہ بحری طاقت رکھتی تھی، وہ بھی پرتگالی جہازون اور توپون کے سامنے بیدست و پا ہورہی تھی، ناچار اسکو اپنی فریاد آستانۂ خلافت تک پہنچانا پڑی، "مورخین کی تاریخ عالم" مین ہے کہ بہادر شاہ سلطان گجرات کے دربار سے ایک سفیر پرتگیزون کے مقابلہ مین اعانت طلبی کے لئے قسطنطنیہ حاضر ہوا، جنھون نے کچھ دنون پہلے دیب کا بندر بہادر شاہ سے چھین لیا تھا، سنہ ۱۵۶۴ع مین

ہندوستان کے ایک بادشاہ علاؤالدین کی طرف سے ایک سفیر قسطنطنیہ اس غرض سے حاضر ہوا کہ پرتگیزون کے مقابلہ مین سلطان کی امداد[1] حاصل کرے"۔

۱۵۱۵ء - ۱۵۱۶ء مین پرتگالیون نے عدن پر حملہ کیا، عرب شیخ اس حملہ کی مدافعت نہ کرسکا اور اس نے ہتھیار رکھدیئے، یہان سے اٹھکر پرتگالیون نے جدہ پر حملہ کیا، یہان کا رئیس سلیمان مصر کے سلطان کی طرف سے گورنر تھا، اس نے انکو ناکام واپس کردیا، پرتگالی یہان سے پھر کر واپس آنا چاہتے تھے کہ کامران پہنچکر مانسون بدل گیا، اب یہ پھر عدن کی طرف لوٹے، اتنے عرصہ مین عربون نے اپنے مسمار شدہ قلعہ کی مرمت کرلی تھی، اب پرتگالی جدہ کے قریب جیسے ہی پہنچے تھے کہ انہین معلوم ہوا کہ اب مصر و بحر احمر کی حکومت مصری ممالیک کے کمزور ہاتھون سے نکل کر سلطان قسطنطنیہ کے مضبوط ہاتھون مین آگئی ہے، یہ خبر برق و صاعقہ بنکر ان پر گری، اور ترکون کا نام سن کر کانپ اٹھے، جدہ کے گورنر رئیس سلیمان نے بروقت سلطان سلیم کی اطاعت کا اعلان کردیا، سلطان نے چاہا کہ فوراً مصری بیڑہ کو پرتگالیون کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائے، مگر معائنہ سے ظاہر ہوا کہ اسمین کچھ دم نہین ہے، اس نے

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۴۶۲، ترکون اور پرتگالیون کی بحری معرکہ آرائیون کے واقعات کے چار ماخذ ہین، حجاز اور یمن کی پچھلی عربی تاریخین، مثلاً اعلام بیت اللہ الحرام، البرق الیمانی فی الفتح العثمانی روح الروح فیما بعد المائۃ التاسعۃ من الفتوح، اور ایک گجرات کی عربی تاریخ ظفر الوالہ بتاریخ مظفر و آلہ، فارسی تاریخون مین فرشتہ، تحفۃ المجاہدین، ریاض السلاطین، مرآۃ سکندری، ترکی مین مرآۃ الممالک، اور حاجی خلیفہ کی تاریخ، چوتھا ماخذ پرتگالی بیانات ہین، جنمین بہت سے ایسے واقعات ہین جو دوسرے ماخذون سے نہین ملتے، رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل لندن کے جنوری نمبر مین ایک مضمون نگار نے اس سلسلہ جنگ کے تمام پرتگالی معلومات یکجا کردیئے ہین، اور اسی سال کے دسمبر نمبر مین ایک اور عالم نے عربی و فارسی و ترکی معلومات کو یکجا کردیا ہے، جن صاحبون کو ان معرکون کی تفصیل درکار ہو وہ انکی طرف توجہ کرین، اگر فرصت ملی تو یہ دلچسپ مضامین معارف کے ذریعہ کبھی آپکے سامنے آجائین گے،

حکم جاری کیا کہ سوئز مین بحر احمر کے ناکہ پر فوراً ایک زبردست بیڑہ تیار کیا جائے، لیکن اس سے پہلے کہ یہ تجویز تکمیل کو پہنچے سلطان نے ۱۵۱۹ء مین وفات پائی،

سلطان سلیمان کی تخت نشینی کے بعد چند سال تک یہ تجویز اسلئے معطل رہی کہ رئیس سلیمان، اور ایک دوسرے ترکی افسر حسین نام مین جو جدہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تہا، رشک ورقابت پیدا ہوگئی تھی، پرتگالیون نے جدہ سے واپس جا کر ۱۵۱۷ء مین حبشی سواحل کی عرب آبادیون پر دہاوا کیا، زیلع کو سالی بہنڈ کو برباد کیا، دوسرے سال بربرہ کو تاخت وتاراج کیا، ان اضلاع کے عرب سلمان اور حبشی عیسائیون کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے، پرتگالی حبشی عیسائیون کے طرفدار تھے، اور ترک عربون کے پشت پناہ تھے عربون کو یقین تہا کہ پرتگالی ترکی بیڑہ کا مقابلہ نہین کرسکتے، اسلئے پرتگالیون کو اپنا بحری وقار قائم رکہنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ضرور پڑا، ۱۵۲۳ء مین ایک پرتگالی بیڑہ بحر احمر کے حبشی ساحل مصوع (اریٹریا) کو اس غرض سے بھیجا گیا کہ حبشہ کے دربار مین جو پرتگالی سفیر بھیجا گیا تہا اسکو واپس لے آئے مگر انکو اسمین ناکامی ہوئی، ۱۵۲۴ء مین پرتگالیون نے پھر عدن کا رخ کیا، اور عرب شیخ کو اطاعت پر مجبور کیا مگر یہ تدبیر بیسود رہی۔

دوسرے سال رئیس سلیمان کی ماتحتی مین ایک ترکی بیڑہ نے عدن کا محاصرہ کیا، مگر پرتگالیون نے اسکو شکست دی مگر اس سے ترکی امیر البحر دل شکستہ نہین ہوئے، وہ برابر بحر ہند مین پرتگالیون پر حملے کرتے رہے، یہانتک کہ وہ گجرات کے سواحل تک پہنچ گئے، جہان اُن مین اور پرتگالیون مین باہم متعدد معرکے پیش آئے، اسکے بعد سلطان سلیمان نے سوئز کے کنارہ ۷۶ جہازون کا ایک بیڑہ تیار کرایا جنمین ۲۵ بڑے جہازات اور بہت سی باربرداری کی چھوٹی کشتیان تہین، اور انکو مستحکم اور طاقتور سامان اسلحہ سے مسلح کیا، ترکی مورخ حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق ان مین تیس ہزار فوج جنمین سات ہزار ینگچری (ترکون کی ایک بہترین فوج کا نام) سپاہی تھے، ہندوستان کے سواحل کی طرف روانہ کئے گئے،

یہ تمام لشکر، سامان اور جہازات سلیمان پاشا والی مصر کی سرکردگی مین تھے، ایک پرتگالی ملاح حضرموت کے پاس تنحر مین مقید تہا، اس نے اس بیڑہ کو ہندوستان تک پہنچانے کے لئے اپنی خدمات پیش کئے مگر اس سے پہلے کہ یہ مہم آگے بڑہے وہ قید سے بہاگ کر پرتگال کو چلدیا، اور وہان جاکر ترکون کے بحری ارادون کے تمام راز افشا کردیئے، مگر اب یہ اسقدر بے وقت ہوچکے تھے کہ ہندوستان کے پرتگالیون کو اب کوئی فائدہ نہین پہنچایا جاسکتا تہا۔

گجرات کی فوج مین بہت سے ترک داخل ہوگئے تھے، اونھون نے ترکی فوجی قاعدہ سے لشکر کو ترتیب دیا اور میدان جنگ کو آراستہ کیا، جون ۱۵۳۸ء مین خشکی سے اس فوج نے دیب پر حملہ کیا، دمبدم ترکی بیڑہ کے سمندر سے آنے کی خبرین گوا مین پہنچ رہی تہین، آخر پرتگالی بڑے نقصانات کے بعد دیب سے اپنے توپخانہ کو بچالائے، اگست کے آخر مین ترکی طلایہ کا سب سے اگلا چہوٹا جہاز منگرول (کاٹھیاوار) پہنچا، یہان ایک پرتگالی جہاز تاک لگائے بیٹھا تہا، اس نے فوراً گوا خبر کی، اسوقت سوء اتفاق سے سمندر کی رت ایسی بدلی ہوئی تھی کہ مانسون ٹہر گیا تہا اور جو ہلکی ہوا سمندر مین چل رہی تھی وہ عظیم الشان ترکی بیڑہ کی رفتار کے لئے بالکل نامناسب تھی، پرتگالی بحر ہند کے موسم سے اچھی طرح واقف تھے، اسی سے ان کے جہاز چھوٹے اور ہلکے تھے، برخلاف اسکے ترک جو بحر متوسط کا تجربہ رکھتے تھے، اور اسلئے چھوٹے اور ہلکے جہازون کے بجائے وزنی اور بڑے جہازات اُنھون نے بنوائے تھے، جو یہان کے بالکل نامناسب تھے،

سلیمان پاشا ۲۲- جون ۱۵۳۸ء کو سوئز سے نکلا تہا، جدہ مین تہوڑے دن قیام کے بعد عدن آیا اور ۳- اگست سے ۹- اگست تک اسلئے اسکو یہان ٹہرنا پڑا کہ اس اہم بندر پر جو غازی بن داؤد نام ایک عرب شیخ کے ماتحت تہا اپنا پورا قبضہ جمالے، پاشا نے دہوکے سے اور موجودہ سیاسی زبان مین کہیے تو "ڈپلومیسی" سے عدن پر قبضہ کرلیا، اور یہان تہوڑی سی فوج چھوڑکر سواحل گجرات کی طرف روانہ ہوا،

۴ - ستمبر ۱۵۳۸ء کو یہ بیڑہ دیب پہنچا، اور گجراتیون کے ساتھ مل کر پرتگیزیون پر حملے شروع کردیے، اسی اثناءمین مانسون ختم ہوگیا، اور ترکی بیڑہ کو کسی محفوظ مقام مین پناہ لینے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ دیب سے ۲۰ میل ہٹ کر مظفرآباد کا بندر انتخاب کیا گیا، اس حرکت اور تبدیل مقام مین موسم کی خرابی سے باربرداری کے چار جہاز ٹوٹ گئے، اور سامان جنگ جو اُسپر لدا ہوا تہا، وہ متفرق سواحل پر پراگندہ ہوگیا، تین ہفتون کے بعد یہ جہازات پھر اس لائق ہوئے کہ دیب مین لائے جائین، اور اب پرتگالی بندرگاہ کا محاصرہ نہایت سختی سے کیا گیا، اور ایسی توپین استعمال کی گئین جن سے ۹۰ سے ۱۰۰ پونڈ تک کے گولے پھینکے جاتے تھے یہ گولہ باری ۵ اکتوبر سے ۵ نومبر تک بڑی تیزی سے جاری رہی، اس درمیان مین پرتگالیون کی نئی کمک کچھ آگئی، مگر تاہم وہ اس قابل نہ تھے کہ وہ ترکی بیڑہ کا کامیاب مقابلہ کرسکین، مگر عجیب بات یہ ہے کہ انہین سرگرم حملون کی ایک صبح کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ترکی بیڑہ نے دفعتہً لنگر اٹھا کر کوچ کردیا، اور پرتگالی کامل شکست سے بچ گئے۔

مورخین نے اس ناگہانی انقلاب کے مختلف وجوہ اور اسباب بیان کئے ہین، ترکی مورخ حاجی خلیفہ، ہندوستان کے مورخین مین صاحب تحفۃ المجاہدین، مصنف مرآۃ احمدی، مصنف ریاض السلاطین اور عرب مورخون مین سے صاحب ظفرالوالہ وغیرہ یہی بیان کرتے ہین کہ گجراتیون نے رسد اور آذوقہ کا سامان بھیجنا بند کردیا، اور اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ظفرالوالہ نے لکھا ہے کہ پاشا نہایت خودرائے تہا امرائے گجرات کو اپنی خودآرائی اور استبداد سے آزردہ کردیا، بہرحال نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسلمان اتحادیون کے باہمی اختلاف سے میدان جیتتے جیتتے رہ گیا، سلطان سلیمان کو جب یہ خبر پہنچی تو اسکو بہت تکلیف ہوئی، اور سلیمان پاشا بارگاہِ خلافت مین معتوب ہوا، سلطان نے غضبناک ہوکر کہا،

ما ارسلتک الا لاخراج الفرنج	مین نے تم کو دیب سے فرنگیون کو نکالنے کے لئے اور وہان کے
من الدیو ونصرۃ صاحبہا السلطنۃ	بادشاہ کی مدد کے لئے بھیجا تہا، ہندوستان کے مسلمانون پر

علی المسلمین، با لھند حاکم بنا کر ہین بھیجا تھا۔

سنہ ۱۵۴۵ء مین گجراتیون نے دیب پر دوبارہ حملہ کیا، اور گو عملاً اسمین ترک شریک نہ تھے مگر اہل یورپ کا بیان ہے کہ بہرحال اسکا نقشہ تمامتر ترکون کا تیار کیا ہوا تھا، ترکون کی اس ناکامی سے پرتگالیون کے حوصلے بہت بڑھ گئے، اور انھون نے عدن پر جاکر برائے نام دوبارہ قبضہ کر لیا، اور حضرموت کے دوسرے بندرگاہ بھی انکے اثر و اقتدار مین آگئے، اسوقت حبشہ کا ملک عیسائیون اور مسلمانون کے درمیان معرکۂ سیاست تھا، حبش کی قدیم عیسائی سلطنت اور سواحل حبش کے مسلمان عرب قبائل باہم نبرد آزما تھے، ترکون نے اس میدان کے لئے اپنے توپچی بھیجے جنھون نے عرب قبائل کی جنگی حیثیت کو درست کیا، پرتگالیون نے بڑی جرارت کر کے حبشہ کی امداد کے لئے بحر احمر مین اپنے بیڑہ کو ڈال دیا، سنہ ۱۵۵۱ء مین سلطان نے ایک مضبوط ترکی بیڑہ پیری بے ایک مشہور ترکی امیر البحر کے زیر سرکردگی سویز سے بحر ہند مین بھیجدیا، یہ بیڑہ عرب کے سواحل مین عدن، شحر، ظفار وغیرہ سواحل کو صاف کرتا ہوا مسقط پہنچا، یہان اس نے پرتگیزی بیڑہ کو غافل پاکر نہایت آسانی سے اسکو پکڑ لیا، اور آگے بڑھتا ہوا خلیج فارس کے سواحل سے پرتگیزون کو ہٹاتا ہوا ہرمز پہنچا، یہان سخت معرکہ پیش آیا، دشمنون کو ایک تازہ بحری مدد پہنچ گئی، جس نے ترکی بیڑہ کو منتشر کر دیا، پیری بے بمشکل دو جہازون کو لیکر بحر ہند سے بحر احمر مین داخل ہو گیا لیکن جہازون کا بڑا حصہ خلیج فارس مین قید ہو گیا۔

سلطان نے مراد بے ایک دوسرے افسر کو متعین کیا کہ وہ خشکی سے بصرہ پہنچکر بیڑہ کو خلیج فارس سے نکال کر بحر احمر مین واپس لے آئے، مراد بے انتہائی جرارت سے کام لیکر ہرمز کے سامنے نمودار ہوا، یہان پرتگالی بیڑہ اسکی تاک مین لگا تھا، ایک سخت معرکہ پیش آیا، جسمین دو ترکی افسر سلیمان رئیس (کپتان) اور رجب رئیس کام آئے، جہازون کا بڑا حصہ ڈوب گیا، اور باقی نے بھاگ کر پھر بصرہ کے ساحل مین پناہ لی، سلطان نے اخیر مین اپنے مشہور ترین امیر البحر سیدی علی کو جو بار بروسہ کی

انتی مین کام کر چکا تہا، اس اہم ذمہ داری پر مامور کیا کہ بقیہ پندرہ جہازون کو نکال کر بحر احمر مین لائے،
سیدی علی نے اپنا سفرنامہ آپ لکہا ہے، جسکے ترجمے مختلف زبانون مین ہو چکے ہین، اور انگریزی سے
اسکا مسخ اور غلط شدہ ترجمہ اردو مین (کارخانۂ وطن) مین بھی چھپ چکا ہے، سیدی علی نے اس مختصر
سفرنامہ مین اپنی مصیبت کی پوری سرگذشت لکھی ہے،

یکم شوال ۹۶۱ھ کو بصرہ سے اپنے جہازات لیکر یہ خلیج فارس کے کنارہ کنارہ روانہ ہوا، بصرہ سے
بوشہر، بوشہر سے قطیف (بحرین) پہنچا، اسکے بعد جب راس موسندام کے قریب پہنچا تو پرتگیزی
بیڑہ کو اپنا منتظر پایا، ایک سخت معرکہ کے بعد پرتگیزیون کو شکست ہوئی اور سیدی علی نے اپنے آگے کا
راستہ صاف کر لیا، اور کہلے سمندر مین گہس کر وہ مسقط (عمان) کے سامنے نظر آیا، یہان پرتگیزی قبضہ تہا،
جہان اُنکے جہازات پہنچکر اور پہلے سے درست ہو کر دوبارہ سامنے آئے اور ترکی بیڑہ کا آگا روک لیا، ایک
خونریز جنگ ہوئی جسمین طرفین کا سخت نقصان ہوا، اور جب دونون کے بیچ مین رات کا پردہ حائل
ہو گیا تو دونون ایک دوسرے سے الگ ہو گئے، استنے مین موسم ایسا بدلا اور ہوا اسقدر تیز ہو گئی کہ سیدی علی کا
سمندر کے کنارہ کنارہ جانا ناممکن ہو گیا، گہرے پانی مین جا کر رات کی تاریکی مین سواحل عرب کے بجاے وہ
بلوچستان کے ساحل پر نکل آیا، چند روز کی آوارہ گردی کے بعد اس نے پھر بحر احمر کا رخ کیا، مگر دفعتہً
طوفان اسقدر زور کا اُٹھا کہ وہ پھر بہکر بحر ہند مین آ گیا، گجرات کے ساحل نظر آنے لگے اور دمن کا
بندرگاہ بھی ملا، لیکن یہان سے جلد نکل کر سورت کے بندرگاہ مین آ کر دم لیا، سیدی علی نے تہک کر
جہازون کو یہی چھوڑا اور خشکی کا راستہ اختیار کیا، اسوقت آگرہ مین ہمایون تخت نشین تہا، یہ ہمایون سے
ملتا ہوا، افغانستان و ایران ہو کر عراق مین داخل ہو گیا، اور یہین پر یہ مہم ختم ہو گئی،

حبش، عرب اور ہند کے اسلامی مقبوضات کی حفاظت و حمایت کی راہ مین سلطان سلیمان کی
یہ آخری کوشش تھی، گو اسکے بعد بھی کبھی کبھی پرتگالیون سے معمولی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی مگر کوئی بڑا مقابلہ

پیش نہین آیا، سلطان **مراد** سوم کے زمانہ مین (۹۸۲ھ د ۱۰۰۳ھ) اس راہ مین پھر ایک نئی کوشش کا آغاز ہوا، اور مشرقی افریقہ کے ساحل پر ایک معرکہ پیش آیا، ۹۹۳ھ مین حسن پاشا والی یمن نے علی بیگ کی سرداری مین پرتگالیون کے مقابلہ کو بیڑہ روانہ کیا، علی بیگ نے ۱۵۸۰ء مین سقط پر کامیاب حملہ کیا، اب پرتگال بھی کمزور ہو چلا تھا، اور سمندر مین ڈچ اور انگریز جہازات بھی دکھائی دینے لگے تھے، ۱۵۸۴ء مین والی نے دو جہاز باب المندب سے نکال کر شرقی افریقہ کے ساحل پر بھیجے، تاکہ بحر احمر کے بیڑہ کے لئے افریقہ سے لکڑی ہاتھ آئے، علی بیگ ان جہازون کو لیکر افریقہ کے ساحل پر پہنچا، اور ہر جگہ یہ خبر پھیلا دی کہ ایک بہت بڑا ترکی بیڑہ پرتگالیون کو ان مقامات سے نکالنے کے لئے پیچھے آرہا ہے، پرتگالیون کی کمزوری نے اس افواہ کو اور زیادہ مضبوط کر دیا، سواحل اور جزیرون کے عربون نے علانیہ ترکی کی حمایت کا اعلان کر دیا، موگاڈکیسو، برادا، اور لاموجزائر اور ممباسہ نے ترکی حفاظت قبول کر لی، اور مالیندی کے سوا ان اطراف مین کوئی مقام پرتگالیون کے پاس نہین رہ گیا

پرتگالیون نے ایک بیڑہ بحر احمر مین بھیجا مگر وہ اسقدر ناقابل تھا کہ واپسی مین علی بیگ کے ان جہازون کو بھی پکڑ نہ سکا، جو سامان اور تحائف اور ایک پرتگالی جہاز بھی مال غنیمت مین اپنے ساتھ لا رہے تھے رجب ۹۹۳ھ مین یہ ترکی جہاز سامانون سے لدے ہوئے یمن کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے ۱۵۸۹ء مین والی نے علی بیگ کو چند اور جہازات دیکر پھر روانہ کیا، مالندی کے علاوہ اور تمام افریقی سواحل وجزائر کے عربون نے علی بیگ کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا، پرتگالیون نے علی بیگ پر حملہ کر کے اُسکو ممباسہ چلے جانے پر مجبور کیا، پرتگالی افریقی مجمع الجزائر مین پہنچے تو اُنہین خبر لگی کہ ترک مالندی پر قبضہ کرنا چاہتے ہین، با این ہمہ علی بیگ کے کارنامے نامکمل رہے،

اب یہ وہ وقت تھا جسمین بحری کارنامون کے میدان مین نئے نئے تازہ دم پہلوان اُتر آئے تھے، جنمین سب سے پیش پیش انگریز تھے، انگریزون اور اسپین و پرتگال کے درمیان بحری لڑائیان چھڑ گئین

اور اسپین و پرتگال کے فخر و غرور کا سب سے بڑا سامان آرمیڈا کو انگریزون نے ڈبا کر ہمیشہ کے لئے انکی بحری قوت کا خاتمہ کر دیا -

واقعات کے تسلسل مین یہ بتانا رہ گیا کہ پرتگالیون نے جدہ پر جو حملہ کیا تہا وہ کیونکر دفع ہوا، حج کا موسم قریب تہا، شریف ابو نمی نے جو اسوقت مکہ کا امیر تہا، اس نے جہاد کا عام اعلان کیا، مسلمانون کی بہت بڑی جماعت اسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی، اور خشکی مین پرتگالیون سے ایک گھمسان لڑائی ہوئی، جسمین انکو کامل شکست ہوئی، سلطان سلیمان نے اسسال شریف کے لئے جو خلعت بہیجا تہا وہ اسی میدان جنگ مین اس نے پہنا، سلطان کو جب واقعہ معلوم ہوا تو نہایت مسرت و شادمانی ظاہر کی اور شریف کا اعزاز اسکی نگاہون مین اور زیادہ بڑھگیا، چنانچہ جدّہ کی نصف آمدنی اُس نے شریف کے نذر کر دی -

اس پوری داستان کو پڑھکر سلمان یہ سمجھین گے کہ خلافت عثمانیہ نے سواحل حبش و سواحل عرب و ہند کو پرتگالیون کے دست حرص و آز سے بچانے کے لئے کیا کیا کوششین نہ کین اسوقت جب یورپ دنیاے اسلام کے قتل عام کی اُن سازشون مین مصروف تہا جو ایک ایک کر کے سامنے آتی گئین، اور ترک انکو قریب سے دیکھکر مضطر اور بیچین ہو رہے تھے، تو ہم آپس کی خانگی نبرد آزمائیون مین مصروف تھے، اسوقت ترک ہم کو دیکھکر ہم پر ماتم کر رہے تھے، اور ہم اپنے آپکو اپنی بزم طرب مین دیکھکر خوش اور شادمان تھے، وہ اسوقت اپنی دولت و خزانہ کو بحر ہند و بحر عرب مین اسلام کی حفاظت کی خاطر غرق کر رہے تھے، اور ہم اپنے خزانے رقص و سرود کی محفلون مین لٹا رہے تھے، وہ اسوقت سمندر کے عمیق قعرون کو اپنے عزیزون اور فرزندون کی بے گور و کفن لاشون سے پاٹ رہے تھے اور ہم آگرہ و دلی مین عیش و آرام کے بستر پر کروٹین بدل رہے تھے، اور ہان عین اسوقت جب ترک و پرتگال باہم خونِ ارغوانی کی پچکاری اُڑا رہے تھے ہم اپنی محفلون مین بیٹھے شراب پرتگالی کے خم کے خم لنڈھا رہے تھے اور ہولی کہیل رہے تھے -

مسئلہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحدٍ

(۲)

از مولوی ابو الحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

یہ تصویر کا ایک رخ ہے، اس موقع پر اس گروہ کے استدلال کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جو یہ کہتا ہے کہ "تین طلاقین جو جملۂ واحد یا مجلس واحد مین دیجائین تین طلاقین ہونگی، اور ایسا کرنیوالے پر اسکی بیوی حرام ہوجائیگی"، کیونکہ اس کے بغیر فریقین کے دلائل کا صحیح موازنہ نہین ہوسکتا جن احادیث کی بنا پر اس دوسرے گروہ کی یہ راے ہے وہ حسب ذیل ہین:-

۱
فی صحیح البخاری من حدیث القاسم بن محمد عن عائشۃ ام المومنینؓ ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلقت، فسئل رسول اللہ صلعم أتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول،

صحیح بخاری مین حضرت قاسم کے ذریعہ سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دین اور اس عورت کی شادی ہوئی، پھر اسکو طلاق دیدی گئی اس بارہ مین رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اب وہ پہلے شوہر کے لئے جائز ہے، آپ نے فرمایا نہین یہانتک کہ اس سے دوسرا شوہر بھی متمتع ہو جسطرح کہ پہلا متمتع ہوا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کو رسول اللہ صلعم نے ناپسند نہین فرمایا، اور یہی وجہ اسکے جواز کی ہوسکتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی طلاق بیوی کو حرام کردیتی ہے، ورنہ یہان شوہر اول کی طرف رجعت شوہر ثانی کے ذوق عسیلہ پر موقوف نہوتی،

۲
عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان فاطمۃ

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے انکو خبر دی کہ

بنت قيس اخبرته ان زوجها ابا حفص
بن المغيرة المخزومي طلقها ثلاثا ثم انطلق
الى اليمن فانطلق خالد بن الوليد في
نفر فاتوا رسول الله صلعم في بيت ميمونة ام المومنين
فقالوا ان ابا حفص طلق امرأته ثلاثا فهل لها نفقة فقال
رسول الله صلعم ليس لها نفقة وعليها العدة

ان کے شوہر ابوحفص نے انکو تین طلاقین دین اور یمن
چلے گئے، خالد کچھ لوگون کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ کے
گھر مین رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور یہ
پوچھا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دی ہین توکیا
انکی بیوی کو نفقہ ملیگا، آپنے فرمایا نہین اسپر عدت واجب ہے

۳

روى عبد الرزاق في مصنفه عن يحيى بن
العلاء عن عبيد الله بن الوليد القصافي
عن ابراهيم بن عبيد الله بن عبادة بن
الصامت عن داؤد عن عبادة بن الصامت
قال طلق جدي امرأة له الف تطليقة فانطلق
ابي الى رسول الله صلعم فذكر له ذلك فقال النبي
صلعم ما اتقى الله جدك اما ثلث فله واما تسعمائة وسبعة
وتسعون فعدوان وظلم ان شاء الله عذبه وان شاء غفر له

عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف مین یحیی بن العلاء . . .
سے روایت کی ہے کہ عبادہ بن الصامت نے کہا میرے
دادا نے اپنی ایک بیوی کو ہزار طلاقین دین، میرے
باپ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اسکا
ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے دادا نے خدا کا خوف نہ کیا
ان مین سے تین طلاقین تو اسکے لئے ہین اور بقیہ ۹۹۷
سرکشی اور ظلم ہین، خدا چاہیگا تو عذاب دیگا یا چاہیگا
تو بخشدیگا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر کا جو واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی اور جب اسکی خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ عبداللہ رجعت کرلین کیونکہ یہ خدا کے بتائے ہوئے طریقۂ طلاق کے بالکل خلاف ہے، اسی واقعہ کی ایک روایت کیقدر اضافہ کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے جسکے الفاظ یہ ہین، حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہین،

فقلت يا رسول الله لو كنت طلقتها
ثلاثا اكان لي ان اراجعها قال لا كانت

مین نے کہا یا رسول اللہ صلعم اگر مین نے تین طلاقین
دی ہوتین توکیا پھر بھی مجھے حق رجعت حاصل رہتا آپنے

تبین وتکون معصیۃ، فرمایا، ہنین وہ بائن ہوجاتی اور معصیت ہوجاتی

عن نافع عن ابن عجیر بن عبد یزید بن رکانۃ نافع روایت کرتے ہین کہ رکانہ ابن عبد یزید نے اپنی

ان رکانہ ابن عبد یزید طلق امرأتہ بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دی، رسول اللہ صلعم کو اسکی خبر

سہیمۃ البتۃ فاخبر النبی صلعم بذلک فقال ہوگئی، آپ نے اُن سے پوچھا تمہاری مراد کیا تھی، رکانہ نے

رسول اللہ صلعم ما اردت قال رکانہ واللہ ما کہا خدا کی قسم مین نے صرف ایک مراد لی تھی، یہ سُن کر

اردت الا واحدۃ فردھا الیہ رسول اللہ صلعم، رسول اللہ صلعم نے انکی بیوی انکو لوٹا دی،

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکانہ اس طلاق بتہ سے تین طلاقین مراد لیتے تو تین طلاقین واقع ہوجاتین، جیساکہ انکی اس تصریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے جب ایک طلاق مراد لینے کو علفاً بیان کیا تو رسول اللہ صلعم نے ایک ہی طلاق شمار کی اور انکو حق رجعت دیا۔

انہی روایات کی بنا پر دوسرے گروہ نے یہ راے قائم کی ہے کہ تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجائین، طلاق بائن ہونگی، اور ایسا کرنے والے کی بیوی اُسپر حرام ہوجائیگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مین سے کوئی روایت بھی ان کے اس خیال کی تائید و توثیق نہین کرتی، پہلی حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے، ہر طرح محفوظ و مصئون اور بالکل صحیح ہے، لیکن اسکا مطلب سمجھنے اور اس سے استدلال کرنے مین سہو ہوگیا ہے، "ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا" سے یہ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے کہ شوہر نے تین طلاقین بیک جملہ یا بیک مجلس دین، نہ تو اس روایت مین اسکی کوئی تصریح ہے، اور نہ کوئی اشارہ وکنایہ، جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ "طلق امرأتہ ثلاثا" سے ایک جملہ یا ایک مجلس مین تین طلاقین دینا مقصود ہے، بلکہ بخلاف اسکے جواب مین رسول اللہ صلعم کا یہ فرمانا "لاحتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول"، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تین طلاقین قرآن مجید کے حکم کے مطابق تطلیقات ثلاثہ متفرقات تہین، کما صرح بہ بعض اکابر وصرح العلامۃ ابن تیمیۃ فی الفتاوی)

لیکن اس سے الگ ایک بات ہے جو سب سے زیادہ واضح اور یقینی ہے، وہ یہ کہ اس حدیث کو اس بحث مین کوئی مدخل ہی نہین، دراصل یہ حدیث تو ان لوگون کے مقابلہ مین لائی جاسکتی ہے جو یہ کہتے ہین کہ زوجہ مطلقہ شوہر اول کے لئے محض عقد ثانی کے وجود کے بعد ہی حلال ہوجاتی ہے، روایت مین فسئل رسول اللہ صلعم کے بعد جتنے الفاظ ہین وہ سب اسی مفہوم کو واضح کرتے ہین، پس یہ حدیث حیلۂ تحلیل کی تردید مین لائی جاسکتی ہے، نہ کہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق رجعی قرار دینے کی تردید مین۔

دوسری روایت یعنی حدیث فاطمہ بنت قیس کا بھی یہی حال ہے کہ اسمین بھی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کی نہ تو تصریح ہے، اور نہ اسکے لئے کوئی کنایہ و اشارہ، علاوہ برین صحیح مین خود فاطمہ کی روایت امام زہری عن عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عتبہ کی روایت سے مذکور ہے کہ

ان زوجھا ارسل الیھا بتطلیقۃ کانت بقیت لھا من طلاقھا — ان کے شوہر نے انکے پاس وہ طلاق بھیجی جو انکے طلاقون مین سے باقی رہ گئی تھی،

اور صحیح ہی مین ایک اور روایت ان الفاظ مین ہے،

انہ طلقھا آخر ثلاث تطلیقات — انہون نے تین طلاقون مین کی آخری طلاق انکو دی۔

اور یہ وہ روایت ہی جو آفتاب کی طرح صاف اور روشن ہی کما قال بہ العلامۃ ابن تیمیۃ فی الفتاوی

تیسری روایت اصول روائت کے لحاظ سے کوئی پایہ نہین رکھتی، اسمین یحیٰی بن العلاء ضعیف اور ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے، پھر ایسی حدیث سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، اور تاریخی حیثیت سے اسکی عدم صحت کا یہ واضح ثبوت ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت کے والد نے اسلام کا زمانہ ہی نہین پایا، پھر ان کا اپنے والد کے واقعۂ طلاق کو لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہونا اور استفتا کرنا کیا معنی؟

حضرت عبد اللہ بن عمر کے اصل واقعہ در روایت عیر مزید علیہا کی صحت مین کوئی شبہہ نہین لیکن جس روایت کی بنیاد پر مستدل بہا زیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتہا ثلاثا الخ" نقل کی جاتی ہے اسکے تنہا راوی عطاء خراسانی ہین، جنکی نسبت علماے فن رجال مین اختلاف ہے، سعید بن مسیب انکی تکذیب کرتے اور ضعیف ٹہراتے ہین، شعبہ کہتے ہین کہ وہ بہت بھولتے تھے، لیکن سب سے زیادہ صحیح راے امام ابن حبان کی ہے، وہ کہتے ہین،

کان کثیر الوھم سئی الحفظ یخطی ولا یدری فلما اکثر ذلک فے روایتہ بطل الاحتجاج بہ

وہم بہت تہا، حافظہ خراب تہا، غلطیان کرتے تھے اور انکو محسوس نہین کرتے تھے، پس جب یہ باتین بہت زیادہ ترقی کر گئین تو انکی روایات سے استدلال کرنا باطل گیا

اور یہ زیادۃ "فقلت یا رسول اللہ لو طلقتہا ثلاثا اکانت تحل لی الخ" ان کے سوا کسی دوسرے راوی کی روایت مین موجود نہین، تمام حفاظ حدیث اس زیادہ مین انکے مخالف ہین، پھر اسپر مزید یہ کہ اس روایت مین شعیب بن رزیق شامی یا بقول بعض زریق بن شعیب شامی کا بھی نام موجود ہے جو قطعاً ہر شخص کے نزدیک ضعیف ہے،

پانچوین روایت نافع ابن عجیر کی ہی جو مجہول الحال ہے، اس قابل نہین کہ ابن جریج و معمر وغیرہ کی روایت پر اسکو ترجیح دیجائے، امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت مین اضطراب ہی، صاحب ترمذی نے امام بخاری سے بہ تصریح یہ روایت کی ہے کہ اس حدیث مین اسطرح اضطراب پایا جاتا ہے کہ بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ البتۃ" مروی ہے، اور بعض روایتون مین "طلق امرأتہ سھیمۃ ثلاثا"۔ دوسرے یہ کہ اسکے رجال اسناد مین زبیر بن سعید ہاشمی ہے، جسکو متعدد ائمہ حدیث و رجال نے ضعیف کہا ہے، نافع کی روایت کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہین،

والمروی عن ابن عباس فی حدیث رکانۃ

حدیث رکانہ مین عکرمہ کی روایت ابن عباس سے زیادہ

من وجهين هو رواية عكرمة عن
ابن عباس هو اثبت من رواية عبد الله
بن علي بن يزيد بن ركانة ونافع ابن
عجير انه طلقها البتة وان النبي صلعم استحلفه
فقال ما اردت الا واحدة فان هؤلاء
مجاهيل لا تعرف احوالهم وليسوا فقهاء وقد
ضعف حديثهم احمد بن حنبل وابو عبيد
وابن حزم وغيرهم (فتاوى ابن تيمية)

صحیح و ثابت ہے، بہ نسبت اس روایت کے جسکو عبد اللہ
بن علی بن یزید اور نافع ابن عجیر روایت کرتے ہین جسمین
یہ بیان کیا گیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ
دی اور جب رسول اللہ صلعم نے ان سے قسم لیکر انکی
مراد پوچھی تو اُنھون نے بیان کیا کہ صرف ایک مراد لی تھی
اسلئے کہ یہ لوگ مجہول الحال ہین اور فقیہ نہین ہین نیز
انکی حدیث کو امام احمد ابو عبید اور ابن حزم وغیرہ نے
ضعیف ٹھرایا ہے۔

اس روایت بلفظ البتہ کے متعلق امام احمد کے الفاظ ہین،

"وطرقه كلها ضعيفة" — اسکے تمام طرق روایت ضعیف ہین،

"وحديث ركانة في البتة ليس بشئ" — اور رکانہ کی روایت بلفظ البتہ کوئی چیز نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احادیث مین سے کوئی حدیث صحیح بھی اس دوسرے گروہ کے خیال کی تائید نہین کرتی، حضرت ابن عباس کی روایت

كان الطلاق على عهد رسول الله
صلعم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر
طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن
الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرًا
كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم
فامضاه عليهم،

عہد رسالت عہد خلافت صدیق، اور حضرت عمر کی خلافت کے
ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم
رکھتی تھین، لیکن کثرت طلاق کے واقعہ کے بعد حضرت عمر نے
کہا کہ لوگون نے اس امر مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی
اور سہولت تھی، پس اگر مین اسکو اُن پر نافذ کردون تو
بہتر ہے، پھر آپ نے اسکو نافذ کردیا۔

کے متعلق اس دوسرے گروہ کے افراد کا عجیب و غریب حال ہے، کبھی تو وہ اُسکے ابتدائی حصہ کو اپنے مقصود کے خلاف سمجھکر اسپر اعتراض کرتے ہین کہ یہ ایک ایسی حدیث ہے جسکو امام بخاری نے نہین لیا اور امام مسلم اسکی روایت مین امام بخاری سے منفرد ہین، لیکن ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ کیا صرف یہی ایک حدیث ہے جسمین امام مسلم منفرد ہین؟ اور کیا آپ حضرات کے نزدیک ہر وہ حدیث جسمین امام مسلم منفرد ہون ساقط الاعتبار ہے؟ کیا امام بخاری نے کہین یہ لکھدیا ہے کہ ہر وہ حدیث جسکو ہم نے صحیح مین داخل نہین کیا وہ باطل و ضعیف ہے؟ اور ہان کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ امام بخاری نے بہت سی ایسی حدیثون سے احتجاج کیا ہے جنکا ذکر انکی صحیح مین نہین ہے، اور متعدد ایسی حدیثون کی اُنھون نے توثیق و تصحیح کی ہے جسکو خود انھون نے داخل صحیح نہین کیا،

اور پھر کبھی یہی لوگ اس روایت کے آخری ٹکڑے کو اپنے دعوی کے مطابق خیال کرکے اسکو اپنے قول کی تائید مین پیش کرتے ہین اور اپنی اصابت راے کے جوش مین مختلف تاویلون سے اسکی اہمیت کو بڑہاتے ہین، اور اسی سلسلہ مین تائید مزید کے طور پر یہ واقعہ بھی پیش کرتے ہین کہ اسی روایت کی بنیاد پر حضرت ابن عباس نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کے لزوم کا فتوی بھی دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود یہی روایت انکی کمزور حیثیت کا راز فاش کردیتی ہے کیونکہ اس روایت سے اتنا تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر بلا اختلاف ایسی تین طلاقین جو بیک جلسہ دیجاتی تہین صرف ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تہین، اور یہ یقینی طلاق رجعی ہے، البتہ حضرت عمر نے جب اپنے زمانہ مین دیکھا کہ لوگون نے طلاق کو ایک معمولی درجہ کی چیز خیال کرلیا ہے، اور تتابع طلاق ثلاثہ کے واقعات آئے دن بکثرت پیش آتے رہتے ہین تو آپ نے یہ مناسب خیال کیا کہ لوگون کو اس نامناسب طرز عمل سے روکنے کے لیے ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیدیا جائے تاکہ لوگ

نتیجہ کی سختی و ناخوشگواری محسوس کرکے آیندہ اپنے طرز عمل کو بدلنے پر مجبور ہو جائیں،

گروہ ثانی (یعنی وہ لوگ جو تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دیتے ہیں) کا یہ خیال ہے کہ حضرت عمر کا یہ فعل حکم سابق کے لئے ناسخ ہے، لیکن اس نسخ کی انکے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو شریعت اپنی امت کے لئے چھوڑی اسمین آپ کے بعد کسی کو ترمیم و اضافہ کا حق نہیں ہے، کسی خاص مسئلہ مین نفی و اثبات دونون قسم کے پہلو نکالنے کی صورت زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونون قسم کی روایت خود رسول اللہ صلعم سے ثابت کیجائے، لیکن زیر بحث مسئلہ اس صورت مین بھی نہین آتا، رسول اللہ صلعم نے وفات پائی اور لاکھون ایسے اصحاب موجود تھے جنھون نے آپ کے اوامر و نواہی اور گفتگوئین سنی تھین، اس بڑی تعداد مین سے دس بیس بھی ایسے اصحاب نہین نکل سکتے، جنھون نے تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے یہ روایت کی ہو کہ آپ نے ایسی تین طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، بخلاف اسکے عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک تمام مسلمانون کا جو طرز عمل رہا وہ اس بات کی کافی شہادت ہے کہ تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بفم واحد طلاق رجعی ہے۔

تمام صحابہ کی جماعت مین بمشکل چار پانچ شخص ایسے نکل سکتے ہین جنکی راے بہ ثبوت اختلاف ایسی طلاق کو طلاق بائن قرار دیتی ہو، شلاً حضرت ابن عباس کے اس بارہ مین دو قول ہین جنمین سے ایک کی بنا پر طلاق زیر بحث طلاق رجعی قرار پاتی ہے اور دوسرے کی بنا پر طلاق بائن۔ دوسرے حضرت ابن مسعود ہین جنکے ایک قول کی بنا پر یہ طلاق طلاق بائن قرار پاتی ہے اور دوسرے قول مین توقف ہے، اسی طرح حضرت علی اور حضرت عمر کے فتوی ہین، لیکن اسکے سوا تمام صحابہ کی بیشمار تعداد ایسی طلاق کو طلاق رجعی قرار دیتی ہے، اس کثرت تعداد کے علاوہ اصولاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ

مذہبی نقطۂ نظر سے جب صحابہ کی روایت انکی راے سے مخالف ہو تو ہم کسکے پابند ہونے پر مجبور ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ ہم انکی راے کی پیروی کرنے پر مجبور ہین تو ہمین اس سے قطعاً اختلاف ہے کیونکہ ایسی بہت سی مثالین مل سکتی ہین جنہین صحابہ کی راے انکی روایت کردہ احادیث کے خلاف ہے، اور علماے سلف نے انکی راے کو لیا اور انکی روایت کو چھوڑ دیا، مثلاً خود حضرت ابن عباس کا فتوی یہ ہے کہ بیع الامۃ طلاقہا (لونڈی کو فروخت کر دینا اسکی طلاق ہے) لیکن انہی کی روایت سے حدیث بیع وعتاق بریرہ اور اسکی تخییر مروی ہے، علماے مذاہب اربعہ نے انکی اس روایت کو تو تسلیم کیا لیکن انکے فتوی کی تقلید اپنے لئے ضروری نہین خیال کی، یا مثلاً حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے کہ اگر کتا کسی برتن مین منہ ڈالدے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہیئے، لیکن انکا فتوی اسکے خلاف ہے، علما نے انکی روایت لی مگر انکے فتوی کو چھوڑ دیا، یہان اگر اس قسم کی مثالین جمع کیجائین تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے، سیکڑون مواقع ہین جہان علما نے صحابہ کی راے کو نظر انداز کر دیا ہے، آیت "فأتوا حرثكم أنى شئتم" کی حضرت ابن عمر نے جو تفسیر کی، جمہور علما نے اسکو نظر انداز کر دیا، حدیث بیعین بالخیار کی انھون نے جو تشریح کی وہ اگرچہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے پھر بھی امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اسکو تسلیم نہین کیا، کیا یہ سب اسی اصول کے تحت مین نہین ہے؟ کہ

انما الاعتبار بما رووہ لا ما رأوہ و فہموہ — صحابہ نے جو روایت کی وہ بے شبہہ قابل تسلیم وسند ہے لیکن جو کچھ وہ سمجھے یا جسکا انھون نے فتوی دیا اسکی پیروی ہمپر لازم نہین

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل (یعنی تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد کو طلاق بائن قرار دینا) نہ تو اصل حکم شریعت (یعنی ایسی طلاق، طلاق رجعی ہے) کے لئے ناسخ ہے، اور نہ ہم حدیث کے مقابلہ مین بعض صحابہ کے فتوی کی پیروی پر مجبور ہین، حضرت عمرؓ نے جو کچھ کیا وہ نسخ نہین بلکہ تعزیر ہے

یعنی یہ کہ جب لوگون نے شریعت کے منشا کے خلاف کثرت طلاق پر عمل شروع کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ طلاق کی اہمیت و استکراہ کا خیال انکے دلون سے زایل ہو چکا تھا تو بحیثیت خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے یہ اپنا فرض تصور کیا کہ اس مذموم طرز عمل سے لوگون کو باز رکھین اسلیے آپ نے تعزیراً یہ اعلان کردیا کہ جو شخص ایسا کریگا اسکی بیوی اُسپر حرام ہوگی، غرض حضرت عمرؓ کا یہ فعل صرف تعزیری حیثیت رکھتا ہے، جسکے بوقت ضرورت اجرار کا ایک خلیفہ کو یقیناً حق ہے اور اس قسم کی تعزیر کی متعدد مثالین خود حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین مل سکتی ہین، مثلاً ایک یہی کہ شرابیون کی حد پہلے چالیس کوڑے تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اسکو اسّی کوڑے تک پہنچا دیا اور صرف یہی نہین بلکہ آپ نے ایسا بھی کیا ہے کہ بعض شرابیون کے سر منڈوا کر اُسکو شہر بدر کردیا، (اہل قبلہ (یعنی مسلمان) سے جنگ کرنا شریعت نے جائز نہین رکھا، لیکن جب حضرت علیؓ اپنے زمانۂ خلافت مین ایسا کرنے پر مجبور ہوگئے تو آپ نے کیا اور اہل قبلہ کے خلاف تلوار اُٹھائی مگر کیا اسکی حیثیت تعزیر سے کچھ زیادہ تھی؟ واقعہ یہ ہے کہ ان ناگزیر مواقع پر اصل حکم کے خلاف جو کچھ کیا گیا وہ صرف وقتی تعزیر کے حکم مین ہے، یعنی جب نہایت تنگی و مجبوری کی حالت پیش آگئی تو خلفا نے ہنگامی طور پر تعزیراً لوگون کو ان کے ان حقوق سے محروم کردیا جنکے وہ ازروے احکام شریعت مستحق تھے پس ان مستثنیٰ حالات کے سوا اصلی حکم شریعت آج تک بجنسہ قائم و باقی ہے، البتہ خلفاے راشدین کی ان مثالون کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے، کہ آج بھی کوئی خلیفہ و امام جب نہایت تنگ و مجبورانہ حالت مین گرفتار ہوجائے تو انکی پیروی کرتے ہوئے وقتی طور پر اس قسم کا تعزیری طرز عمل اختیار کرسکتا ہے،

ہم اس مسئلہ مین روایات کے تتبع سے اس نتیجہ تک پہنچے ہین کہ عہد رسالت سے لیکر عہد خلافت عمری کے ابتدائی دو سال تک واقعتہً بلا اختلاف تطلیقات ثلاثہ فی مجلس واحد یا بلفظ واحد

طلاق رجعی تھی، اختلاف راے کا آغاز حضرت عمر کے زمانہ مین اسوقت ہوا جب آپ نے کثرت واقعۂ طلاق کی بنیاد پر تعزیرًا ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود، حضرت علی یا خود حضرت عمر جو ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیتے ہین تو اپنے فتوی کی بنیاد پر قرار دیتے ہین، نہ کہ انحضرت صلعم سے کسی روایت کی بنیاد پر، کیونکہ ایسی کسی روایت کا پتہ نہین چلتا کہ مذکورۂ بالا صحابۂ کرام مین سے کسی نے بھی جب یہ فتوی دیا تو رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث پیش کی ہو، اس خیال کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر کے اس فیصلہ و اعلان کے بعد حضرت ابن عباس وغیرہ نے کبھی کبھی فتوی دیتے وقت ایسی حالت ظاہر کی جس سے انکے تردد و تذبذب کی کیفیت عیان ہوتی تھی اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر تردد و تذبذب کا سبب حکم سابق اور موجودہ حکم کا اختلاف ہی ہوگا، ذیل کا واقعہ اسکا ثبوت ہے،

عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثا فسكت حتى ظننت انه رادها اليه. ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله تعالى قال "ومن يتق الله يجعل له مخرجا" وانك لم تتق الله فلم اجد لك مخرجا عصيت ربك فبانت منك امرأتك وان الله قال يا ايها النبي اذا طلقتم النساء	مجاہد روایت کرتے ہین کہ مین ابن عباس کے پاس تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ اپنی بیوی کو یک دفعہ تین طلاقین دی ہین حضرت ابن عباس یہ سُن کر اتنی دیر چپ رہے کہ مجھے اسکا شبہہ ہوا کہ وہ اُسکی بیوی کو اسکی طرف لوٹا دینگے لیکن حضرت ابن عباس نے دفعۃً کہا تم لوگ حماقت کرتے ہو اور پھر چلاتے ہو یا ابن عباس یا ابن عباس، اللہ تعالے نے فرمایا ہو جو اللہ سے ڈرتا ہے اسکے لئے جاے گریز ہے اگر تم اللہ تعالے سے نہین ڈرے اسلئے مین تمہارے لئے کوئی جاے پناہ نہین پاتا، تم نے خدا کی نافرمانی کی اسلئے تمہاری بیوی تم سے جدا ہوگئی اللہ تعالی نے

فطلقوهن فی قبل عدتھن سوالا تو یہ فرمایا ہو کہ مسلمان جب عورتون کو طلاق دین تو آغاز

ابوداؤد (نیل الاوطار) عدت مین دیا کرین،

اسی قسم کی ایک اور روایت ہماری نظر سے گذری ہے جسکے متعلق گو اسوقت صحیح طور پر یاد نہین کہ زاد المعاد یا نیل الاوطار یا کسی اور کتاب مین نظر سے گذری تھی، تاہم اصل روایت کے وجود مین کوئی شبہہ نہین کہ ایک مقام پر حضرت عبداللہ ابن عباس یا حضرت عبداللہ ابن مسعود مع چند اور اشخاص کے تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اور اس نے یہی سوال پیش کیا، آپ تھوڑی دیر چپ رہے، تو حاضرین مجلس مین سے ایک صاحب نے کہا "لقد اتاکم المعضلہ" بے شبہہ ایک مشکل سوال آپکے سامنے آیا ہے، ایسے موقع پر ان حضرات کے اس قسم کے سکوت و تذبذب سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ اسوقت جبکہ حضرت عمرؓ نے مصلحۃً ایسی طلاقون کو طلاق بائن قرار دیا تھا تو فتوی دینے والے صحابۂ کرام کے لئے قدیم و جدید حکم کے اختلاف کی وجہ سے درحقیقت ایک مشکل و دشوار حالت پیدا ہو گئی تھی، لیکن با اینہمہ جو خلیفۂ وقت کا فیصلہ و فرمان تھا، انکو اسکا اتباع کرنا چاہیئے تھا، اسلئے وہ اسی قسم کا فتوی دیتے تھے،

صحابۂ کرام کا یہی اختلاف متاخرین علماء کے اختلاف کی بنیاد ہے جس پر انھون نے اپنے خیالات کی عمارت قائم کی ہے، اور آخر مین دو مختلف طرز عمل کے دو گروہ پیدا ہو گئے ہین، اگرچہ دونون کا مقصد ایک ہی یعنی کثرت طلاق کو روکنا ہے، لیکن ایک گروہ نے اس مقصد کے حصول کا یہ طریقہ اختیار کیا اور مسئلہ طلاق مین اسدرجہ سختی برتی کہ معمولی سی معمولی بے عنوانی بھی ایک شوہر کو اسکی بیوی سے محروم کر سکتی ہے تا کہ لوگ اسطرح طلاق دینا کیا معنی طلاق کے تخیل سے بھی ڈر جائین اور اس سے بچتے رہین، لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ہمکو اس تنگ گیری و تشدد کا کوئی حق نہین، ہر شرعی معاملہ مین ہمارے لئے بہترین اسوہ خود رسول اللہ صلعم کا طرز عمل ہے، آپنے جس موقع پر سخت گیری کی ہے ہم بھی وہان پر کر سکتے ہین لیکن جس موقع پر آپنے نرمی اختیار کی ہے، ہمین کوئی حق نہین کہ ہم امت مسلمہ کو اس رحمت عالم کی رحمت و رافت سے محروم کر دین، ولعل ھذا القول ھو اقرب الی الحق والصواب۔

حکومت فرانس پر ایک اجمالی تبصرہ

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی

آج جبکہ ہندوستان آزادی وحریت کی راہ مین گام زن ہے، اور اسکا گوشہ گوشہ "سوراج اور آزادی" کے غلغلہ سے معمور اور اسکا بچہ بچہ اس نغمۂ خوش آیند کی لذتون سے مخمور ہے تو ہم چاہتے ہین کہ ایک اجمالی نظر اس ملک کی حکومت پر ڈالین جس نے دنیاے قدیم مین سب سے پہلے آزادی وحریت کا خواب دیکھا، اور جسکی تعبیر پوری ہونے کے ساتھ ہی تمام دیگر ممالک کی حکومتون کی فضائین اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکین، اور بتدریج ہر ملک حسب استطاعت اسی راہ پر چلنے اور اپنے نظم ونسق مین تبدیلی پیدا کرنے کے لئے طوعاً وکرہاً مجبور ہوا؛

اٹھارہوین صدی کے اواخر کا زمانہ فرانسیسی قوم پر انتہائی تنزل وانحطاط کی حالت مین گذر رہا تھا، ادہر ممالک متحدہ امریکہ کے قبائل نے ۱۷۹۰ء مین ایک جمہوری نظام قائم کرکے دنیا کے آگے سب سے پہلے آزادی کی اس مقدس راہ کو کھول دیا تھا، اسی زمانہ مین فرانس وامریکہ کے درمیان مین تعلقات بھی نہایت دوستانہ تھے، اور سلسلۂ آمد ورفت قائم تھا، اسلئے آزادی کے یہ خوشگوار جھونکے امریکہ سے بحر پسیفک کی ہزارون میل کی مسافت طے کرکے سرزمین فرانس کی جانب آنے لگے جس سے فرانس کی فضا بھی بدل گئی، اور ایک نہایت سخت انقلاب ظہور پذیر ہوا، جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس کی شاہی حکومت درہم وبرہم ہوگئی، اور ۱۸۰۰ء مین فرانسیسی قوم نے بھی یورپ مین سب سے پہلے جمہوری حکومت قائم کی اسکے بعد اسکا اتباع ہالینڈ کی حکومت نے کیا، جسکی حدود فرانس کی حدود سے ملی ہوئی تہین، اور پھر بتدریج

یہ ہوا مرض متعدی کی طرح تمام یورپ پر اسطرح پھیلی کہ دول یورپ کی تمام مطلق العنان حکومتون کے قدیم نظام اس سے متاثر ہوے بغیر نہ رہ سکے،

آزاد حکومتون کے اقسام و مقاصد | جن حکومتون اور قومون نے اس آزادی کی ہوا سے متاثر ہوکر اپنے نظم و نسق مین تبدیلی کی ہے، اُنکی چار قسمین پائی جاتی ہین،

(۱) وہ حکومت جمہوریہ جسکو خود قبائل و قوم نے ملکر قائم کیا، شلاً جمہوریہ ممالک متحدہ امریکہ،

(۲) وہ حکومت جمہوریہ جو انقلاب سے ظہور پذیر ہوئی شلاً جمہوریہ فرانس،

(۳) وہ حکومت دستوریہ جسکے حقوق بادشاہ نے اپنی رعایا کو عطا کئے ہون شلاً حکومت دستوریہ ترکی،

(۴) حکومت دستوریہ انگلستان جو بتدریج اور زیادہ تر دیگر حکومتون کی تقلید کی بنا پر قائم ہوئی اور جو اس قسم مین اپنی نظیر آپ ہے،

ان تمام اقسام کی حکومتون مین دو باتین ضرور پائی جاتی ہین، وہ یہ کہ یا تو پادشاہون نے اپنے تاج و تخت کے ضایع ہوجانے کے خوف سے اور عام راے کے دباؤ سے دستوری حقوق اپنی رعایا کو دیئے ہین، یا یہ کہ قبائل و اقوام نے بطور خود سابقہ حکومتون کو درہم برہم کرکے جمہوری حکومتین قائم کی ہین، اور یہ سب جن عام مقاصد کے لئے قائم ہوئین وہ بالاختصار حسب ذیل ہین:-

(۱) حکومت کے لئے ایک مرتب دستور ہو جو پوری نسل و قوم کے مصالح کی حفاظت کرسکے نہ کہ کسی خاص قوم یا خاص جماعت کی، قطع نظر انگلستان کے کہ اسکی حکومت اسمین داخل نہین بلکہ اس لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے،

(۲) ہر حکومت زیادہ تر قبائل و شعوب کی خواہشون اور ضرورتون کے مطابق ہو، چنانچہ یہی چیز مختلف دستوری و جمہوری حکومتون کے نظام مین باعث اختلاف ہے۔

(۳) ان جدید حکومتون کے نظام کی غایت صرف یہ ہو کہ وہ حکومتون کے درمیان ایسا اتفاق قائم کردین

جس سے وہ اپنے حقوق و منافع کا آپس مین تبادلہ کر سکین بلکہ یہ ہو کہ وہ اپنی قومون کو زندگی بخش سکین،
اُنکے حقوق کی حفاظت کر سکین، اور اُنکے ہر فرد کی راحت کے لئے ضامن ہون،

(۴) ان کے نظامون مین اسقدر گنجائش رکھی جائے کہ قبائل و شعوب کی زندگیون کی ترقی اور
ضروریات کے مطابق وقتاً فوقتاً اسمین ترمیم کیجا سکے،

(۵) ان نظامون مین اسکا التزام رہے کہ قوۃ تنفیذیہ (اگزیکیٹیو پاور) اور قوۃ تشریعیہ (لیجسلیٹیو پاور)
کے درمیان فصل رہے، اور دونون خلط ملط نہو سکین جیسا کہ فرانس و امریکہ کی حکومتون کے نظامون
مین اسکی رعایت رکھی گئی ہے،

آزاد حکومتون کے اساسی اصول یہ تو وہ عام مقاصد تھے جنکے لئے یہ حکومتین قائم ہوئین، اب ہم انکے بنیادی
اصول کی تفصیل کرنے کی جانب متوجہ ہوتے ہین، وہ اصول جنکے اوپر جمہوری و دستوری حکومتون
کی بنیاد قائم کیگئی چار ہین:-

۱- سیادتِ قوم،

۲- قوۃ تنفیذیہ، قوۃ تشریعیہ، اور قوۃ قضائیہ کے درمیان فصل کا ہونا،

۳- قوم کی نیابت کے نظام کا دو تشریعی مجلسون مین تقسیم ہونا،

۴- حکومت کی ذمہ داری،

۱- اس اصل کی غرض یہ ہے کہ تمام شہرون مین حکومتی اقتدار کا مرجع قوم ہو اور وہی اپنی تمام حالتون
مین بولنے کا حق رکھتی ہو، یعنی جسقدر بھی تنفیذی نظام وقوانین بنائے جائین اسمین قوم کا فائدہ ملحوظ ہو،
نہ کہ کسی خاص طبقہ یا حاکم خاندان کا، اسلئے کہ حکومت کے قیام کی اصل غرض کیا ہے؟ اسکی غرض سوا
اسکے کچھ نہین کہ افراد اور جماعت کی مصالح مین امن و راحت اور مرفہ الحالی کے قیام کا لحاظ کرتے ہوئے
تدبر کیا جائے، پھر تجربہ یہ بھی بتلاتا ہے کہ کوئی حکم ثابت و قائم نہین رہ سکتا جبتک کہ عام رائے اُسکی

موافقت نہ کرے، پس جبریہ حکومت ایک دائمی حکم کی بنیاد کی صلاح نہین کرسکتی اور نہ کوئی حکومت بلا رضامندی محکومین قائم رہ سکتی، اسلئے حکومتی اقتدار کا قیام اور اسکے نظام کی قوت تنفیذیہ قوم کی عام راے کے ہاتھہ مین ہونا چاہیے تاکہ قوم کا فائدہ من حیث القوم باحسن وجوہ ملحوظ رکھا جاسکے۔

باقی رہا یہ امر کہ ہر امر مین تمام قوم کسطرح شریک ہوسکتی ہے تو اسکی صورت نیابت و نمایندگی کی ہے کہ وہ اپنے افراد مین سے ایسے معین اشخاص منتخب کرلے جنکے اوپر اسکو پورا الیقین واعتماد ہو اور وہ اسکی خواہشات وراے کی نیابت و نمایندگی کرین۔

۲- اس اصل کا مقصد یہ ہے کہ قوت تنفیذیہ تشریعیہ اور قضائیہ کے فرائض کے حدود علحدہ علحدہ مقرر کردیئے جائین، اور ہر قوت کے حدود دوسری سے منفصل رہین، اسلئے کہ اگر قوت تنفیذیہ اور قوت تشریعیہ ایک شخصیت مین جمع کردیجائین تو اسکا خوف کیا جاسکتا ہے کہ وہ وضع قوانین مین جبر واستبداد سے کام لے اور پھر ان کا نفاذ بھی جبری واستبدادی طریقون سے کرے، اسی طرح سے اگر قوت قضائیہ اور قوت تشریعیہ کو یکجا جمع کردیا جائے تو قانون کی کوئی قیمت نہین رہتی، کیونکہ اس صورت مین قاضی ہی واضع قوانین بنجاتا ہے، چنانچہ اسلئے یہ اصول سیاسی آزادی کے لئے بمنزلہ اصل وبنیاد کے قرار دیا گیا ہے۔

اسکی رو سے قوت تنفیذیہ ایسے احکام کے صادر کرنے کا اختیار نہین رکھتی جو اس قانون کو تبدیل یا معطل کردینے کے مقتضی ہون جسکو قوت تشریعیہ نے جاری کیا ہے، نیز کوئی ایسی سزا مقرر نہین کرسکتی جو ہیئت تشریعیہ کے وضع قانون کی محتاج ہو، اور نہ عدالتین ایسے مزید احکام جاری کرسکتی ہین جو پیش شدہ مقدمہ کے علاوہ ہون، اسلئے کہ یہ اختیار صرف قوت تشریعیہ ہی کے ہاتھہ مین ہے، نیز حکومت کے صادر ہونے والے احکام پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی اور نہ عدالت کے صادر شدہ احکام مین دخل دیسکتی ہے، بالکل جسطرح عدالتین حکومت کے اعمال اور دفتری مصالح مین دخل نہین دیسکتین۔

۳- اس اصل مین نیابت سے نظام سے مقصود وہ نظام ہے جسکو قوم اپنی لیڈری و نمایندگی کے

حقوق سپرد کردیتی ہے، اور جو انکی نمائندگی کی حیثیت سے اسکے حالات و مصالح پر غور کرتا ہے، تمام بڑی بڑی آزاد سلطنتون مین یہ نیابت کا نظام دو مجلسون مین منقسم ہے، جنکو اصطلاحاً ادنیٰ و اعلےٰ کہنا چاہیئے، ادنیٰ تمام شعوب و قبائل کے نمایندون سے مرکب ہوتی ہے، جنکا انتخاب عوام الناس کے ووٹ سے عمل مین آتا ہے، لیکن اعلیٰ بڑے بڑے افسر، اراکین، اور اصحاب عالی مراتب سے مرکب ہوتی ہے جنکا انتخاب خاص خاص شرطون اور خاص خاص قیود کے ساتھ عمل مین آتا ہے، اور اُنکے انتخاب کا حق تمام طبقون اور قبیلون کو نہین پہنچتا، جیسا کہ امریکہ اور فرانس کے جمہوری نظامون مین "مجلس نواب" اور "مجلس شیوخ" اور انگلستان کی حکومت مین "دارالعوام" اور "دارالامرا" ہین -

بہت ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ ان دو مجلسون کی بجاے ایک مجلس کیون نہین رکھی گئی جبکہ ایسا کرنے سے بہت سا وقت بچ سکتا تھا، اور قانون سازی اور دیگر باتون مین بہت سی آسانیان ہوسکتی تھین، تو ہم یہ کہین گے کہ تجربہ سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اگر یہ تمام اقتدار و اختیار صرف ایک ہی مجلس کو دیدیا جاتا ہے تو پھر وہ بھی مستبد ہوجاتی ہے، کیونکہ ایسی صورت مین وہ صرف اپنے ہی کو ذی اقتدار و اختیار پاتی ہے، اور کوئی غیر اسکے اس اختیار و اقتدار مین شریک نہین ہوتا، علاوہ ازین وضع قوانین مین زیادہ دیر تک غور خوض اور ایک عرصہ تک تامل و تفکر کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ بات دو مجلسون کے ہونے کی وجہ سے آسان ہوجاتی ہے،

علاوہ ازین یہ ہر دو مجالس جن نائبون یا نمایندون سے مرکب ہوتی ہین وہ پوری طور سے قوم کے نائب و نمایندہ ہوتے ہین نہ کہ صرف منتخب شدہ ممبر، اسلیے جب نائب منتخب ہوجاتا ہے تو وہ اپنے ارادہ مین ان انتخاب کرنے والون کا تابع نہین ہوتا بلکہ پوری طور سے آزاد ہوتا ہے کہ جس راہ کو وہ اپنے نزدیک قوم کی مصالح کے لئے بہتر و موافق دیکھے اسکو اختیار کرے اور منتخب کرنے والون کو اسے اس امر سے روکنے کا یا معزول کرنے کا کوئی حق نہین ہوتا -

۴ - حکومت کی ذمہ داری کا مسئلہ دو باتون پر موقوف ہے،

(۱) پادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار نہو،

(۲) وزارت ذمہ دار ہو،

(۱) ابھی ہم بتلائینگے کہ فرانس کے نظام حکومت مین (اور نیز بعض دیگر دستوری جمہوری حکومتون کے نظام مین بھی) یہ شرط موجود ہے کہ "کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ جمہوریت کے لئے یہ جائز نہین ہے کہ وہ کوئی حکم اس قسم کا صادر کرے جسکے موافق ایک وزیر بھی نہو، یا جسپر ایک وزیر کے دستخط بھی نہون" اسکا صاف عقلی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وزرار کی ذمہ داری بہ نسبت بادشاہ کے اہم ہے، یا دیگر الفاظ مین وزارت ذمہ دار ہے اور پادشاہ یا رئیس جمہوریت ذمہ دار نہین ہے، اور پادشاہ کی اپنی "ذمہ داری" سے بریت انگلستان کے نظام مین زیادہ مکمل پیمانہ پر پائی جاتی ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ وزارت ذمہ دار ہو تو یہ اس بات پر موقوف ہے کہ نائبین یا نمایندون کی ہر دو مجالس کو یا کم از کم اس مجلس کو جو قوم کی عام رائے سے اسکی نمایندگی کے لئے منتخب ہوئی ہے، وزارت پر پورا اعتماد ہو، جیسے کہ دار العوام انگریزی نظام حکومت مین یا مجلس النواب فرانسیسی نظام حکومت مین، چنانچہ جب وزارت پر سے یہ اعتماد جاتا رہتا ہے تو وہ استعفا دینے پر مجبور ہو جاتی ہے اور پھر اسکی بجائے دوسری وزارت از سر نو مرتب کیجاتی ہے جسکے اعضا زیادہ تر غلبہ والی جماعت مین سے منتخب کئے جاتے ہین،

فرق درمیان اختیارات وحالات پریسیڈنٹ امریکہ اور پریسیڈنٹ فرانس

چونکہ اسوقت سب سے زیادہ مکمل اور قدیم آزاد جمہوری حکومتون مین فرانس وامریکہ شمار کیجاتی ہین اسلئے غیر مناسب نہو گا اگر ہم یہان پران دونون جمہوریتون کے رئیسون کے اقتداری واختیاری فرق کو بیان کردین۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا مین اسوقت جسقدر بھی جمہوری و دستوری حکومتین قائم ہین، ان مین کسی بادشاہ یا پریسیڈنٹ کو اسقدر وسیع اختیارات حاصل نہین جسقدر کہ پریسیڈنٹ امریکہ کو حاصل ہین اور دیگر بادشاہون اور پریسیڈنٹون کے اختیارات برائے نام ہین جو حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر اثر نہین ڈال سکتے، مثلاً ابھی حال مین جبکہ جارج پنجم شاہ انگلستان نے مسٹر میکسوینی لارڈ میر کارک (آئرلینڈ) کو معاف کردینا چاہا (کہ جو اسکے حقوق اختیارات مین سے ایک حق تھا) تو وزارت نے مخالفت کرکے اسکو ایسا کرنے سے روک دیا، لیکن پریسیڈنٹ امریکہ کے اختیارات اس سے کہین زیادہ وسیع ہین جو امریکہ کی حکومت کی رفتار اور اسکی سیاست پر پورا پورا اثر ڈالتے ہین،

پریسیڈنٹ امریکہ کے ان وسیع اختیارات کا اصلی راز یہ ہے کہ امریکہ کے نظام جمہوریت مین کوئی صدر وزارت علیحدہ نہین ہے بلکہ رئیس جمہوریت ہی صدر وزارت ہوتا ہے، پریسیڈنٹ فرانس بمقابلہ پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے ایک منتخب بادشاہ کی سی حیثیت رکھتا ہے جو سات سال کے لئے تخت پر بیٹھ جاتا ہے، اور اپنا فعلی اقتدار صدر وزارت کے لئے چھوڑ دیتا ہے وہ پادشاہونکی سی شان و شوکت رکھتا ہے، عالیشان محلون مین رہتا، بادشاہون کا استقبال کرتا اور بڑی بڑی تمام سرکاری مجالس کی صدارت کرتا ہے، بالکل اُس طرح سے جسطرح کہ فرانس کے اگلے بادشاہ کیا کرتے تھے،

لیکن پریسیڈنٹ ممالک متحدہ امریکہ کے لئے کسی قسم کی شان و شوکت نہین، وہ اپنے ہموطن احرار کی صرف لیڈری کی حیثیت رکھتا ہے، اسکے نام کے لئے کسی خاص القاب و آداب کی ضرورت نہین، نہ اُسکے لئے کوئی شاہی لباس، اور نہ وہ کوئی ایسی وضع قطع رکھتا جس سے وہ دوسرون سے ممیز ہوسکے، نہ اُسکے نام سے سکے ڈھالے جاتے ہین اور نہ ڈاکخانہ کے ٹکٹون وغیرہ پر اسکی تصویر ہوتی ہے وہ شہر واشنگٹن مین سفید محل (white palace) کے اندر رہتا ہے جسکا نام پہلے

"دارالتنفیذیہ" تھا، یہ ایک نہایت خوبصورت و وسیع محل ہے جو اگرچہ پادشاہون کے محلون سے مشابہ ہے، مگر جدید طرز عمارت کے مطابق بنایا گیا ہے، اسکی سالانہ تنخواہ ۵۰۰۰۰ ہزار ڈالر یعنی ۲۲۵۰۰۰ روپیہ ہے، جو فرانس کے پریسیڈنٹ (جسکی تنخواہ کی مقدار ہم آگے بیان کرینگے) اور دیگر پادشاہون کی تنخواہون کی بہ نسبت ایک قلیل رقم ہے، اسکے یہان نہ تو کوئی خاص پہرہ دار و محافظ ہوتے ہین اور نہ شاہی چیز جو شاہی محلون کے لوازمات مین سے ہین، بلکہ وہ ایک نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے، اسکی بیوی کو بھی تمام دیگر عورتون پر تقدیم کا کوئی حق حاصل نہین، بلکہ وہ رتبہ مین مثل دیگر عورتون کے شمار کی جاتی ہے، خود دوسرون کے یہان جاتی ہے اور دوسری اسکے یہان آتی ہین، غرضکہ اسکو شاہون کی سی شان و شوکت تو درکنار انگریزی سلطنت کی نوآبادیات کے حکام کی طرح کروفر بھی حاصل نہین،

اگرچہ فرانس کے پریسیڈنٹ یا دیگر دستوری حکومتون کے بادشاہون کی طرح امریکہ کے پریسیڈنٹ کو ظاہری دبدبہ اور شان و شوکت حاصل نہین مگر اسکو اقتداری اختیار اسقدر وسیع حاصل ہے کہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ مین کسی حاکم کو حاصل نہین، چنانچہ اسکے اس اقتداری اختیارات مین سے بعض اہم امور کو قطع نظر ان اختیارات کے جو فرانس اور امریکہ کے پریسیڈنٹون کو یکسان طور پر حاصل ہین درج ذیل کیا جاتا ہے،

(۱) وہ جسطرح سے کہ حکومت جمہوریہ کا پریسیڈنٹ ہوتا ہے، اسی طرح دفتری نظام کا بھی پریسیڈنٹ شمار کیا جاتا ہے، اور اسپر فرض ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے اختیار تنفیذی اور اسکے قوانین و معاہدات اور عدالت عالیہ کے احکامات کی نگہداشت کرے،

(۲) وہ حالت جنگ مین بحری و بری فوج کا کمانڈر انچیف شمار کیا جاتا ہے، اور اسکے افسرون کو بھی وہی مجلس الشیوخ کے مشورہ سے مقرر کرتا ہے، علاوہ ازین حالت جنگ مین اسکو اختیار ہوتا ہے کہ

وہ ہر ممکن تدبیر کو دشمن کی شکست اور حصول کامیابی کے لئے کام مین لائے ،

(۳) اسکو اختیار ہوتا ہے کہ مفتوحہ ممالک پر وہ خود حکام کو مقرر کرے، اور اسوقت تک جبتک کہ وہ اس مفتوحہ ملک کو ہر دو مجلسون کو وضع قوانین کے لئے سپرد نہ کردے بطور خود حسب ضرورت آئین احکامات وقتاً فوقتاً جاری کرتا رہے ،

(۴) اسکو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکومت کے قوانین کو اسلحہ کے ذریعہ سے نافذ کرے، اور تمام ان مشکلات پر جن پر وہ قانون کے ذریعہ سے غالب نہ آسکے، اسلحہ استعمال کرے ،

(۵) وہ اپنے تمام ہموطنون کا بیرونی تعلقات مین نمایندہ شمار کیا جاتا ہے اور اسکی دفترون اور شکلون کی ادارت اسی کے ہاتھ مین ہوتی ہے، اور وہ اُنکے نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے ،

(۶) وہ سفرا، وکلا اور قنصلون کو مجلس الشیوخ کی موافقت کے ساتھ مقرر کرتا ہے اور مجلس الشیوخ کے ایک ثلث کی موافقت سے دیگر سلطنتون سے معاہدات بھی وہی کرتا ہے، اور دیگر ممالک کے سفیرون کا استقبال بھی سرکاری طور پر وہی کرتا ہے ،

(۷) وہ مجلس الشیوخ اور مجلس النواب کو وقتاً فوقتاً حکومت کی سیاست داخلیہ اور سیاست خارجیہ مین نہایت اہم خطوط لکھتا رہتا ہے (یا خود پڑھکر انہین سُناتا ہے جیسا کہ ولسن کیا کرتا تھا) اور پھر ان خطوط کے لکھے جانے کے ساتھ ہی تمام جرائد اور سیاسی مجلسین انکی اشاعت کرتی ہین کیونکہ ملک کا سیاسی اعتماد زیادہ تر انہین پر موقوف ہوتا ہے ۔

(۸) اسکو حق حاصل ہے کہ وہ ہر دو مجلسون کے وضع کردہ قوانین مین سے جسکو چاہے منسوخ کردے یا اعادۂ نظر کے لئے جسپر چاہے اعتراض کرے[1]، لیکن اسپر اسکا نفاذ اسوقت لابدی ہوجاتا ہے جبکہ ہر دو مجلسون کے دو ثلث سے زاید ممبر اسکے موافق ہوجائین ،

[1] اس حق کے واسطے ایک خاص اصطلاح ہے جسکو ویٹو (Veto) کہتے ہین ،

(۹) اسکے منصب کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ کوئی عدالت اسپر کسی جرم و اتہام پر مقدمہ نہین چلا سکتی اور نہ اسکو گرفتار کر سکتی، اگرچہ اس نے قتل جیسے سنگین جرم کا ہی ارتکاب کیون نہ کیا ہو، البتہ اس پر مجلس الشیوخ کے اجلاس مین مقدمہ چلایا جا سکتا ہے، ایسی صورت مین کہ مجلس النواب نے اُسکو کسی جرم کا ملزم قرار دیا ہو، اور اس الزام دہی کے لئے مجلس مذکور کے کم سے کم دو ثلث ممبرون کا متفق الرائے ہونا ضروری ہے، آج تک کسی پریسیڈنٹ پر مقدمہ نہین چلایا گیا سوائے ایک کے جکا نام اینڈرو جیکسن (Andrew Jackson) تہا۔

اسکا طریق انتخاب ابھی کل کی بات ہے کہ جمہوریت فرانس نے موسیو ملیران کو بجائے موسیو ڈوشانل کے دوسری مرتبہ اسوجہ سے منتخب کیا کہ موسیو ڈوشانل بیماری کی وجہ سے کام نہین کر سکتے تھے، باوجودیکہ وہ پہلے منتخب ہو چکے تھے، پس یہ انتخاب کسقدر ناانصافی کے ساتھ ہر دو مجلسون کے ممبرون سے عمل مین آیا، اگر ہم اسکا مقابلہ امریکہ کے نظام انتخاب سے کرین تو ہمین ایک فرق عظیم نظر آئیگا کیونکہ ممالک متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کا انتخاب تمام شہرون کے لوگ کرتے ہین، اور اسمین ایک عرصۂ دراز لگتا ہے، وہ انتخاب اسطرح سے ہوتا ہے کہ ہر صوبہ چند ایسے اشخاص کا انتخاب کرتا ہے کہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ مین اسکی نمایندگی کرتے ہین، ہر صوبہ مین یہ لوگ اُسکے مرکز مین جنوری کے دوسرے دوشنبہ کو پریسیڈنٹ (رئیس) اور اسسٹنٹ پریسیڈنٹ (نائب رئیس) کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوتے ہین، اور سب سے ووٹ لیکر واشنگٹن روانہ کر دیتے ہین، جہان یہ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ کے روبرو کہولے جاتے ہین اور شمار کئے جاتے ہین، تمام ممالک متحدہ امریکہ مین دو قسم کی جماعتین پائی جاتی ہین، ایک جمہوریت پسند (Democratic) دوسرے دیمقراطی (Liberal) اس انتخاب مین اس امر کا لحاظ رکہا جاتا ہے کہ ایک جماعت مین سے پریسیڈنٹ منتخب ہو تو دوسری مین سے نائب۔

پریسیڈنٹ کی شرائط ممالک متحدہ امریکہ کے قانون جمہوریت کے مطابق اسکے پریسیڈنٹ کیلئے یہ لازمی ہے کہ:

(۱) وہ امریکی رعایا مین سے ہو،

(۲) اسکی پیدائش ممالک متحدہ امریکہ کی ہو،

(۳) وہ اپنی عمر کے پینتیسوین سال مین ہو،

(۴) وہ چودہ سال تک شہری زندگی بسر کرچکا ہو،

قانون مذکور کی روسے یہ بھی جائز ہے کہ جب ایک پریسیڈنٹ کی مدت چار سال کی ختم ہوجائے تو دوسرے انتخاب مین پھر اسکو دوبارہ منتخب کیا جاسکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ منتخب نہین کیا جاسکتا، واشنگٹن کی اقتدار کے لحاظ سے جب اسکو تیسری مرتبہ منتخب کیا گیا تو اس نے اسکو قبول کرنے سے انکار کردیا،

اگر پریسیڈنٹ مدت مذکور ختم ہونے سے پہلے اثناے مدت مین مرجاوے تو اسکی جانشینی اسکا نائب کرتا ہے، اور جب یہ نائب بھی فوت ہوجائے تو وزیر اعظم جو "سکریٹری سلطنت" کے لقب سے ملقب ہوتا ہے اسکا جانشین ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مرجائے تو وزیر مالی اور اگر یہ بھی تو وزیر حربیہ وغیرہ، پریسیڈنٹ کی کل تنخواہ ۵۰۰۰۰ ڈالر یعنی دو لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے، جسمین سفر وغیرہ کے اخراجات کے لئے ۲۵۰۰۰ ڈالر یعنی ۷۵۰۰۰ روپیہ کا اضافہ اور کردیا جاتا ہے یعنی کل مجموعی تنخواہ اسکو تین لاکھ روپیے سالانہ ملتی ہے۔

فرانس کا نظام حکومت

سلسلۂ بیان مین ہم اپنے عنوان سے بہت دور نکل گئے، اسلئے اب ہم پھر اپنے مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین، جب ۴ ستمبر ۱۸۷۰ء کو فرانسیسی قوم نے جمہوریت کا اعلان کردیا تو اسکا استحکام ۱۶ جولائی ۱۸۷۵ء کو ایک جمہوری قانون کے نفاذ سے کیا گیا، جسمین اگرچہ بعد کو بعض ترمیمات ہوئین، اس قانون کی روسے قوت تشریعیہ یعنی قانون سازی کے اختیارات جمعیتہ ملیہ کو جو دو مجلسون پر

متصل ہے، ایک مجلس الشیوخ (Senate) اور دوسری مجلس النواب (Chamber of Deputies) کو دیئے گئے، اور قوت تنفیذیہ رئیس جمہوریت یعنی پریسیڈنٹ کو۔

ریاست جمہوریت کی مدت سات سال مقرر کیگئی، جب یہ مدت قریب الختم ہوتی ہے تو نئے پریسیڈنٹ کو کثرت راے سے ایک عام قومی اجتماع مین جسمین ہر دو مجلسین مجلس الشیوخ اور مجلس النواب بھی شامل ہوتی ہین، انتخاب کیا جاتا ہے، یہ منتخب شدہ پریسیڈنٹ اپنی مدت ریاست مین اُن قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے جنکو ہر دو مجالس مذکورہ وضع کرتی ہین، اور وزارت کی تشکیل و ترتیب بھی اُسی کے ذمہ ہوتی ہے، جسکو وہ ان دونون مجلسون کے ممبرون مین سے اور بوقت ضرورت اُنکے علاوہ باہر کے آدمیون کو بھی لیکر ترتیب دیتا ہے، فوجی و شاہی عہدہ دارون کو بھی وہی مقرر کرتا ہے، دول غیر سے معاہدے بھی وہی کرتا ہے، لیکن یہ اُسے اختیار نہین ہے کہ وہ کوئی ایسا معاہدہ بلا تصدیق قوت تشریعیہ کر سکے جسکا تعلق رقبۂ فرانس یا نوآبادیات سے ہو، اُسے یہ بھی اختیار نہین کہ وہ بلا منظوری ہر دو مجلسون کے کسی کے ساتھ اعلان جنگ کر سکے، علاوہ اسکے تمام احکام کے لئے یہ لازمی ہوتا ہے کہ ان پر پریسیڈنٹ اور وزرا مین سے کم از کم کسی ایک وزیر کے دستخط ضرور ہون۔

صیغۂ وزارت عالیہ تیرہ وزارتون مین منقسم ہے: وزارت عدالت[۱]، وزارت خارجہ[۲]، وزارت داخلیہ[۳]، وزارت مالیہ[۴]، وزارت بحریہ[۵]، وزارت تجارت[۶]، وزارت اشغال عمومیہ[۷]، وزارت صنعت و حرفت[۸]، وزارت مستعمرات[۹]، وزارت زراعت[۱۰]، وزارت جماعت مزدور پیشہ[۱۱]، وزارت قومی[۱۲]، وزارت امور دینیہ،

مجلس نائبین (Chamber of Deputies) کا انتخاب چار سال کے لئے عوام کی راے سے ہوتا ہے، ہر شخص جسکی عمر ۲۱ سال کی ہو چکی ہو انتخاب مین راے دینے کا حق رکھتا ہے، بشرطیکہ اُسکا قیام چھ ماہ تک اس شہر مین ثابت ہو جسکے نائب کے انتخاب مین کہ وہ راے دینا چاہتا ہے

منتخب شدہ نائب کی عمر کم از کم پچیس سال ہونا نہایت ضروری ہے، آجکل اس مجلس مین کل نائبین کی تعداد ۵۸۴ ہے،

مجلس شیوخ (Senate) تین سو ممبرون سے مرکب ہوتی ہے جو نو سال کے لئے منتخب کیجاتی ہے، اور کسی شخص کا سن ان مین سے ۴۰ سے کم نہین ہوتا، اس مجلس کے ایک ثلث ممبرون کے انتخاب کی تجدید ہر تیسرے سال کیجاتی ہے، اور اس تمام مجلس کا انتخاب تمام شہرون کی مینوسپل کمیٹیون کے قائم مقام اور مجلس النواب کرتی ہے، پس کل ۲۲۵ شخصون کا انتخاب کیا جاتا ہے جو تمام صوبون کی نیابت کرتے ہین، اور پھر ہر دو مجلسون کی رضامندی سے ۷۵ ایسے شخصون کا اسمین اور اضافہ کر دیا جاتا ہے، جو تا زیست اُسکے ممبر رہتے ہین، ساتھ ہی اسکے دور شاہی کے استبداد اور جبر و ظلم کا خوف تمام اعیان و اراکین پر اسقدر طاری ہے کہ معزول شاہی خاندان کے تمام افراد کا ہر دو مجلسون کی ممبری کے لئے انتخاب ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

ہر دو مجلسون کے ممبرون مین سے ہر ایک کا سالانہ گذارہ ۱۵۰۰۰ فرانک یعنی ۹۳۷۵ روپیہ علاوہ سفر خرچ کے مقرر ہے، لیکن ان ہر دو مجلسون کے صدرون کا سالانہ گذارہ اخراجات اس سے زیادہ ہے اور وہ ۷۲۰۰۰ فرانک یعنی ۴۵۰۰۰ روپیہ ہے، پریسیڈنٹ یا رئیس جمہوریت کی تنخواہ ۶۰۰۰۰۰ فرانک یعنی ۳۷۵۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے،

ان ہر دو مجلسون کے علاوہ ایک مجلسِ شوریٰ ہے جسکو نپولین اول نے قائم کیا تھا اور جو ابتک باقی ہے، اسکی صدارت وزیر عدالت کرتے ہین، یہ مجلس زیادہ تر محکمہ قضا کے معاملات اور دفتری انتظامات مین جو حکومت کو پیش آتے ہین مشورہ دیتی ہے۔

فرانس کی حالت عمرانی

اسمین شک نہین کہ فرانس کو ان متمدن ممالک کی رہنمائی حاصل ہے جو تمدن جدید کی روح

کیے جاتے ہین، اور مشرق سے خاص تعلقات رکھتے ہین، کیونکہ زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ یورپ اپنے اجتماعی، سیاسی، اور ادبی حالات مین سوا اسکے کسی اور کو رہنما نہین رکھتا تھا، اور نہ کوئی اسکے سوا بہتر جاننے والا تھا -

ملک کا کل رقبہ ۲۰۷۵۴ مربع میل ہے، جسمین ۳۹۲۷۶۰۰۰ کی آبادی ہے، اور اسمین سے تقریباً ۳۰۰۰۰۰۰۰ آدمی زراعت پیشہ ہین اور باقی مختلف صنعتون، پیشون، اور عہدون وغیرہ کے ذریعہ سے گذر بسر کرتے ہین، اسمین ساٹھ شہر ہین جنمین سے ہر ایک کی آبادی ۳۵۰۰۰ سے زاید ہے، اور ان شہرون مین سب سے بڑا پیرس ہے، جسکی آبادی ۲۸۴۶۹۸۶ آدمیون کی ہے اسکے بعد مارسیلز ہے جسکی آبادی ۵۱۷۴۹۷ ہے، اسکے بعد لیئین ہے جسکی آبادی ۴۷۲۱۱۴ کی ہے پھر بعد بورڈو، دلائل، اور نالوز اور رادِن وغیرہ ہین جنکی آبادی ۳۵۵۱۶ تک ہے،

فرانس یورپ کے بڑے بڑے خوشحال ملکون مین سے ایک ہے یعنی ثروت کے لحاظ سے اہل فرانس دیگر خاص خاص قومون سے بھی آگے شمار کئے جاتے ہین، اور اس ثروت و دولت کی میزان مین لوگون نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے، موسیو نائل جو ماہر اجتماعیات ہین انھون نے اسکی ثروت و دولت کو اسطرح ترتیب دیا ہے :-

زراعتی زمین	۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنی کی آمدنی کی
مکانات وغیرہ	۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنی قیمت کے
عمارتین واملاک وغیرہ	۲،۸۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنی
زراعتی آلات ومویشی وغیرہ	۴۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنی
دوسری جائداد وغیرہ	۶۸۰۰۰۰۰۰۰ گنی
۹۰-۱ ارب میزان کل	۹،۸۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنی

اور دیگر لوگون نے جو اندازہ لگایا ہے، اس سے کہین زیادہ ہے، چنانچہ بعضون نے کل کی میزان نو ارب ۲۵ لاکھ بتلائی ہے، جسکا تین خمس لوگون کی ذاتی کمائی ہے، بہر حال فرانس کے لوگ کفایت شعاری اور حفاظت مال مین مشہور ہین، اور ان مین افلاس وفقر بہ نسبت دوسری قومون کے بہت ہی کم پایا جاتا ہے، فرانس کی تجارت نہایت وسیع ہے، اسمین کارخانے نہایت کثرت سے ہین اور اسکو باریک و دقیق صنعتون مین بہت مہارت ہے، اسکے یہان کے سامان کو خوبصورتی اور سلامتی ذوق مین پوری شہرت حاصل ہے، وہ فیشن اور کپڑون وغیرہ کے لحاظ سے تمام متمدن ملکون سے آگے ہے اسکا پایہ تخت پیرس تمام دنیا کی قومون کی آماجگاہ ہے،

آمدنی وقرضہ حکومت کی آمدنی اور قرضہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

	قبل از جنگ (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۸ء مین (تخمیناً)	سنہ ۱۹۱۹ء مین (تخمیناً)
آمدنی	۴۵۰۷۷۰۰۷۱ فرنک[1]،	۱۰۰۶۴۴۶۵۷۸۹۷ فرنک،	۱۹۵۶۷۴۴۷۸۸۱ فرنک
قرضہ	۱۲۶۹۰۰۰۰۰۰ گنی	×	۹۲۰۵۰۰۰۰۰۰ گنی

فرانس کی زمین نہایت زرخیز ہے، جسکی مزروعہ زمین کی پیمائش ۱۲۰۰۰۰۰۰ مربع گز ہے، جسمین زیادہ تر گیہون اور آلو پیدا ہوتے ہین، اس ملک مین انگورون کی کاشت بہت ہوتی ہے، جس سے شراب طیار کیجاتی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ء مین اسکی شراب کی آمدنی ہی ۳۸۰۰۰۰۰۰ گنی ہوئی تھی، اور سنہ ۱۹۱۳ء مین کل ۲۳۶۸۷۷۱۷۹ گیلن شراب ہوئی تھی، اسمین مویشیون اور پالتو جانورون کی تعداد حسب ذیل ہے:-

گھوڑے ۳۱۳۴۶۵۰

[1] ایک فرنک دس آنہ کے برابر ہوتا ہے۔

خچر	۱۹۴۰۰۰
گدہے	۳۶۳۰۰۰
مویشی بیل گاے وغیرہ کی قسم سے	۱۴۲۳۴۰۰۰
بکریان	۱۷۴۵۰۰۰
بھیڑین	۱۴۲۴۰۰۰
خنزیر	۷۲۰۲۰۰۰

سب سے چلتی ہوئی صنعت فرانس مین ریشمی کپڑے کی ہے، چنانچہ ۱۹۰۸ء مین تقریباً ۱۲۲۸۰۰ آدمی ریشم کے کیڑون کی تربیت مین مشغول تھے، اور کل ریشم کی مقدار جوان سے حاصل ہوئی تھی وہ ۹۲۹۹۵۴۸ کیلوگرام تھی، فرانس کی سرزمین معدنیات کی کانون سے مالا مال ہے، تمام کانون کی تعداد تقریباً ۶۰۰ ہے، ان مین ۲۳۰۰۰۰ آدمی مع اپنے بیوی بچون کے کام کرتے ہین، اور ان کانون کی آمدنی تقریباً ۲۶۶۵۶۰۰۰ گنی ہے، جنمین زیادہ تر کوئلہ اور لوہے کی کانین ہین اسمین بکثرت مختلف کارخانے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے :-

روئی کاتنے کے کارخانے	۱۶۷۲۰۰،	ریشم کے کپڑے کے کارخانے	۱۷۱۰۰۰
روئی کا کپڑا بننے کے کارخانے	۱۱۳۰۰۰	اون کے کارخانے	۱۶۶۰۰۰
لوہے کی مصنوعات کے کارخانے	۵۷۰۰۰	مختلف کارخانے	۱۵۶۰۰۰
کپڑے سینے کے کارخانے	۹۳۸۰۰۰	لکڑی کی مصنوعات کے کارخانے	۷۰۴۰۰۰
چمڑے کے کارخانے	۲۳۴۰۰۰		

فرانس کی سب سے بڑی پیداوارون مین شکر بھی ہے جسکے ۵۲۱ کارخانے ہین اور اُن مین ساٹھ لاکھ ٹن شکر طیار ہوتی ہے، یہی حال اسپرٹ کا ہے جسکی سالانہ مقدار چار لاکھ پچاس ہزار گیلن طیار ہوتی ہے،

فرانس کی تجارت بھی عظیم الشان ہے جسکی درآمد و برآمد ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

	سنہ ۱۹۱۷ء مین	سنہ ۱۹۱۸ء مین	سنہ ۱۹۱۹ء (از یکم جنوری تا آخر اگست)
درآمد،	۶۵۲۴۷۹۰۰۰	۷۹۶۶۰۰۰۰۰	۷۴۰۰۰۰۰۰۰
برآمد،	۱۵۳۵۴۲۰۰۰	۱۶۵۷۶۰۰۰۰	۱۶۰۰۰۰۰۰۰

آخر مین غیر مناسب نہوگا اگر ہم اس جگہ بالاختصار ان نقصانات کا حال بھی بیان کردین جو مادّی حیثیت سے فرانس کو گذشتہ جنگ مین حاصل ہوئے، اور پھر اس نے اکتوبر ۱۹۱۹ء تک اسکی تلافی کہانتک کرلی کیونکہ اس سے فرانسیسی قوم کے عزم و ہمت کا حال معلوم ہوگا۔

ریل کی پٹری ۶۴۲۲ کیلومیٹر برباد کردیگئی تھی جسمین انہون نے ۲۰۱۶ کیلومیٹر طیار کرلی

نہرین ۱۰۷۵ " " " " " " ۷۰۰ " " " "

پُل ۱۱۶۰ برباد کردیئے گئے جسمین سے " ۵۸۳ " طیار کرلئے

مکانات ۵۵۰۰۰ " " " ۶۰۰۰۰ دوبارہ بنالئے

زمین (زراعتی) ۱۸۰۰۰۰ ایکڑ برباد کردیگئی تھی جسمین سے انھون نے ۴۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو پھر قابل زراعت بنالیا

یہ اس قوم کے عزم و ہمت کی داستان تھی جسکو آزادی حاصل کئے پوری صدی گذرچکی ہے، اور وہ آزادی کے لئے جد و جہد کی کٹھن راہ کو مدتون پہلے طے کرچکی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دشوار گذار راہ حق پر چلنے والی قوم کی ہمت و عزم کا کیا حال[ل] رہتا ہے؟

[ل] اس مضمون کے مواد مختلف انگریزی و عربی رسائل سے جمع کئے گئے ہین،

انگورہ

از

جناب مولوی حافظ احمد علیخان صاحب ناظر کتب خانہ ریاست رامپور

شہر انگورہ ایشیاے کوچک کا گو مشہور شہر ہے، اور اسلام کی تاریخ مین اسکا بار بار نام آیا ہے، عربی شاعر امراء القیس کے تعلق سے ادبیات مین بھی اس نے جگہ پائی ہے، مگر قسطنطنیہ کی شہرت نے اسکی عظمت کو دبا دیا تھا، اب جب سے غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اسکو اپنی حکومت کا مرکز بنایا ہے دلون مین اور زبانون پر اسکی گذشتہ عظمت پھر عود کر آئی ہے، روزانہ اخبارات مین اسکا نام لوگونکی نظر سے گذرتا ہے، تاہم اسکی تاریخ سے ابتک بیخبری ہے، ہم جناب مولوی حافظ احمد علیخانصاحب ناظر کتبخانہ ریاست رامپور کے ممنون ہین جنھون نے اسپر سے ناواقفیت کا پردہ کسیقدر اٹھانا چاہا ہے حافظ صاحب چونکہ ایک مدت دراز سے ایک ایسے کتبخانہ علمی مین سند نشین ہین جو اپنی ندرت و تحفگی مین کم از کم ہندوستان مین بے نظیر ہے، اسلئے انکی یادداشت کی چند سطرین بھی افادہ سے خالی نہین ہین، جناب حافظ صاحب نے کتبخانہ کی قلمی کتابون پر جو تبصرہ لکھا ہے افسوس ہے کہ وہ ابتک شایع ہوکر پبلک کے ہاتھون مین نہ آسکا، ورنہ حافظ صاحب کو اہل ذوق کی طرف سے انکی ممنون کی بڑی داد ملتی۔ (معارف)

انگورہ (انقرہ) عجمی اسکو انگوریہ، عرب انقرہ، اور اہل یورپ انگورہ کہتے ہین، تعریبات الشافیہ مین اسکا نام انجورا لکھا ہے، یہ شہر ایشیاے کوچک مین اسی نام کی ولایت کا دارالحکومت ہے، عرض البلد شمالی ۳۱-۹ ۳۹ طول البلد شرقی ۴۲-۴۱-۳۲ مین واقع ہے، آبادی ایک ڈھلوان پہاڑ پر ہے اور اسکے قریب ہی ایک چشمہ جاری ہے، جو انگارا مین مل گیا ہے، انگارا دریاے سکاریہ یا سنگاریوس کا

باجگذار ہے، قسطنطنیہ سے دوسو بیس میل کے فاصلہ پر شرق اور جنوب و مشرق کے گوشہ مین واقع ہے، شہر کی عمارت کچھ اچھی نہین ہے، راہین تنگ اور اکثر خام مکانات ہین، لیکن رومی یونانی اور بیزنٹائن سلطنت کی عمدہ عمارتین اب بھی موجود ہین، ان عمارتون مین سب سے نفیس سنگ مرمر سفید کا مندر ہے جسکو اہل شہر نے آگسٹس کی یادگار کے طور پر بنایا تھا، اس مندر کی دیوارون پر یونانی اور لاطینی کے وہ کتبے ہین جنکو مانو منیٹم انقرانم کہتے ہین، ان کتبون مین بادشاہ کے عہد کے اہم واقعات درج ہین، عبارت کا بہت حصہ اب بھی باقی ہے،

انگورا کے اون کی بڑی شہرت ہے، اور اسکی نکاسی وسیع ہے، بکریون کی اون آٹھ انچ کے قریب لمبی ہوتی ہے، کتے اور بلی کی پشم بھی بڑی ہوتی ہے، گر یہان کے جانور غیر ملک مین جاتے ہین تو پشم کم ہوجاتی ہے، ان کے علاوہ یہان سے بکری اور بھیڑون کی کھالین، موم، گوند، شہد، زرد بیلین، اور مجیٹھ باہر کو جاتا ہے، یورپ سے مال تجارت بھی آتا ہے، مگر تجارت ارمینیون کے قبضہ مین ہے، شہر کی آبادی کا اندازہ بیس ہزار سے ساٹھ ہزار تک کیا جاتا ہے، کل ولایت انگورہ کا رقبہ ۲۷ ہزار میل مربع اور آبادی آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ہے،

جب ترکی سلطنت اپنی اصلی حالت پر تھی تو یورپ مین چھ ولایتین تھین[1]، ادرنہ، سلانیک، قوصوہ، یانیہ، اشقودرہ، مناستر، اور ایشیا مین حجاز، یمن، بصرہ، بغداد، موصل، حلب، سوریہ، (شام) بیروت، خداوندکار، قونیہ، انگورہ (انقرہ) ایدین، آطنہ، قسطمونی، سیواس، دیاربکر، بتلیس (بطلیس) ارضروم، معمورۃ العزیز، وان، طرابزون اکیس ولایتین تھین، افریقہ مین طرابلس، اور بحر سفید مین جزائر بحر سفید۔

---

[1] Hagopian's Turkish Conversation Grammar p. 133.

آجکل انگورا کا نام مشہور ہے،

اول انگورا افریگیا کے متعلق تہا، قریب سنہ ۲۷۷ قبل مسیح جب گالیک کی تین اقوام مین سے ٹیکٹو سیجیز قوم گلائیا مین قائم ہوئی، اسوقت انگورا اس قوم کا شہر شمار ہونے لگا، سنہ ۱۸۹ قبل مسیح مین گلائیا کو مان لیوس قوم نے مغلوب کیا، اور پچیس سال قبل مسیح مین انگورا کی ولایت رومیون کا ایک صوبہ بنگئی، انگورا کو دار السلطنت بنایا، یہان عیسائی گرجا بھی تھے، جنکو غالباً سینٹ پال نے تعمیر کرایا تہا، سنہ ۳۱۴ء اور سنہ ۳۵۸ء مین یہان عیسائی انجمنین بھی قائم ہوئی ہین، خلیفہ معتصم باللہ نے رومیون پر اپنا مشہور حملہ اسی شہر کی چار دیواریون کے نیچے کیا تہا، سنہ ۱۴۱۵ء مین سلطان محمد اول والی سلطنت ترکی نے اُسکو فتح کیا،

سنہ ۱۴۰۲ء مین انگورا ہی کے قریب امیر تیمور اور سلطان بایزید یلدرم مین جنگ ہوئی تھی جسمین بایزید تیمور کے ہاتھہ قید ہوگیا تہا، اسی شہر مین امراء القیس بن حجر کندی کو جب وہ قیصر روم کے پاس سے واپس آتا تہا کسی نے زہر دیدیا تہا، امراء القیس نے اپنے اشعار مین انقرہ کے نام سے اسکا ذکر کیا ہے۔

معارف: امراء القیس اپنے قبیلہ کا شاہزادہ تہا اُسکا باپ ایرانیون کے اشارہ سے مارڈالا گیا امراء القیس اپنے باپ کے انتقام کے لئے قیصر روم سے امداد کا طالب ہوا، اور اسی تقریب سے اس نے روم کا سفر کیا، مشہور یہ ہے کہ قیصر کی لڑکی امراء القیس پر عاشق ہوگئی تھی، قیصر کو معلوم ہوا تو اُس نے امراء القیس کو کمک کا وعدہ دیکر حیلہ سے رخصت کردیا، اور جب انگورہ پہنچا تو اسکو زہر آلود خلعت بھیجا جسکے پہننے کے ساتھ اسکے بدن سے گوشت کٹ کٹ کر گرنے لگا، اسوقت حالت یاس مین امراء القیس کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

ربّ طعنة مثعنجره　　　نیزے کے بہت سے زخم جن سے خون اُبل رہا ہو،

وخطبة مسحنفره　　　اور طویل روان زبان آوری کے جوہر

تبقى غدا بانقره　　　کل انگورہ مین رہ جائیں گے

اسود بن یعفر ایک عرب شاعر نے ایک عرب خاندان کا ماتم کرتے ہوئے حسب ذیل پُردرد اشعار کہے ہین،

ماذا اؤمل بعد آل محرق	ترکوا منازلھم و بعد ایاد
آل محرق اور آل آباد کے بعد	کیا امید رکھون جو اپنے مقامات کو چھوڑ کر چل بسے
اھل الخورنق والسدیر و بارق	والقصر ذی الشرفات من سنداد
یہ لوگ خورنق، سدیر اور بارق	اور سنداد کے کنگرہ دار محل کے مالک تھے
نزلوا بانقرۃ یسیل علیھم	ماء الفرات یجیئ من اطواد
یہ انقرہ جاکر بس گئے	ان پر فرات کا پانی جو پہاڑون سے آتا ہے بہتا ہے
جرت الریاح علی محل دیارھم	فکانما کانوا علی میعاد
ان کے مکانات کی جگہ پر آندھیان چل رہی ہین	گویا کہ ان کے جانے کا کوئی دن مقرر تھا

چونکہ جن مقامات کا ان اشعار مین نام ہے وہ عراق مین واقع ہین، اسلئے بعض عرب ادیبون نے سمجھا ہے کہ انقرہ نام ایک آبادی عراق مین بھی تھی، لیکن محقق عرب جغرافیہ نویسون نے مثلاً یاقوت حموی نے معجم البلدان مین اور سیوطی نے مراصد الاطلاع مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبیلۂ ایاد جو عراق مین حکمران تھا اور اسکی بنائی ہوئی عمارتین وہان تہین، ایرانیون نے اسکو وہان سے نکالدیا، تو رومیون نے اپنی حدود حکومت مین اسکو جگہ دی اور انقرہ مین اسکے رہنے کا انتظام کیا تاہم یہ گرہ رہ جاتی ہے کہ نہر فرات کی جغرافی وسعت وہان تک کہان ہے، ممکن ہے کہ یہ غلطی شاعر کی علمی وسعت کا نتیجہ ہو یا فرات سے اس نے عام نہر مراد لی ہو جو نہر انگورہ کے نام سے شہر انگورہ کے نیچے بہتی ہے ۔

سیرت عائشہ

قیمت دو روپیہ آٹھ آنے

"منیجر"

جامعہ عثمانیہ

ترجمہ مولوی سید نجیب اشرف ندوی

جناب جتندر ناتھ چکرورتی، ایم، اے ایل، ایل بی، وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی نے اردو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کو دیکھکر اسکے متعلق جن امید افزا خیالات کا اظہار کیا ہے، اُن سے ہر اُردو دوست کو واقف ہونا نہایت ضروری ہے، وطنی تعلیم اور اردو کو ہندوستان مین ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق انکی رائین نہایت حوصلہ افزا ہین، ذیل مین ہم ان کے مضمون کا ترجمہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین :-

دنیاے علم و تعلیم کے ہر فرد نے شاید **عثمانیہ یونیورسٹی** کا نام سنا ہوگا، لیکن اکثر اشخاص کیلئے یہ حرف ایک لفظ ہی ہے، حالانکہ وہ ہندوستان کی یونیورسٹی تعلیم مین ایک انقلاب پیدا کر رہی ہے، اسکا نام ہمارے سامنے بغداد، قرطبہ، یا قاہرہ کے خوابہاے پریشان کا نقشہ پیش کرتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی ایک ریاست کا علمی مرکز ہے، یہ نوزائیدہ یونیورسٹی ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام کی مربیانہ توجہ سے عالم وجود مین آئی ہے، اور اسی روشنخیال والی کے نام سے موسوم ہے، یہ شاید نہایت ہی انسب ہوا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست نے اس کام کی طرف سب سے پہلے قدم بڑھایا ہے، جو ہندوستان مین یونیورسٹی تعلیم کے انقلاب عظیم کی خبر دیتا ہے، اگر ہم یہ دیکھکر محو حیرت ہوجاتے ہین کہ ہندوستانی ریاستین جو عموماً برطانوی ہند کے مقابل مین بہت ہی پس ماندہ اور اور جامد سمجھی جاتی ہین اور علانیہ "زیر حمایت" کے نام سے پکاری جاتی ہین، تعلیم و معاشرت کے

میدان اصلاح مین سب سے پہلے بہادرانہ قدم رکھتی ہین، ہندوستان کی سب سے ترقی پذیر ریاست **بڑودہ** مین بہت سے ایسے معاشرتی قوانین نظر آتے ہین جو آجکل کے بہترین اصول پر بنائے گئے ہین، یہی وہ ریاست ہے جس نے سب سے پہلے لازمی تعلیم کو جاری کیا اور اسکی نہایت ہی مفید سفری کتبخانون کے نظام کا ذکر ہی کیا ہے، یہ فخر بھی جنوبی ہند کی ایک ریاست ہی کو ملا ہے کہ اس نے کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کے انعقاد اور اسکی سفارشون کے بہت پہلے ہی سے ایک خالص علمی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ہے، جسمین بی، اے اور بی، ایس، سی کی تعلیم تین سال ہوتی ہے، جو آگے چل کر ہندوستان کی یونیورسٹیون کا مابہ الامتیاز نشان ہوگا، اسکا سبب شاید یہ ہے کہ یہ ریاستین برطانوی ہند کی طرح حکام کی زنجیرون سے اسقدر مضبوطی سے جکڑی ہوئی نہین ہین، اور وہ عہد گذشتہ کی خطرناک روایت سے پُر ہین، اور یہی وجہ ہے کہ وہ آزادی سے بڑے بڑے تجربون کی ہمت کر بیٹھتی ہین، بہر کیف کچھ بھی ہو، لیکن یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ تعلیم یافتہ اور سست ریاست حیدرآباد نے جو وفاداری، شان و شوکت اور عزت و عظمت کی قدیم روایات پر اب تک قائم ہے، ایک نہایت ہی عظیم و اہم تجربہ کے میدان مین قدم رکھا ہے، ٹھیک اسوقت جبکہ تمام ہندوستان اس موضوع پر کہ تعلیم کے مختلف مدارج مین کونسی زبان رکھی جائے سرگرم مباحثہ ہے، اس حوصلہ مند ریاست نے بُرا یا بھلا جیسا بھی ہو، ایک فیصلہ کن قدم آگے بڑھا دیا ہے، اور اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ یہ عزت اسی کے حصہ مین آئی ہے کہ دیسی زبانون کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم دینے کی وہ اولین رہنما ہے، یہ اس جامعہ کی نمایان خصوصیت ہے، صرف زمانہ اسکے نتیجہ کا فیصلہ کریگا،

حکام ان لاتعداد اور خطرناک مشکلات سے جو ان کے راستہ مین حائل ہین غافل نہین ہین، عام رائے کا اپنے ساتھ قائم رکھنا بھی کچھ کم اہم چیز نہین ہے، اسکا ثبوت ہمکو اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے لئے کوئی وسیع میدان عمل نہین ہے، اور قدیم ترین طرز کے نظام کالج کے ساتھ ہی

ساتھ جو مدراس یونیورسٹی سے ملحق ہے قائم ہے، نظام کالج کا مدراس یونیورسٹی سے الحاق کی بقار اسلئے نہین ہے کہ جامعۂ عثمانیہ کی کامیابی مین شک ہے، بلکہ یہ صرف ان لوگون کے لئے باقی ہے، جو اس جدید طرز کی مقبولیت و موزونیت پر معترض ہین، جب ابتدائی مشکلات حل ہوجائینگی اور تجربہ کی کامیابی تیقن نظر آئیگی جیسا کہ حکام کا خیال ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو اسوقت بلا شبہہ یہ کالج بھی اس جامعہ مین ملحق کردیا جائیگا۔

ہندوستان مین ذریعۂ تعلیم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے تقریباً ایک صدی سے ماہرین تعلیم کی توجہ حاصل کر رکھی ہے اور ابتک اسکا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہین نکلا ہے، یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسی تاریخی دن سے جس روز کہ لارڈ مکالے کی زبردست وکالت نے خالص عربی و سنسکرت تعلیم کے مقابلہ مین یورپین علوم و فنون کے حق مین فیصلہ کرالیا، دیسی زبانون کے ذریعۂ تعلیم دینے کے استحقاق کا خاتمہ ہوگیا، بہر کیف واقعہ یہ ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی نے اپنی سالانہ رپورٹ ۱۸۳۶ء مین جسکے ایک سال بعد میکالے کا نوٹ اور اسکی مشہور تحریک عالم وجود مین آئی، یہ بات صاف طور سے ظاہر کردی تھی کہ یہ "ریزولیوشن" اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا، کہ آخر کار عام اشخاص کو کس ذریعہ سے بہترین طریقہ پر تعلیم دیجاسکتی ہے، اسکے مقابل مین انھون نے صاف طور سے کہا کہ "ہمارا خیال ہے کہ ہمکو اپنی تمام کوششین دیسی ادبیات کی تعمیر کی طرف مرکوز کردینی چاہیئے"۔ یہی ایک خیال تھا جسپر سرسی ٹریویلیان نے بہت زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ انگریزی زبان کی تحصیل صرف ایک واسطہ کے طور پر ہونی چاہیئے، اور ہمکو اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہوگی کہ "اساتذہ کو تعلیم دی جائے، ادبیات پیدا کیجائین، اور اعلےٰ و اوسط طبقہ کا اشتراک عمل حاصل کیا جائے"، پھر ۱۸۵۴ء کے مشہور مراسلہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹرون نے یہ امید ظاہر کی کہ:-

"چونکہ دیسی زبانون کی اہمیت کا احساس روز بروز بڑھتا جاتا ہے، دیسی زبانون کی ادبیات کا

ذخیرہ یورپین تصانیف کے تراجم، اور ان اشخاص کی مستقل تصانیف کے ذریعہ سے جو یورپین ترقی علوم کے جذبہ سے معمور ہیں، بہت کچھ الدار ہوجائیگا، اور اس طریقہ سے ہم یورپین علوم و فنون کو نہایت آسانی سے عام پبلک تک پہنچا سکیں گے"۔

بعد کے واقعات نے اس "مقدس امید" کو پورا نہیں کیا ہے، اور یونیورسٹی کی تعلیم نے جو انگریزی مین ہوتی تھی، ایک کشش پیدا کرلی ہے، چونکہ یہ تعلیم زندگی کی کامیابی اور مادی فواید کی طرف رہنمائی کرتی تھی، اسلئے دیسی زبانون کے حصول کے بارہ مین کتنی ہی دلیلین خواہ کیون نہون، عملاً اسکے استحقاق کو غائب کردیا، بہرکیف ہمکو فوراً اس نتیجہ پر نہ پہنچ جانا چاہیئے کہ چونکہ انگریزی تعلیم مادی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اسلئے لوگون نے اپنی پوری توجہ اسطرف مبذول کردی، یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ انگریزی کے ذریعہ یورپین علوم کی تعلیم کا اجرا، انیسوین صدی کے رہنماؤن کے صحیح مطالبہ پر مبنی تھا کیونکہ انہون نے محسوس کیا کہ ایسے وقت مین جبکہ مغربی علوم اپنے شباب پر تھے، مشرقی زبان مین وہ قوت موجود نہ تھی جو اسوقت کے لوگون کے دماغ پر جو اس اتصال کے باعث ایک نئی دنیا کا خواب دیکھ رہے تھے قابو رکھ سکتی، مختلف اسباب کی بنا پر وہ تعلیم جو عہد گذشتہ مین اس مقدس سرزمین کے ہر اعلیٰ ترین ضرورت کو پورا کرتی تھی، اپنی تمام کشش کھو رہی تھی، اور اسکے ساتھ ہی علوم مشرقی کے آفتاب کے غروب سے جو سیاہی پیدا ہوگئی تھی، اسی تاریکی مین مغربی علوم کی شمع نے آہستہ آہستہ اپنی روشنی پھیلانی شروع کردی تھی، انگریزی تعلیم نے نہ صرف مادی طریقہ کا راستہ بتا دیا بلکہ اس نے وہ دروازہ بھی کھولدیا جو روح، نور الٰہی کے لئے تلاش کر رہی تھی، عالم ادبیات کی حیرت کن محاسن نے جو انگریزی تعلیم کی وجہ سے نظر آنے لگے تھے، انکی روح و دماغ کو یکسان اپنا گرویدہ بنالیا، اور انسان کے تمام اعلیٰ جذبات و احساسات مین ایک قوت محسوس ہونے لگی،

یہ کوئی خلاف توقع بات نہ تھی کہ مشرقی علوم کے فقدان کے وقت لوگ ایسے جوش کے ساتھ جو

وارفتگی کی حد تک پہنچتا تھا، اس مطالعہ کی طرف متوجہ ہو گئے جس سے انکو سونے کی وہ کنجی مل گئی جس سے وہ نہ صرف اپنی دنیاوی زندگی مین کامیاب ہونے لگے بلکہ افکار و خیالات کے ایک ایسی دنیا مین داخل ہو گئے جو انکی روح کی نازک سے نازک اور باریک سے باریک ضروری بات کو بھی پورا کرتی تھی، خواہ دنیاوی کامیابی و آرام کے تیقن، یا انسانی فطرت مین روحی عنصر کی کشش یا دونون نے انگریزی تعلیم کو اسقدر دلفریب بنا دیا ہو، واقعہ یہ ہے کہ یہ جذبہ پہلے پہل اعلیٰ طبقہ کے لوگون مین پیدا ہوا، اور نہ گورنمنٹ نے اور نہ مختلف مشنریون نے جو لوگون کو تعلیم کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتے تھے کوئی سخت مزاحمت کی، اس عالم جوش مین دیسی زبانون کی اہمیت بالکل زایل ہو گئی، اور شہر کے ابتدائی مدارس مین بھی اسکے حصول کی ضرورت محسوس نہوئی، حتی کہ ایک لڑکا اسکول اور کالج کی پوری تعلیم دیسی زبان کا ایک لفظ سیکھے بغیر بھی حاصل کرسکتا ہے، یہ اسکا فقدان کامل تھا جس نے حاکم و محکوم دونون کی آنکھین کھولدین کہ اس طریقہ نے جسکے متعلق خیال تھا کہ دیسی زبانون کی نشو و نما اور ترقی مین مدد و معاون ہوگا اسکو اور تباہ اور برباد کر دیا ہے، اگرچہ آجکل دیسی زبانون کی حمایت مین پھر تحریک شروع ہو گئی ہے، لیکن پھر بھی آج یہ دردناک منظر ہمارے سامنے ہی کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی کی آرزو اور حکومت کی امید جو ایک صدی قبل انھون نے ظاہر کی تھی کہ ترقی پذیر دیسی زبانین انگریزی کی جگہ لینگی، ابتک پوری نہین ہوئی ہے، کچھ عرصہ سے دیسی زبانون کی طرف تھوڑی سی توجہ مبذول ہوگئی ہے، اور پرائمری مدارس کی تعلیم دیسی زبان مین رکھی گئی ہے، اور ان مڈل اسکول مین بھی جہان عام تعلیم انگریزی مین ہے، دیسی زبانون کو بھی رائج کر دیا گیا ہے، اس قسم کی ادھوری کوششون سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید نہین ہے، اور صرف معمولی کامون سے اس اہم مقصد کو حاصل نہین کیا جا سکتا، یہ نوزائیدہ جامعہ عثمانیہ ہے جس نے نہایت بہادری سے اس راہ عمل پر چلنے کی آمادگی ظاہر کی ہے جو ہر طرف سے مشکلون اور الجھنون مین گھرا ہوا ہی، منتظمین

جامعہ نے نہایت اچھی طرح مشکلات کا مقابلہ کیا ہے کہ اسوقت تک کہ انگریزی ہی ذریعۂ تعلیم رہیگی، یہ خیال رکھنا کہ ہم کچھ ترقی کرسکتے ہین، بالکل بے سود ہے، حقیقۃً انھون نے اس جوانمردی سے کام لیکر نہ صرف دیسی زبان کی عزت و حرمت کو قائم کر رکھا ہے، بلکہ اس بڑے اعتراض کا جواب بھی دیدیا ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اسکولون مین رائج ہوسکتا ہے، یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ تجربہ کار ماہرین تعلیم کو اس امر کا کافی احساس تہا کہ اسوقت تک کہ کالجون کا ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے، یہ خیال کرنا کہ اسکول مین انگریزی تعلیم زبان ثانی کی طرح حاصل کیجائے ایک مہمل سی بات تھی۔

دیسی زبانون کے ذریعۂ تعلیم دینے کے فطری طریقہ کی اصلی رکاوٹ فقدان ادبیات ہے، اور ایک صدی کے تجربہ کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ تا وقتیکہ یونیورسٹی کے اعلی تعلیم کے لئے اسکی مانگ نہو، اسکا کثرت کے ساتھ وجود مین آنا اور ترقی پانا ناممکن ہے، کسی کو اس گرہ کو کہولنا چاہئے تہا، اس خیال سے مایوسی کے بعد کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ دیسی زبانین بھی ترقی کرتی رہین گی، سب سے بڑی ریاست نے دوسرا طریقہ، کار یعنی "یونیورسٹی کی تعلیم دیسی زبان مین" اختیار کر کے اس گرہ کو کاٹ ڈالا، اور ضروری کتابون کے لئے جنکی ایسے اہم فیصلہ کے بعد سخت ضرورت محسوس ہوگی، منتظمین جامعہ نے ایک مجلس ترتیب دی ہے، جسکا کام مغربی علوم وفنون کی کتابون کا ترجمہ و تصنیف ہے، اسی مجلس پر درصل تمامتر کامیابی کا دار و مدار ہے، اور یہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ایسے پرجوش نوجوانون کا اشتراک عمل حاصل کیا ہی، جو اپنے فرائض کو نہایت مستعدی سے انجام دے رہی ہین اسوقت تک انکی مترجمہ و مولفہ کتابون کی تعداد سو تک پہنچی ہے، اور ایک ہزار سے زاید انگریزی اصطلاحات کے اردو الفاظ وضع ہوچکے ہین، سائنس کے الفاظ کے تسمیہ کے متعلق خود دیسی زبانون کے پرجوش حامیون مین بہت کچھ اختلاف رائے ہے، ایک طرف خالص دیسی زبان کے حامیون کا خیال ہے کہ عربی و سنسکرت مادون سے الفاظ بنا کر مغربی اصطلاحون سے بالکل الگ

کردیا جائے، اور دوسری طرف ایک اور جماعت ہے جسکا خیال ہے کہ سائنس کی تسلیم شدہ مغربی اصطلاحات کو باقی رکھکر اسکے ذریعہ سے دیسی زبان مین تعلیم دیجائے، ہمکو یہ فوراً تسلیم کرلینا پڑتا ہے کہ موخرالذکر راستہ بہت زیادہ قابل عمل ہے، کیونکہ اول تو ان اصطلاحات کی موجودگی کی وجہ سے مؤلفین کی بہت سی محنت اور قوت بچ جاتی ہے، اور دوسرے طلبا نہایت آسانی سے مغربی علوم کی ارتقائی حالت کو سمجھ سکتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ جامعہ عثمانیہ نے نہ صرف تمام درجون مین حصول انگریزی کو لازمی کرکے اسکی اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے بلکہ اس نے دونون زبانون کے اصطلاحات کو بھی یاد کرنا ضروری بتایا ہے، اب لازمی طور پر یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی زبان مین تعلیم دینے وقت جسکا مقصد یہ ہو کہ اُسکے ذریعہ سے انگریزی زبان مین تعلیم کا جو سخت دباؤ دماغ پر ہوتا تھا وہ غائب ہوجائے، تو پھر طلبا سے دو قسم کی اصطلاحات کے یاد کرانے کے کیا معنی ہین، درآنحالیکہ اُردو کی اصطلاحات مین صاف طور سے تصنع اور کراہت موجود ہے، اصطلاحات کی غرابت و ندرت کا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ مین اُردو اور فارسی مین کافی مہارت رکھتا ہون، اور تمام عمر اس سے دلچسپی لیتا رہا ہون، لیکن پھر بھی مین طبعیات کے اس لکچر کو جو ایک انٹرمیڈیٹ کلاس کو دیا گیا بالکل نہ سمجھ سکا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ کثرت استعمال سے اصطلاحات کا یہ تصنع و بدنمائی دور ہوجائیگی، لیکن پھر بھی اس جدید تسمیہ پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے، اُسکے برخلاف ہم فوراً اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ اس سے دماغ پر بہت کچھ دباؤ پڑتا ہے، حالانکہ ملکی زبان مین تعلیم کے رائج کرنے کی اصلی غرض و غایت یہی ہے۔

ایک موضوع پر کچھ معاندانہ بحث کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ مین اردو زبان مین دوسرے موضوع پر لکچرون کے سُننے کا کیا اثر ہوا بتایا جائے، ایک یورپین یونیورسٹی کے گریجوئٹ نے اُردو مین تاریخ یورپ پر اسقدر عمدگی سے لکچر دیا کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ تمام سامعین طلبار کے سمجھ مین آکر

ذہن نشین ہو رہی ہیں، اور یہ اس تجربہ کی بہترین کامیابی تھی، فارسی زبان کے تاریخ کے لکچر کے متعلق بھی بالکل یہی واقعہ ہے، یہ لکچر بھی ایک یورپین یونیورسٹی کے گریجویٹ نے دیا تھا اور اگرچہ وہ بہت کچھ علم الالسنہ کے عالمانہ معلومات سے پُر تھا، پھر بھی انہیں وہ لوگ بھی بہت کچھ دلچسپی لے سکتے تھے جنھوں نے کبھی بھی اسپر کچھ نہ سُنا ہو، جامعہ کے تمام کاموں کو دیکھکر مین نہایت ہی غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک عرصہ تک اگر طلبا کو نہیں توکم ازکم اساتذہ کو انگریزی زبان سے واقفیت کی سخت ضرورت باقی رہیگی،

جامعہ عثمانیہ کے منتظمین نے بھی اس بات کو سمجھ لیا ہے، اور اسکا ثبوت اسطرح دیا ہے کہ تمام نصاب مین انگریزی زبان کی تعلیم مدراس یونیورسٹی کے برابر رکھی ہے، اسطرح سے اُنھوں نے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے اس درد کا علاج بھی پیدا کردیا ہے، جو وہ انگریزی تعلیم کے غائب ہوجانے کے خیال سے تکلیف محسوس کرتے تھے، یہ دیکھنا باقی رہتا ہے کہ دوسرے مضامین کو دیکھتے ہوئے یہ ممکن بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہین کہ انگریزی تعلیم کا یہ معیار قائم رکھا جاسکے حتی کہ بعض ان ہندوستانی یونیورسٹیون مین جہان ذریعہ تعلیم انگریزی ہے، یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ انگریزی تعلیم کے مطلوبہ معیار کو گھٹا کر صرف اس حد تک لایا گیا ہے کہ ضرورت بھر کی انگریزی آجائے، لیکن اس جدید تجربہ مین یہ نہایت ہی عقلمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ انگریزی تعلیم کو نہایت ہی غیر محسوس طور پر کم کرنے کی کوشش کیگئی ہے، تاکہ ان لوگون کے جذبات کو کوئی ٹھیس نہ لگے، جو مغربی ادبیات کی شراب سے سرشار ہین، اور موجودہ نسلون کو اس بیش بہا عطیہ سے محروم ہوتے دیکھکر تکلیف محسوس کرتے ہین،

ہندوستان کی دوسری زبانون مثلاً ہندی، مرہٹی، گجراتی، تلگو، تامل، اور ملایالم (جوکم و بیش حدود مین بولی جاتی ہین) کے مقابل مین اردو کو ذریعہ تعلیم بناکر جامعہ نے ایک اہم ترین مشکل کو حل کرلیا ہے، اس فیصلہ کی تائید مین یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُردو زبان درصل وہ کڑی ہے جو مختلف زبان بولنے والون کو ایک ساتھ جمع کرتی ہے

اور حیدر آباد مین تقریبًا ہر شخص اسکو سمجھتا ہے -

اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ کہنا بے سود ہے کہ تقریبًا ہر صوبہ کی ایک خاص زبان ہے اور اُسکے اختیار کرنے کے یہ معنی ہین کہ دوسرے صوبون پر اُسکی برکت کا دروازہ بند کردیا جائے، اور پھر بھی ہمکو ضرورت ہی کہ ہم کسی نہ کسی دیسی زبان کو اختیار کرین تاکہ لکچرون کے دُہری اور تہری محنت سے محفوظ رہین، جامعہ عثمانیہ کا انتخاب اسی وجہ سے ہے، نہ کہ کسی دوسری زبان کے نکالدینے کے خیال سے، واقعہ یہ ہے کہ یہ اسلامی ریاست اسقدر آزاد خیال ہے کہ مذہبی شعبہ مین جو جامعہ کا ایک جزو ہے، اسکا خیال ہے کہ ہندو مذہب کی بھی تعلیم دیجائے، اور صرف ان لوگون کے خیال سے جنکو اُردو سمجھنا مشکل ہے اس نے ابتک نظام کالج کو قائم رکھا ہے کیونکہ وہان ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے -

اس کالج کا تذکرہ، خواہ مخواہ اُسکی شاندار اور مکمل تجربہ گاہ کی طرف ذہن کو منتقل کرتا ہے، اس کالج کی وسعت کے مقابل مین جامعہ کا موجودہ مکان بہت ہی تکلیف دہ اور غیر اہم ہے، لیکن ہمکو یاد رکھنا چاہیئے کہ جامعہ کے موجودہ مکانات صرف چند روزہ اور عارضی ہین، خیال ہی کہ ادیکا سیسٹ مین تقریبًا تین مربع میل زمین جامعہ کے لئے حاصل کیجائے، اور ایک جامعہ کے لئے اس سے بہتر منظر کا تخیل ناممکن ہے، یہ اپنی بلندی کی وجہ سے نہایت ہی خوش منظر ہے، اور اگرچہ شہر کے شور و ہنگامہ سے دُور ہے، لیکن پھر بھی شہر مین پہنچنا کچھ مشکل نہین، ایسی عمارتون کے تعمیر کا خیال ہے جن پر کئی کرور روپئے صرف ہونگے، مین یہ سُن کر حیران رہ گیا کیونکہ میرے خیال مین اس شعبہ مین چند لاکھ روپیہ صرف کرنا بھی بہت ہے، لیکن ہندوستانی ریاستون مین ابتک یہ خیال باقی ہے کہ کام کو نہایت شاندار طریقہ سے کیا جائے خواہ اسمین کتنا ہی خرچ کیون نہو، نظام نے اپنے دارالسلطنت کے قریب ایک نہر تعمیر کرائی ہے جو اُنہی کے نام پر عثمان ساگر کے نام سے موسوم ہے اور وہان کے باشندون کے لئے ایک ذریعۂ مسرت ہے حالانکہ اُسکی

اصلی غرض یہ تھی کہ شہر مین پھر سیلاب نہ آسکے، اور اہل شہر کو ہمیشہ پانی کی ایک کافی مقدار دستیاب ہو سکے، ہمکو کافی امید ہے کہ جب جامعہ کی اپنی عمارتین عالم وجود مین آجائینگی، اسوقت یہ اس قسم کے نظام تعلیم کی بنا ڈالیگا جو ایک طرف تو دوسری یونیورسٹی کے لئے ایک نمونہ ہوگا، اور دوسری طرف لوگون کے دلون مین ایک ولولہ پیدا کریگا، اور آیندہ نسلون کے لئے ایک باعزت کارنامہ ثابت ہوگا -

---

ناظرین معارف سے خطاب

رسالۂ معارف کی زندگی کا ساتوان سال اب شروع ہوا ہے، اس عرصہ مین اس نے ملک وقوم کی جو دماغی خدمت انجام دی ہے، اسکی تشریح غالباً ہمارے لئے خود ستائی ہوگی، ہندوستان کی آب وہوا ہمیشہ سے خالص علمی رسالون کے راس نہین آتی اور خصوصاً موجودہ ہنگامۂ کارزار مین جبکہ ہندوستان کا دماغ و دل تمامتر سیاسی کامون مین مصروف ہے، تاہم اسکا ہم اعتراف کرتے ہین کہ اسکے باوجود معارف کی قدردانی اور حلقۂ مطالعہ مین کمی نہین ہوئی، اور وہ اپنے مالی معاونین یعنی خریدارون کا گلہ نہین کرتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک بلند علمی رسالہ کا جو تخیل ہمارے سامنے ہے اسکے لئے اس سے زیادہ وسیع حلقۂ خریداری اور مالی وسعت کی ضرورت ہے، ہمارے ساتھ اگر ہمارے ناظرین بھی ایک علمی رسالہ کو اس سے بہتر اور مکمل دیکھنا چاہتے ہین تو انکی خدمت مین یہ گذارش بیجا نہوگی کہ از راہ علم پروری داد سے خدمت علم اسکے حلقۂ احباب کی توسیع مین ہماری مدد فرمائین، ہمین یقین ہے کہ انکی توجہ اس باب مین ہمارے لئے بہت کارآمد ہوگی امید ہے کہ اس تجویز کو عام اردو رسائل کے معمولی درخواستون پر قیاس نہ کیا جائیگا، اور ہمیشہ اور وہ ہمیشہ مین وہ اپنی کوششون کے نتایج سے معارف کی عملاً حوصلہ افزائی کرکے ہمین شکرگذاری کا موقع دینگے -

سید سلیمان ندوی

تلخیص و تبصرہ

خاندان گپتا کا صحیح زمانہ

جب سے تاریخ ہند ایک مدون فن کی حیثیت سے عالم وجود مین آئی ہے، اس بات کی برابر کوشش جاری ہے کہ مختلف قرائن اور واقعات کے استنباط سے ہندو راجاؤن کا عہد حکومت صحیح طور سے متعین کیا جائے، چونکہ یہ مسئلہ فہم اور قیاس کا ہے، اسلئے محققین مین اسکے متعلق اختلاف راے کا پیدا ہونا ضروری ہے، چنانچہ مشہور ہندو حکمران خاندان گپتا کے راجاؤن کے صحیح زمانہ کے متعلق مختلف نظریئے قائم کئے گئے ہین، بعض لوگون نے چند واقعات کی بنا پر ان کے زمانہ کو پیچھے ہٹا دیا، اور بعض نے آگے بڑھا دیا، خود ان راجاؤن کے حالات اسقدر غیر محقق ہین کہ یہ پتہ نہین چلتا کہ ان میں کون باپ تھا اور کون بیٹا، مسٹر ونسنٹ اسمتھ ای، سی، ایس نے جو سنسکرت کے عالم اور عہد ہندو کے مستند مورخ ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتے ہین، اپنی تاریخ عہد ہندو مین مسٹر فلیٹ ماہر آثار قدیمہ کے بیانات پر اعتماد کرکے اسکا ہر ایک زمانہ متعین کیا تھا، اور لوگ اسی کو تسلیم کرنے لگے تھے، لیکن جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کے "ہندوستان ریویو" مین مسٹر پنا لال نے ایک نہایت ہی مبسوط اور مدلل مضمون لکھکر مسٹر اسمتھ کی غلطی کی اصلاح کی، اور اسکا صحیح زمانہ بتایا، مضمون اسقدر مدلل اور واقعات و تحریرات پر مبنی تھا کہ خود مسٹر اسمتھ کو ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا، چنانچہ انھون نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ سنہ ۱۹۲۰ء مین اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یورپ کے مستشرقین جہانتک بھی

پروا نہ کرین اور یورپ کے علمی حلقہ مین جہانتک بھی داد حاصل کرین تاہم عربی کا مشہور مقولہ اہل البیت ادری بما فیہ ابتک صحیح اور درست ہے۔

مسٹر اسمتھ کے اعتراف کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

(۱) ہیون زنگ[1] نے مگدھ[2] کے بالادیتہ اور ہن بادشاہ مہراگولا کی شکست کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ واقعات کی بنا پر ہو۔ لیکن غیر معاصرانہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے اُس نے پنجاب کے درویشون سے یہ قصہ سنا، اور یہ کہنا ناممکن ہے کہ کس طرح یہ روایت عالم وجود مین آئی، اسلئے کمار گپتا کے لیے بعد کے کسی زمانہ کے تجویز کی ضرورت باقی نہین رہتی۔

(۲) گپتا کے شاہی سلسلہ مین صرف دو کمار گپتا پاے جاتے ہین نہ کہ تین جیسا کہ حال کی تاریخی تحقیقات ظاہر کرتی ہین،

(۳) بودھ گپتا، گپتا کے شاہی سلسلہ کا ایک بادشاہ تھا جو بنارس اور بنگال مین وینا جپور کے علاوہ مغربی صوبون کا بھی بادشاہ تھا۔

(۴) مسٹر پنالال کے نتائج کو پروفیسر پاٹھک (بھنڈارکر کومومریشن والم، کتب یادگار بھنڈارکر) کے نتائج سے ملاکر ہم اس بات کا دعویٰ کرسکتے ہین کہ مہراگولا کے باپ تورمانا نے ہندوستان مین ۵۰۰ء سے ۵۰۲ء تک دو یا تین سال تک حکومت کی ہے، اسکے سکّے مورخہ ۵۲ھ اسکی ہندوستانی حکومت کے پہلے سال کے ہین، اور ۴۴۹ھ مین سنہ ہے، یہ بات بہت پہلے ایم ڈاروِن نے پایۂ تحقیق کو پہنچادی ہے، (جرنل ایشیاٹک ۱۸۹۰ء اور مسٹر اسمتھ کا مضمون مندرجہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد نمبر ۶۳ حصۂ اول صفحہ ۲۳ ۱۸۹۴ء دیکھو) ہیراگولا ۵۴۲ء مین مرا۔

(۵) گپتا شاہی سلسلہ کے بادشاہون مین کمار گپتا اول سے بودھ گپتا کے زمانہ تک ہم جس سلسلۂ نسب کے نتیجہ پر پہنچے ہین، وہ ذیل مین واضح طور سے درج ہے۔

[1] ایک چینی سیاح
[2] موجودہ بہار

شجرہ

کمار گپتا اول سنہ ۴۱۴-۴۵۵ء

پور گپتا سنہ ۴۶۷-۴۶۹ء | سکند گپتا سنہ ۴۵۵-۴۶۷ء

نرسنہو گپتا بالا دتیا سنہ ۴۶۹-۴۷۳ء

کمار گپتا ثانی سنہ ۴۷۳-۴۷۷ء

بودھ گپتا (اسکا نسب نامہ معلوم نہین ہے) سنہ ۴۷۷-۴۹۴ء

(۶) ان بادشاہون کا درجہ جنھون نے ذیل کے خطابات کے بہدے سکے چلائے مشکوک ہے،

پرکاشدتیا، دوادشادتیا، گہٹو گپتا اور وشنو گپتا،

ممکن ہے کہ ان مین سے بعض خطابات، تام کے تمام ان نامون کے جو نسب نامہ مین دیئے ہین مرادف ہون، مثلاً وشنو گپتا اور پرکاسدتیا، ممکن ہے کہ ایک ہی ہون کیونکہ پرکاشاس وشنو کے "دوتاسن" یا خاصدستے، اور یہ دونون خطابات پور گپتا کے ہون، اس قسم کی توضیح یا دوسری اور دعناحتین موجودہ زمانہ مین غیر محقق ہین،

سیرۃ نبوی حصۂ دوم

کے اب بہت کم نسخے رہ گئے ہین جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ جلد منگوالین ورنہ طبع دوم کا انتظار کرنا ہوگا، قیمت باختلاف کاغذ ؏ ؏ ؏

"مینیجر"

اخبار علمیہ

ڈاکٹر نرنسٹ، صدر برلن یونیورسٹی و نامور ماہر طبعیات کے دعوت نامہ پر بابو میگھ ناد ساہا سال گذشتہ کے وسط مین کلکتہ سے جرمنی روانہ ہوئے، بابو صاحب ہندوستان مین فن طبعیات نظری کے ایک ممتاز محقق سمجھے جاتے تھے، اور ڈاکٹر موصوف نے انہین اس غرض سے جرمنی مدعو کیا تھا کہ اسکے دار التجربہ (ریسرچ انسٹیٹیوٹ) مین قیام کرکے اس فن کے متعلق اپنی تحقیقات عالیہ کے سلسلہ کو جاری رکھین، چنانچہ بابو صاحب چھ ماہ تک انسٹیٹیوٹ مذکور کے مہمان اور تحقیقات عالیہ مین مصروف رہے، انکی تحقیقات کے نتائج جرمنی کے جرنل آف فزکس مین شائع ہوتے رہے، انکے محققانہ مقالات اس پایہ کے نکلے کہ جرمنی کے سب سے بڑے اساتذۂ سائنس مثلاً پروفیسر آینسٹائن، و ڈاکٹر سومرفیلڈ دنگ رہ گئے، اسکے بعد جرمنی کی متعدد یونیورسٹیون، میونچ، لیپزگ، جینا، گوٹنگن، برلن وغیرہ نے مسٹر ساہا کو اپنے اپنے ہان مدعو کیا، اور ان سے فن طبعیات پر لکچر دلائے، مسٹر ساہا اس سے قبل امپریل کالج آف سائنس (لندن) مین کام کر چکے ہین، اور انکے بکثرت مضامین فلاسوفیکل میگزین (لندن) اور فزیکل ریویو (امریکہ) وغیرہ مین نکل چکے ہین، مادر ہند کا یہ نامور فرزند علماے یورپ کے قلوب کو مسخر کرکے عال مین وطن واپس آیا ہے، (کاپیجین)

برلن کی جرمن اورینٹل سوسائٹی، جو مشرقی علوم خصوصاً ہندو علوم والسنہ کے متعلق گران قدر خدمات مدت سے انجام دے رہی ہے، حال مین اسکا سالانہ جلسہ منعقد ہوا، صدر مجلس پروفیسر لیوڈرس نے ہندوستانی ارکان انجمن کا بھی شکریہ ادا کیا، سات یا آٹھ ہندوستانی جلسہ مین شریک تھے جو بنگال

پنجاب اور بمبئی کے ہندو افراد پر مشتمل تھے، تقریر صدارت کے جواب مین ہندوستانیون کی جانب سے مسٹر تارا چند راے نے جرمن زبان مین تقریر کی جسمین ہندوستان کی علمی و تاریخی عظمت و اہمیت کی تصریح تھی،

(ایضاً)

ڈاکٹر جمیس کاٹن نے حال مین ایتھر کا ایک مرکب ایسا تیار کیا ہے جسکے سونگھنے کے بعد انسان کی قوت رازداری سلب ہوجاتی ہے، اور وہ اپنا گھرے سے گہرا راز بتا دینے پر آمادہ ہوجاتا ہے، چند روز ہوئے لندن مین بچون کی ایک معلمہ کو جو نوجوان اور حسین تھی چند بدمعاش کہین بھگا لیگئے، اور اسکے بعد جب وہ واپس آئی تو بالکل مدہوش اور از خود رفتہ معلوم ہوتی تھی، اسپتال مین پڑی ہوئی تھی مگر حادثہ کے متعلق نہ کسی سوال کا جواب دیسکتی تھی، نہ کوئی مفید اطلاع اسکے متعلق دیسکتی تھی، پولیس اپنی ساری کوشش کرکے تھک چکی تھی، اسکے بعد اسپتال کے دو ڈاکٹرون نے اسی ایتھر کا مرکب اُسے سنگھایا جس سے اسکے ہوش و حواس درست ہوگئے، اور پورے واقعہ کی تفصیل اُس نے بیان کردی، مجرمون کا پتہ لگ گیا عدالت مین مقدمہ پیش ہوا، اور یہان بھی اس خاتون نے اپنے سابقہ بیان کے مطابق اظہار دیا۔

(پاپولر سائنس)

اٹلی کے ایک صناع رانیزی نے تین سال کی مسلسل محنت کے بعد ایک عظیم الشان کلاک گھڑی بانس کی تیار کی ہے، اسمین کمال یہ دکھایا گیا ہے کہ بجز لنگن کے اور کوئی شے دھات کے قسم سے شامل ہنین، گھنٹہ، منٹ اور سکنڈ کی سوئیان اور جتنے پرزے اور کمانیان وغیرہ ہین سب بانس ہی کی ہین، ہر پاؤ گھنٹہ کے بعد یہ گھڑی بجتی ہے، ہر روز ٹھیک بارہ بجے دن کو ایک چھوٹی سی توپ اسمین فیر ہوتی ہے اور سیٹی اور گھنٹی بجتی ہے، کوک دینے کی ہر چوتھے برس ضرورت پڑیگی، اسکی جسامت

قد انسانی کے مساوی ہے، (پاپولر سائنس)

امریکہ مین ایک بائسکل ایسی ایجاد ہوئی ہے، جسپر دس آدمی ایک دوسرے کے پیچھے ایکساتھ وقت مین سوار ہوسکتے ہین، اور جسوقت اسکے پائدان پر دسون آدمی گہماتے ہین اُسکی شرح رفتار فی گھنٹہ ۶۰ میل تک پہنچ جاتی ہے۔ (سائنٹفک امریکن)

سنہ ۱۸۹۶ء سے جب سے طاعون کا قدم ہندوستان مین آیا، ابتک چوہون کے باعث جسقدر اتلاف نفوس ہوچکا ہے اس سے قطع نظر کرکے ابتک ان کے باعث جتنا مالی خسارہ ہندوستان کو ہوا ہے اسکی میزان کم ازکم ۱۲۴۳۰،۰۰۰،۰۰۰ روپیہ کی ہوتی ہے، (ماڈرن ریویو بحوالہ برہما مڈیکل ٹائمس)

امریکہ مین ایک خاتون مس اینی کینس کی آجکل خاص شہرت ہورہی ہے، جو فلکیات مین حیرت انگیز کمال رکہتی ہین، ان کا سن اب قریب ۶۰ سال کے ہے، ساری عمر اُنہون نے ستارون کی گردش کے مطالعہ مین صرف کی، ابتک وہ تین بالکل جدید ستارون کی اور ۶۰ غائب ہونے والے ستارون کی دریافت کرچکی ہین، ستارون کے فاصلہ کی پیمائش مین دوسرے ماہرین فن کا بہت کافی وقت صرف ہوتا ہے مگر یہ خاتون ان مسافتون کا صحیح اندازہ چشم زدن مین کرلیتی ہین، اسوقت ستارون کی جو فہرست چہپ رہی ہے اسمین سے سات لاکہ ستارون کی تقسیم و تنظیم ان کے ہاتہ کی کی ہوئی ہے، رصدخانہ ہارورڈ مین تصاویر فلکی کا شعبہ انہین کے سپرد ہے، (ماڈرن ریویو)

انگلستان مین عورتون کے پولیس مین بھرتی ہونے کی ابتدا ۱۹۱۴ء سے ہوئی، اسوقت صرف

ایک عورت صیغۂ پولیس مین داخل ہوئی تھی، مگر اب ۵۰۰ کے قریب عورتین پولیس کا کام سیکھ چکی ہین،
اور ۴۰ ہزار پونڈ کی رقم بھی زنانہ پولیس کے سرمایہ مین فراہم کرچکی ہین، امریکہ کا نمبر اس معاملہ مین انگلستان
سے بڑھا ہوا ہے، یہان تیس ہزار سے زاید شہرون مین زنانہ پولیس کام کرتی ہے، (ایضاً)

جرمنون کو جب سے انگریزی و فرانسیسی صلحنامہ کی رو سے ہوائی جہازون اور طیارون کے
بنانے کی مانعت ہوگئی ہے، اسوقت سے انھون نے اپنی توجہ اڑانے والی شینون کی تیاری پر صرف
کرنا شروع کردی ہے، یعنی ایسی شین جسکے سہارے سے انسان ہوا مین اڑ سکے، چنانچہ اس کوشش
مین اُنہین کامیابیان شروع ہوگئی ہین، حال مین اس قسم کی شینون کا آزمائشی مقابلہ کیا گیا تو ۴۵
شینین پیش ہوئین، اس مقابلہ مین تین اشخاص سب سے زیادہ کامیاب سمجھے گئے، جنمین سے
ایک شخص ۲۲ منٹ تک ہوا مین رہا، اور اسکے بعد شین سمیت گر پڑا، دوسرا شخص ۱۵ منٹ ۴ سکنڈ
تک اڑتا رہا، اور اتنی دیر مین چار میل سے زاید مسافت طے کی، تیسرا شخص جو سب سے اول درجہ پر
رکھا گیا، ۱۳ منٹ تک فضا مین رہا، اور ۶ میل سے زاید مسافت طے کی، (سائنٹفک امرکین)

بعض اڑنے والے جانور حالت پرواز مین اپنے پرون کو فی سکنڈ ۲۲۰ مرتبہ بند کرتے ہین،
شہد کی مکھی " " " ۴۴۰ تا ۴۰۰ مرتبہ بند کرتی ہے
معمولی مکھی " " " ۴۰۰ تا ۶۰۰ مرتبہ بند کرتی ہے،
ہوائی شین اسکے مقابلہ مین فی سکنڈ صرف ۲۵ مرتبہ اپنے پرون کو گردش دیتی ہے،
(پاپولر سائنس)

ہر مہینہ سے زیادہ ماہ نومبر مین ستارے ٹوٹتے رہتے ہین، بہت سے ٹوٹے ہوے ستارے سطح زمین تک پہنچ بھی جاتے ہین، ڈاکٹر گلیگن کے قول کے مطابق شہاب ثاقب کے وزن سے کرۂ ارض مین روزانہ ۱۰۰ ٹن کا اضافہ ہوتا رہتا ہے، لیکن زمین کا وزن چونکہ درمیان

۰۰,۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۵ ٹن اور

۰۰,۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۶ ٹن کے ہے، اسلئے کہین ۱۰ کرور سال مین جاکر دبازت ارض مین بقدر ۲ انچ کے اضافہ ہوسکتا ہے، (ایضاً)

ڈاکٹر سوہندر بوس نے جو امریکہ کی ایک سرکاری یونیورسٹی مین پروفیسر ہین، ملک چین کی خصوصیات ذیل شمار کرائے ہین:-

(۱) چین دنیا کے سب سے بڑے برّ اعظم (ایشیا) مین سب سے بڑا ملک ہے، جسکا رقبہ ۴۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے،

(۲) چین کی آبادی دنیا کے تمام ممالک سے زاید ہے، یعنی ۴۰ کرور،

(۳) چین ہی ایسا ملک ہے جسکی مستند تاریخ شروع سے ابتک محفوظ ہے،

(۴) چین مین والدین واولاد کے تعلقات تمام ممالک سے زیادہ پرمحبت ہین،

(۵) چین دنیا کا سب سے پہلا ملک ہے جو ایجاد واختراع پر مایل ہوا تھا، اسکی اولین ایجادون مین کاغذ، فنِ طباعت، بارود وغیرہ کی ایجادین ہین،

(۶) چین ہی سے ریشم اول اول یورپ مین ۵۵۲ء مین پہنچا ہے،

(۷) چین مین دنیا کی سب سے زیادہ طویل دیوار ہے، جسکا طول ۱۴۰۰ میل کا ہے،

(۸) چین ہی مین سب سے پہلے زر کاغذی کا رواج ظہور مسیح سے ایک ہزار سال قبل ہوا،

(۹) چین نے دنیا کی ایک قدیم ترین مطلق العنان شاہنشاہی کو نہایت قلیل مدت مین اور بہت ہی خفیف خونریزی کے ساتھ ایک جمہوریت مین تبدیل کردیا،

(۱۰) چین کے طلبہ بیرونی ممالک مین آج تمام دوسرے ممالک کے طلبہ سے زیادہ تعداد مین تحصیل علم کررہے ہین،

(ماڈرن ریویو)

اکس ریز کے مشہور ڈاکٹر بروس کی وفات کے بعد ڈاکٹرون کی جو کمیٹی انگلستان مین اکس ریز کے خطرات کی تحقیق کے لئے بٹھائی گئی تھی اسکی رپورٹ شایع ہوگئی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ اکس ریز کے اثر سے امراض جلدی، فساد خون، اور اعضاے اندرونی مین خرابیان پیدا ہوجاتی ہین، یہ اثر مریضون پر کم ہوتا ہے اسلئے کہ انہین بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے اس سے سابقہ پڑتا ہے، البتہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر ہوتے ہین، انہین زیادہ اسکے خطرات کا شکار ہونا پڑتا ہے، کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ جو ڈاکٹر اس خدمت پر متعین ہون وہ کسی ہفتہ مین سات گھنٹے سے زیادہ اس کام مین نہ مشغول رہین، روزانہ کافی ہواخوری کیا کرین، اور سال مین ایک مہینہ کی رخصت لیتے رہین،

(انڈین ریویو)

روح الاجتماع

جماعت انسانی کے نفسیات پر اردو مین بہترین کتاب فرنچ مصنف موسیو لی بان کی تصنیف، اسکے پڑھنے سے یہ معلوم ہوگا کہ مجمع انسانی، جلسے اور مقررین کے کیا طبعی نفسی اصول ہین۔

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

اوراقِ سحر، جناب جوش ملیح آبادی نے صبح کے متعلق مختلف چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین لکھے ہین، فقرون کی لطافت ونزاکت نے نثر مین شاعری کی روح پیدا کردی ہی اس قسم کی انشاپردازی کی اُردو مین جو مثالین لوگون نے پیش کی ہین، ان مین سہولت، شیرینی اور روانی کی بہت کم پروا کی ہے، غریب الفاظ، ثقیل لغات، نامانوس بندشون اور عربی وفارسی کی غلط ترکیبون سے وہ معمور ہین، جوش کے یہ اوراق ان عیوب سے پاک ہین، چھوٹی تقطیع، قیمت ۵ ر

مقالاتِ زرین، جوش نے چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی فقرون مین مختلف عنوانات پر حکمت وعظت کے مقولے لکھے ہین، جو خرد آموز بھی ہین اور دلچسپ بھی، قیمت ۱۱ ر

جذباتِ فطرت، جناب جوش نے اس نظم مین یہ دکھایا ہے کہ تمام مناظر قدرت شاعر کو اپنی غریبیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ایک ایک طبعی منظر کو لیکر جوش نے اس سے اور اس نے جوش سے باتین کی ہین، قیمت ۳ ر

آوازۂ حق، واقعۂ کربلا پر جوش کی ایک نظم ہے جسمین کہین فلسفیانہ، کہین شاعرانہ، کہین مذہبی اور کہین تاریخی حیثیت سے شاعر نے اس دردناک واقعہ پر نظر ڈالی ہے، قیمت ۸ ر

یہ چارون رسالے چھوٹی تقطیع پر عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھپے ہین، اور محمد احسن خان صاحب رئیس ملیح آباد لکھنؤ سے ملین گے،

فلسفۂ محبت، جناب مولوی امام الدین صاحب اکبرآبادی نے عشق ومحبت کی حقیقت ناول کے پیرایہ مین بیان کی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ عشق روحانی چیز ہے، قیمت ۴ ر

مجسمۂ وفا، یہ جان رسکن کے ایک دلچسپ قصے "کنگ آف دی گولڈن رور" کا ترجمہ ہے، لیکن اسقدر فصیح ہے کہ ترجمہ نہین معلوم ہوتا، جناب سید شوکت حسین صاحب راہونوی نے لڑکیون اور لڑکون کو اخلاقی تعلیم دینے کے لئے اس قسم کے رسالون کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، مجسمۂ وفا اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ہے، قیمت ۳ ر،

دونون رسالون کے ملنے کا پتہ محمد عبدالغفور صاحب مشرقی کتبخانہ لاہور،

مُسلم: مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماے ہند کی سرپرستی مین اس نام کا ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے شائع ہوا ہے، جو صحافت کی متعدد خوبیون کا جامع ہے، اور اسلامی اور ملکی مسائل پر آزادانہ رائے ظاہر کرتا ہے، قیمت سالانہ للعہ ر، ششماہی عہ ر، پتہ: کوچۂ چیلان دہلی،

عبرت: مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی ایک کامیاب ایڈیٹر ہین، یہ رسالہ انہی کی ایڈیٹری مین نجیب آباد سے شائع ہوتا ہے، زیر ریویو پرچہ مین احمد آباد گجرات، ایک سوال اور اسکا جواب، اشاعتِ اسلام پر ایک نظر، تمدن یورپ پر اسلام کا اثر، زردشت کا اثر ہندوستان پر، یہ اور اسی طرح کے اور تاریخی مضامین ہین جو محنت اور کاوش سے لکھے گئے ہین، قیمت صہ ر سالانہ،

کلیدِ امتحان: اسمین پرچہ جات امتحان مڈل ممالک محروسۂ حیدرآباد کے سوالات اور جوابات قرینہ کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہین جس سے طلبہ کو امتحان کی تیاری مین مدد مل سکتی اور جواب لکھنے کا ڈھنگ آسکتا ہے، مولوی ابوالرشید محمد عبداللہ صاحب وکیل کی یہ محنت قابل داد ہے، قیمت عہ ر حیدرآبادی، مولف سے ٹانڈیڑہ دکن کے پتہ سے ملیگی،

فیضیِ شاعر: شیخ محمد علی صاحب سیر احمدی اجمیری کی قومی اور ملکی نظمون کا مجموعہ ہے جسمین سیر صاحب نے اکبر مرحوم کے ظریفانہ کلام کے تتبع کی کوشش کی ہے لیکن بڑی کمی یہ ہے کہ اسمین اصل و نقل کا فرق معلوم ہوتا ہے، یہ نظمین مختلف قومی و ملکی معاملات پر لکھی گئی ہین، اور بعض دوسری حیثیتون سے کیسقدر دلچسپ ہین، قیمت ۶ ر، پتہ کامل بک ڈپو حلقہ ۲۶ لاہور،

عدد سوم	ماہ رجب ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۲ء	مجلد نہم

مضامین

شذرات

پروفیسر اڈورڈ براؤن سے زیادہ بڑا اور نامور مستشرق اسوقت کوئی انگلستان مین نہین، پروفیسر موصوف عام مستشرقین کی طرح صرف پیشہ کے طور پر اورینٹیلسٹ نہین ہین بلکہ حقیقت مین انکو مشرق، مشرقیات اور اسلامی علوم سے عموماً اور ایران سے خصوصاً ایک شغف ہی ایک عشق ہے، اُنھون نے نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ اپنے رتبہ سے نیچے اُترکر سیاسی حیثیت سے بھی مشرق اور ایران کی گرانبہا خدمتین انجام دی ہین،

فروری ۱۹۲۲ء مین انکی زندگی کا ساٹھوان سال بخیر وخوبی ختم ہوا، اس ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر اُنکے شاگردون، مداحون، اور قدردانون نے اُنکو مبارکبادین بھیجین اور تہنیت نامے پیش کئے، اسلامک سوسائٹی کیمبرج نے عربی مین اور اعیان ایران نے فارسی مین مختصر ایڈریس اُنکے سامنے پیش کئے یہ ایڈریس مارچ کے اوائل مین لندن سے ہمارے پاس اسوقت پہنچے، جب رسالہ کے تمام مضامین مرتب ہوچکے تھے، تاہم ہم اس ربط وخلوص کی ممنونیت کے اظہار کیلئے جو موصوف کو شبلی اکاڈیمی کے ساتھ ہے، ان عربی اور فارسی ایڈرسون کے بعینہ چربے "آثار علمیہ ادبیہ" کے تحت مین درج کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اُنکی زندگی مین یہ سالگرہ کے مواقع سیکڑون دفعہ پیش آئین۔

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے شاہزادہ ولیعہد بہادر کے ورود کے موقع پر آنریری ڈگریون کی جس فیاضانہ تقسیم کا اعلان فرمایا تہا، اسکا ذکر معارف کے جنوری نمبر مین آچکا ہے، کسقدر حسرت و یاس کا مقام ہے کہ دنیا کی دوسری تمناؤن کی طرح یہ تمنا بھی پوری نہوسکی، نہ شہزادہ صاحب نے قدم رنجہ فرمایا، نہ اکابر قوم کو حضوری کی قابل رشک سعادت حاصل ہوسکی، اور نہ آنریری ڈگریون کی فیاضانہ تقسیم ہوسکی، جو دنیا کی تاریخ مین یادگار رہ جاتی، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ - ہم بزرگان ملت کی خدمت مین اپنی دلی ہمدردی و تعزیت کا تحفہ بصد ادب پیش کرتے ہین، لیکن معلوم ہوا کہ مسلم یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد، غالب کے فلسفہ،

ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر!

کے پورے رازشناس تھے "راوی معتبر" کا بیان ہے کہ ٹھیک اُسی تاریخ کو جبکہ علی گڈھ یونیورسٹی کورٹ کی یہ دلچسپ مجلس ہونے والی تھی، ان حضرات نے علی گڈھ و لکھنؤ کے وسط مین ایک مشہور اسلامی ریاست مین ایک دوسری بزم سرور ترتیب دی، اور علی گڈھ کا غم غلط کرنے کے لئے ایک شبانہ روز مخموری و سرخوشی مین بسر فرمایا!

پروفیسر جان آڈمس، اسوقت انگلستان کے ایک ممتاز ماہر فن تعلیم ہین، اس فن پر انکی متعدد تصانیف ہین اور ان کا ہر ارشاد تعلیمی حلقون مین ایک خاص وقعت کی نظر سے دیکہا جاتا ہے، حال مین آپ نے معلمین و اساتذہ کی ایک کانفرنس کے سامنے بیان فرمایا کہ

"ایک چہل سالہ بالغ مرد کی بہ نسبت ایک چہاردہ سالہ نابالغ لڑکے مین عقل و فہم بہت زیادہ ہوتی ہے"

اس پر بعض اخبارات و رسایل مین ایک غل مچ گیا ہے، اور پروفیسر موصوف سے ہرطرف سے دلیل و ثبوت کا مطالبہ ہو رہا ہے، لیکن بہت ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب کے پاس اسکا ثبوت صرف اُن کا

ذاتی تجربہ ہو. اگر ایسا ہے تو اُنھون نے اپنی "آپ بیتی" کو کلیہ کی صورت قرار دینے مین یقیناً عجلت فرمائی۔

لندن کا روزنامہ "ڈیلی میل" اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ کولین نامی ایک بڑ قصاب، جو اکثر اپنے چار سالہ بچہ کو سینیما (متحرک تصاویر) کا تماشہ دکہانے اپنے ہمراہ لیجایا کرتا تہا، ایک روز اپنے بچہ کے ساتھ کہیل رہا تہا کہ دفعتہً اس بچہ نے چُھرا اُٹھا کر باپ کے سینہ مین یہ کہکر بہونک دیا کہ تماشا مین ایسا ہی تہا زخم پہیپہڑے مین لگا اور اتنا کاری تہا کہ اسپتال پہنچتے پہنچتے رُوح مفارقت کرگئی، ہندوستان مین جو اصحاب سینیما کے دلدادہ ہوتے جاتے ہین، بہتر ہوگا کہ کبھی کبھی اس قسم کی خبرین بھی سن لیا کرین، برکاتِ سینیما کی یہ کوئی اتفاقی مثال نہین، اس طرح کے اور اس سے ہلکے جرائم اسکے اثر سے بار بار رونما ہوچکے ہین، ہولناک مناظر اور دہشت انگیز تماشون کو دیکہکر قوت تخیلہ کا (اور خصوصاً کم عمر لڑکون کی) متاثر ہونا لازمی ہے۔

مسز بیڈلبری نے جنوری کے رسالہ نائینٹینتھ سنچری مین ایک مضمون "مے نوشی و مرض آتشک کی لعنت" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، جو اس حقیقت کی ایک تازہ شہادت ہے، کہ اہل مغرب کو اپنی عیش پرستیون کا اپنے حق مین وبال جان ہونا اب خود محسوس ہونے لگا ہے، مرض آتشک کے حدود اسقدر وسیع ہوگئے ہین کہ بقول خاتون موصوفہ بریڈفرڈ (ضلع یارک شائر) کے شفاخانہ اطفال مین اس سال جتنے بچے داخل ہوئے ہین، اُن مین ہر تین مین ایک بچہ موروثی مرض آتشک کا شکار پایا گیا! اور جو مدارس نابینا بچون کی تعلیم کے لئے ہین، اُنکی پوری ۵۵ فی صدی آبادی کے عدم بصارت کا باعث ان کے والدین کا مریض آتشک ہونا پایا جاتا ہے! اس طرح کی خانہ بربادی شراب کے ہاتھون بھی ہو رہی ہے، ہزارہا خاندانون کو شراب نے ہمیشہ کے لئے مفلس و فاقہ مست بنا دیا ہے،

اور رہزا ہا گھرانون مین جنون، دیوانگی، اور امراض عصبی و دماغی کو پائدار بنا دیا ہے،

خاتون موصوفہ بعض دردناک تفصیلات واعداد درج کرنے کے بعد اُسکا علاج یہ تجویز فرماتی ہین کہ شراب کی فروخت کو قانوناً بہت محدود کردیا جائے، اور شادی سے قبل زوجین سے اسکا حلف لے لیا جائے کہ وہ مرض آتشک سے پاک ہین، اور اگر کوئی جھوٹا حلف اُٹھا لے تو اُسے سخت سزا دیجائے، ملک سویڈن مین اس قسم کا قانون عرصہ سے جاری ہے، اور بحالت اثبات جرم مجرم کو چھ ماہ قید سخت کی سزا ملتی ہے، ڈنمارک اور جدید سلطنت زیکوسلوویکیا مین بھی غالباً اس قسم کے قوانین زیرغور ہین، لیکن یورپ کی بڑی سلطنتین ابھی اس باب مین خاموش ہین، خاتون موصوفہ چاہتی ہین کہ "دول عظمیٰ" جلد اس خطرہ کی جانب توجہ کرین، اور کم از کم برطانیہ تو فوراً امتناعی و تعزیری قوانین نافذ کردے

یورپ کا دماغ اپنی فطری سطح بینی کے لحاظ سے مجبور ہے کہ امراض کے دفعیہ کے لئے محض سلب علامات کو کافی سمجھے، لیکن ظاہر ہے کہ کسی مرض کا استیصال ممکن ہی نہین، تاوقتیکہ اُسکے اصلی علل و اسباب کو نہ دُور کیا جائے، اسلام نے نہایت حکیمانہ دُوراندیشی اور انسان کی صحیح فطرت شناسی کے ساتھ امراض زہری کو مستقلاً کوئی اہمیت نہین دی، بلکہ سرے سے اس شئی کی بیخکنی کردی جو امراض خبیثہ کا باعث و سبب بن سکتی ہے، یعنی ناجائز تعلق زناشوئی، اور اس غرض کے حصول کیلئے فطرت بشری کی کمزوریون پر نظر کرکے مرد و زن دونون کے لئے متعدد سہولتین بہم پہنچا دین، مثلاً تعدد ازدواج کو جائز کردیا، طلاق کی اجازت دیدی، شرائط نکاح کو نہایت آسان رکھا، قس علیٰ ہذا۔ ساتھ ہی دوسری طرف زناکاری کو معصیت کبیرہ قرار دیکر اُسکی سزا اتنی سخت رکھی کہ قانون اسلامی کے نفاذ کی صورت مین مشکل ہی سے کسی کو ارتکاب جرم کی ہمت پڑسکتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	زناکار عورت و مرد دونون مین سے ہر ایک کو سو دُرّے
مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ	مارو، اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو خدا کے
فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ	حکم کی تعمیل مین ان پر کسی طرح کا ترس نہ کہانا، اور انکی اس
الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ	تعزیر کے وقت چاہئے کہ مسلمانون کا ایک گروہ (انکی رسوائی و فضیحت
الْمُؤْمِنِينَ (نور۔ رکوع ۱)	کے لئے بھی) موجود رہے۔

آپ آگ کے دُھوئین سے بار بار پریشان ہو رہے ہین، لیکن یہ نہین دیکھتے کہ گیلی لکڑیان بھی تو خود آپ ہی نے سلگا رکھی ہین، اگر بغیر اس آگ کو بجھائے ہوئے آپ دہوئین کو بند کر دینا چاہتے ہین تو آپکا دماغ قطعاً اس قابل ہے کہ اُسکے ساتھ ہمدردی کیجائے۔

انگلستان مین ازدواجی زندگی کی مسرتین اسقدر عنقا ہو گئی ہین کہ اگر اتفاق سے کسی کو یہ نعمت میسر ہو جاتی ہے تو ہزارہا قلوب جذبۂ رشک سے معمور ہو جاتے ہین، چند روز ہوئے لندن مین ایک صاحب، مسٹر گلیبز پیر نے وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ مین اپنی رفیق زندگی کے متعلق لکھا کہ "وہ کامل رفیقہ ثابت ہوئین، اور اُن کے کسی قول یا فعل سے مجھے تمام عمر تکلیف نہین پہنچی"۔ اس وصیت نامہ کا شایع ہونا تہا کہ بیوہ مسز گلیبز پیر کے نام بیشمار خطوط تہنیت موصول ہونے لگے، چنانچہ صرف ایک ہفتہ مین ۲۷۳ خطوط آئے! ان مین سے صدہا خطوط خواستگاران ازدواج کے تھے جنھون نے اپنے اپنے فوٹو بھیجکر اس بیوہ خاتون کو پیام نکاح دیا، یہ ہے اس نظام تمدن کی برکت جسکے پرستارون کے نزدیک اسلامی مسائل طلاق و نکاح اور مشرقی عفت و شوہر پرستی، دور تاریکی و جہالت کی یادگارین ہین۔

صوبۂ متحدہ کی قانونی کونسل کے پچھلے اجلاس مین ایک ہندو ممبر صاحب کی جانب سے

تجویز یہ پیش ہوئی کہ صوبہ مین ایک کالج ایسا قائم کیا جائے جسمین علوم و فنون کی تعلیم انٹرمیڈیٹ اور اعلیٰ نصاب کی صوبہ کی زبان مین دیجائے، اور رفتہ رفتہ اس کالج کو امتحانی یونیورسٹی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے، گورنمنٹ کی جانب سے اس تجویز کی سرگرم مخالفت ہوئی، صیغۂ تعلیمات کے وزیر، سکریٹری، ڈائرکٹر، ان سب صاحبون نے مخالفانہ تقریرین کین، جنمین دلائل کی قوت سے الفاظ کا جوش زاید تھا، دوران بحث مین ایک اور ہندو ممبر صاحب نے ترمیم پیش کی کہ تحریک مین بجای کالج کے ہائی اسکول کا لفظ رکھدیا جائے، اور سردست اس کوشش کو اسکولی تعلیم تک محدود رکھا جائے۔ گورنمنٹ نے اسکی بھی مخالفت کی، لیکن کثرت رائے سے بالآخر یہ ترمیم شدہ تحریک منظور ہوگئی، سرکاری نظام تعلیم مین اس "بدعت" کے داخل ہو جانے سے وفاکیشان قدیم کو جو صدمہ و ملال ہوا ہو گا، اسکا اندازہ ہم کرسکتے ہین،

لیکن سچ یہ ہے کہ جس پارٹی کو اس معرکہ مین فتح ہوئی ہے، اُسے بھی اپنی کامیابی پر زیادہ نازان ہونے کی وجہ نہین، اسلئے کہ اول تو تحریک کالج سے متعلق تھی اور منظوری صرف ہائی اسکول کی مل سکی، دوسرے یہ کہ دلائل کی قوت، خیر سے کچھ ادہر بھی بہت زاید نہ تھی "عثمانیہ یونیورسٹی" اور "سررشتۂ تالیف و ترجمہ" یہ الفاظ ہر مقرر کی زبان پر تھے، بارہا، انہین کا حوالہ دیا جاتا تھا، یہانتک کہ خود گورنمنٹ بھی ان سے مرعوب ہوگئی، جیسا کہ وزیر تعلیمات کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے، پس اگر صوبہ متحدہ مین آج سرکاری مدارس کی زبان تعلیم، ملکی زبان ہو رہی ہے، اور کل انشاء اللہ اُسکے اثرات کالج اور یونیورسٹی تک پہیلا چاہتے ہین تو اسکی داد کی مستحق ایک بڑی حد تک دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی ہی ہے جسکی شعاعِ فیض نے سرکار انگریزی کے علاقون کو بھی منور کرنا شروع کردیا ہے، دنیا کے ہر نیک و بد فعل کا یہی حال ہے کہ اسکا اثر قیامت تک پہیلتا رہتا ہے، اور اُسکے فاعلِ اول کے نامۂ اعمال کو

سفید یا سیاہ کرتا رہتا ہے، انہین مواقع کے لئے کہا گیا ہے،

نیکوان رفتند و سنتہا بماند | وز لیئمان ظلم و لعنتہا بماند
رگ رگ ست این آبِ شیرین و آبِ شور | در خلایق می رود تا نفخ صور
نیکوان را ہست میراث از خوشاب | انچہ میراث ست اورثنا الکتاب

ابتک حکمران طبقہ کا یہ خیال تہا کہ ملکی زبانون مین اسکی صلاحیت ہی نہین کہ تعلیم علوم و فنون کا آلہ بن سکین، چنانچہ اگر آج سے کچھ پیشتر کونسل مین یہ مسئلہ چھڑا ہوتا تو یقیناً یہی جواب ملا ہوتا لیکن الحمد اللہ کہ اس موقع پر گورنمنٹ کی جانب سے یہ کہنے کی جرأت کسی کو نہین ہوئی، گورنمنٹ کی جانب سے تجویز کی مخالفت مین جو دلائل پیش کئے گئے تشفی بخش تو ان مین سے کوئی بھی نہ تھی تاہم بعض ایسے تھے جو اصل موضوع سے بالکل غیر متعلق تھے، مثلاً صیغہ تعلیمات کے سکریٹری صاحب کا یہ فرمانا کہ ہندوستان بھر کے تعلیم یافتہ گروہون مین رشتہ اتحاد پیدا کرنے والی انگریزی زبان ہے، یا یہ کہ سلطنت برطانوی کے دوسرے حصون کی جن سے ہندوستان کو ہر وقت سابقہ رکھنا ہے، زبان انگریزی ہے، یہ دلائل اسوقت البتہ کچھ قوت رکھہ سکتے تھے، جب انگریزی زبان کو مٹا کر ملکی زبان مین تعلیم دینے کا مطالبہ ہوتا، حالانکہ اسوقت خواہش صرف اتنی ہے کہ انگریزی کے پہلو بہ پہلو ملکی زبانون مین بھی تعلیم ہوتی رہے، اور بعض دلائل ایسے تھے جو سرتاسر ناواقفیت یا غلط فہمی پر مبنی تھے، مثلاً یہ کہنا کہ "اردو اور ہندی ان دونون مین سے کون سی ملکی زبان قرار دیجائے، دونون مین سے کوئی ایک جو بھی رکھی جائیگی دوسرا فریق اسکی سخت مخالفت کریگا اور ایک ہنگامۂ فساد گرم ہو جائیگا"۔

گورنمنٹ اور بعض برادرانِ وطن کی یہ اصولی غلطی مدت سے چلی آرہی ہے کہ وہ صوبہ کی دو زبانین

ایک دوسرے سے مختلف قرار دیتے ہین، مشترک زبان صرف ایک ہے جسے ہندوستانی سے موسوم کرسکتے ہین، اُسکی بیسیون شاخین اور صورتین ہین، ہر ضلع کی بولی دوسرے ضلع سے مختلف ہے، ہر طبقہ کی زبان دوسرے طبقہ کی زبان سے متاثر ہے۔ دہقانیون کی زبان شہریون سے، شہریون کی زبان عوام سے، پڑھے لکھون کی زبان ان پڑھون سے، عالمون کی زبان غیر عالمون سے، دکانداردن اور مہاجنون کی زبان شاعرون اور ادیبون سے، یقیناً ممتاز ہے، لیکن کیا کوئی منصف مزاج شخص ان امتیازات کو مستقل مختلف زبانین قرار دیسکتا ہے؟ چاسر کی انگریزی شکسپیر کی زبان سے اور شکسپیر کی زبان کو موجودہ انگریزی سے کیا مناسبت ہے؟ باایں ہمہ ایک عام اصطلاح "انگریزی" کا اطلاق سب پر ہوتا ہے، قرآن پاک کی زبان سے موجودہ عربی مین آسمان وزمین کا فرق ہوگیا ہے، تاہم عربی وہ بھی تھی اور عربی یہ بھی ہے، سعدی وحافظ کی پاکیزہ زبان کو ایران کی موجودہ بدمذاقی نے غارت کررکھا ہے ہمپر بھی یہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فارسی تھی اور یہ کوئی جدید زبان ہے؟

انگلستان مین سنجیدہ تحریرون کی زبان اور ہے، روزمرہ اور ہے، پھر مختلف اضلاع کی بولیان بھی بسا اوقات ضلع کے باہر ناقابل فہم ہوجاتی ہین، تاہم ہر شخص ان سب بولیون کو زبان انگریزی ہی کی مختلف صورتین سمجھتا ہے اسر والٹر ہیبرن نے جو مع اپنی لیڈی کے تیس سال سے انگلستان سے باہر مختلف قنصل خانون مین تھے، حال مین جب لندن کو مراجعت کی، تو انھون نے اور انکی لیڈی صاحبہ دونون نے ایک اسکول مین تقسیم انعام کے بھرے جلسہ مین بیان کیا کہ اتنے عرصہ مین یہان کی زبان بالکل بدل گئی ہے، ہم لوگون کو بازار مین بات چیت کرنے اور ٹیلیفون پر گفتگو کرنے مین سخت دقت ہوتی ہے، "زبان کا یہ بگاڑ نتیجہ ہے غیر قومون سے زیادہ اختلاط کا" کیا اس بنا پر یہ کہنا درست ہوگا کہ اب انگلستان مین انگریزی کے بجائے کوئی جدید زبان رائج ہوگئی ہے؟ مشہور فارسی رسالہ کاوہ

لکھتا ہے کہ جس مفہوم کو صحیح وسلیس فارسی مین یون ادا کیا جا سکتا ہے کہ

"این عبارت برائے بیان اوضاع حالیہ واتفاقاتے کہ رخ دادہ وسیدہا وافی نیست"

اسی کو آج کے ایرانی اخبارات عموماً یون لکھتے ہین :-

"این فراز برائے افادۂ دغنعیاتِ کوران سیاست روزمرّہ کہ عرض اندام کردہ بُہمیّت نامحدودے را در بردارد"

کیا اس نامفہوم عبارت کو کلیتہً فارسی کی قلمرو سے خارج کردینا جائز ہوگا ؟

غرض اصلاً و منتقلاً تو صوبہ کی زبان صرف ایک ہے، البتہ امتداد زمانہ نے اُسکی دو خاص شکلین یا شاخین پیدا کر دی ہین، ایک تو وہ ہے جو خارجی اثرات سے تقریباً غیر متاثر رہی اور ابتک ایک بڑی حدتک اپنی قدیم خالص و بے آمیز حالت مین ہے، اس نے اگر خارجی اثر کچھ قبول کیا ہے تو سنسکرت کا۔ اس شاخ کو عرف عام مین ہندی سے موسوم کرتے ہین، دوسری شاخ وہ ہے جو سنسکرت، عربی، فارسی، یونانی، ترکی، انگریزی اثرات سے دل کھول کر شیر و شکر ہوئی اور تمام بیرونی اثرات کو آزادی و بے تکلفی سے قبول کیا، اسکا نام اُردو پڑگیا، اردو کی موجودہ ترکیب مین چونکہ متعدد مختلف زبانون کے عناصر شامل ہین، اور ہر زبان کسی نہ کسی خاص تمدن کی مظہر و ترجمان ہوتی ہے اسلئے قدرتاً اردو بمقابلہ اپنے حریف کے زیادہ متمدن، ارفع، اور ادائے خیالات و مطالب کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے، تاہم اگر کسی شخص یا جماعت کو ہندی ہی کے ذریعہ سے تحصیل علم مین زیادہ سہولت نظر آتی ہے تو وہ بلاتکلف ہندی اختیار کر سکتا ہے، کسی صوبہ مین دو زبانون کا ہونا اُسکی متحدہ قومیت کے بالکل منافی نہین، معارف کے کسی پچھلے نمبر مین دکھایا جا چکا ہے کہ سوئٹزرلینڈ مین ملکی کاروائیان ایک ہی وقت مین دو بلکہ تین زبانون مین ہوتی ہین،

ناظرین معارف اس خبر کو دلچسپی کے ساتھ سنین گے کہ ایم، مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کے خطوط جو ان کے مختلف احباب کے نام ہین یکجا کر کے شایع کئے جارہے ہین، مرحوم ایک خاص رنگِ انشا کے مالک تھے، اُن کے مکاتیب بیحد دلچسپ ہوتے تھے، ان کا مجموعہ اردو مین اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز ہوگا، جن اصحاب کے پاس اُن کے کچھ خطوط ہون وہ اُنکی نقل یا اصل براہِ کرم اس پتہ پر جلد ارسال فرمائین:- سید ناظر الحسن ہوش بلگرامی، افسر محکمۂ آڈٹ، بازار ملا ظریف رامپور اسٹیٹ،

دار المصنفین کی مجلس کارکن نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدۂ ماہ فروری مین مہدی مرحوم کی تعزیت کی تجویز منظور کی، انکے لئے دعاے مغفرت کی، اور اُنکی جگہ پر مجلس انتظامیہ کی رکنیت پر ڈاکٹر سید محمود پی، ایچ، ڈی (بانکی پور) کو منتخب کیا،

ہم نے گذشتہ نمبر مین ناظرین سے معارف کے کچھ حقوق و فرائض کا مطالبہ کیا تھا ہم شکور ہین کہ ہمارے دوستون نے ادہر توجہ کی، اور قدر دانون کی ایک معقول تعداد کا اُنھون نے اضافہ کیا، لیکن ابھی ہمکو اپنے سیکڑون دوسرے احباب کو ان کا فرض یاد دلانا ہے، ہندوستان کے علمی رسائل کی بلندی کے آپ متمنی ہین مگر آپ اگر اُسقدر فرض انجام نہین دیسکتے جسقدر یورپ کے قدردان انجام دیتے ہین، تو کم از کم ہندوستان کو مصر سے کمتر تو نہونا چاہیئے، جہان شاید ہی کسی رسالہ کی قیمت ایک پونڈ (پندرہ روپیہ) سے کم ہے، تاہم ہر ایک کی خریداری کا نمبر ہزارون سے زیادہ ہے اور خود ہندوستان مین انگریزی، گجراتی، مرہٹی، بنگالی اور ہندی کا بھی یہی حال ہے۔

مقالات

خلافتِ عثمانیہ

اور

دنیای اسلام

(۴)

اسلامی ملکون اور قومون کے لئے دشمن یورپ نے تیسری کمین گاہ بحر اسود (بلیک سی) اور بحر خزر دین (کیسپین سی) کے کنارون پر تیار کی تھی، یہ دشمن رُوس تہا جو یورپ مین قازان، استراخان، اوکرین اور کریمیا کو چیرتا ہوا بحر اسود اور مارمرہ کی راہ سے بحر متوسط (میڈیٹرینین) مین گھسنا چاہتا تہا، جہان سے وہ ارض مقدس تک اپنی فوجون کو پہنچا سکے، اور ایشیاے وسطیٰ مین تاتاری اور ترکمانی ریاستون کو زیر و زبر کرکے وہ ایران و افغانستان کے قلب مین چلا آنا چاہتا تہا،

اسوقت دشت قفچاق و تتارستان مین جسکو اب یورپین روس کہتے ہین، بلغار، قازان، سائبیریا، استراخان، یا حاجی طرخان، اوکرین اور کریمیا کی اسلامی ریاستین باقی تہین، اور ترکستان و توران کی مردم خیز اسلامی سلطنتین کاشغر، بخارا، فرغانہ، خیوا (خوارزم) داغستان، آذربائجان، جرجستان، ارمنستان وغیرہ مین منقسم ہوکر ٹکڑے ہوگئی تہین،

اندلس کے بعد سرزمین یورپ مین دوسری سب سے پہلی اسلامی سلطنت بلغار تھی، اسکو موجودہ بلغاریا (بلگیریا) نہ سمجھئے جو نہر ڈینیوب کے پاس اب بلقان کی ایک ریاست ہے، بلکہ یہ یورپین روس مین کوہ اورال اور نہر والگا کے درمیان تھی، اور کسی زمانہ مین اُسکی وسعت پورے یورپین روس کو محیط تھی،

اسکے مشرق مین کوہستان اورال اور نہر عایق تھی، جسکو اب دریاے اورال کہتے ہین، اور مغرب مین نہر ادفا اور دریای والگا کا سنگم تہا، اور جنوب مین سراطا اور نبزاوطا مبوف کے صوبے تھے، اور شمال مین بحر منجمد (Arctic ocean) تہا جسکے بعد سپیڈن اور انجیل واقع ہے، بلغارہ کے بادشاہ نے خود بخود اپنی فطری ہدایت سے اسلام قبول کیا، اسوقت بغداد کے تخت پر خلیفہ مقتدر باللہ مسند آرا تہا، شاہ بلغار نے خلیفہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے، اور اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور دار الخلافہ سے علماء اور اہل علم و ہنر کی ایک جماعت طلب کی، چنانچہ خلیفہ نے ایک علم دلوا، اور چند علما اور اہل صنعت کو بلغار بھیجا، اس وفد مین احمد بن فضلان ایک اہل قلم تہا اس نے اپنا پورا سفرنامہ لکہا تہا جسکے کچھ اجزاء اب بھی ملتے ہین اور نہایت دلچسپ ہین، یہ وفد ۳۱۰ھ مین بغداد سے روانہ ہوا، شاہ بلغارہ کے مسلمان ہونے سے دربار کے تمام اکابر اور اکثر رعایا بھی مسلمان ہوگئی، اسوقت سے لیکر ۶۳۵ھ تک کسی نہ کسی صورت مین اس سلطنت کا نام و نشان ملتا ہے، اسکے بعد روسیون کا دل بادل جب اُٹھا، تو پوری سلطنت کو بہا لے گیا، شہر بلغارہ جو اس مملکت کا پایہ تخت تہا اس سرزمین مین تمدن اسلام کا زیارتگاہ اور مقبرہ ہے[1]،

یہ پہلی تاتاری یا تورانی اسلامی سلطنت تھی جو وحشی روسیون کے ہاتہ سے ۶۳۵ھ مطابق ۱۲۴۳ء مین برباد ہوئی - یہ خلافت عثمانیہ سے ۸۵ برس پیشتر کا واقعہ ہے، اسکے بعد ان اطراف کی دوسری اسلامی ریاستون کی باری آئی، اور آہستہ آہستہ روس نے تمام دشت قفچاق، تتارستان، ترکستان اور توران وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اسوقت مسلمانون کی متعدد اسلامی سلطنتین دنیا مین موجود ہین، مگر کس نے ان حملہ آور روسیون کے سامنے اپنا سینہ سپر کیا، یہ صرف ٹرکی تھی جس نے ۱۵۶۸ء سے لیکر ۱۹۱۷ء تک پونے چارسو صدیان اسطرح بسر کین کہ روس کی طرف سے ایک دن کے لئے اُسکی آنکہہ نہ جہپکی، اور اسکے

[1] اس اسلامی قوم اور سلطنت کے حالات سے عام مسلمان بہت کم واقف ہین، اور یہ گویا تاریخ اسلام کا ایک کہویا ہوا صفحہ ہے، عنقریب اسکے حالات معارف کے ذریعہ سے آپکے سامنے ہونگے،

سپاہیون نے بحرِ اسود اور بحیرۂ قزوین کے سواحل پر ایک رات بھی استراحت کی نیند سو کر نہ کاٹی۔

حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "بار آلہا! میری امت کو دشمنون سے نہ ہلاک کرانا" یہ دعا قبول ہوئی "اور حکم ہوا کہ اسکی تباہی خود اسی کے ہاتھون سے اور باہمی خانہ جنگیون سے ہوگی" ہندوستان ہو کہ اسپین، ایران ہو کہ توران، روم ہو کہ عرب، ہر ملک کی اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حرف حرف یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ہو رہی ہے، روس ایک معمولی وحشی قبیلہ تھا جو ایک خاص مقام پر رہتا تھا، مذہبًا عیسائی تھا، دو سو برس تک اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرکشون اور گردن فرازون نے استراخان کے قانون کے سامنے سجدہ کے لئے سر جھکائے، مگر جب بدبختی کا زمانہ آیا تاتاری خان اور امراء و شاہزادے باہم لڑنے بھڑنے لگے، اور ایک نے دوسرے کے مقابلہ مین روس کی وحشی طاقت کی اعانت حاصل کی، روس جب ایک خان پر حملہ کرتا تو اسکا رقیب خان اسکے ساتھ مل کر اپنی تباہی کا آپ سامان کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بادیگرے سب نے اپنی آزادی روسیون کے ہاتھ فروخت کر ڈالی،

اسوقت ان اطراف مین مسلمانون کی تین حکومتین تھین، کریمیا، استراخان، اور نوغائی، کریمیا مین دولت گرای خان، استراخان مین یمقورچی خان، اور نوغائی پر مرزا یوسف حکمران تھے، مگر ان مین سے ایک کا دوسرے سے میل نہ تھا،

ان مین سے کریمیا سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا، اور اُسکا تعلق بھی ترکون سے پرانا تھا، کریمیا کا ایک مشہور بندرگاہ جسکا نام کافا تھا وہ جنوآ کی جمہوریہ کے ماتحت تھا، معلوم ہو چکا ہے کہ جنوآ اور دولت عثمانیہ سے سلسلۂ جنگ برابر جاری تھا، کریمیا کے براہ راست تعلق کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہو کہ سنہ ۱۴۷۵ء مین عثمانیون نے کافا پر حملہ کیا اور کریمیا کے سواحل کو اپنے قبضہ مین کرلیا، اسکے بعد کریمیا کے خان سلاطین عثمانیہ کے زیر اقتدار آگئے گو باقاعدہ اُن کے ماتحت نہ تھے،

شاید روسیون کو ترکون کا یہ احسان یاد نہو کہ کریمیا کے خان ہمیشہ روسی قبیلہ پر حملے کیا کرتے تھے،

اس اقتدار کے بعد روسیون نے سلطان سلیم فاتح مصر (۱۵۱۲ء-۱۵۱۹ء) کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا، اور درخواست کی کہ خوانین کریمیا کو اشارہ ہو کہ وہ آیندہ روس پر حملہ نکرین، چنانچہ سلطان نے انکی اس التجا کو پذیرا کیا، اور محمد کرائی خان والی کریمیا کو ہدایت کی کہ روس سے تعرض نہ کرے، سلطان سلیم کی وفات (۱۵۱۹ء) کے بعد خان نے پھر اپنے حملے روس پر شروع کردیئے، روس نے سلطان سلیمان کے دربار مین پھر اپنے سفیر بھیجے، اور درخواست کی کہ خان کو منع کردیا جائے کہ وہ ان کارروائیون سے باز رہے، سلطان نے انکی یہ درخواست پھر قبول کی، خان نے یہ دیکھکر کہ سلطان کو روسیون کے ارادے اور ان اطراف کے اسلامی ممالک مین جو کچھ اس سے خطرے ہین اُن سے واقفیت نہین ہے، اس بنا پر اُس نے ایک سفیر بھیجکر سلطان کو تمام معاملات سے آگاہ کیا، لیکن ایک روسی مسلمان مؤرخ لکھتا ہے کہ روس نے دربار سلطانی کے مشیرون کو بہت سی رشوتین دین جنھون نے خان کی تحریر کی تصدیق نہین کی اور اسلئے یہ سفیر ناکام واپس آیا۔[۱]

لیکن سلطان سلیمان سے اصل حقیقت کچھ زیادہ دنون تک مخفی نہین رہی، روس کی اسلامی سلطنتین، سلطان سلیمان کی کسی حیثیت سے ماتحت نہ تہین، جو تعلق تہا وہ صرف ایک تہا کہ وہ اُسکو خادم الحرمین اور حامی دین مبین جانتی تہین، اِسلئے وہ اُنکی معنوی اطاعت اپنا فرض سمجھتی تہین، استراخان، کریمیا اور نوغائی کے درمیان مین تہا اِسلئے وہ اپنے ان دونون رقیبون سے خوفزدہ رہتا تہا، اس بنا پر اُس نے چاہا کہ ان دونون کے خلاف روس سے سازباز کرے اور روس سے اطاعت کا معاہدہ کرلے، یہ سب ہو رہا تہا کہ سلطان سلیمان اعظم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اس نے خانِ استراخان کو ایک فرمان بھیجکر اس سے باز رکہا،[۲] اور اسی کے ساتھ دولت کرائے خانِ کریمیا اور مرزا یوسف نوغائی کو باہم

---

[۱] بالتفصیل بالا تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۸۶ و ۸۷ مین ہے، [۲] تلفیق الاخبار رتی تاریخ قازان والبلغار جلد ثانی صفحہ ۸۸ مطبوعہ اورنبرگ،

الفت ومحبت اور اعانت ومعاونت کی تاکید کے خطوط لکھے، اسکا یہ اثر ہوا کہ ان تینون نے مل کر روس کے
مقابلہ کا ارادہ کیا، اور روسی سفیر کو استراخان مین قید کردیا، روس کو یہ بہانہ حملہ کے لئے کافی تہا،
بدبختی سے اسوقت ایوان روس مین ایک نوغائی سردار مرزا اسمعیل موجود تہا، اس نے شاہ روس کو
اس حملہ کے لئے اور زیادہ آمادہ کردیا، اور اسکو یہ بتایا کہ استراخان کا اصلی وارث درویش خان ہے،
مشہور یہ ہے کہ مرزا اسماعیل خود روسی فوجون کو لیکر آیا، استراخان کا پایہ تخت سرائے اسوقت بالکل
خالی تہا خود خان دوسری جگہ تہا، روسیون نے نہایت بیدردی سے استراخانیون کو تہ تیغ کیا، اور
پایہ تخت پر قبضہ کرکے معاہدۂ اطاعت اور ادائے خراج کے وعدہ کے ساتھ درویش خان کو تخت نشین کیا۔
یمقورچی خان اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ملک سے نکل گیا،

درویش خان نے تخت نشین ہوکر، خان کریمیا سے روابط بڑہا کر اتحاد پیدا کیا، بلکہ اپنے بعد خان
کریمیا ہی کے لڑکے کو اپنا ولیعہد بنایا، روسی اس اتحاد کے دشمن تھے، چنانچہ ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء
مین درویش خان پر حملہ کرکے استراخان پر قبضہ کرلیا، اور شہر سرائے کو جو ان اطراف مین اسلامی تمدن کا مرکز
اور بڑے بڑے علما کا مولد ومدفن تہا، بے نام ونشان کردیا، مسلمان قتل ہوئے، شہر ویران کئے گئے،
عمارتین ڈہائی گئین اور مسجدین کنیسہ بنائی گئین،

سلطان سلیم ثانی جو ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۶ء مین تخت نشین ہوا تہا، اس نے یہ دیکھکر استراخان
کی واپسی کا سامان کیا، اس نے فوج بھیجی، اور اطراف کے مسلمانون کو جمع کیا، جنھون نے اسکا محاصرہ کیا،
اور چونکہ محاذ جنگ مرکز سلطنت سے دور تہا اسلئے خان کریمیا کو لکھا کہ وہ اپنی کمک روانہ کرے، خان نے
یا تو اسلئے کہ وہ نہین چاہتا تہا کہ استراخان کا دشمن مردہ ہوکر پھر زندہ ہوجائے، یا وہ اس سے ڈرا کہ سلطان کا
اثر یہان نہ بڑہجائے کہ وہ ماتحت ہوکر رہ جائے، بہرحال اسکی اصلی نیت جو کچھ ہو، اس نے اپنے مولویون سے
یہ فتویٰ دلایا کہ استراخان چونکہ ایسے منطقہ مین ہی جہان گرمی مین رات صرف چار گھنٹون کی ہوتی ہے،

مغرب کے دو گھنٹہ بعد اُٹھکر عشا کی نماز پڑہنا ہوگی، اور پھر ابھی سونے بھی نہ پائینگے کہ دو گھنٹے کے بعد پھر صبح کی نماز کی تیاری کرنا پڑیگی، جو نہایت مشکل اور صحت کے لئے مضر ہے، اور اگر آرام و صحت کا خیال کرین تو خدا کے سامنے ترک صلوٰۃ کے مجرم ہونگے، اِسلئے ایسے ملک مین مسلمانون کا رہنا جائز نہین،"

اس فتوی کا اثر یہ ہوا کہ کریمیا کے مسلمانون کی طرف سے سلطانی فوج کو متوقع مدد نہ مل سکی، علاوہ ازین سردی، برفباری اور رسد کے ختم ہوجانے سے تمام فوج بیدل ہوگئی، اور روسیون نے نہایت آسانی سے اُسکو شکست دیدی،

یہ تاریخ مین ٹرکی و روس کی طویل سلسلہ جنگ کی پہلی کڑی ہے جسکو ٹرکی نے ایک دوسری اسلامی سلطنت کے خاطر اپنے سر لیا،

استراخان کے بعد قازان کی باری آئی، قازان کے مسلمانون نے درحقیقت توقع سے بہت زیادہ مقابلہ کیا، روسیون کو کئی دفعہ کامل شکستین دین، ایک دفعہ تو پایہ تخت کی دیوارون کے نیچے سے اُنکو واپس کیا، سنہ ۹۳۱ھ مطابق سنہ ۱۵۲۳ء مین قازانیون نے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ وہ سلطان سلیمان کو ان حالات سے اطلاع دین، اُنھون نے مراسلہ بھیجا کہ ہم مسلمان ہین، اور آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین، ہمکو آپ اپنی حمایت مین لے لیجیے، سلطان سلیمان نے اُنکو اپنی حمایت مین لے لیا اور اپنے سفیر متعین ماسکو کے ذریعہ سے ایوان[2] کو لکھہ بھیجا کہ قازان کی طرف آنکھہ اُٹھا کر نہ دیکھے، کہتے ہین کہ ایوان نے سفیر مذکور کو رشوت دیکر سلطان کو یہ جواب لکھوا بھیجا کہ قازان ایک مدت سے روس کی حکومت مین داخل ہوچکا ہے، اور اب خوانین قازان کا وہان کوئی اثر نہین[3]، اور اسی کے ساتھ روس نے فوراً قازان پر حملہ کردیا، قازان کے بہت سے امرا، روس کے ساتھ جاکر مل گئے تھے، اُن مین ایک مشہور امیر شیخ علی قازانی تھا، یہ روسی فوج کا سرعسکر بنا اور اُنکو قازان کے قلعہ کے نیچے لاکر کھڑا کردیا، صاحب گرای خان جو اسوقت (سنہ ۹۳۱ھ مطابق سنہ ۱۵۲۴ء) قازان مین خان تھا، اس نے ہمت ہاردی اور یہ کہکر

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ٹرکی صفحہ ۳۶۶، [2] قبیلۂ روس کے بادشاہ کا لقب تھا، [3] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۹۱،

وہ قازان کے قلعہ سے نکل گیا کہ مین سلطان کے پاس جاتا ہون اور وہان سے فوج لاکر روسیون کی سرکوبی کرتا ہون، قازانیون نے اسکی جگہ پر صفائی گرای خان کو اپنا بادشاہ بنایا اور قلعہ بند ہوکر اس زور وشور سے لڑے کہ دشمنون کے پاؤن اکھڑ گئے۔

روس نے اسکے بعد دوبارہ اور سہ بارہ حملہ کیا، اور ادہر کفا کے پادشاؤن کو جو سلطان سلیمان کی طرف سے حاکم تھے انکو برابر رشوتین دیتا رہا کہ سلطان کو ان حالات کی اطلاع نہ پہنچنے پائے[1]، اسپر بدقسمتی یہ کہ سنہ ۹۵۶ھ مطابق سنہ ۱۵۴۹ء مین قازان کے بادشاہ صفای گرای خان نے انتقال کیا، اور ایک بیوہ سیویون بیگم اور ایک دو برس کا بچہ اودہ میش گرای خان اپنے پیچھے چھوڑا، لوگون نے اسی چھوٹے بچہ کو تخت پر بٹھایا، اور کریمیا کے خان، صاحب گرای خان کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکے پولک گرای سلطان کو یہان کی خانی کے لئے بھیجدے، بدقسمتی پر بدقسمتی یہ کہ خان اپنے لڑکے سے خوش نہ تہا اسلئے خط کو سلطان سلیمان کے پاس بہجوادیا، کہ سلطان قسطنطینہ سے دولت گرای سلطان کو قازان بھیجدے، دربار مین صاحب گرای خان کے مخالفین کا بڑا گروہ تہا، اس نے سلطان کے ذہن نشین کیا کہ اسمین صاحب گرای کی کوئی چال ہے سلطان نے اسکو باور کیا اور صاحب گرای کو معزول کرکے دولت گرای کو کریمیا کا خان بناکر بھیجا[2]۔

دولت گرای نے کریمیا پہنچکر روس کو دہمکی دی کہ خبردار قازان کی طرف نہ بڑہنا، اور سلطان سلیمان نے امراء اور خانون کو خطوط لکھے، اور خصوصاً مرزا یوسف نوغائی کو جو قازان کے کمسن خان کا نانا تہا لکھا کہ تمام امراء روس کے مقابلہ مین متحد ہوجائین،

یامرھم بالاتفاق والاجتماع تحت رایۃ	اور انکو حکم دیا کہ اسلام کے جہنڈے کے نیچے سب جمع ہوجایئن اور
الاسلام، وتخلیص قزان من مخلب الروسیۃ	قازان کو روس کے پنجہ سے چھڑائین،

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۲ [2] صفحہ ۱۲۶ [3] ایضاً صفحہ ۱۲۶

اور نسل چنگیز سے کسی کو اتفاق آراسے منتخب کرکے قازان کا خان بنالین"۔ لیکن چونکہ دولت عثمانیہ کے مقابلہ مین انکو روسیون سے ہمسائگی بھی اور ان کے تجارتی تعلقات تھے، اسلئے دین کو وہ دنیا پر ترجیح نہ دے سکے، مرزا یوسف نوغائی نے جو سلطان سلیمان کا دوست تہا اور جسکو غایت خلوص سے سلطان امیرالامراء کے لقب سے یاد کرتا تہا، اُس نے تنہا ماسکو کا سفر کیا، اور چاہا کہ صلح و معاہدہ سے معاملہ طے ہوجائے، مگر اسمین بھی ناکامی ہوئی ایوان روس نے قازانی خیانت کار امرا کو فوجین دیکر قازان کی طرف بھیجا اور خود بھی ایک بڑی فوج لیکر روانہ ہوا اور شہر کا محاصرہ کیا، پھر خوب خوب لڑائیان ہوئین اور قازانیون نے خوب خوب دادِ شجاعت دی، یادگار محمد خان نوغائی کا سردار اپنے پانچسو سوار لیکر قازان کو بچانے آیا، کریمیا اور عثمانی ترکون نے مل کر روس کی توجہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے دوسری سمت مین روس پر حملہ کیا مگر انکو شکست ہوئی[۱]، اور بالآخر ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۲ء مین اس عظیم الشان اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا،

قوزاق جنکو ہم قزاق اور اہل یورپ "کاسک" کہتے ہین، یہ روس کے جنوبی علاقہ ڈان اور اوکرینیا مین رہتے ہین، یہ پہلے ایک صحرا نشین اور آوارہ گرد قبائل تھے، یہ تمامتر مسلمان ہین، اور اپنا سلسلۂ نسب حضرت مالک بن انس سے ملاتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ مختلف تورانی قبائل کا ایک معجون ہے ترکی لفظ قوزاق کے معنی فراری اور آوارہ گرد کے ہین، چونکہ یہ متمدن اور بانظام سلطنتون سے گھبراتے تھے اور اسلئے مرکزِ سلطنت سے بھاگ کر دور نکل جاتے تھے اور لوٹ مار کرتے تھے، اسلئے انکو قوزاق کہتے تھے، اور یہ اب ان کا نام پڑگیا، یہ ہمیشہ سے آزاد رہے اور سلطنتون کے جکڑبند کو انھون نے گوارا نہ کیا مگر اب وہ زمانہ آیا جب یورپ کا احیاء ہو رہا تہا تو ایک طرف سے روس نے اور دوسری طرف سے پولینڈ نے انکو دبایا، یہ لڑے مگر شکست کہا کر روس اور پولینڈ مین آدھے آدھے بٹ گئے

---

[۱] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰،

قوزاق نے اپنے نئے مالکون کے ہاتھون سے سخت تکلیفین اٹھائین، اور بالآخر ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء مین انھون نے اُس آستانہ کی طرف رجوع کیا جو صدیون سے مسلمانون کا ملجا اور اسلام کا مرکز ہو گیا تھا، محمد فرید بے تاریخ دولت عثمانیہ مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین ادا کرتے ہین،

اس زمانہ مین سلطنت عثمانیہ کی وسعت شمالی اسوجہ سے بہت زیادہ بڑھ گئی کہ وہ تمام قوزاق جو روس کے جنوبی حصہ مین رہتے تھے، انھون نے خلیفۂ اعظم محمد چہارم کی اطاعت خود بخود اختیار کرلی، یہ لڑکر مطیع نہین بنائے گئے بلکہ خود بخود اپنی خواہش اور ارادہ سے حامی اسلام کے سایہ مین رہنا انھون نے قبول کیا۔[1]

خانِ قوازق قسطنطنیہ آیا، اسکو سلطان نے علم ولوا عنایت کیا اور اسکو صوبہ اوکرین کا سنجق بے مقرر کیا، اور خان کریمیا کو فرمان بھیجا کہ دشمنون کے مقابلہ مین قوزاق کی مدد کیجائے، یہ دیکھکر پولینڈ نے قسطنطنیہ مین اپنی اعتراضی تحریر بھیجی، احمد کوپرلی جو دولت عثمانیہ کے بہترین وزرا مین گذرا ہی اُس نے اس تحریر کا جواب حسب ذیل الفاظ مین دیا:-

قوزاق جو آزاد لوگ تھے، انھون نے اپنے آپکو پولون کی ماتحتی مین دیدیا، لیکن یہ دیکھکر کہ وہ پولون کے ظلم وستم کو زیادہ برداشت نہین کرسکتے، انھون نے ادھر اُدھر اپنی جاے پناہ تلاش کی، اور اب وہ عثمانی علم کے نیچے ہین اور اُسکے تابع ہین، اگر مظلوم ملک کے لوگ رہائی کی تلاش مین کسی بڑے شہنشاہ کی مدد کے خواستگار ہون توکیا یہ عقلمندی ہوگی کہ ان کے اس ملجا وماوی تک اُن کا تعاقب کیا جائے؟ جبکہ تمام سلاطین زمانہ سے بڑھکر طاقتور اور باجاہ وجلال سلطان انکو اُن کے دشمنون سے نجات دلا رہا ہے اور مظلومون کی مدد کر رہا ہے، تو ایسی حالت مین صلح شکنی کا الزام کس فریق پر عاید ہوگا، اگر مخالفت کی آگ کے بجھانے کی خاطر باہمی سمجھوتہ کی

[1] تلفیق الاخبار صفحہ ۱۲۷،

خواہش کیجائے تو اسکو جاری رہنے دو، اور اگر اختلافات کا حل اُس تیز اور فیصلہ کن قاضی کے حوالہ کیا جائے جسکا نام تلوار ہے تو اسکا نتیجہ وہ خدا بتا دیگا جس نے آسمان و زمین کو بے سہارے کھڑا کر رکھا ہے،" اور جو اسلام کو ایک ہزار سال سے اُسکے دشمنون پر اپنی نصرت سے فتح دیتا رہا ہے[1] پولون نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اُس "تیز اور فیصلہ کن قاضی" کے فیصلہ پر عمل کیا جائے جسکا نام تلوار ہے، اُنھون نے اوکرین اور کربیا پر حملہ کی تیاری کی، ٹرکی نے چھ ہزار فوج پہلے ہی بھیجدی تھی اور اب خود سلطان محمد چہارم بذات خاص پولینڈ کے مقابلہ مین فوج لیکر نکلا "تلوار" نامی قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ پول، اوکرین اور پوڈولیا دو صوبون سے دستبردار ہو جائین اور ۲۲ لاکھ کا سالانہ خراج ادا کرین، لیکن پول بہت جلد اپنے اس معاہدہ سے مکر گئے، اور دوبارہ لڑائی چھڑ گئی، پولینڈ کے ساتھ روس اور ان اطراف کے عیسائی امرا بھی مل گئے، فتح و شکست کا پلہ کبھی ادہر اور کبھی اُدہر جھکتا رہا، اور آخر ۱۶۷۶ء مین وہی فیصلہ بحال رہا جو اس سے پہلے "قاضی شمشیر" میدان جنگ کی عدالت مین صادر کرچکا تھا اور اوکرین بدستور سلطان کے ماتحت باقی رہا، اسکے بعد روسیون نے تنہا اس میدان مین قسمت آزمائی کی اور سالہا سال کی جنگ کے بعد ۱۶۸۱ء مین پھر وہی فیصلہ بحال رہا کہ قوزاق بدستور سلطان کے ماتحت رہین،

اسکے بعد روس نے قوزاق کو تلوار کے خوف کے بجاے مال و زر اور جاہ و جائداد کا طمع دلا کر سلطنت عثمانیہ کی کمزوری کے زمانہ مین اپنا کرلیا، ان کے ساتھ بڑی بڑی مراعاتین کین اور اُنکو فوج مین بھرتی کیا اور یہ بعد کو روسیون کے بہترین سپاہی ثابت ہوئے، اور تمام دنیا مین انکے نام کی دہاک بیٹھ گئی، خدا جانے کن اسباب سے خود روسی اور اُنکے ساتھ یورپین اہل قلم بھی جنکا کام راستی اور سچائی کا اظہار ہی یہ مشہور کرتے رہے ہین کہ قوزاق عیسائی ہین، اس زمانہ کے ایک مسلمان روسی مورخ نے اس

---

[1] مورخین کی تاریخ عالم، جلد ٹرکی صفحہ ۳۸۸،

واقعہ کی نسبت سخت تعجب کا اظہار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ قازق مین ایک بھی غیر مسلم نہین، گو روسی مشنری انکے عیسائی مشہور کرنے کے ابتک درپے ہیئے، یہ شاید اسلئے تاکہ دنیا کو یہ معلوم نہو کہ روسیون کی طاقت مسلمان سپاہیون کے دم خم سے قائم ہے،

اب ان اطراف مین لے دیکر صرف ایک اسلامی سلطنت خان کریمیا کی رہ گئی، اور اس نے اخیر ۱۸۵۳ء تک ساتھ دیا، گو کہ بیچ بیچ مین اُس نے سرکشی بھی کی، ۱۸۵۳ء مین عثمان پاشا نے داغستان پر حملہ کیا، تو گو سخت معرکون کے بعد اُسکو کامیابی ہوئی، لیکن کریمیا کے پیشانی پر یہ داغ ہے کہ اُس نے سلطان کے حکم کے باوجود عثمان پاشا کی مدد مین اپنی فوج روانہ نہ کی، لیکن اس بہادر سپہ سالار نے یہ کیا کہ داغستان سے چلکر پورے قفقاز کو عبور کر کے روسیون کے دل بادل کو چیرتا ہوا جو اُسکو راستہ مین ہر جگہ گھیر لینا چاہتے تھے، بحر اسود کے دوسرے کنارہ پر جا کر نکلا، اور کریمیا کے سامنے اپنی فوج لاکر کھڑی کر دی، خان کریمیا نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس ذہنی خیانت کا معاوضہ خود اُسکے بھائی نے اُس سے لیلیا اور وہی پھر سلطان کی طرف سے کریمیا کا خان مقرر ہوا،

روسیون نے کریمیا پر حملہ ۱۷۶۹ء مین کیا، یہ جنگ کئی سال تک قائم رہی، اور بڑھتے بڑھتے یورپ اور ایشیا اور افریقہ مین ہر جگہ پھیل گئی، روسیون کی بحری طاقت بڑھی ہوئی تھی، انھون نے بحر اسود کے بندرگاہ طرابزون اور کریمیا پر حملہ کیا، جزائر یونان پر قبضہ کیا، بحر متوسط مین آکر مصر کے باغی گورنر علی پاشا کو مدد دی، بیروت پر گولہ باری کی اور قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی، لیکن کریمیا کے علاوہ ہر جگہ سے تھوڑے دنون کے بعد اُنکو ہٹ جانا پڑا، ۱۷۷۳ء مین پہلی مجلس صلح مین روسیون نے یہ شرطین پیش کین کہ کریمیا کے تاتاریون سے دولت عثمانیہ قطع تعلق کرلے، حکومت عثمانیہ مین جسقدر آرتھوڈکس عیسائی ہین وہ روس کی سرپرستی مین دیئے جائین اور روس کے حاکم کو آیندہ سے بادشاہ لکھا جائے سلطان نے یہ شرطین نامنظور کین، بالآخر ۱۷۷۴ء مین فریقین نے ان شرائط پر دستخط کئے کہ تاتار کریمیا

دبیسریبا وقوبان سیاسی حیثیت سے خود مختار ہونگے، لیکن مذہبی حیثیت سے وہ سلطان کے تابع رہ
اور وہ تمام مقامات اور قلعے جن پر روسیون نے قبضہ کرلیا وہ خان کریمیا کے سپرد کردیئے جائین
روسی آستانہ محلہ پیرابین اپنا گرجا بناسکین گے، اور تمام آرتھوڈکس، روسیون کے مذہبی اثر مین سمجھے جاینگے
اور حاکم روس کو بادشاہ لکھا جائیگا، اور روسی جزائر اور گرجستان وغیرہ کے شہرون کو ٹرکی کے حوالہ
کردینگے۔

کریمیا کی آخری بربادی اور سلطنت روس کے اسپر قبضہ کی تاریخ شاید ہندوستان کے
لوگون کو یاد ہو کیونکہ اس جنگ مین ہماری "اسلام دوست سرکار" نے بھی کریمیا کے سلمانون پر رحم کہا کر
انکے بچانے کے لئے اپنی ہندوستانی فوج بھیجی تھی، اور جسکی منت کے "بارگران" سے اس جنگ عظیم کے
بعد بھی سلمان "سبکدوش" نہین، کریمیا کی بربادی کا واقعہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے عیسائی
مقدس مقامات اور کنیسون کی تولیت کا فخر سلطان سلیمان کے زمانہ سے فرانس کو حاصل تھا، فرانس
کیتھولک اور روس آرتھوڈکس ہے، ان دونون فرقون نے بیت المقدس کی تولیت پر اصرار کیا،
روس نے اپنے فرقہ کی جنبہ داری کی، ٹرکی نے اس معاملہ کے طے کرنے کے لئے مختلف عیسائی سلطنتون کے
نمایندون کا ایک کمیشن مقرر کیا۔ متعدد نشستون کے بعد اس کمیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ بیت المقدس کے
عیسائی مقدس مقامات کی تولیت بدستور فرانس کے ہاتھ مین رہے، روس نے اعلان کیا کہ اگر
بیت المقدس کی تولیت فرانس کے حوالہ کیگئی تو وہ بزور شمشیر اس فیصلہ کو رد کردیگا، ٹرکی نے اس فیصلہ سے
انحراف نکیا اور ایک عظیم الشان جنگ جسمین اُسکے لاکھون سپاہی مارے گئے اور کئی صوبے اسکے ہاتھ سے نکل گئے
اپنے سر لی، اسی کا نام جنگ کریمیا ہے اور جسمین فرانس اور انگلستان نے روس کے مقابلہ مین ٹرکی کا
ساتھ دیا، اور یہی وہ "منت عظیم" ہے جسکا ذکر بار بار اخبارات مین آجکل آیا ہے،
روس نے ایشیا اور یورپ ہسلطنت کے دونون گوشون پر اپنا پرزور حملہ شروع کردیا، ٹرکی کی

فوج کے ہیرو یورپ مین عمر پاشا اور ایشیا مین عبدہ پاشا تھے، دونون نے بہادری سے روسیون کا واقعہ نا کیا، اور باوجود ہر قسم کے مشکلات کے اپنے کارنامون سے دنیا کو محو حیرت کردیا، بہرحال یہ جنگ مشرقی ۱۸۵۱ء سے شروع ہوکر ۱۸۵۶ء مین ختم ہوگئی، اور اسی کے ساتھ تاتاریون کی آخری اسلامی ریاست کا بھی خاتمہ ہوگیا،

ترکستان اور قفقاز مین جو اسلامی ریاستین تہین دسوین صدی ہجری اور سولہوین صدی عیسوی کے وسط مین وہ چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہوگئی تہین، ترکستان مین بخارا، خوقند اور خیوا کی ریاستین تہین ہر ریاست مین حصولِ تخت کے لئے خانہ جنگیان برپا تہین، ترکستان کا ایک حصہ جو افغانستان کے متصل تہا وہ تیموریون کے ہاتھ مین تہا، بدخشان مین ہمایون کا بہائی حاکم تہا، ماوراء النہر کی حکومت مین جسکا دار الحکومت سمرقند تہا، عبداللطیف خان والی توران کے مرنے سے وہان بھی خانہ جنگیان برپا تہین، سمرقند مین خانِ مرحوم کا جانشین براق خان ہوا تہا، بلخ مین پیر محمد خان، قندز اور ترمذ مین اسکا چھوٹا بہائی اور بخارا مین برہان سعید خان نے اپنی اپنی خود مختاری کے علم کھڑے کئے تھے، ان مین سے ہر ایک سلطان عثمانی کے سایہ مین پناہ ڈہونڈہتا تہا سلطان نے یہ مناسب سمجہا کہ ماوراء النہر و توران کے اصلی جانشین براق خان کی مدد کیجائے، اس زمانہ مین فوجی تنظیم اور توپ اور بندوق کا وجود صرف ترکی فوج مین تہا، سلطان نے ۳۰۰ ینگچری سپاہی نئے آلات سے مسلح کرکے نہایت خفیہ اور حیلہ و بہانہ سے ایرانی صفویون کی نظر بچاکر براق خان کے پاس بہیجے، یہ چند سو سپاہی اپنی فوجی تعلیم اور جدید آلات کے اعجاز کے باعث براق خان کے لئے رحمت ثابت ہوئے اور انہین کے ذریعہ ان ملکون مین یہ اسلحہ پہیلے،[1]

شاہجہان نے اپنے زمانہ مین بخارا کو اپنی حدودِ حکومت مین داخل کرنے کا ارادہ کیا اور

---

[1] ترکی امیرالبحر سیدی علی نے اپنے سفرنامہ مین یہ تمام واقعات لکھے ہین،

ہندوستان سے بہت بڑی فوج روانہ کی، اس مہم کی پوری تفصیل ہندوستانی تاریخون مین موجود ہے،
والیٔ توران نے سلطان سلیمان کے دربار مین فریاد کی، سلطان نے شاہجہان کو جو خط لکھا ہے اور
شاہجہان نے جو اسکا جواب دیا ہے وہ آج بھی اوراق مین محفوظ ہے، سلطان سلیمان نے ہر طرح
کوشش کی ہے کہ ان دونون سلمان بادشاہون مین صلح و آشتی سے معاملات طے پاجائین[1]،

خیوا کی ریاست پر سلطان سلیمان کے زمانہ مین دوست محمد خان حاکم تہا، حاجی خان اُسکے
رقیب نے اسکو اور اُسکے بہائی عیش سلطان کو قتل کرکے خود حکمران بنگیا، یہان سلمان باہم دست
دگریبان تھے، اور اسی کے قریب چند سال پہلے روسیون نے استرخان کی اسلامی سلطنت کو برباد
کیا تہا، روسی جب موقع پاتے تھے ادہر بڑہتے چلے آتے تھے، ترکی امیر البحر جب اسی زمانہ مین یعنی
۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۶ء مین ادہر سے گذر رہا تہا تو ہر جگہ اُسکو نظر آرہا تہا کہ لوگ روسیون کی آمد سے
خوف زدہ ہین، اور اُسکو راستہ مین سلٹے ہوئے اور بچے کھچے سلمان ان اطراف سے بہاگ کر آتے ہوئے
ملے تاہم روسیون نے مدت تک ادہر رُخ نہین کیا، ان اطراف مین بعض غیر مسلم تاتاری قبائل اب بھی
موجود تھے، جنکے ہاتہ سے سلمان تکلیف اُٹھاتے تھے، اور وہ بے تکلف روسیون کے ساتھ ہوجاتے تھے،
سلطنت عثمانیہ نے سترہوین صدی کے آخر یا اٹھارہوین صدی کے شروع مین قرح پاشا کو ان
اطراف مین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے بہیجا[2]،

بخارا اور خیوا کی ریاستین اُنیسوین صدی کے اواخر مین روسیون کی باجگذار ہوئین، یعنی
اسوقت جب ۱۸۸۱ء مین انگریزون نے خدیو مصر کو اور ۱۸۸۲ء فرانس نے بای تونس کو اپنا پایہ تخت بنایا،
۱۸۶۷ء مین امیر بخارا اور ۱۸۷۳ء مین امیر خیوا نے خونریز لڑائیون کے بعد روسی حمایت مین آنا گوارا کیا،
یہ وہ وقت تہا جب خلافت عثمانیہ ہر چہار طرف سے دشمنون کے نرغہ مین پہنسکر بے دست و پا ہوچکی تھی

[1] یہ مراسلات فیاض القوانین کے قلمی نسخہ مین محفوظ ہین، [2] مقدمہ پروفیسر ویمبری بر ترجمہ مرآۃ الممالک سیدی علی امیر البحر،

تاہم اسوقت بھی اس سے جو کچھ ہو سکتا تہا وہ اس سے پہلو تہی نہین کرتی تھی، چنانچہ انیسوین صدی کے وسط مین سلطان عبدالمجید خان نے امیر بخارا کے پاس بخاریون کو جدید فن جنگ کی تعلیم دینے کے لئے اور وہان جدید طریق پر باقاعدہ فوج قائم کرنے کے لئے ترکی فوجی افسر اور معلمین جنگ بھیجے[۱]،

ترکستان کا وہ علاقہ جسپر چین نے قبضہ کرلیا تہا یعنی **کاشغر** اتالیق غازی یعقوب خوش بیگی نے اسی زمانہ مین چینیون کو وہان سے نکال کر اپنی سلطنت قائم کرلی تھی، سلطان نے اُسکے پاس بھی فوجی مدد بھیجی اور فوج کی تعلیم کے لئے ترکی افسر اور معلم روانہ کئے[۲]

روسیون نے ان علاقون پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانون پر جو مظالم کئے اور روسی مشنریون نے اُن کے عیسائی بنانے کے لئے جو جابرانہ کوششین کین اُنکی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے مگر سوال یہ ہے کہ ان مظالم کو سُن کر باسفورس کے کنارون پر بسنے والے مسلمانون کے علاوہ کسکے سینہ مین دل تڑپا؟ اور کسکی آنکھین اشکبار ہوئین؟ اور کس نے اُنکو ان ورطۂ ستم سے نکالنے کے لئے اپنے ہاتھ پاؤن ہلائے؟ انیسوین صدی عیسوی کے اواخر کے خونریز معرکۂ روم و روس کے بعد ۱۸۷۸ء[؟] جب برلن مین صلح کی کانفرنس بیٹھی تو ترکی سفیر نے روسی مسلمانون کے مصائب اور اُنکی بیکسی و مظلومیت کی داستان یورپ کی مجلس صلح کے سامنے پیش کی، روسی سفیر نے اسکے جواب مین روسی مسلمانون کی طرف سے اور انکے دستخطون سے ایک محضر پیش کیا جو یا جعلی تہا یا چند منافق مسلمانون کا یہ کام تہا اور یا جبراً مسلمانون سے لکھوایا گیا تہا، جسمین تحریر تہا کہ یہ واقعات سرتاسر غلط ہین، اور ہم شہنشاہ روس کے زیر سایہ نہایت امن و اطمینان کے ساتھ ہین، ترکی سفیر اس محضر کو دیکھکر ندامت کے سوا اور کچھ جواب نہ دیسکا[۳]، بالآخر ۱۸۹۱ء مین روسی مسلمانون کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا، قازان کے علماء نے عربی مین ایک پُردرد اور دل ہلادینے والا فریادنامہ لکھکر علماے حرمین کی خدمت مین بھیجا، اور لکھا کہ اسکو شیخ الاسلام کے

---

[۱] مقدمۂ پروفیسر ویمبری بر ترجمۂ مرآۃ الممالک سید علی امیر البحر، [۲] ایضاً، [۳] تلفیق الاخبار جلد۲ صفحہ ۳۱۶،

ذریعہ سے امیر المومنین اور حامی دین مبین کی پیشگاہ تک پہنچا دیجئے،

اس فریاد نامہ کے آغاز اور خاتمہ مین عربی کے چند اشعار ہین جنکو سُن کر ایک مسلمان کا دل سینہ سے باہر نکل آتا ہے:۔

اسادتنا لکم شان کبیر — بکم مما نحاذر نستجیر

اے ہمارے بزرگو! آپکی شان بڑی ہے — آپکے سایہ مین ہم مصائب سے پناہ ڈھونڈتے ہین

خذوا ثار الدیانة وانصروھا — لقد حامت حوالیھا النسور

اپنے دین کا انتقام لیجئے اور اسکی مدد کیجئے — اسکے چارون طرف گدھ منڈلا رہے ہین

ونحن بخطةٍ فیھا صغار — یشیب لکربہ الطفل الصغیر

ہم ایسے ملک مین ہین جسمین ایسی ذلتین ہین — جنکی تکلیف سے بچے بوڑھے ہوئے جاتے ہین

تجاذبنا الاعادی باصطناع — فینخدع المخول والفقیر

دشمن ہمکو فریب سے چارون طرف کھینچ رہا ہے جس سے محکوم اور غریب لوگ دہوکا کھا رہے ہین

ویمضغنا النصاریٰ ای قلب — علی ھذا یقر ولا یطیر

عیسائی ہمکو چبا رہے ہین کون دل ہے — جو اسپر ساکن رہیگا اور تڑپ نہ جائیگا،

مضی للاسلام ذاہبٌ ما علیہ — وھل یطفی الجوی الدمع الغزیر

اسلام مرگیا اب اسپر خون کے آنسو بہایئے اور کیا دلون کی سوزش کو آنسو بجھا سکتے ہین

فیا اسفاہ یا اسفاہ حزنا — یکرر ما تکررت الدھور

افسوس! افسوس! اس غم سے — جبتک زمانہ قائم ہے یہی آواز دہرائی جاتی رہیگی

نخور اذا دھینا بالرزایا — وھل مصغٍ الی بقرٍ تخور

یہ مصیبتین ہم پرآئی ہین تو ہم چیخ اُٹھتے ہین لیکن کمزور جانورون کی فریاد کون سُنتا ہے،

الیس لنا الی النفس شہم　　یدور مع الله واذا تدور

کیا ہماری مدد کے لئے کوئی خودار بہادر نہین ؟ جو مصیبتون کے ساتھ ساتھ گھومتا رہے،

فریاد نامہ کے آخر مین اُس دردناک قصیدہ کے چند شعر تھے جو مسلمانان اندلس نے اپنی تباہی کے دنون مین سلمانان عالم کے نام لکھا تہا،

علماے حرمین نے اس فریاد نامہ پر اپنے دستخط ثبت کرکے اور اُسکو چھپوا کر حکام اور اعیان مین تقسیم کیا اور اسکے کچھ نسخے علمائے قسطنطنیہ کے پاس بھیج دیئے، علماے قسطنطنیہ کے پاس جب یہ فریاد نامہ پہنچا تو ان مین ایک اضطراب برپا ہوگیا، جامع یلدز مین سلطان جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے، ایک پرجوش عالم سید اسعد مدنی نے موذن کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن رسم **سلاملق** کے موقع پر یہ فریاد نامہ شیخ الاسلام کی خدمت مین پیش کیا جائے، اور خود اس فریاد نامہ کا ترکی مین ترجمہ کرکے سلطان کے حضور مین پیش کیا، سلطان نے اپنے سفیر روس کے ذریعہ سے ایک تحریر حکومت روس کو بھیجی، روس کا مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ اس تحریر کا بہت اچھا اثر ہوا، اور مسلمانون کی تکالیف مین تخفیف ہوگئی، اگر انکو حکومت روس مین اس سے تعلیم و ترقی کے مواقع بہم پہنچے،[1]

نادر شاہ کے بعد **افغانستان** روس و انگلستان کی سیاسی شازشون کے بیچ مین گرفتار تہا، ترکستان و قازان وغیرہ مین مسلمانون کے ساتھ روس کا جو برتاؤ تہا اُسکو دیکھکر افغانستان کے لئے یہی صلاح مناسب تھی کہ وہ روس کے بجائے انگلستان کا ساتھ دیکر اپنی زندگی کو خطرہ سے بچائے، سلطان نے اپنا ایک سفیر امیر افغانستان کے پاس بھیجا، امیر عبدالرحمن خان تزک مین لکھتے ہین کہ چونکہ افغانستان مین سلطانی سفیر کی آمد کا یہ پہلا موقع تہا، اسلئے امیر نے یہ سمجھا کہ یہ بناوٹی سفیر ہے، ۱۸۷۷ء مین امیر شیر علیخان نے غالبًا روسیون کے اشارہ سے انگریزون کے برخلاف ایک مہم کی تیاری کی، اور سرحد پر جہاد کی پُرزور

---

[1] تلفیق الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۱،

تبلیغ کی، اس موقع پر سلطان نے اپنا ایک سفیر بھیجا، اور امیر کو اس سے باز رکھا، امیر عبدالرحمن خان نے تزک مین لکھا ہے کہ یہ فرمان سلطانی نہایت موثر ہوا، اور امیر شیر علیخان نے اپنے رویہ کو بدل دیا، روس نے اس اثر کو مٹانے کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ وہ یہ باور کرائے کہ یہ سفیر سلطان کا فرستادہ نہین بلکہ جعلی ہے۔

اسکے بعد جب امیر عبدالرحمن خان نے خداداد سلطنت افغانستان کے تخت پر جلوس فرمایا، اور سلطنت کے نظم و نسق کو درست کیا اور افغانستان مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو ترک ہی تھے، جنھون نے امیر مرحوم کو اس کار خیر مین مدد دی، ترک افسرون اور معلمون نے آکر افغانستانی فوج کی ترتیب و تنظیم کی، اسکو جدید آلات و اسلحہ کا استعمال سکھایا اور کابل مین، مدرسہ حربیہ قائم کیا اور بحمداللہ کہ وہ سلسلہ آج بھی قائم ہے اور سب کے سامنے ہے،

قفقاز کا ذکر بیسود ہے کہ اس خطہ کا کون سا اسلامی شہر ہے کہ جسکو ترکون نے اسوقت تک روسیون کے حوالہ نہین کیا جبتک اپنے سپاہیون کی لاشون سے اس شہر کی خندق کو پاٹ نہین دیا ہے اور اس وسیع رقبہ مین زمین کا کونسا چپہ ہے جہان عثمانی سپاہی کا خون نہین بہا ہے،

اس تمام داستان کو ختم کرکے ہمارے ناظرین اب سمجھے ہونگے کہ خلافت عثمانیہ نے دنیای اسلام کی خدمتگذاری کا فرض کسطرح ادا کیا، اور صدیون تک اس بار عظیم کو اس نے کیونکر اٹھایا؟

طلاق

عیسائی مذہب مین

از مولانا عبدالسلام ندوی

عام طور پر مشہور ہے کہ عیسائی مذہب صرف حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دیتا ہے، یعنی عورت کو صرف اس صورت مین طلاق دیجا سکتی ہے جب وہ اس فعل شنیع کی مرتکب ہو، اسکے سوا اور تمام ناگوار حالتون مین طلاق ممنوع ہے، آج عام طور پر عیسائی دنیا کا اسی پر عمل ہے، اور یورپ اور امریکہ کی عدالتون مین اس قسم کے ہزارون مقدمات دایر ہوتے رہتے ہین جنمین طلاق کی غرض سے عورتون پر ارتکاب فواحش کے الزام لگائے جاتے ہین، لیکن پادری انطون صالحانی نے ایک نہایت مفصل مضمون مین جو پہلے مجلۃ المشرق مین شایع ہوا تھا اور بعد کو ایک رسالہ کی صورت مین شایع ہوا یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب حالتِ زنا مین بھی طلاق کی اجازت نہین دیتا، صرف دنیوی اغراض نے اس غلط مسئلہ کو عیسائی دنیا مین رواج دیا ہے، ورنہ انجیل نے ہر حالت مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہین کہ ابتداءً یہودی مذہب مین بھی طلاق ناجائز تھی، لیکن جب یہودیون نے قساوت قلب کا اظہار کیا تو حضرت موسی علیہ السلام نے انکو طلاق کی اجازت دی تاہم یہودیون کے یہان طلاق کا لفظ دو معنون مین مستعمل تھا، ایک عام معنی تھے جسکے ذریعہ سے عورت سے دائمی علٰحدگی اختیار کیجا سکتی تھی لیکن وہ دوسرا نکاح نہین کر سکتی تھی، اسلئے اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہتا تھا، دوسرے خاص معنی تھے، جسکے ذریعہ سے نکاح فسخ ہو جاتا تھا، اور اس حالت مین عورت کو ایک طلاق نامہ دیا جاتا تھا جو اسکو دوسرے نکاح کا مجاز کرتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک انہی دونون صورتون پر

یہود کا عمل تہا، لیکن اُنھون نے نکاح کو ایک مقدس فرض قرار دیکر اسکو کلیسا کا ایک مخفی راز قرار دیا، اور اس رشتہ کو اسقدر مستحکم کر دیا جو کبھی ٹوٹ نہین سکتا تہا، چنانچہ اُنھون نے فرمایا: -

"جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیکر دوسرا نکاح کیا، اُس نے زنا کیا، اور جس عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دیکر دوسرے شخص سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (مرقس ۱۰: ۱۲ و ۱۳)

دنیا مین جب سے عیسائی مذہب پھیلا ہے، اُسوقت سے لیکر آج انیسوین صدی تک عیسائی مذہب کے ساتھ ساتھ اس مقدس تعلیم کی بھی اشاعت ہوئی ہے، اور کیتھولک، غیر کیتھولک، لیٹن، رومی، سریانی، ارمنی اور قبطی ہر فرقہ، ہر قوم، ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤن، اور ہر خاندان نے جسمین عیسائی مذہب پہیلا ہے، اس تعلیم پر عمل کیا ہے، لیکن بااین ہمہ یہ ایک نہایت عجیب بات ہے کہ بعض غیر کیتھولک لوگون نے زنا کی صورت کو اس عموم سے مستثنیٰ کر دیا ہے، اور انجیل کی ان آیتون

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، (متی ۵: ۳۲)

جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری سے نکاح کیا اسنے زنا کیا، (متی ۱۹: ۹)

کے رُو سے حالت زنا مین طلاق کو جائز قرار دیا ہے، لیکن کتاب مقدس کی جن جن آیتون مین نکاح اور طلاق کا ذکر آیا ہے، اُن کے پیش نظر کر لینے کے بعد انکی راے کی غلطی واضح ہو جاتی ہے، نکاح اور طلاق کے متعلق کتاب مقدس کی آیتین حسب ذیل ہین: -

اِسلئے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر بی بی کا ہو رہتا ہے تو وہ دونون یک قالب ہو جاتے ہین،

(تکوین ۲: ۲۴)

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بی بی کو طلاق دی وہ اُسکو ایک طلاقنامہ دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا (متی ۵: ۳۱-۳۲)

ذیسیون اُسکی آزمائش کے لئے یہ کہتے ہوے اُسکے قریب آئے کہ کیا انسان ہر سبب کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دیسکتا ہے؟ اس نے یہ کہکر انکو جواب دیا کہ کیا تم نے یہ نہین پڑھا کہ جس ذات نے ابتدا ءً انسان کو پیدا کیا، اس نے انکو مرد اور عورت پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے باپ، ان کو چھوڑکر اپنی بی بی کا ہو رہتا ہے، اسلئے وہ دونون ایک قالب ہو جاتے ہین، تو وہ اب دو نہین رہجاتے، ایک ہو جاتے ہین، اور جس چیز کو خدا نے جمع کردیا، انسان اسکو جدا نہین کرسکتا، ان لوگون نے کہا تو پھر موسیٰ نے کیون طلاق نامہ دینے کی وصیت کی، اس نے کہا، موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی، ابتدا مین اسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی، اور دوسری عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اور جس شخص نے مطلقہ عورت سے نکاح کیا اس نے زنا کیا، اب اُن کے تلامذہ نے کہا کہ اگر عورت کے ساتھ مرد کی یہی حالت ہو تو اُسکے لئے بہتر یہی ہے کہ نکاح نہ کرے، اس نے کہا، بجز ان لوگون کے جنکو وہی قوت عطا ہوئی ہے، ہر شخص اس کلام کا متحمل نہین ہوسکتا۔　　　(متی ۱۹: ۳-۱۲)

جو عورت کسی مرد کے نکاح مین ہے وہ جبتک مرد زندہ ہے، اسکے ساتھ متعلق ہے، لیکن جب مرد مر گیا تو وہ اس تعلق سے آزاد ہوگئی، اس بنا پر جبتک اسکا شوہر زندہ ہے، اگر اُس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو وہ زانیہ کہی جائیگی، اور اگر اسکا شوہر مر گیا تو وہ مرد کے تعلق سے آزاد ہے، یہانتک کہ اگر اس نے دوسرا نکاح کیا تو وہ زانیہ نہ کہی جائیگی۔　　　(رومیہ ۷: ۲-۳)

نکاح کرنے والون کو مین نہین بلکہ خدا یہ وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کو نہ چھوڑے اور اگر اس نے اُسکو چھوڑدیا تو یا غیر منکوحہ رہے یا اپنے شوہر سے پھر مصالحت کرے، اور مرد اپنی بی بی کو نہ چھوڑے۔　　　(اکورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

ان آیات کے پیش نظر ہو جانے کے بعد اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس لفظ "علاوہ علت زنا" کے

جو انجیل متی مین مذکور ہے، قطع نظر کرلین تو تمام آیتون سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب نے عموماً تمام حالات مین طلاق کو ممنوع قرار دیا ہے، اشکال جو کچھ پیدا ہوتا ہے صرف اس لفظ سے پیدا ہوتا ہے لیکن طلاق کے جو دو معنی عام و خاص ہم نے بیان کئے ہین، اُن کے لحاظ سے یہ اشکال نہایت آسانی کے ساتھ زائل ہوجاتا ہے، کیونکہ مسیح علیہ السّلام کے اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے اپنی عورت کو زنا کی حالت کے علاوہ طلاق دی اُس نے اُسکو زانیہ بنایا۔

اور نیز اس ارشاد مین کہ

جس شخص نے زنا کی حالت کے سوا اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھون نے طلاق کے معنی عام مراد لئے ہین یعنی زانی اور زانیہ کے پاداش گناہ مین صرف دائمی علٰحدگی کی اجازت دی ہے، فسخ نکاح کو جائز نہین قرار دیا ہے ورنہ وہ اس حکم کے بعد یہ نہ فرماتے کہ

جس نے مطلّقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا، (متی ۵ : ۳۲ و ۱۹ : ۹)

کیونکہ اسمین مطلّقہ کا لفظ ہر عورت کو خواہ زانیہ ہو یا نہ ہو شامل ہے، اسلئے اگر مطلّقہ سے وہ عورت مراد ہوتی جسکا نکاح فسخ ہوچکا ہے تو وہ شخص جس نے اس سے نکاح کیا ہے زانی کیون قرار پاتا؟

دوسری بات یہ ہے کہ زنا کی حالت مین مسیح علیہ السّلام نے طلاق کی تو اجازت دی ہے لیکن دوسری عورت سے نکاح کا حکم نہین دیا، جس سے ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح مراد نہین ہے بلکہ صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے، کیونکہ اگر مسیح علیہ السّلام کا مقصد طلاق ہو تو اُسکے بعد کا یہ جملہ

جس شخص نے مطلّقہ عورت سے نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

بالکل اسکے منافی ہوگا، لیکن اگر طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مراد لی جائے تو یہ جملہ اُسکی تائید کریگا، کیونکہ

طلاق کے بعد نکاح کی مانعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے فسخ نکاح نہین ہوسکتا صرف دائمی علٰحدگی ہوسکتی ہے،

اسکے علاوہ مذہب موسوی مین طلاق کے بعد عورت کو ایک طلاقنامہ لکھدیا جاتا تھا جو اسکو دوسرے نکاح کا مجاز قرار دیتا تھا، لیکن مسیح علیہ السّلام کے ارشادات مین طلاقنامہ کا ذکر نہین ہے بلکہ اسکے برخلاف دوسرے نکاح کی مانعت کیگئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طلاق سے صرف دائمی علٰحدگی مقصود ہے،

مرقس اور لوقا کی انجیلون مین اس بارہ مین جو آیتین مذکور ہین، ان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مرقس کی انجیل مین آیا ہے کہ ایک بار مسیح علیہ السّلام کے تلامذہ نے ان سے اسکے متعلق استفسار کیا (مرقس ۱۰: ۱۰) جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ خود مسیح علیہ السّلام کی زبان مبارک سے اسکی واضح تفسیر کرائین، چنانچہ ان کے استفسار کے جواب مین مسیح علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

> جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور دوسری عورت سے نکاح کیا، اس نے زنا کیا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑکر دوسرے سے نکاح کیا تو اس نے زنا کیا،

مسیح علیہ السّلام کے اس ارشاد مین وہ طلاق مراد ہے جس سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور دوسرا نکاح جائز ہوسکتا ہے، اس بنا پر انھون نے کلیتہً اسکی مانعت فرمائی، زنا کی حالت کو مستثنیٰ نہین کیا اور مرد کی طرح عورت کے لئے بھی نکاح ثانی کو حرام قرار دیا، اس بنا پر جب طلاق کے بعد کلیتہً نکاح ممنوع قرار پایا تو اس سے علانیہ ثابت ہوا کہ دین عیسوی مین عموماً طلاق حرام ہے،

اہل کورنتس نے پولوس رسول سے نکاح کے متعلق بعض مسائل دریافت کئے تھے انھون نے ان کا جو جواب دیا اس سے بھی انجیل کی اس تعلیم کی تائید ہوتی ہے، انھون نے انکو لکھا

> مین نہین، بلکہ خدا نکاح کرنے والون کو وصیت کرتا ہے کہ عورت اپنے مرد کو نہ چھوڑے

اور اگر چھوڑ دے تو یا بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرلے اور مرد بھی اپنی بی بی کو نہ چھوڑے۔ (کورنتس ۷: ۱۰ و ۱۱)

انجیل متی کے مطابق معترضین نے زنا کو طلاق کی علت قرار دیا ہے، حالانکہ پولوس نے عورت کو بلا نکاح زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حالت مین بھی عورت نکاح کی پابند ہے، اسی فصل کی انتالیسوین آیت مین پولوس رسول کا ارشاد ہے کہ

جب تک عورت کا شوہر زندہ ہے وہ اُسکی نکاح کی پابند ہے، لیکن اگر اس نے آنکھین بند کرلین تو وہ آزاد ہے اور جس شخص سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

اور اسمین انھون نے زنا یا کسی دوسری علت کو مستثنیٰ نہین قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السّلام نے حالت زنا مین طلاق کی جو اجازت دی ہے، اس سے پولوس نے دائمی علیٰحدگی کے معنی سمجھے ہین اور اس علیٰحدگی کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا ہے،

اگر عورت نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا ہے تو وہ بلا نکاح زندگی بسر کرے یا اپنے شوہر سے مصالحت کرے، اور مرد بھی اپنی عورت کو نہ چھوڑے۔

کیونکہ مصالحت صرف علیٰحدگی کی صورت مین ہوسکتی ہے، فسخ نکاح کے بعد مصالحت کا امکان نہین ہے اور زنا کی حالت مین طلاق سے بھی علیٰحدگی مقصود ہے،

پولوس رسول نے اہل رومیہ (۷: ۲ و ۳) کو جو خط بھیجا ہے، اسمین بھی نہایت وضاحت کے ساتھ اسی تعلیم کا اعادہ کیا ہے، ان دلائل کے ساتھ اگر ہم انجیل متی کی اُن نصوص کا جن سے فریق مخالف نے استدلال کیا ہے غور سے مطالعہ کرین تو ان دلائل کی قوت اور بھی بڑھجاتی ہے، کیونکہ مسیح علیہ السّلام نے اس انجیل کی پانچوین فصل مین شریعت جدیدہ (مذہب عیسوی) اور شریعت قدیمہ (مذہب موسوی) کا ان الفاظ مین مقابلہ کیا ہے،

کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بی بی کو طلاق دے وہ اُسکو ایک طلاقنامہ لکھکر دے، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جو شخص حالت زنا کے علاوہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ اسکو زانیہ بناتا ہے اور جو شخص مطلقہ عورت سے نکاح کرتا ہے وہ اُسکے ساتھ زنا کرتا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے تم کو طلاق کی اجازت دی حالانکہ ابتدا مین اُسکی اجازت نہ تھی، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس شخص نے حالت زنا کے علاوہ اپنی بی بی کو طلاق دی اور دوسرا نکاح کیا اُس نے زنا کیا،

اور یہ دکھلایا ہے کہ اُنکی جدید شریعت نے موسیٰ کے قدیم مذہب کے اس نقصان کی تلافی کردی ہے، اور نکاح کو بالکل سنت الٰہی کے مطابق کردیا ہے، لیکن اگر ہم فریق مخالف کی رائے کے مطابق یہ تسلیم کرلین کہ حالت زنا مین مسیح علیہ السلام نے طلاق کی اجازت دی ہے تو متعدد وجوہ سے خود مذہب عیسوی، مذہب موسوی کے مقابل مین ناقص اور غیر مکمل قرار پائیگا، مثلاً

(۱) ایک دیانت دار عورت ایک بداخلاق شخص کے نکاح مین ہے، وہ اگر اسکو ظلماً وعدواناً طلاق دیدے تو وہ دوسرا نکاح نہین کرسکتی، اور اسکو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، لیکن اُسکی رائے کے مطابق طلاق کے بعد ایک زانیہ عورت کا پہلا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اور وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب مین زانیہ عورت کی حالت ایک پاکباز عورت کی حالت سے بہتر ہوگی جو بالکل عدل و انصاف کے منافی ہے،

(۲) موسوی مذہب نے زانیہ عورت کی سزا طلاق کے بجاے رجم قرار دی ہے، اور اسطرح اس مذہب نے جو عیسائی مذہب سے ناقص تر ہے زنا کے میلان کو روکا ہے، لیکن اگر فریق مخالف کی رائے تسلیم کرلی جائے تو عیسائی مذہب نے حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیکر زنا کے میلان کو اور ترقی دی ہے اور اخلاقی حیثیت سے اپنا درجہ موسوی مذہب کے مقابل مین بالکل گھٹا دیا ہے۔

(۳) موسوی مذہب مین صرف مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا، لیکن اگر فریق مخالف کی رائے تسلیم کر لی جائے تو عیسائی مذہب مین زنا کی وجہ سے عورت بھی اپنے شوہر کو طلاق دیسکتی ہے اور اس لحاظ سے عیسائی مذہب نے طلاق کو موسوی مذہب سے بھی زیادہ عام اور وسیع کر دیا ہے، اور اسطرح موسوی مذہب عیسائی مذہب سے زیادہ کامل اور ترقی یافتہ قرار پاتا ہے،

(۴) ابتدای آفرینش مین کسی سبب یہانتک کہ زنا کی وجہ سے بھی رشتۂ نکاح کو نہین توڑا جاسکتا تھا چنانچہ خود مسیح علیہ السّلام نے فرمایا ہے،

موسیٰ نے تمہارے قساوت قلب سے طلاق کی اجازت دی ورنہ ابتدا مین ایسا نہ تھا،

اس بنا پر اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السّلام نے حالتِ زنا مین طلاق کی اجازت دی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُنھون نے نکاح کا اعادہ اُسکی اصلی وضع کے مطابق نہین کیا بلکہ اُسکا درجہ اسکی قدیم حالت سے کم کر دیا، مسیح علیہ السلام کے ارشاد اور پولوس رسول کی تعلیمات کے علاوہ عیسائی مذہب کے اکثر پادریون اور اکثر عالمون کی تعلیم بھی یہی ہے کہ موت کے سوا کوئی چیز رشتۂ نکاح کو نہین توڑ سکتی، چنانچہ صاحب مضمون نے اکثر یونانی اور لاطینی پادریون کی تصریحات نقل کی ہین، اور اپنی راے کے مطابق اُنکی شرح کی ہے مثلاً ایک رومانی عورت نے جسکا نام فابیولا تھا زنا کی وجہ سے اپنے شوہر کو طلاق دیکر اس زمانہ کے تمدنی قانون کے مطابق دوسرا نکاح کر لیا تھا، اسکے متعلق پادری ایرونیموس نے فتوی دیا کہ اُس نے غلطی کی کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ حالت زنا کے علاوہ عورت کسی حالت مین طلاق نہین دیسکتی، لیکن اگر اس حالت مین طلاق دیدی تو اُسکو غیر منکوحہ رہنا چاہیئے، شریعت مین مرد اور عورت دونون کا حکم ایک ہے، جو شخص کسی زانیہ عورت سے نکاح کر لیتا ہے وہ اُسکے ساتھ یک قالب ہو جاتا ہی اسیطرح جو عورت کسی زانی سے نکاح کر لیتی ہے وہ اسکے ساتھ یک قالب ہو جاتی ہے، کیونکہ مسیح کی شریعت قیاصرہ کے قانون سے مختلف ہے، اور پاپیانوس کا حکم بعینہ پولوس کا حکم نہین ہے، ان لوگون نے

مردون کی باگ بالکل ڈھیلی کردی ہے، لیکن ہمارے نزدیک جو چیز عورتون کے لئے جائز نہین وہ مردون کے لئے بھی جائز نہین، اگر لوگ فابیولا کو اس بنا پر ملامت کرتے ہین کہ اس نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلیا تو مین نہایت آسانی کے ساتھ اسکی غلطی کا اعتراف کرتا ہون، کیونکہ فابیولا نے جائز سمجھکر ایسا کیا ہے، اور اسکو یہ معلوم نہ تھا کہ جب تک مرد زندہ ہے انجیل نے عورت کے لئے طلاق کو حرام قرار دیا ہے،

پادری اوغسطینوس نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ کردیا ہے، انھون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اسکے بعض فقرے یہ ہین:-

جس عورت کو شوہر سے علٰحدگی کی حالت مین غیر منکوحہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علٰحدگی کی آزادی کا سلب کرنا مقصود نہین بلکہ صرف نکاح کی ممانعت مقصود ہے،

رسول کے الفاظ جو بار بار گذرچکے اور بار بار ثابت کئے جاچکے ہین وہ نہایت صحیح اور واضح ہین، کوئی عورت دوسرے شخص کی بی بی نہین ہوسکتی جبتک وہ اپنے پہلے شوہر سے جدا نہو جائے اور پہلے شوہر سے بجز حالتِ زنا کے اسوقت تک جدا نہین ہوسکتی جب تک وہ مر نہ جائے، لیکن اگر عورت مرتکب زنا ہو تو اسکو شوہر سے علٰحدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس حالت مین پہلا نکاح قائم رہیگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص مطلقہ عورت سے گو اسکی طلاق زنا کی وجہ سے ہو نکاح کرتا ہے وہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے،

پادریون اور عالمون کے علاوہ قانون ساز جماعتون نے بھی اس تعلیم کو قانونی حیثیت سے قائم رکھا چنانچہ عیسائیت کے قرون اولیٰ مین جیبرہ کی قانونی مجلس نے جو ۳۰۵ء مین منعقد ہوئی یہ دفعہ پاس کی،

اگر کوئی مومنہ عورت اپنے زانی شوہر سے علٰحدگی اختیار کرکے دوسرا نکاح کرلے تو اسکو لازمی طور پر روکنا چاہئے،

ارل کی قانونی مجلس نے جو ۳۱۴ء مین منعقد ہوئی یہ قانون پاس کیا،

جو نوجوان لوگ اپنی بی بیون کو ملوث پائین ان پر دوسرا نکاح حرام ہے، مجلس کی خواہش ہے کہ جبتک انکی عورتین بقید حیات ہین گو وہ نابینہ ہون انکو نکاح نہ کرنے کی ترغیب دیجائے۔

اسی طرح صاحب مضمون نے نہایت کثرت سے قانونی مجلسون کے دفعات نقل کرکے اپنے دعوی کو ثابت کیا ہے، ان تصریحات کے علاوہ اخلاقی اور عقلی حیثیت سے بھی اس دعوی کی تائید ہوتی ہے، فرض کرو کہ ایک مرد اور ایک عورت مین عاشقانہ تعلقات قائم ہین، اور یہ تعلقات اسقدر بڑھ گئے ہین کہ دونون باہم نکاح پر آمادہ ہوگئے ہین، لیکن دقت یہ ہے کہ دونون کا پہلے سے نکاح ہوگیا ہے، اب اگر ہم زنا کو طلاق کی علت تسلیم کرلین تو کیا ان دونون کو اس ذریعہ سے فائدہ اٹھانے مین کوئی تامل ہوگا؟ لیکن اگر ان دونون کو یہ یقین ہوجائے کہ اس رُوسیاہی کے بعد بھی انکو پہلے نکاح سے چھٹکارا نہین ہوسکتا تو انکی آتشِ شوق بجھہ جائیگی، اور دونون اپنی عصمت وعفت کا تحفظ کرینگے اور اسطرح طلاق کی عام ممانعت اخلاق اور نکاح دونون کی محافظ ہوگی۔

اسی طرح فرض کرو کہ دو میان بی بیون مین ناچاقی رہتی ہے، اب اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ ایک صورت (زنا) ایسی ہے جو انکو اس عذاب سے نجات دلاسکتی ہے تو انکی باہمی دشمنی اور بھی ترقی کریگی، لیکن اگر انکو یہ معلوم ہوجائے کہ موت کے سوا کوئی چیز انکو اس مصیبت سے نجات نہین دلاسکتی، تو وہ تمام تکلیفون پر صبر کی عادت ڈالین گے، ان کا بغض کم ہوجائیگا اور الفت ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرینگے، اسطرح طلاق کی اجازت بغض وعداوت کا سبب ہوگی اور اسکی ممانعت الفت اور محبت پیدا کریگی،

موسیو ژول سیمان نے جو کسی مذہب کا پابند نہ تھا اپنی کتاب حریت مدنیہ مین کسقدر سچ لکھا ہے۔

تم لوگون نے ایک ایسا طریقہ قائم کیا ہے جو ناجائز محبت کو جائز بلکہ شرعی بناتا ہے، اور یہ طریقہ طلاق کا ہے، کیا تم کو یہ نظر نہین آتا کہ ایک شخص جسکا نکاح ہوچکا ہے، طلاق کی امید پر اپنے نوزائیدہ

عشق کی آگ کو بجھا نہین سکتا لیکن اگر نکاح ثانی کی آزادی قائم نرہے تو اسکی مقصد براری نہایت دشوار ہوجائیگی۔

ان دلائل کے بعد اگرچہ یہ یقینی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ عیسائی مذہب مین طلاق کی عام ممانعت ہے تاہم اسی کے ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے یقینی مسئلہ کے متعلق تمام عیسائی دنیا کیونکر ایک عام غلط فہمی مین مبتلا ہوگئی ؟ اور غیر کیتھولک لوگون نے کیونکر حالت زنا مین طلاق کو جائز کرلیا؟ لیکن اسی مسئلہ کی تخصیص نہین، اکثر شرعی مسائل کا یہ حال ہے کہ جب وہ جذبات انسانی کے موافق یا مخالف ہوتے ہین تو ان مین اس قسم کے تغیرات ہوجاتے ہین، نکاح اور طلاق کا مسئلہ جذبات انسانی کی سب سے بڑی جولانگاہ تہا، اسلئے دنیوی اغراض نے اس مسئلہ کی اصلی صورت مسخ کردی، اسکے ساتھ خود متی کی انجیل مین اس قسم کی آیتین موجود ہین جنکو اگر دوسری انجیلون کی آیتون سے الگ کرلیا جائے اور علما نے جو تعلیم دی ہے، اور پادریون نے انکی جو تفسیرین کی ہین، انکو پیش نظر نہ رکھا جائے تو وہ اس مقصد کے لئے دلیل کا کام دیسکتی ہین، اس بنا پر اس غلطی نے اور بھی وسعت حاصل کرلی،

تغیر و تحریف کے ان اسباب کے ساتھ جس وقت سلاطین روم نے عیسائی مذہب قبول کیا اُسوقت بت پرست قومین نہایت کثرت سے اُن کے ملک مین موجود تہین، جنکا مذہب اکثر حالات مین طلاق کی اجازت دیتا تہا، چونکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی قوم کے رسم و رواج مین دفعۃً تبدیلی نہین پیدا کی جاسکتی، اسلئے ان سلاطین نے ان قومون کے ان شرعی معاملات مین جو انجیل کے مخالف تھے، نہایت تدریجی طور پر دست اندازی کی، بالخصوص طلاق و نکاح کے معاملہ مین تو اور بھی احتیاط مدنظر رکھی، اسلئے طلاق کے متعلق یہ بت پرستانہ رسم قائم رہ گئی، اور تقرب شاہی کی بنا پر بعض پادریون نے بھی سہل انگاری سے کام لیکر اسکو اور مستحکم کردیا، لیکن بااین ہمہ اگرچہ یہ رسم عیسائی ممالک مین جاری ہوگئی تاہم اسکو قانونی درجہ کبھی حاصل نہین ہوا، چنانچہ مانسل جو ایک مشہور پروٹسٹنٹ

قانون دان ہے، لکھتا ہے :۔

کینسہ انگلیکا نہ نے میان بی بی کے ایک ساتھ نہ کہانے اور سونے کے سوا دوسرے قسم کے طلاق کو منظور نہین کیا اور دوسرے نکاح کو صراحتہً حرام قرار دیا ۔

اس مذہبی اور تاریخی سوال کے علاوہ ایک اخلاقی اور معاشرتی سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، فرض کرو کہ زید نے عنفوان شباب مین ایک نوجوان عورت سے شادی کی، اور اس عورت کو نکاح کے بعد دوسرے شخص سے ناجائز محبت ہوگئی، یا ایک شریف عورت نے ایک نوجوان سے نکاح کیا جس نے اس سے منافقانہ محبت کا اظہار کیا، حالانکہ درحقیقت اسکو اس سے محبت نہ تھی، بلکہ اس نے عورت کی مال و دولت کی طمع سے ایسا کیا تہا، چنانچہ جب وہ عورت کے مال و متاع پر قابض ہوچکا تو اس نے اس سے عملاً علیحدگی اختیار کر لی، تو کیا عدل و انصاف کا یہ اقتضا ہے کہ اس ناگوار حالت مین یہ دونون مرد اور عورت ہمیشہ کے لئے ناگوار زندگی بسر کرلینے کا فیصلہ کرلین؟ کیا اس حالت مین دونون کے دل مین ناجائز خواہشین نہ پیدا ہونگی؟ اور اگر ہونگی تو کیا یہ مناسب نہین ہے کہ شریعت انکو طلاق کا اختیار دیدے تاکہ وہ دوسرا نکاح کرکے جائز طور پر اپنی خواہشین پوری کرسکین؟

یہ سوال بے شبہہ نہایت واضح اور قوی ہے، لیکن اسکے جواب سے پہلے ہمکو یہ بتادینا چاہیئے کہ نکاح کا معاملہ نہایت اہم ہے، اسلئے انسان کو اس معاملہ مین سب سے زیادہ غور و فکر، بحث و تحقیق اور جانچ پڑتال کرلینی چاہئے، اگر اس قسم کے ناگوار واقعات میان بی بی کی سہل انگاری، بے پروائی اور بدتدبیری سے پیش آئے ہین، تو اسمین شریعت کا کیا قصور ہے؟ یہ خود انسان کی غلطی ہے اور اسکو اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا چاہیئے، البتہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جو کافی غور و فکر اور حزم و احتیاط کے بعد نکاح کرتے ہین، اور باایں ہمہ انکو بعض اوقات اس قسم کے ناگوار واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے

اس سوال کا اصلی تعلق انہی لوگون کے ساتھ ہے، اور درحقیقت انکی یہ مصیبت ہمدردی کی مستحق ہے، لیکن باایں ہمہ یہ ایک خاص مصیبت ہے، اور عام نقصان کے مقابل مین خاص خاص اشخاص کے نقصانات قابل لحاظ نہین ہوتے، صرف شریعت ہی کی تخصیص نہین بلکہ عام تمدنی قانون مین بھی اس اصول کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مثلاً حکومت عام فائدہ کے لئے جب کوئی قانون نافذ کرتی ہے اور اس سے خاص خاص اشخاص کو نقصان پہنچتا ہے تو نفع عام کے لئے وہ لوگ مجبوراً اس نقصان کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے ہین، مسئلہ طلاق کا بھی یہی حال ہے، اگر حالت زنا مین طلاق کی اجازت دیدی جائے تو سیکڑون مرد و عورت ناجائز عاشقانہ تعلقات کی بنا پر اس سے فایدہ اُٹھائین گے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخلاقی اور معاشرتی نظام کا شیرازہ دفعتہً برہم ہوجائیگا آج ولایات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ کو طلاق کی کثرت نے سخت پریشان کر رکھا ہے، اور اسکے اثر سے نسل انسانی مین کمی ہو رہی ہے، وہ اسکے روکنے کی تدبیرین کر رہے ہین لیکن انجیل مقدس نے جو حکم دیدیا ہے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین ہے، اس بنا پر اگر اس قسم کے ناگوار واقعات پیش آئین تو ان مین اس وائمی علحدگی کے سوا جسکا انجیل نے حکم دیا ہے اور کوئی علاج نہین، خود تمدنی قانون کے رُو سے سپاہیون کو نکاح سے روکا جاتا ہے، یا ان کو بی بیون سے جدا کرکے لڑائی مین بھیجدیا جاتا ہے، ایک مجرم بھی حالت قید مین اپنی بی بی سے علحدہ رہتا ہے، اور ان حالتون مین قانون پر کوئی اعتراض نہین کیا جاتا، اسی طرح اگر شریعت نے نفع عام کے لئے ایک حکم دیا ہے، اور بعض لوگون کو اس سے نقصانات پہنچتے ہین تو شریعت پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا،

پادری موصوف نے اس مسئلہ پر جو مضمون لکھا ہے، یہ اُسکا خلاصہ ہے، لیکن درحقیقت یہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے نہ خود عیسائی مذہب کی غیر معتدل تعلیم کا نتیجہ ہے نکاح کلیسا کا ایک مقدس راز سہی، لیکن باایں ہمہ زن و شو کی اجتماعی زندگی مین بہت سے تلخ و ناگوار واقعات ایسے پیش آتے ہین جنمین

طلاق ایک ناگزیر چیز ہو جاتی ہے، لیکن عیسائی مذہب مین طلاق کلیۃً ناجائز تھی، اسلئے بعض فرقون نے انجیل کی مبہم آیتون کا سہارا ڈھونڈھ کران ناگوار حالات مین صرف زنا کی حالت مین طلاق کی اجازت دی، لیکن جب یہ دروازہ کھل گیا تو جدید تمدن نے اسکو اور وسیع کردیا، اور چونکہ ہر قسم کے ناگوار معاشرتی واقعات کی صورت مین صرف یہی ایک الزام عیسائیون مین جواز طلاق کی قانونی اور شرعی صورت تھی، اس لئے عدالتون مین اس کثرت سے اس شرمناک طلاق کے متعلق مقدمات دائر ہوئے کہ تمام عیسائی دنیا کی گردنین جھک گئین، اور مدبران ملک تک اس حالت سے گھبرا گئے، پادری موصوف نے اس مضمون کے ذریعہ سے انہی شرمناک مقدمات کا سدباب کرنا چاہا ہے، لیکن واقعات ثابت کررہے ہین کہ انکی یہ کوشش ناکامیاب رہی ہے، اور درحقیقت جو تعلیم تمدن و معاشرت کے خلاف ہو وہ کبھی کامیاب نہین ہوسکتی،

حقیقت یہ ہے کہ طلاق اس فساد معاشرت کا علاج ہے جسکے روک تھام کے لئے انسان کے ہاتھ مین کوئی دوسری تدبیر نہین، سوال یہ ہے کہ اگر عیسائی طلاق کا صرف یہی مفہوم ہے کہ بیوی کی بے وفائی کی حالت مین زن و شو مین دائمی تفریق کردیجائے، اور بطور سزا کے ان مین سے کسی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دیجائے تو ایسی حالت مین پہلے تو یہ بتانا چاہیئے کہ مرد کو کس جرم کی پاداش مین یہ سزا ملتی ہے، اور دوسرے یہ کہ عورت کی جس اخلاقی بے وفائی کو روکنے کے لئے آیندہ نکاح کی ممانعت کے ساتھ زن و شو کی دائمی مفارقت کی تدبیر اختیار کیگئی ہے آیا اس سے اس بداخلاقی کا انسداد ہوگا، یا اس سے بھی زیادہ انسانی سوسائٹی کی بداخلاقیون کے اعداد و شمار مین ترقی ہوجائیگی۔

اورینٹیل کانفرنس

کا

گذشتہ جلسۂ کلکتہ

از جناب مولوی محفوظ الحق صاحب بی اے

گذشتہ جنوری ۲۲ء کی آخری تاریخون مین "مجلس مستشرقین ہند" کا جو اجلاس کلکتہ مین منعقد ہوا، رسائل کو چھوڑ کر اخبارات تک مین بھی اسکا تذکرہ برائے نام ہی آیا، حالانکہ اسکی اہمیت ہماری خاص توجہ کی محتاج تھی، ہم نے اس اجلاس کی مجمل کاروائی اخبار علمیہ کے تحت مین لکھی ہے، گر بہرحال وہ نقل ہے، اس بنا پر ہم مولوی محمد محفوظ الحق صاحب کے مشکور ہین کہ اُنھون نے کانفرنس کے چشمدید حالات لکھکر ہمین عنایت کئے ہین، **ولیس الخبر کالعیان**،

ہندوستان کی مشہور اورینٹیل کانفرنس جسکا پہلا جلسہ پونا مین سر آر، جی بھنڈارکر کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا، امسال جنوری کے آخری ہفتہ مین کلکتہ مین منعقد ہوئی، کلکتہ یونیورسٹی کے قائمقام وائس چانسلر سر آسوتوش مکرجی نے اس کانفرنس کو مدعو کیا تھا، اور اُنہین کے ایما پر اسکا جلسہ یونیورسٹی کی عمارت مین منعقد ہوا، ہندوستان کے اکثر مستشرقین اسمین موجود تھے، اور مختلف صوبون، ریاستون اور علمی انجمنون نے اپنے نمایندے بھیجے تھے، جہانتک معلوم ہوا تو ہائی سو ڈیلیگیٹ کے قریب شریک ہوئے، اور ان مین مسلمانون کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔

پہلا اجلاس ۲۸ - جنوری ۲۲ء کو ۱۱ بجے دن کے شروع ہوا، لارڈ رونلڈشے گورنر بنگال نے بحیثیت سرپرست کے اپنی طویل تقریر سے اس کانفرنس کا افتتاح کیا، جسمین کانفرنس کے کارنامون کو

سراہا اور پھر امید دلائی کہ آگے چل کر یہ کانفرنس مشرق و مغرب کا سنگم ہوگی، اسکے بعد سر آسوتوش مکرجی مسند تقریر پر آئے اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ ایک طویل لیکن پر مغز تقریر کی انہون نے مختلف مشرقی علوم و فنون کو لیا، اور ان شعبون مین جن مستشرقون نے کار ہاے نمایان انجام دیئے ہین، انکی تعریف کی، اور آخر مین اس امر پر زور دیا کہ ابھی تحقیق کی بہت ضرورت ہے، اور جبتک کہ ہندوستانی مستشرق جدید علمی تحقیقات سے کام نہ لین گے اسوقت تک وہ خاطر خواہ کامیابی نہین حاصل کر سکتے،

اس تقریر کے بعد صدر کا انتخاب ہوا، اور حسب امید مشہور فرانسیسی مستشرق اور ماہر علوم ہند ڈاکٹر سلوین لیوی کرسی صدارت پر بیٹھے، اور اپنا مختصر خطبۂ صدارت پڑہا، انکی تقریر کے بعد افتتاحی کاروائی ایک بجے دن کو ختم ہوئی،

دن کے ڈہائی بجے کلکتہ کے مشہور رئیس راے بہادر رمنی لال ناہر نے ڈیلیگیٹون کو اپنے گھر پر مدعو کیا تہا، وہان سامان دعوت کے علاوہ علمی ضیافت کا بھی نہایت عمدہ سامان تہا، راے بہادر موصوف نے اپنے علمی ذخائر کو نمائش کے لئے پیش کیا تہا جنمین عہد مغلیہ کی قلمی تصویرین بہت نمایان تہین، اور بعض تاریخی نقطۂ نظر سے خاص طور پر دلچسپ تہین، ان تصاویر کے علاوہ غیاث الدین تغلق، فیروز تغلق اور دیگر سلاطین ہند کے طلائی اور نقرئی سکون کا بھی کافی ذخیرہ تہا، اسکے علاوہ جین مت کی بہت سی قلمی کتابین تہین، پُرانے سکے تھے، اسوکا کے عہد کی مورتین تہین اور نقاشی و صناعی کے بعض جدید نمونے تھے،

شام کے وقت بنگلہ زبان کی علمی سوسائٹی نے مہمانون کو اپنے ہان مدعو کیا، اور قلمی بنگلہ کتابون کو نمائش کے لئے پیش کیا۔

دوسرے دن کی کاروائی اسطرح شروع ہوئی کہ کانفرنس کو مختلف شعبون مین تقسیم کر دیا گیا اور ہر شعبہ کا جلسہ ایک جدا صدارت کے ماتحت مختلف کمرون مین علٰحدہ علٰحدہ ہوا، اور اس دن علم الاقوام،

سنسکرت و پراکرت، ویدک و ایرانین اور آرکیلاجیکل سکشن کے جلسے ہوئے، آخر الذکر شعبہ کا جلسہ بہت کامیاب رہا، لیکن افسوس ہے کہ ان ۲۴ مضامین مین جو اس جلسہ مین پڑہے گئے ایک مضمون بھی کسی مسلمان کے قلم سے نہ تہا اور نہ کسی مسلمان نے اس شعبہ کی کاروائیون مین کوئی حصہ لیا، حالانکہ بعض مسلمان ماہر آثار قدیمہ اس جلسہ مین موجود تھے، اور وہ یقیناً بول سکتے تھے، لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ برابر خاموش رہے، اور گو اس امر پر بحث بھی رہی کہ مسلمانون سے پہلے ہندوستان مین گنبد کا رواج تہا یا نہین، لیکن اسپر بھی ان حضرات کا سکوت برابر قائم رہا، اور وہ گویا نہوئے، اس بحث کی ابتدا مسٹر جیسوال (بیرسٹر پٹنہ) کے ایک مضمون سے ہوئی جسمین انھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ گنبد کا رواج قدیم ہندوستان مین تہا، اور یہ خیال کہ یہ اسلامی یادگار ہے غلط ہے، اپنے دعوی کے ثبوت مین مسٹر جیسوال نے اپنے ایک جدید انکشاف کا حال بتایا جو بڑی دلچسپی سے سنا گیا، لیکن کشمیر و پنجاب کے بعض ہندو ماہرین آثار قدیمہ نے اعتراضات کئے، اور ان کے نظریہ کو غلط ٹہرانے کی کوشش کی لیکن مسٹر جیسوال کی تیز زبانی کے آگے انکی بات نہ بنی اور جلسہ پر مسٹر جیسوال کی کامیابی کا اثر چہایا رہا۔

ویدک اور ایرانین زبانین اور علوم چونکہ ایک حد تک متحد ہین، اسلئے انکے جلسے بیک وقت ایک ہی کمرہ مین ہوئے اول الذکر کے صدر ڈاکٹر بلوار کر تھے، اور آخر الذکر شعبہ کی صدارت بمبئی کے فاضل مستشرق شمس العلما ڈاکٹر جیون جی جمشید جی پی ایچ ڈی سی ائی ای نے فرمائی، آخر الذکر سکشن مین چہ مضامین آئے تھے لیکن ان مین سے دو نہین پڑہے جاسکے، بقیہ مضامین زیادہ تر قدیم پارسی لٹریچر اور فیلالوجی سے متعلق تھے، اسلئے عام دلچسپی کے نہ تھے، البتہ ذیل کے مضامین خاص توجہ سے سنے گئے:۔

(۱) کرنا اور اسکے متعلق ایرانی خیال۔ از شمس العلما ڈاکٹر مودی،

(۲) اسکندر اعظم کے ہاتھون قدیم ایرانی لٹریچر کی تباہی۔ (از شمس العلما ڈاکٹر مودی)

(۳) پارسی روایتین فارسی مین ״

افسوس ہے کہ ہر مضمون کے پڑہنے کے لئے صرف دس منٹ کا وقت دیا جاتا تہا، اور پانچ منٹ بحث ومباحثہ کے لئے، اسلئے اس کم وقت مین ان طویل مضامین کا اقتباس بھی نہین پیش کیا جاسکتا تہا، بہرکیف! یہ مضامین جب کانفرنس کی رپورٹ مین شایع ہونگے تو یقین ہے کہ خاص دلچسپی سے پڑہے جائینگے۔ حق تو یہ ہے کہ اس شعبہ کے روح وروان صرف دو شخص تھے، ایک تو ڈاکٹر مودی اور دوسرے ڈاکٹر تارا پوروالا، شکر ہے کہ اس شعبہ مین مسلمانون کی تعداد کافی تھی اور انھون نے اس سے واقعی اپنی دلچسپی کا اظہار کیا؛

اسکے ساتھ دوسرے کمرون مین علم الاقوام اور سنسکرت و پراکرت لٹریچر کے جلسے ہوئے، اول الذکر شعبہ مین چودہ اور آخرالذکر مین سترہ مضامین پڑہے گئے، اور حسب امید دونون شعبون مین مسلمانون کا نام ندارد تہا۔

تیسرے دن کی کاروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی، اور آرکیلاجیکل سکشن (شعبۂ آثار قدیمہ) کا جلسہ آج بھی کامیاب رہا، آج جو مضامین پڑہے گئے وہ ہمارے نقطۂ نظر سے کسی خاص دلچسپی کے نہ تھے، صرف ایک مضمون جو مسٹر ساہا نے پڑہا اور جسمین انھون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ دیوناگری حروف عربی سے ماخوذ ہین بڑی دلچسپی سے سنا گیا، اور اسپر بحثین بھی خوب رہین مسٹر ساہا نے ایک نقشہ بھی پیش کیا جسمین انھون نے یہ دکھایا تہا کہ کسطرح عربی خطوط مسخ کرکے دیوناگری بنائے گئے ہین واقعہ یہ ہے کہ اس نقشہ کو دیکھکر اور ان کے دلائل کو سُن کر اکثر لوگون کو مسٹر ساہا کے دعوی کا یقین ہوگیا، اور اگرچہ بعض قدامت پرست ہندو حضرات نے ان پر نہایت سخت اعتراضات بھی کئے، لیکن مسٹر ساہا نے جو مین دلائل پیش کئے، انکے مقابلہ مین وہ اعتراضات بہت پست تھے، افسوس ہے کہ

مین عجلت مین مسٹر ساہا کے نقشہ کی نقل نہ لے سکا، لیکن اگر موقع ملا تو انشاء اللہ اسکی ایک نقل ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کرونگا -

آج سیاسی تاریخ، اجتماعی و تاریخی شعبہ اور فلسفہ و مذہب سکشن کے جلسے بھی ہوئے اور بہت کامیاب رہے، لیکن مسلمانون کا فقدان ہر جگہ تہا، یہ چیزین ایسی ہین جنکے متعلق ہمارے مسلمان اہل قلم، قلم اُٹھا سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی اور یہ جلسے انکی عدم توجہی کے شاہد رہے،

شام کے وقت ڈیلیگیٹون کو انڈین سوسائٹی آف اورینٹل آرٹ کی نمائش مین مدعو کیا گیا تہا، یہان زمانۂ حال کے تمام نقاشون کے ہاتہہ کی تصویرین موجود تہین، لیکن بنگالی عنصر غالب تہا، واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ابندرانا تہہ ٹگور اور گگندرا نا تہہ ٹگور نے نقاشی کا جو "قومی اسکول" قائم کیا ہے اُسکا پایہ اب بہت بلند ہو گیا ہے، اور یورپین ماہرون کی نظرین بھی اسپر پڑنے لگی ہین، اس نمائش مین ڈاکٹر ٹگور کے ہاتہہ کی بہت سی تصویرین تہین، منجملہ اُنکے اورنگ زیب کی ایک تصویر بھی تھی جو مسٹر جسٹس پی آر داس (پٹنہ) کے ہاتہہ ڈہائی ہزار روپیہ کو بک چکی تھی، اسکے علاوہ زیب النساء، شیخ سعدی، اور زیب النساء کی تصویرین جو اسی نقاش کے دماغ و قلم کا نتیجہ تہین نہایت اعلیٰ تہین، انکے علاوہ عمر خیام کی بعض رباعیون کو بہت سے نقاشون نے تصویر کا جامعہ پہنایا تہا، اور گو ان مین یورپین نقاشی کا اثر ایک حدتک موجود تہا، لیکن مشرقی رنگ بھی کچھ کم شوخ نہ تہا، اس سال کی نمائش مین اکثر نقاشون نے اپنے ہاتہ کی تصویرین بہیجی تہین، اور ان مین دس بنگالی خواتین بھی تہین، لیکن اس طویل فہرست مین ہمین صرف دو مسلمان نظر آئے، ایک تو لاہور کے مشہور آرٹسٹ عبدالرحمٰن چغتائی اور دوسرے لکہنؤ کے سمیع الزمان، اول الذکر نے اپنی بہت سی تصویرین بہیجی تہین، اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ٹگور کے ہمرنگ تھین، ایک تصویر جسمین شاہجہان کی آخری گھڑیون کا منظر پیش

کیا گیا تھا، اور جسکی قیمت پندرہ سو روپیہ تھی، واقعہ یہ ہے کہ نقاشی کا اعلیٰ نمونہ تھی، لیکن اور تصویرین بھی جنمین حسن وعشق کے مناظر، یا جذبات وحسیات کی کیفیات پیش کی گئی ہین، اپنے رنگ مین نرالی اور قابل تعریف ہین، لیکن اسکے برخلاف عہد حال کی تصویرین معمولی ہین صرف "شکارگاہ" کا ایک منظر البتہ دلچسپ تھا، لیکن وہ بھی کسی نقل تصویر کا چربہ معلوم ہوتا تھا۔

یہان کی سیر کے بعد کلکتہ کے مشہور عجائب خانہ کی سیر ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ عجائبات کا جو ذخیرہ یہان فراہم ہے، وہ ہر طرح قابل تعریف ہے، صرف عہد مغلیہ کی قلمی تصویرون کو اگر دیکھا جائے، اور ان کے متعلق کچھ لکھا جائے تو وہ ایک دفتر ہو جائے، یہان مختلف عہدون کے جو سکّے فراہم کئے گئے ہین وہ ہندوستان کے کسی اور عجائب خانہ مین آپکو نہ ملین گے، ان سکون کی فہرست چھپکر شائع ہو چکی ہے، اور اسلامی سلاطین ہند کے سکون کی فہرست تیس روپیہ کو مل سکتی ہے، جو لوگ سلاطین ہند کے سکون کے متعلق تحقیق کر رہے ہین وہ اس فہرست سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہین اور بعض مشتبہ باتون کے متعلق اس شعبہ سے خط وکتابت بھی کر سکتے ہین،

شب کے وقت ہز اکسلنسی گورنر بنگال کے یہان کانفرنس کے مہمانون کی دعوت تھی یہان ٹگور کے مشہور کھیل پوسٹ آفس کا تماشہ دکھایا گیا جو خاص دلچسپی سے دیکھا گیا۔

چوتھے دن کی کارروائی بھی دس بجے شروع ہوئی، کل کے بعض ناتمام جلسے آج ہوئے اسکے علاوہ بدھ، سائنس، قدیم جغرافیہ اور علم اللسان کے شعبون کے جلسے بھی ہوئے، اول الذکر تین شعبون مین مسلمانون کا نام صفر تھا، صرف آخرالذکر سکشن مین ایک مسلمان سنسکرت دان مولوی محمد شہید اللہ ایم اے، بی ال نے سنسکرت فیلالوجی کے متعلق دو مضمون پڑھے۔

آج ہی عربی وفارسی شعبہ کا بھی جلسہ تھا، لیکن ہماری بدبختی دیکھئے کہ اسکی صدارت کے لئے ارباب حل وعقد نے چنا بھی تو ایک انگریز کو، یعنی لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رنیکنگ، کیا کانفرنس والون کی

نظر مشہور فضلاء و ڈاکٹر عبد اللہ المامون سہروردی، ڈاکٹر اقبال یا ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (صدر جامعۂ عثمانیہ) پر نہ پڑی یا اُنھون نے عمداً ایسا نہین کیا، اسوقت ہمین ڈاکٹر رنیکنگ کی قابلیت سے بحث نہین، بلکہ اختلاف اس اصول سے ہے جسکی بنا پر اُن کا انتخاب عمل مین آیا، آپ مختلف شعبون کے صدرون کی فہرست اُٹھا کر دیکھہ جایئے ہرجگہ آپکو ہندوستانی نام نظر آئیگا لیکن عربی فارسی کے ساتھ یہ خصوصیت اس امر کا ثبوت ہے کہ کانفرنس ہملوگون کو اس لائق بھی نہین سمجھتی کہ ایک مسلمان کرسیٔ صدارت پر بیٹھے یا اپنے علوم و فنون کے متعلق کم از کم اپنی راے کا اظہار کرے، بہرکیف یہ نظارہ عبرت تہا، اور واقعی ہر دیکھنے والے کو عبرت تھی کہ دروازہ پر تو لکہا ہے عربی و فارسی سکشن" اور اسکی صدارت کر رہا ہے ایک انگریز، اور یقیناً دیکھنے والے یہی سمجھتے ہونگے کہ اسلامی علوم و فنون کی نوبت اب یہانتک پہنچگئی ہے کہ کوئی مسلمان اس شعبہ کی بھی صدارت کا اہل نہین سمجھا جاتا، افسوس!

بہرحال عربی و فارسی شعبہ مین کل آٹھہ مضامین آئے تھے جنمین سے دو ہندوون کے قلم سے تھے ایک پارسی نے لکہا تہا اور ایک انگریز نے، بقیہ چار مسلمانون کے قلم سے تھے، چونکہ یہ مضامین خاص دلچسپی کے ہین اسلئے مین اُنکے متعلق ذرا وضاحت سے لکہتا ہون:-

پہلا مضمون مسٹر صلاح الدین خدابخش بیرسٹرایٹ لا (بن مولوی خدابخش خان مرحوم بانکی پور) کا تہا جسمین اُنہون نے "اسلام کے عالمِ نو" پر ایک دلچسپ بحث کی تھی، اور اسلام کے لئے ایک شاندار مستقبل کی اُمید دلائی تھی، مسٹر صلاح الدین اُن چند لوگون مین ہین جنکی انگریزی تحریر قابلِ رشک ہے اور حق یہ ہے کہ جس انداز سے اُنھون نے اپنا مضمون پڑہا وہ قابلِ تعریف تہا، یہ مضمون یورپ کے ایک رسالہ مین چھپ کر عنقریب شایع ہوگا اور اُمید ہے کہ عالمِ اسلام مین خاص دلچسپی سے پڑہا جائیگا۔

دوسرا مضمون میسور یونیورسٹی کے ایرانی پروفیسر مسٹر عباس شوستری نے "تصوف کی تاریخ پر" پڑھا، گو اسمین بعض نئی باتین تہین لیکن چند امور قابل اعتراض بھی تھے، مثلاً اُن کا یہ خیال کہ تصوف کی تاریخ ولادت مسیح کے قبل سے ڈھونڈھنی ہوگی وغیرہ،

تیسرا مضمون بمبئی کے فاضل مستشرق شمس العلماء ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے پڑھا جسکا موضوع تہا "فارسی شاعر حافظ کا اثر جرمن شاعر گیٹے پر"۔ یہ مضمون نہایت دلچسپی سے سُنا گیا، فاضل مضمون نگار نے گیٹے اور حافظ کے کلام کا انتخاب پیش کرکے دکہایا کہ اول الذکر نے آخر الذکر کے خیالات اور مضامین کسطرح اخذ کرکے اپنے کرلئے ہین، اسکے علاوہ اُنہون نے بتایا کہ گیٹے کے مجموعۂ کلام کا نام "دیوان" ہے اس نے حافظ کو اچہی طرح پڑہا اور اسکو خوب سمجہا تہا اسلئے وہ بھی اسی رنگ مین رنگ گیا، اور شراب، ساقی، بزم، معشوق، وصل، ہجر وغیرہ کے متعلق نظمین لکہنے لگا، پھر اُنہون نے کہا حق تو ہے کہ حافظ کی رُوح گیٹے کے کلام مین موجود ہے، یہ مضمون نہایت فاضلانہ ہے، اور اس لائق ہے کہ جلد سے جلد چھاپ کر شائع کیا جائے۔

چوتہا مضمون مسٹر ساہا کا تہا، ان کا موضوع تہا "امریکہ کے انکشاف کی شہادت قرآن شریف سے"۔ اس مضمون کے متعلق شروع ہی سے چہ میگوئیان ہورہی تہین، اور لوگون کو اسکے سُننے کا بیحد اشتیاق بھی تہا، چنانچہ جب ڈاکٹر ساہا آئے تو تالیون سے اُن کا استقبال کیا گیا، اُنہون نے اپنا مضمون شروع کیا اور قرآن شریف کی مختلف آیتون سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا لیکن افسوس ہے کہ وہ اُسکو ختم نہ کرسکے، اور وہ آخری ٹکڑا جو مضمون کی جان تہا اور جسمین اُنہون نے تمام شہادتون کو اکہٹا کرکے اس سے نتائج مستنبط کئے تھے ناتمام رہ گیا، اور اسطرح لوگون کا اشتیاق پورا نہوسکا، مین اس مضمون کے حاصل کرنے کی کوشش کررہا ہون اگر مل گیا تو انشاءاللہ اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے پیش کرونگا۔

پانچوان مضمون جناب حافظ نذیر احمد صاحب (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) کا "عبد الرحیم خانخانان کے کتب خانہ" پر تہا، چونکہ حافظ صاحب موصوف ہندوستان کے اکثر کتبخانون کی سیر کر چکے ہین، اسلئے اُنھون نے ان کتابون کی بھی فہرست پیش کی ہے جو پہلے خانخانان کے کتبخانہ مین تہین، لیکن اب ہندوستان کے متفرق کتبخانون مین منتشر ہین، اور جو حافظ صاحب موصوف کی نظر سے گذر چکی ہین، اگر حافظ صاحب اس مضمون کو اردو مین شایع کردین تو خاص دلچسپی سے پڑہا جائے۔

چہٹا مضمون مولوی عبد اللطیف صاحب (راونشا کالج کٹک) کا تہا جسمین اُنھون نے ہندوستانی یونیورسٹیون کی عربی وفارسی تعلیم پر تنقید کی تہی، یہ مضمون ایسا ہے جس سے ہماری یونیورسٹیان بہت کچھ مستفید ہو سکتی ہین،

ساتوان مضمون علی گڈہ مسلم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر (جنکا نام غالبًا ڈاکٹر ہقورٹن ہے) کا تہا، جسمین اُنھون نے یمن کے چشمدید حالات بیان کئے تہے، اور اہل یمن کے حالات اور رسوم ورواج کے علاوہ اُنکے بعض عقاید پر روشنی ڈالی تہی جو واقعی حیرت انگیز تہے،

آٹہوان مضمون (جدید شایع شدہ) "حیات شیر شاہ" (انگریزی) کے نوجوان مصنف پروفیسر قانونگو کا "عہد ہمایون کے جاٹون" پر تہا، لیکن انکی عدم موجودگی کے سبب پڑہا نہ جا سکا، گو ہمین حیرت ہے کہ تاریخی شعبہ کو چھوڑ کر اس مضمون کو عربی وفارسی شعبہ مین کسطرح داخل کر دیا گیا۔

آج کا جلسہ ایک بجے ختم ہوا، اور عصر کے وقت کلکتہ کی مشہور عمارت وکٹوریہ میموریل کی سیر ہوئی، اور وہان کی دلچسپ چیزون کے دیکھنے کا موقع ملا، یہان عربی وفارسی کی نایاب قلمی کتابون کا بھی ذخیرہ ہے، اور انشاء اللہ اُن کا تفصیلی حال کسی اور موقع پر بیان کرونگا، شام کے وقت ہندوستانی موسیقی سے مہمانون کو مسرور کیا گیا اور شب کے وقت سنسکرت ڈراما دکہایا گیا،

پانچوین دن کی کارروائی بھی دس بجے سے شروع ہوئی اور مختلف شعبون مین جو مضامین

باقی رہ گئے تھے وہ تمام کئے گئے، تین بجے ایک عام جلسہ ہوا اور منجملہ اور امور کے یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ سنسکرت و عربی کی طرح گورنمنٹ فارسی کے لئے بھی اسٹیٹ اسکالرشپ یورپ جانے کے لئے دے، اس تجویز کی تحریک ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (حیدرآباد) نے، اور تائید ڈاکٹر تارا پور والا نے کی جو بالاتفاق منظور ہوئی،

شام کے وقت مولوی عبدالحق صاحب بی، اے سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن کی تقریر "زبان اردو" پر کلکتہ کے مشہور مسلم انسٹیٹیوٹ میں ہوئی اس جلسہ کی صدارت نواب نصیر حسین خان خیال نے فرمائی، شب کے وقت ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا سالانہ جلسہ ہوا، ڈیلیگیٹ یہان بھی مدعو تھے، منجملہ اور دلچسپیون کے عربی و فارسی قلمی کتابون کی نمائش بھی تھی، جو کتابین آج نمائش کے لئے پیش کی گئین وہ زیادہ تر مطلا اور مذہب تھین، بعض باتصویر بھی تھین، اور اکثر خط نسخ و نستعلیق کا بہترین نمونہ تھین، وہان قرآن شریف کا ایک قلمی نسخہ بھی تھا، جس پر سونے کا نہایت خوبصورت کام تھا، اور بیل بوٹون کے علاوہ آیتین بھی سونے سے لکھی گئی تھین، نقاشی اور صناعی کے نمونہ کے علاوہ بعض کتابین قدامت مین اپنا جواب نہین رکھتی تھین، اور بعض پر مشہور سلاطین مغلیہ یا اس عہد کے علماء و امراء کے دستخط بھی ثبت تھے غرض یہ ہے کہ یہ نمائش نہایت اعلیٰ تھی، اور اسکے لئے ہمین سوسائٹی کے فیلالوجیکل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی کا (جو اس عہدہ پر پہلے ہندوستانی ہین) ممنون ہونا چاہیئے،

ایشیاٹک سوسائٹی کا جلسہ کانفرنس کا آخری پروگرام تھا، اور اسکے بعد یہ کانفرنس ختم ہوئی اور واقعہ یہ ہے کہ نہایت کامیاب رہی، اور خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ سیاسی مطلع اسقدر گرد آلود ہو رہا ہے ایسی کسی کانفرنس کا منعقد ہونا اور اتنے مستشرقون کا اکٹھا ہونا ہر طرح لائق تحسین ہے، یہ کانفرنس نہ صرف ہندوستان کے لئے بہترین دماغون کی علمی تحقیقات و انکشافات کے اظہار کا ذریعہ ہوئی بلکہ مختلف صوبون کے عالمون اور محققون کے درمیان تبادلۂ خیالات کا بھی آلہ ہوئی، اور آیک نہایت اہم کام تھا جو اس کانفرنس نے انجام دیا۔

منتخبات

یونیورسٹیون کی کانگرس

یونیورسٹیون کی کانگرس جو سال گذشتہ آکسفرڈ مین منعقد ہوئی تھی، اور جسکا مختصر تذکرہ اس سے پیشتر بھی ان صفحات مین آچکا ہے، اس نمبر مین اسکے حالات کسیقدر زیادہ تفصیل سے درج کئے جاتے ہین، یاد ہوگا کہ اس کانگرس مین ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندے بھی بڑی تعداد مین شریک تھے ان مین ایک صاحب ڈاکٹر اُرکہارٹ ایم، اے، ڈی، لٹ، پروفیسر اسکاٹش چرچ کالج کلکتہ یونیورسٹی کے نمایندون مین شامل تھے، اُنھون نے کلکتہ ریویو کے صفحات مین اس کانگرس کی مفصل و دلچسپ روداد شائع کی ہے، ذیل مین اُسکے اہم مطالب کی تلخیص درج کیجاتی ہے:-

انجمن اقوام (لیگ آف نیشنس) تو ہینون برسون سے پرواز کے لئے اپنے بازو ہی تول رہی ہے لیکن برطانوی یونیورسٹیان اس اثنا مین میدان عمل مین اُتر آئین، دنیا کے شیرازۂ اتحاد کے مرتب کرنے مین [illegible] کر سکتی ہین ظاہر ہے، اور یہ احساس اُنکی کانگرس کے اجلاس منعقدہ آکسفرڈ مین ہر موقع پر موجود رہا۔

کانگرس پوری طرح یونیورسٹیون کی نیابت کر رہی تھی، مملکت برطانیہ کے ہر گوشہ سے نمایندے آئے تھے، جنکی مجموعی تعداد تقریباً ۱۵۰ تھی مختلف یونیورسٹیون کے چانسلر، وائس چانسلر، پرو چانسلر، پرنسپل، پریسیڈنٹ حضرات کے علاوہ عام ارکان بھی کافی تعداد مین شریک تھے، جیسا کہ ہر ایسے موقع پر قدرتاً ہوتا ہے، دور دراز مقامات سے آنے والے بمقابلہ گھر والون کے کام مین زیادہ سنجیدگی کے ساتھ منہمک نظر

آتے تھے، آکسفرڈ والون نے میزبانی کے انتظامات اعلےٰ پیمانہ پر کئے تھے جو ہر طرح مکمل تھے، اور جلسہ کے کامیاب بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا تہا، باہر والون مین گلاسگو کے سرڈانلڈ میک السٹر کی سرگرمی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کے ہندوستانی نمایندہ بہ لحاظ تعداد و نیز باعتبار علم وفن ایک خاص امتیاز رکہتے تھے، کانگریس کے مباحثون مین ان حضرات نے بالخصوص، اور ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندون نے بالعموم ایک نمایان حصہ لیا، اور انکی تقریرین کامیاب خیال کی گئین،

کانگرس کے ارکان ایک دوسرے کے لئے بالکل اجنبی نہ تھے، ۱۹۱۲ء مین جو کانگرس ہوئی تھی اُسمین یہ طے پایا تہا کہ ایک مستقل محکمہ اس غرض کے لئے قائم کردیا جائے، چنانچہ یہ محکمہ قائم ہوگیا تہا، اُسکی باضابطہ رجسٹری ہوچکی تھی، اور یہ اُن چند برسون کی مدت مین برابر اپنا کام کرتا رہا، اور یونیورسٹیون مین باہم رشتۂ واقفیت ومعلومات، اتحاد وارتباط پیدا کرتا رہا۔

پروگرام (نقشۂ عمل) مین علاوہ آکسفرڈ کے برطانیہ وآیرلینڈ کی دوسری یونیورسٹیون کا معائنہ بھی شامل تہا، چنانچہ انعقاد جلسہ سے پیشتر ہی بہت سے ارکان، ویلز، آیرلینڈ، اور خاص لندن یونیورسٹی کا معاینہ کرچکے تھے، ہندوستانی ارکان نے سب سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ سائنس اور طب کے عظیم الشان کالجون کو دیکہا، اور دار الفنون مشرقی اور دار العلوم اقتصادیات مین اپنے بہت سے شناسا حضرات سے ملے، سیواے ہوٹل مین سرکار کی جانب سے ارکان کا خیرمقدم کیا گیا، اِس موقع پر سائنس، علوم، وسیاسیات کے بہترین افراد جمع تھے، اور صدر جلسہ مسٹر بالفر تھے، خبر یہ بھی سُننے مین آئی کہ خود ملک معظم ارکان کو شرف باریابی بخشنے والے تھے لیکن وقت نہ نکل سکا،

۵- جولائی ۲۱ء سے کانگرس کا آغاز تہا، صبح سویرے ہم لوگ اسپشل ٹرین سے لندن سے آکسفرڈ روانہ ہوئے، اور بکمال عجلت گرتے پڑتے جلسہ گاہ تک پہنچے، اجلاس اول کی صدارت

لارڈ کرزن نے فرمائی، اپنے خطبۂ افتتاحیہ مین اُنھون نے معذرت کی کہ سیاسی مصروفیتین اُنھین تعلیمی مسائل کی جانب متوجہ ہونے کی مہلت نہین دیتین، بریں ہمہ وہ دلچسپی کے ساتھ یونیورسٹیون کی تعداد مین اضافہ اور اندرونی ترقیون کا مشاہدہ کرتے رہتے ہین، خطبۂ افتتاحیہ کے بعد کانگرس کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ یہ پیش ہوا کہ جدید نظام تعلیم مین سائنس اور ادبیات قدیم کے کیا کیا حدود رہنا چاہیئے ڈاکٹر فارنل، وایس چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی نے ادبیات قدیم (جن سے انکی مراد سنسکرت وغیرہ نہین، بلکہ یونانی ولاطینی تھی) کی پرجوش وکالت کی، اور ان چیزون کی تحصیل کو ادبیات موجودہ کی تکمیل کیلئے ناگزیر بتایا، پروفیسر ڈیش نے ایک مقالہ "اہل سائنس کی تعلیم مین ادبیات کا مرتبہ" کے عنوان سے پڑھکر سنایا، جسمین اُنھون نے ایک سائینٹسٹ کے نقطۂ نظر سے بتایا کہ تنہا سائنس کی تعلیم پاتے رہنے سے انسان مین ایک طرح کی کوتہ نظری و تنگ خیالی پیدا ہوجاتی ہے، اسکو دور کرنے اور خیالات مین وسعت پیدا کرنے کے لئے قدیم وجدید تاریخ وادب کی تحصیل ازبس ضروری ہے،

دوسرا اجلاس سہ پہر کو شروع ہوا، اسکے صدر مسٹر بالفر تھے، اسوقت مضمون زیر بحث یہ تھا، تمدنیات، سیاسیات، واقتصادیات معاشری کی تعلیم؛ اسکے ضمن مین یہ سوال چھڑا کہ یونیورسٹیون کو سیاسیات سے کہانتک الگ اور کہانتک شامل رکھا جاسکتا ہے، مسٹر بالفر نے اپنا ذاتی عقیدہ یہ بیان کیا کہ قومون کو اعلیٰ وپست مین تقسیم کرنے کے کوئی معنی نہین، مونٹریل (کناڈا) یونیورسٹی کے پروفیسر مونٹ پیٹٹ نے کہا کہ بیشک یونیورسٹیون کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنا دینا چاہیئے تاہم پبلک مین شہریت ووطنیت کا صحیح احساس پیدا کرانا انکے فرائض مین داخل ہونا چاہیئے تاکہ قوم مضر سیاسی اثرات سے محفوظ رہے، اس گریر اور سر ولیم بیورج نے بھی اس مباحثہ مین حصہ لیا، ان دونون نے بھی اسپر زور دیا کہ کوئی مکمل نظام تعلیم احول ملکی وسیاسی سے بے نیاز رہ ہی نہین سکتا، قوانین طبعی ومادّی سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ قوانین فطرت بشری کو سمجھا جائے، پروفیسر برنٹ (سینٹ اینڈریوز) اسکاٹلینڈ

کی تقریر کا ماحصل یہ تہا کہ ثانوی مدارس کو یونیورسٹیون کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیئے، (اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کی طرح برطانیہ کے بھی مدارس ثانوی یونیورسٹیون کے استبداد سے نالان ہین)

مسٹر ہیرل نارڈ نے بھی یونیورسٹیون اور مدارس ثانوی کے تعلقات کی خوشگواری پر زور دیا۔

شام کو آکسفرڈ یونیورسٹی کی جانب سے ایک تقریب مین جملہ ارکان مدعو کیے گئے جہان باہمی تعارف، تفریح و تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔

دوسرے روز کی کاروائی کا آغاز لارڈ ہالڈین کی زیر صدارت ہوا، اور بحث کیلئے "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم" کا مسئلہ پیش ہوا، پہلے خود صدر نے تقریر کی اور مزدورون اور سرمایہ دارون کے درمیان نصاب تعلیم کی تفریق مٹا دینے پر زور دیا، سر سیسل کیملی، مسٹر بونارڈ (برسٹل یونیورسٹی) مسٹر گریگوری نامشر، اور سرمائیکل سڈلر (صدر کلکتہ یونیورسٹی کمیشن) نے اس مباحثہ مین حصہ لیا۔

سہ پہر کے اجلاس مین بھی اسی قسم کے مسائل پر بحث رہی کہ یونیورسٹی اور جماعت کے باہمی تعلقات کی کیا نوعیت رہنی چاہیئے، لیڈس یونیورسٹی کے پروفیسر سویٹ ہلز نے اسپر زور دیا کہ موجودہ زمانہ مین جبکہ ایجاد و اختراع کی گرم بازاری ہے، کوشش اسکی ہونی چاہیئے کہ صنعت وحرفت کا مرکز بھی مشہور تعلیمی مرکزون کو بنایا جائے۔

تیسری صبح کو کانگرس کی کاروائی کے آغاز سے قبل آکسفرڈ یونیورسٹی کی مجلس خاص کی نشست ہوئی، اور کناڈا و نیوزیلینڈ کے ایک ایک نمایندہ کے ساتھ کلکتہ یونیورسٹی کے رکن رکین سر نیل رتن سرکار کو ڈی، سی، ایل کی آنریری ڈگری کا اعزاز عظیم عطا ہوا۔

اسکے بعد باضابطہ جلسہ شروع ہوا، آج موضوع بحث یہ تہا کہ یونیورسٹی کو اساتذہ کے تیار کرنے، اور تجارت، صنعت وحرفت و انتظامات ملکی کی تعلیم دینے مین کہانتک حصہ لینا چاہیئے، سر ولیم ایشلی نے تعلیم کو تجارتی اغراض کے قالب مین ڈہالنے کی پرزور وکالت کی، اور لندن یونیورسٹی کے

پروفیسر آدمس نے فرمایا کہ اساتذہ کا تیار کرنا یونیورسٹی کے مقاصد اولین مین داخل ہے، اس ضمن مین اسپر بھی دلچسپ مباحثہ رہا کہ آیا ٹرینگ کالجون (مدارس معلّمین) کو یونیورسٹی کا جزو ہونا چاہیئے یا بجاے خود ایک مستقل شے ہونا چاہیئے،

سہ پہر کے اجلاس مین مالیات کا افسوسناک قصہ چھڑا، ہر یونیورسٹی نے اپنی اپنی داستان غم سنائی، اسکی سب کو شکایت تھی کہ مصارف کے تناسب آمدنی نہین ہوتی، اتنے جزو پر سب متفق تھے لیکن اسمین اختلاف تہا کہ اس آمدنی مین کافی اضافہ کیونکر کیا جائے، ایک گروہ سرکاری امداد کا حامی تہا، کناڈا والے اپنا تجربہ سرکاری امداد کے متعلق نہایت خوشگوار بیان کرتے تھے، دوسرا گروہ اسکے بالکل مخالف تہا، اور سرکاری امداد پر عام پبلک کے عطایا کو ترجیح دیتا تہا، سر الفرڈ ایونگ نے، جو اس گروہ کے سردار تھے، ان خطرات کو بیان کیا جو سرکاری امداد کی بنا پر سرکاری مداخلت سے پیدا ہونگے۔

آخری روز کی کاروائی کا آغاز یونیورسٹی کے فرائض تحقیقات عالیہ (ریسرچ) سے ہوا، صدر نشین لارڈ رابرٹ سیسل تھے، اُنھون نے تفصیل کے ساتھ ریسرچ کے فوائد بیان کئے اور اس کے فقدان کے نقصانات کی توضیح کی، اُنہون نے کہا کہ مختلف اقوام کے اختلافات کو رفع کرنے والی اور اُن مین باہمی اخوت پیدا کرنے والی شے یہی ریسرچ ہے، اس سے صرف یہی نہین کہ طالبانِ علم کی تربیت دماغی ہوتی ہے بلکہ دنیا کے ذخیرۂ معلومات مین بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے، دنیا مین امن و صلح اسی سے قائم رہ سکتی ہے، سر فریڈرک کینون نے تائید مین تقریر کی، ڈبلن (آیرلینڈ) کے پروفیسر جولی نے کہا کہ مردہ زبانون کی تحصیل مین زیادہ وقت صرف کرنا وقت ضائع کرنا اور ریسرچ کی راہ مین رکاوٹ پیدا کرنا ہے،

سہ پہر کے اجلاس مین جو افتتاحی اجلاس تہا، گفتگو اسپر ہوئی کہ اساتذہ کو رخصت موقت

دیتے رہنے چاہیئے، اور یونیورسٹیون مین باہم اساتذہ وطلبہ کا تبادلہ ہوتے رہنا چاہیئے، اس آخری تجویز کے متعلق عملی دقت یہ محسوس ہوئی کہ ایک پروفیسر کے لیے دوسری یونیورسٹی مین جاکر فوراً اپنے کام کو سنبھال لینا ممکن نہ ہوگا، طلبہ کی بابت یہ طے پایا کہ عام مبتدی ومتوسط طلبہ کے تبادلہ کی ضرورت نہین، تبادلہ صرف ان منتہی طلبہ کا ہوتے رہنا چاہیئے جو خاص طور پر ہونہار وممتاز ہون-

خاتمہ پر مہمانون کی جانب سے میزبان (آکسفرڈ یونیورسٹی) کا گرمجوشی کے ساتھ شکریہ ادا کیا گیا، ارکان ہند کی جانب سے یہ خدمت پرنسپل ہرامبہ رچندر متر انے ادا کی، ارکانِ کانگرس برطانیہ جس جس مقام پر سیاحت کے لئے گئے ہر جگہ اُن کا استقبال بڑے تپاک سے ہوا، اور ہر طرح خاطرداری کی جاتی رہی -

---

اُسوۂ صحابہ

از مولانا عبدالسّلام ندوی

سیر الصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابۂ کرام کے عقاید، عبادات، اخلاق اور طرزِ معاشرت کے واقعات وحالات ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی عملی زندگی کا مرقع ہے، اور ہر مسلمان کے لیے اُسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلی، صفحات ۳۵۰، قیمت عہ (۳)،

منیجر دار المصنفین

تلخیص و تبصرے

سلطنت مغلیہ اور ایک ہندو مورخ

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی جانب سے جرنل آف انڈین ہسٹری کے نام سے جو سہ ماہی رسالہ حال مین نکلنا شروع ہوا ہے، اُسکے نمبر دل مین پروفیسر بینی پرشاد ایم، اے (اسسٹنٹ پروفیسر فن تاریخ الہ آباد یونیورسٹی) نے حکومت مغلیہ پر ایک مبسوط مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ

"لفظ حکومت مغلیہ یا خاندان مغلیہ سے خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوئی مخصوص مغل خاندان ہوگا جسکی یہ حکومت ہوگی، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، بجاے مغل کے چغتائی ترک کہنا بیشک صحیح ہوگا، لیکن اس سے بھی ایک مخصوص خاندان کا تخیل پیدا ہوتا ہے، اور اسلئے اس لفظ کو بھی استعمال کرنا واقعہ کے خلاف ہوگا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سترھوین صدی عیسوی تک ہندوستان کے حکمرانون کا کوئی مخصوص خاندان تھا ہی نہین، اور بادشاہ کے لئے، نیز خاص اعیان سلطنت کے لئے کسی مخصوص نسل یا خاندان سے ہونا مطلق ضروری نہ تھا، معاصر مصنفین لفظ "مغل" کی وسعت سے خود حیران ہوگئے تھے، اور دل سے گڑھ گڑھ کر اُسکے معنی لینے لگے تھے، سالبانک، جو سالہا سال جہانگیر کے عہد مین ہندوستان مین رہا تھا، کہتا ہے کہ یہ لفظ ایرانیون، ترکون اور تاتاریون سب پر حاوی تھا، یہانتک کہ اکثر مسیحیون پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا تھا، اسکا اور سرٹامس رو، دونون کا بیان ہے کہ اس لفظ کے معنی "مختون" کے تھے، اور ہر مسلمان پر اسکا اطلاق ہوسکتا تھا، برنیر کا بیان ہے کہ مسلمان اور سفید فام ہو اُسکے مفہوم مین داخل تھا، گوٹہ اور فرایر کہتے ہین کہ اس لفظ کے معنی

محض سفید فام کے تھے، اصل یہ ہے کہ تیرہوین اور چودھوین صدی مین جو سیہ فام مغول سرحد شمال و مغرب پر ہر وقت جمع رہتے تھے، انکے باعث لوگ اس لفظ سے مانوس ہو چکے تھے، مابعد کی صدیون مین اسکا اطلاق بالعموم ان تمام لوگون پر ہونے لگا جو ۱۵۲۶ء مین بابر کے ہمراہ شمال و مغرب سے ہندوستان مین داخل ہوئے، بابر بذات خود نیم چغتائی اور نیم مغل تھا، ہمایون کی والدہ چغتائی تھی، اکبر نیم ایرانی تھا، جہانگیر نیم راجپوت تھا، اور شاہجہان ترک سے زیادہ راجپوت تھا، حکام سلطنت ہر قوم کے افراد ہوتے تھے، کسی قوم یا نسل کی تخصیص نہ تھی، ترک، تاتاری، ایرانی، افغانی، ہندوستانی، مسلمان، ہندو سب برابر کے شریک تھے، درباری اعزاز اور عہدہ موروثی نہین ہوتے تھے، ہر منصب و عہدہ کا تعلق ذات سے ہوتا تھا"

آگے چل کر پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ یہ قطعاً ناممکن تھا کہ اتنی عظیم الشان آبادی کو جو اسقدر وسیع رقبہ مین پھیلی ہوئی تھی، کچھ عرصہ کے لئے بھی بزور شمشیر محکوم و منقاد رکھا جاسکے، ایسا ہونا آج بھی جبکہ قواعددان و باضابطہ فوج کے چند سپاہی، بہت بڑی آبادی پر غالب آسکتے ہین نہایت دشوار ہے لیکن اسوقت تو کہ جب ہر فرد رعایا مسلح ہوتا تھا، اور جنگجوئی و نبرد آزمائی کے اعتبار سے باضابطہ سپاہ اور عام رعایا مین برائے نام ہی فرق ہوتا تھا قطعاً ناممکن تھا، اسلیے حکومت کی بنیاد نہ زور شمشیر پر قائم تھی نہ مذہب پر، نہ کسی ذات پات پر بلکہ

"محض عام رعایا کی رضامندی و خوشنودی پر قائم تھی"

عامۃ الناس کی خوشنودی کا سب سے بڑا راز مذہبی آزادی و رواداری تھی، اکبر، جہانگیر، شاہجہان و دارا کا ذکر نہین، خود اورنگ زیب تک نے

"کبھی اُسے بالکلیہ پامال نہین کیا"

دوسرا بڑا سبب رعایا کی خوشی کا معاشری آزادی تھی"

"تیسرا سبب رعایا کی وفاداری کا یہ تہا کہ مغل حکومت نے دیہات کی اس خودمختاری کو کبھی ہاتھ نہین لگایا جو قرنہا قرن سے اٹھارہوین صدی تک ہندی نظام معاشرت کا جزولاینفک رہی"

مغلون نے فلاحِ ملک کے لئے کیا کیا کیا؟ اسکے جواب مین فاضل مقالہ نگار کہتے ہین کہ

"اُنہون نے سڑکین بنوائین، شفاخانے تعمیر کرائے، اور علوم وفنون کی نہایت فیاضانہ قدردانی کی"

اسکے آگے ان مراعات کی تفصیل کی ہے جو جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے وقت اور اسکے بعد رعایا کے ساتھ کی تہین، مثلاً شراب و تمباکو کی فروخت کی ممانعت کی، مشرقی بنگال مین خواجہ سراؤن کے بنانے کا جو بیدردانہ دستور جاری تہا اُسے ممنوع قرار دیا، بہ کثرت جہان سرائین، مسجدین، مدرسے اور شفاخانے تعمیر کرائے، ہر بڑے شہر مین ایک سرکاری طبیب مقرر کیا، اور لاوارثون کی جائداد کو بجائے خزانہ سرکار مین داخل کرنے کے تالاب وچاہ، پل و مہانسرائے وغیرہ کی تعمیر مین صرف کرانے کے احکام جاری کئے، جاگیردارون نے اپنے نفع کے لئے جو طرح طرح کے محاصل جاری کر رکہے تھے، اُنہین موقوف کیا، وقس علیٰ ہذا۔

"سلطنت مغلیہ کی سب سے بڑی برکت کا ظہور اُسکی سرپرستی علوم وفنون مین ہوتا ہے، فارسی تاریخون مین اُن ارباب فن وکمال کی طویل فہرستین محفوظ ہین جنہین مغلون کی قدردانی نے خاک احتیاج سے اٹھا کر اوج خوشحالی تک پہنچا دیا تہا، معاصر فارسی اور ہندی شاعرون کے حالات پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ انکی کتنی بڑی تعداد سرپرستیٔ دربار کی رہین منت تہی، اس زمانہ مین دنیا کی کسی سلطنت مین سررشتۂ تعلیم نہ تہا، مغلون نے اسکی تلافی اپنی وسیع علمی قدردانیون سے کردی، جہانگیر کی کوششون اور قدردانیون نے ہندوستان کی مصوری کو منتہاے کمال پر پہنچا دیا ... خوشنویسی کا شمار فنون لطیفہ مین ہونے لگا، موسیقی کی خاص ترقی ہوئی"

کتبات پیکولی کی تاریخی و لسانی اہمیت

آثار قدیمہ کی مختلف چیزین تاریخ کے لئے بہت کچھ مفید ہین، پرانے سکے، قدیم عمارات، شکستہ کھنڈر، مرسوم کتبے، بوسیدہ کتابین، اور عہد ماضی کی باقی ماندہ اشیار، ایک طالب علم تاریخ کے لئے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہین ان سے اُس عہد کی زبان، فن تعمیرات، طرز معاشرت، تاریخ سلاطین، اور حالاتِ عامہ پر کافی روشنی پڑتی ہے، اور یہی سبب ہے کہ مورخین نے جس دن سے کہ اسکی اہمیت محسوس کی ہے اسکو ایک مستقل فن بنا کر دنیا کے ایک ایک چپہ کو چھان ڈالا ہے، اور ہمارے سامنے بیشمار تاریخی خزانون کا انبار لگا دیا ہی اسی سلسلہ مین ایرانی سرحد کے ایک مقام پیکولی حالات بھی یقیناً دلچسپ ہونگے۔

یہ مقام ترکی، ایرانی سرحد پر کردستان مین واقع ہے، سب سے پہلے ایچ، سی، رالنسن نے جو مشرق قریب کے مشہور سیاح ہین، ۱۸۴۳ء مین اُسکا پتہ لگایا، یہان ایک بلند مینار تھا جواب بہت کچھ زمانہ کے ہاتھون تباہ و برباد ہو چکا ہے، اسپر دو مختلف زبانون مین دو طویل کتبے ہین، ایک پارتھین عہد کا پہلوی مین، اور دوسرا ساسانی دور کا، جب سے اس مینار کا پتہ چلا ہے، ماہران آثار نے اسکی طرف کامل توجہ مبذول کردی ہے، چنانچہ سرہنری نے وہان جا کر کتبون کے مختلف ۳۲ اجزار کے فوٹو لئے، اور ۱۸۶۸ء مین اڈورڈ ٹامسن نے اکو زند اور عبرانی دونون خطون مین شائع کیا تاکہ اُن کے ترجمے ہو سکین، لیکن اخیر یا کے دو مستند عالمون، ایم، ہاگ اور نولدکی نے انکے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہی کہ سٹر رالنسن کی دریافت کردہ بہشتون دارائے اعظم کی طرح یہ بھی ایک ناقابل حل شے ہے۔

۱۹۱۱ء اور ۱۳ء مین ان ارنسٹ ہرزفیلڈ نے ہمت کر کے پھر ایک مرتبہ تمام مواد کو جمع کرنے کی

کوشش کی اور اس مینار کے مختلف مقامات کی سو تصویرین لین، اور اس سے زاید کوئی اور چیز وہان موجود بھی نہین ہے۔

یہ عجیب و غریب اور اہم کتبہ جو ابتدائے عہد ساسانی کا ایک بیش بہا ورق ہے، اس خاندان کے ساتوین بادشاہ نرسیہ (۲۹۳-۳۰۲ء) کے عہد مین مرسوم ہوا تھا اور اسمین پارتھین زبان مین ذیل کے الفاظ ہین:-

[illegible]

[illegible]

"اسطرح دیوتاؤن نے ساسانی خاندان کو حکومت اور سلطنت اور . . . . . دی" ان الفاظ سے بنائے حکومت کا پتہ چلتا ہے، مختلف بادشاہون اور والیون کے نام ہماری دلچسپی مین اضافہ کرتے ہین، ایک طرف اسمین ممالک خوارزم، سجستان، مکران، اور بعض حصص ہند کا تذکرہ ہے، اور دوسری طرف قیصر روم، شاہ آرمینیا، اور دوسرے مغربی فرمانرواؤن کے نام ہین، چونکہ اسوقت تک ایران کی قدیم تاریخ کا سرمایہ دنیای علم کے ہاتھون مین بہت کم ہے اسلئے پیکولی کی دریافت ایران کی تاریخ کیلئے ایک اہم ترین اضافہ ہے۔ علم السنہ کے اعتبار سے بھی، یہ کتبے کچھ کم اہمیت نہین رکھتے، اسوقت تک ہمارے پاس بعض ساسانی حکمرانون کے نام، چند غیر مربوط واقعے اور اصطخر کے قریب حاجی آباد کے نامکمل کتبون کے سوا پارتھین پہلوی کا کچھ بھی موجود نہین ہے پیکولی کے کتبے مین متعلقہ عہد کی پارتھین زبان کے تقریباً (۸۰۰) الفاظ ہین، اسی طرح ساسانی پہلوی کے بھی اس سے زیادہ کچھ الفاظ ہمارے پاس ہین، اور یہ چونکہ علی حالہ قائم ہین اسلئے نقل در نقل کی تبدیلی و تغیر سے محفوظ و مامون ہین اور حقیقت ان کتبون کی اشاعت جہان ایک طرف جغرافی و اثری توجہ کو اپنی جانب منعطف کرلیگی تو دوسری طرف لسانی و ادبی دنیا مین بھی بہت کچھ شوق اور دلچسپی پیدا کریگی۔

وان ارنسٹ ہرزفیلڈ صاحب اب اپنی تمام کوششون کو علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہین چنانچہ انکی" تحقیقات مع سو کتبات اور مختلف تصاویر کے جرمنی مین زیر طبع ہین، ۲۰ پونڈ یعنی ۲۰۰ روپئے اسکی قیمت ہوگی۔

اخبار علمیہ

گذشتہ دس سال کے عرصہ مین انگلستان مین جسقدر کتابین شایع ہوئین اُنکی سنہ وار تعداد حسب ذیل ہے؛

سنہ	کتب جدید	مطبوعات قدیم کے جدید اڈیشن	میزان
سنہ ۱۹۱۲ء	۹۱۹۷	۲۸۷۰	۱۲۰۶۷
سنہ ۱۹۱۳ء	۹۵۴۱	۲۸۳۸	۱۲۳۷۹
سنہ ۱۹۱۴ء	۸۸۶۳	۲۶۷۴	۱۱۵۳۷
سنہ ۱۹۱۵	۸۴۹۹	۲۱۶۶	۱۰۶۶۵
سنہ ۱۹۱۶	۷۵۳۷	۱۶۱۲	۹۱۴۹
سنہ ۱۹۱۷	۶۶۰۶	۱۵۲۵	۸۱۳۱
سنہ ۱۹۱۸	۶۷۵۰	۹۶۶	۷۷۱۶
سنہ ۱۹۱۹	۷۳۲۷	۱۲۹۵	۸۶۲۲
سنہ ۱۹۲۰	۸۷۳۸	۲۲۶۶	۱۱۰۰۴
سنہ ۱۹۲۱	۸۷۵۷	۲۲۶۹	۱۱۰۲۶

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

سنہ ۱۹۲۱ء کی مطبوعات انگلستان کی فن وار تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی :-

نام فن	کتب مستقل	تراجم	رسالہ اور پمفلٹ
فلسفہ	۲۰۵	۱۸	۱۰
مذہب	۵۶۳	۳۶	۶۹
اجتماعیات	۵۳۶	۱۵	۲۲۰
قانون	۱۳۱	۳	۵۹
تعلیم	۱۷۳	۱	۶۶
فن حرب و متعلقات	۲۲۹	۲	۵۵
لسانیات	۱۲۷	۱	۶
سائنس	۴۴۷	۱۲	۶۳
صنایع	۴۵۰	۷	۱۷۱
طبیات	۲۶۹	۷	۵۶
زراعت و باغبانی	۱۲۷	۱	۵۸
تدبیرِ منزل	۴۷	—	۲
کاروبار و تجارت	۱۲۵	—	۳۰
فنون لطیفہ	۲۱۹	۲	۱۷
موسیقی	۵۳	۷	۵
سیر و شکار، کھیل کود	۱۱۲	۱	۱۰
ادب	۲۹۲	۱۶	۱۹
ڈراما اور نظم	۳۸۵	۲۵	۸۱

افسانہ	۹۶۷	۵۱	۴
کتب برائے اطفال	۴۸۳	۷	۵۰
تاریخ	۳۸۸	۱۶	۳۶
سیاحت نامہ	۳۹۲	۱۱	۶۴
جغرافیہ	۱۰۶	۰	۷
سوانح عمری	۳۰۳	۲۶	۱۵
کتب جوامع (حوالہ جات وغیرہ)	۱۹۰	—	—
میزان	۴۳۱۹	۳۶۵	۱۱۶۳

میزان کل بابت ۱۹۲۱ء ۸۷۵۷

۱۹۲۰ء ۸۷۳۸

(ایضاً)

موسیو بیلن. ایک فرنچ سائینٹسٹ نے حال مین ایک ایسی ایجاد کی ہے، جسکی بنا پر ہزارون میل کے فاصلہ سے انسان کا دستخط کردینا ممکن ہوگا، یہ ایک قسم کی تحریری لاسلکی (بے تار کی تار برقی) ہے، جسکے ذریعہ سے یہ بالکل ممکن ہوگا کہ ایک شخص بمبئی مین بیٹھا ہوا لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر دستخط کردے، مسیو بیلن نے اس لاسلکی تحریر کے ابتدائی تجربات چند سو کیلومیٹر کے درمیانی فاصلہ تک محدود رکھے، اسکے بعد انہین بورڈو و پیرس کے درمیانی فاصلہ تک وسعت دینا چاہی، امریکہ کا محکمہ لاسلکی اس تجربہ کی کامیابی کا منکر تہا، اسلئے اسکی اجازت دینے مین بہت روز تک لیت ولعل کرتا رہا، لیکن بالآخر اس نے اجازت دی، اور پیرس و نیویارک کے درمیان تحریری لاسلکی کا تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔

(انڈین ریویو)

ایک دیو ہیکل دُوربین، جو اپنی جسامت وضخامت کے لحاظ سے اپنا نظیر نہین رکھتی، حال مین کالیفورنیا (امریکہ) کی رصدگاہ مونٹ ولسن مین نصب کیگئی ہے، یہ رصدگاہ زمین سے ۵۷۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے، دُوربین کا قطر ۱۰۰ فٹ کا ہے، اُسکے آئینہ کی دبازت ۱۲ انچ کی، اور وزن ۴½ ٹن (۱۲۲ من) کا ہے! اسکے رخ کو گردش دینے کے لئے ۳۵ برقی موٹرون کی ضرورت ہوتی ہے، اُسکے بعض پرزون کا وزن ۱۰۰ ٹن (۲۷۰۰ من) کا ہے، ابتک دنیا مین سب سے بڑی دُوربین ۶۰ انچ کے قطر کی تھی، یہ ۱۰۰ انچ کے قطر کی ہے، توقع ہے کہ اسکی مدد سے ان دُوردراز سیارون اور ستارون کی تصویرین لی جاسکینگی جو ابتک دوسری دُوربینون کی رسائی سے باہر تھے ۔ (//)

ڈاکٹر چارلس ہیبسٹ نے اپنا مشاہدہ یہ شائع کیا ہے کہ گنج ہونے کا مرض بمقابلہ گوشت خورون کے نباتات خورون مین کم ہوتا ہے، اسکا خارجی علاج یہ ہے کہ سر کو ہر تیسرے ہفتہ صابون اور پانی سے دہویا جائے اور سر کی چپتی روزانہ ہلکے ہلکے ہاتھون سے کیجائے ۔ (//)

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ فکروپریشانی کی حالت مین انسان جو آہ سرد بھرتا ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ انسان پر جب کوئی فکروتشویش طاری ہوتی ہے تو چند سکنڈ کے لئے پھیپھڑے کی حرکت معطل ہوجاتی ہے، اسکے بعد آکسیجن کی خواہش معًا بہت زور سے ہونے لگتی ہے اور انسان گہری سانس لینے لگتا ہے ۔

(//)

سہ ماہی مختتمہ ۳۱ - دسمبر سنہ ۲۱ء مین ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن (لندن) کے حسب معمول تین ماہانہ جلسے ہوئے، پہلا جلسہ ۲۴ - اکتوبر کو ہوا، اس روز عنوان یہ تھا "ہندوستان مین مریضانِ جذام کا مسئلہ اور اُسکا علاج" ڈاکٹر اولڈریو نے جو سالہا سال سے ہندوستان مین جذامی مشن کا کام کر رہی ہین

اور اس باب مین ایک ماہر فن کی حیثیت رکھتے ہین، ایک مبسوط و محققانہ مضمون اس عنوان پر پڑہا اور متعدد حاضرین جلسہ نے مباحثہ مین شرکت کی، دوسرا جلسہ ۲۱ - نومبر کو "ہندوستان مین انگریزی سمجہ" کے عنوان پر بحث کرنے کے لئے ہوا، ریورنڈ ہینگ اسبنڈ نے مضمون پڑہا جو تمامتر اینگلو انڈین مذاق کا تہا چند اینگلو انڈین اصحاب نے بھی تقریرین کین، تیسرا جلسہ ۱۳ - دسمبر کو منعقد ہوا" ہندوستان مین مسلہ مسکرات" پر ڈاکٹر جان پولن نے مضمون پڑہا، اور بعد کو حسب معمول بحث و مباحثہ رہا -

(ایشیاٹک ریویو)

سندھ کے مشہور صوفی شاہ عبد اللطیف کے حالات و کرامات پر انڈیا سوسائٹی عنقریب ایک کتاب انگریزی مین شایع کیا چاہتی ہے، جسکے مصنف مسٹر ایم، ایم گدوانی ایم - اے پروفیسر الفنسٹن کالج بمبئی ہین،

سنہ ۲۱ کی آخری سہ ماہی مین سر جان گنگ کے، سی، آئی، ای نے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (دار الفنون شرقی) کے سامنے ہندو مسائل ہند کے متعلق دس لکچر دیئے، جسکے عنوانات حسب ذیل ہین:

(۱) عام جغرافی و سیاسی خاکہ،

(۲) نسلی و معاشری تفریقات،

(۳) زرعی و اقتصادی ترقیان،

(۴) صنائع و تجارت،

(۵) تعلیمی پالیسی،

(۶) قانون و امن،

(۷) دیہاتی خانگی زندگی،

(۸) مذاہب اور فرقہ،

(۹) ہندوستان مغربی سیاحون اور مصنفون کی نظر مین،

(۱۰) نظم ونسق، ماضی، موجودہ اور مستقبل،

(۱۱)

ہندوستان کی اورینٹیل کانفرنس، جسکا پہلا اجلاس سنہ ۱۹۱۹ء مین بمقام پونہ منعقد ہوا تہا اور جسکی مختصر روداد اسی زمانہ مین معارف مین شائع ہوئی تھی، اسکا دوسرا اجلاس ۲۸ - جنوری سنہ ۲۲ کو کلکتہ مین یونیورسٹی کی جانب سے سینٹ ہاؤس مین منعقد ہوا، صدر مجلس مشہور فرنچ مستشرق پروفیسر سلون لیوی تھے، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بہ لحاظ سنسکرت دانی دنیا مین اپنا نظیر نہین رکہتے اور جو کچھ عرصہ سے ہندوستان مین ڈاکٹر ٹیگور کے مہمان ہین، آغاز کار کانفرنس کے سرپرست لارڈ رونالڈشے گورنر بنگال کی تقریر سے ہوا، پھر سر آشوتوش مکرجی، وایس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے استقبالی کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے تقریر کی، اسکے بعد فاضل صدر نے اپنا محققانہ خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جو زیادہ تر سنسکرت ادب کے مسائل سے متعلق تہا (اور اسلئے اسکا ترجمہ ناظرین معارف کے لئے مناسب نہین ہوسکا)

(کلکتہ ریویو)

اسکے بعد کانفرنس مختلف شعبون پر منقسم ہوگئی، اور ہر شعبہ کا علحدہ صدر منتخب ہوا، ان شعبون اور ان کے صدر نشین حضرات کے نام حسب ذیل ہین :-

نام شعبہ	صدر نشین
(۱) وید و متعلقات وید	ڈاکٹر بیلوالکر ایم، اے، پی، ایچ ڈی،

(۲) ایرانیات	شمس العلماء ڈاکٹر جیونجی جمشید جی مودی
(۳) بودھ مذہب	ریورنڈ اناگاریکا دہاپال،
(۴) لسانیات	ڈاکٹر تاراپوروالا بی، اے، پی، ایچ ڈی،
(۵) سنسکرت و پراکرت	مہامہوپادھیا ہر پرشاد شاستری
(۶) فارسی وعربی	لفٹننٹ کرنل ڈاکٹر رینکین ایم اے ایم ڈی،
(۷) فلسفہ و الہٰیات	شاستری کپوسوامی
(۸) تاریخ ملکی وعلم السنین	راؤ بہادر ٹرا سبہاچار ایم اے،
(۹) تاریخ مذہبی ومعاشری	ڈاکٹر شاما شاستری بی اے، پی ایچ ڈی،
(۱۰) جغرافیۂ قدیم	کے، پی جیسوال ایم اے،
(۱۱) اثریات	راؤ بہادر کرشن شاستری،
(۱۲) سائنس (علوم حکمیہ)	راؤ بہادر جوگیش چندر رائے،
(۱۳) علم الاقوام	راؤ بہادر اننت کرشن آیر،

(ایضاً)

لندن کے دار الفنون مشرقی (اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز) نے پچھلی جنوری مین اپنی زندگی کے پانچ سال پورے کئے، جن مقاصد وتوقعات کے ساتھ اسکا افتتاح ہوا تھا، ماہرین فن کے نزدیک وہ ایک ایک کرکے پورے ہورہے ہین، اسوقت مشرق کی چالیس زبانون کا درس اس مدرسہ مین دیا جاتا ہے اسکے اعلیٰ افسر سر ڈینیس راس ہین، جو فارسی زبان کے پروفیسر بھی ہین، عربی کے پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ (مصنف "دعوت اسلام") ہین، ڈاکٹر بارنیٹ قدیم ہندتاریخ کے لکچرر ہین، ایک جدید پروفیسر شپ

اس نام سے کھلی ہے، "انگریزی مقبوضات ایشیا، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ وتمدن" اس جگہ پر مسٹر ڈاڈویل کا تقرر ہوا ہے جو معاملات ہند کے محقق تسلیم کئے جاتے ہین،

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

طلبہ کی سال بسال تعداد حسب ذیل رہی:-

سنہ ۱۷ (سال آغاز)	۱۲۵
سنہ ۱۷-۱۸	۲۱۴
سنہ ۱۸-۱۹	۳۸۲
سنہ ۱۹-۲۰	۵۳۹
سنہ ۲۰-۲۱	۴۱۲

موجودہ طلبہ مین، شعبۂ السنۂ شرقیہ مین سب سے بڑی تعداد عربی زبان لینے والون کی ہے، اور اُسکے بعد اُردو والون کی، مختلف زبانون کے لینے والے طلبہ تعداد ذیل مین ہین:-

عربی	۶۴
اردو	۵۵
چینی	۴۲
فارسی	۳۰

آیندہ سال سے سنسکرت زبان کے لئے بھی ایک پروفیسر مقرر ہوگا۔

(ایضاً)

آثار علمیہ ادبیہ

خطاب التهنئة و الشكر

من

الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج

إلى جناب الأستاذ الأجلّ ادوارد بْرون

أستاذ اللّغة العربيّة بجامعة كمبرج بمناسبة بلوغه السّتّين من عمره

أيّها الأستاذ الأجلّ!

إنّ خدماتكم الجليلة في نشر آداب الأمم الإسلاميّة و البحث في غامض علومها و ما قدّمتموه من الجدّ المتواصل لإحياء اللّغة العربيّة في هذه الجامعة ترك أثرا باقيًا و ذكرا خالدًا في أنحاء بلاد المسلمين و نفوس أفرادها لدرجة يعجز البيان عن وصفها، فلذلك تنتهز الجمعيّة الإسلاميّة بكمبرج فرصة عيد ميلادكم السّعيد لتقدم لكم تهانيها القلبيّة و شكرها الزّائد مبتهلة إلى المولى العليّ القدير أن يعيد من أمثال هذا العيد عليكم بالعزّ و الرّفاهية و الهناء و السّلام

من أصدقائكم المخلصين

اعضاء الجمعيّة الإسلاميّة

بكمبرج

۹ جمادى الأخرى سنة ۱۳۴۰

الموافق ۷ فبراير سنة ۱۹۲۲ ء

خطابۂ اعیان ایران

حضور محترم جناب ادیب شهیر و دانشمند معظم آقای پروفسور ادوارد براون دامت افاضاته

در این موقع که شصتمین سال عمر عزیز آن یگانه استاد معظم بپایان میرسد امضاکنندگان ذیل نه فقط از جانب خود بلکه از طرف ایرانیان قدردان تبریکات صمیمانه و تهنیتهای خالصانه خود را تقدیم وجود مبارک داشته از خداوند متعال طول عمر و سلامتی آن دوست حقیقی ایران را مسئلت مینمایند. خدمات جنابعالی بمعارف و ادبیات ایران علی الخصوص بادبیات و زبان فارسی بحدیست که نه لسان را یارای تقریر و نه قلم را قدرت تحریر میباشد. اکنون فرصت را غنیمت شمرده برای اظهار سپاسگذاری از زحماتی که برای ما و مملکت ما متحمل شده اید و ملت ایران را رهین منت ابدی خود فرموده اید یک تخته قالی کاشانی بطور هدیه بحضور مبارک ارسال میداریم امیدواریم بواسطه قبول آن بر مراتب تشکر و امتنان ما خواهید افزود طهران ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۹

[illegible]

ادبیات

محسوساتِ جوش

کیں اختیار کیسی اب سالکوں نے راہیں
دل پر نظر نہیں ہی، جیبوں پہ ہیں نگاہیں
تعلیم دی جنوں نے رندوں کو بانکپن کی
رستہ ملا جو سیدھا، کج ہوگئیں کلاہیں

عشق سے مست ہوں، مجھی ساغرِ ہوش سی غرض
تُرکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
آپکو حسِ خیر و شر، آپ میں حبِّ مال و زر
آپ جنوں سے بے خبر، آپکو جوش سے غرض!

عقل و خرد سے ارتباط، رُوح کو وجہِ ننگ ہی
پائے جنوں اُدھر نہ جا دشتِ شعور تنگ ہی
فرق ہی حسن و عشق کا، عکس ہے ہمپر ایک ہی
میری جبین کی خستگی، اُنکی جبین کا رنگ ہی

تیرے ہر ایک عہد پر جشن منائے شاد ہو
تجھسے بہانہ ساز کو، مُجھسا خوش اعتقاد ہو
ہم سے وفا پرست اگر کارِ جنوں کو چھوڑ دیں
اہلِ خرد کے درمیان جوشؔ بڑا فساد ہو

دل کہ قریبِ مرگ ہے، محشرِ سوز و ساز ہو
زلف بدوش اِدھر بھی آ، عمر تری دراز ہو
کتنی کرشمہ ساز ہیں، حُسن کی بے نیازیاں
تابشِ تاجِ خسروی، خاکِ درِ ایاز نہ ہو

دل مین نہ کیون خلیل کے ذکر سے ارتعاش ہو　　مطلع مہر دلبری خانۂ بت تراش ہو

کون سنائے جا کے آہ، حال یہ بزم یار مین　　کب سے پڑا ہوا ہے جوش دو رخ انتظار مین

دل سے گدا تہ کھینچکر میری نظر مین لائے کیون　　جسکو خیال راز ہو، ناز سے مسکرائے کیون

نور رگون مین دوڑ جائے، پردۂ دل جلا تو دو　　دیکھنا رقص پھر مرا، پہلے نقاب اٹھا تو دو
میرے مکان مین تم مکین، مین ہون مکان سے بیخبر　　ڈھونڈھی تو نگاہ مین نہین، مجھکو مرا پتا تو دو
تم کو غرور ناز ہے، تم ہو تغافل آشنا،　　اچھا اگر یہ بات ہے، دل سے مجھے بھلا تو دو

قند پارسی

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

ذرۂ عشقی جہانے زعقل را غارتگر است　　پنبۂ گر صد تودہ باشد آفتش یک اخگر است
جز سیہ کاری نباشد عشق با تر دامنی　　کا تش انگیز دسراسر دود اگر ہیزم تر است
ہر دلی کا باد شد بے داغ عشقی کے بود　　خانہ کا باد ان بود بہرش چراغے درخور است
عقل و دانش عاشقان را خوش کشد در دام عشق　　کہ کمند گردن پروانہ خود بال و پر است

مطبوعاتِ جدیدہ

آثار السنن، مولانا محمد بن علی شوق نیموی عظیم آبادی مرحوم ہمارے ان علماے متاخرین مین تھے جنمین علماے متقدمین کے کارنامون کی جھلک پائی جاتی تھی، مولانا مرحوم غالی حنفی تھے، ان کا خیال تہا کہ چونکہ علماے احناف نے فقہ کے باعتبار حدیث کی طرف کم توجہ کی، اسلئے عام حدیث خوانون کو حنفی مسائل زیادہ تر حدیث کے مخالف معلوم ہوتے ہین، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر وہ آثار السنن کے نام سے کئی جلدون مین ایک مجموعۂ حدیث مرتب کرنا چاہتے تھے جس سے حنفی مسائل کی صحت اور آثار وسنن سے ان کا ماخذ معلوم ہو، مرحوم اس مجموعہ کے صرف دو حصے مرتب کر سکے تھے کہ وفات پائی، یہ مجموعہ متعدد حیثیات سے قابل قدر ہے، فقہی ابواب پر اسکی ترتیب ہے، اور حنفی مسائل کی مؤید حدیثین ان مین درج ہین، جا بجا احادیث پر نقد بھی ہے، اور فقہا ومحدثین کے مذاہب بھی بتلائے ہین، قیمت لکھی نہین، غالبًا ڈیڑھ دو روپیہ ہوگی پتہ: رحمانیہ پریس مونگیر،

ضمان الفردوس، مولانا مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم جو ۱۸۵۷ء کے ان علما مین تھے جنھون نے حق وصداقت کی خاطر حبس دوام کی سزا برداشت کی، اور اس عالم مین بھی ان کا قلم علم کی خدمت کے لئے آزاد و بیباک رہا، اردو مین تاریخ حبیب الٰہ انکی مشہور کتاب ہے، یہ رسالہ بھی انہی کی تصنیف ہے جسمین حفظ لسان، اور پاکدامنی کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہین مفتی صاحب کا نام رسالہ کی جامعیت اور استناد کے لئے کافی ہے، قیمت ۵؍

احکامِ موتیٰ: مولوی سید شاہ غنیمت حسین صاحب نے اس رسالہ مین مُردون کی تجہیز وتکفین کے متعلق ہر قسم کے معلومات کتب فقہ سے فراہم کردیئے ہین، قیمت ۲؍ دونون رسالے رحمانیہ پریس مونگیر سے طلب کیجئے

مختصر تاریخ اسلامی: شیخ محی الدین خیاط مصری نے اسکولون مین تعلیم کے لئے تاریخ اسلام کا ایک سلسلہ لکھا تہا جو بچون کے لئے نہایت مفید ہے، ہم مدت سے اسکے ترجمہ کی ضرورت محسوس کررہے تھے، خوشی کی بات ہے کہ مولوی خلیل الرحمان صاحب لاہور نے اس کام کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اوران کتابون کا سہل سلیس، اورعام فہم ترجمہ کسیقدر حذف واضافہ کے ساتھ کردیا ہے، یہ سلسلہ چارحصون مین منقسم ہے جو بہ ترتیب ذیل ہین:-

حصۂ اول عہد نبوت ۸ر، دوم خلافت راشدہ ۹ر، حصہ سوم بنوامیہ ۱۰ر، حصہ چہارم عباسیہ ۳؍،

ہمکو اُمید ہے کہ قومی اسکولون مین یہ سلسلہ رواج پائیگا، پتہ: عبدالرشید اینڈ برادرس دارالکتب لاہور،

نئی زبان: انجمن ترقی اُردو نے وضع اصطلاحات کا جو اہم کام اپنے ذمہ لیا تہا اسکا ایک نمونہ رسالہ اُردو کے ذریعہ سے نگاہون کے سامنے آچکا ہے، یعنی اُسکے دو نمبرون مین فزکس وغیرہ کے اصطلاحات شایع ہوچکے ہین، جناب محمد سراج الدین صاحب طالب نے اس مختصر رسالہ مین اُن پر نکتہ چینی کی ہے، پتہ: پرانی حویلی حیدرآباد دکن، نمبر مکان ۴۴۴۴،

ہمایون: آنریبل جسٹس میان محمد شاہدین مرحوم کی یادگار ہین اُن کے لائق صاحبزادہ میان بشیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لانے یہ ادبی رسالہ لاہور سے جاری کیا ہے، مولوی تاجور صاحب فاضل دیوبند بھی شریک تحریر ہین، اسوقت تک اُسکے دو نمبر نکل چکے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ رسالہ مذاق اعلیٰ کو تسلی دیسکے، پنجاب کے بعض قدیم اہل قلم جو مخزن کے بعد کچھ افسردہ سے ہوگئے تھے، اسکے صفحات مین کروٹین بدلتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ ہے، مضامین بھی خاصے ہوتے ہین، لیکن فرائض ادارت کی مجبوریان بعض اوقات معیار سے کمتر مضامین کی اشاعت کا باعث بھی ہوجاتی ہین، ملک ہند کے وزیر تعلیم میان محمد شفیع صاحب کے قلم سے دو صفحہ کا ایک مضمون تعلیم پر نکلا ہے، ہمکو ہندوستان کے

ایک اعلیٰ ترین ماہر تعلیم سے جس بلندی پایہ کی توقع ہوسکتی تھی اُسکو چھوڑکر ایک معمولی مضمون نگار کی حیثیت سے بھی افسوس ہے کہ ہم اس دو صفحہ مضمون کی کوئی داد نہین دیسکتے،

ہمایون کے لئے ایک فال ہمایون یہ ہے کہ اس نے بعض امراء اور اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو بھی اپنی طرف ملتفت کیا ہے جو ملک کے علمی کامون کی طرف شاذ ہی کبھی متوجہ ہوتے ہین، قیمت ۵ر سزنگ روڈ، لاہور۔

نگار: اس نام کا ایک علمی اور ادبی رسالہ صوری اور معنوی خوبیون کے ساتھ جناب مولوی نیاز فتحپوری کی ایڈیٹری مین آگرہ سے نکلنا شروع ہوا ہے، جناب نیاز ایک کہنہ مشق انشا پرداز ہین اسلئے اُنکی ادارت مین ایسے رسالہ کا شایع ہونا اسکی خوبی کی ضمانت ہے، نیاز صاحب کے معاون جناب مخمور (بی، اے) اکبرآبادی ہین، مضامین نظم و نثر لطیف اور دلچسپ ہین، یہ کوشش کی ہے کہ سائنس، ادب، اور لطائف و نکات سب یکجا کردیئے جائین، جناب نیاز کی خدمت مین کیا یہ پیشگی گذارش مناسب ہوگی کہ وہ اُسکو نقاد بنانے کی کوشش نہ کرینگے، ضخامت ۸۰ صفحات، تقطیع بڑی، قیمت ۵ر، پتہ: نگار، آگرہ،

جہان آرا بیگم: تیموری خواتین مین جہان آرا بیگم خوش قسمت ہے کہ اُردو مین اسکی دو مستند اور سنجیدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین، اس سے پہلے مولوی محبوب الرحمٰن صاحب کلیم بی، اے، اسکی ایک سوانح عمری لکھ چکے ہین، اب جناب ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی، اے نے اُسکی دوسری سوانح عمری لکھی ہے پہلے مین زیادہ تر یورپین اہل قلم کی تنقید ہے اور اسمین علمی پہلو زیادہ نمایان ہے، فارسی کی اصل ماخذون کی عبارتین نقل کیگئی ہین، جہان آرا کی تصنیف مونس الارواح کی ایک سطر کا عکس (موجودہ دارالمصنفین) اور بیگم کی مہر کے فوٹو بھی شامل کئے گئے ہین، اسکے علاوہ اسوقت مہاراشٹر کے ایک ہندو رئیس کے قبضہ مین ہے، آخر مین بیگم کے فرامین اور بعض نادر سیاسی مراسلات بھی درج کئے گئے ہین، کتاب مستند، پُر معلومات اور سنجیدہ ہے، امید ہے کہ اہل ملک اسکی قدر کرینگے، قیمت ۸ر، پتہ، علمدار حسین برادران تاجران کتب دہلی۔

مجلد نہم | ماہ شعبان سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۲۳ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

حکومت فلسطین کے لئے جو جدید آئین و قانون منظور ہوا ہے، اسکی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ سرکاری زبان بجاے ایک کے تین تسلیم کیگئی ہین، یعنی عربی، عبرانی، وانگریزی - مجالس قانونی کی کاروائی نیز سرکاری کاغذات کی اشاعت تینون زبانون مین ہوتی رہیگی، سوئزرلینڈ کی مثال کسی پچھلے نمبر مین دیجا چکی ہے، یہ تازہ نظیر بھی ان حضرات کے لئے قابل غور ہے، جو اردو و ہندی کو دو مختلف زبانین قرار دیکر ان کے تناقض سے ہندوستان کے اتحاد ملکی و شیرازۂ قومیت کے عدم امکان پر استدلال کرتے رہتے ہین،

گذشتہ نمبر مین ذکر آچکا ہے کہ ایم، مہدی حسن مرحوم کی جگہ پر دار المصنفین کی جماعت انتظامیہ کے ایک رکن ڈاکٹر سید محمود، پی، ایچ، ڈی، سکریٹری مرکزی خلافت کمیٹی منتخب ہوئے، ان سطرون کی سیاہی ہنوز خشک نہین ہونے پائی تھی کہ ڈاکٹر موصوف کی گرفتاری کی خبر موصول ہوئی، ہماری مختصر جماعت انتظامیہ مین ڈاکٹر محمود سب سے پہلے شخص ہین جنہین اسوۂ یوسفی کا یہ شرف و امتیاز حاصل ہوا ہے، اسلئے وہ ہم سب کی جانب سے تبریک و تہنیت کے مستحق ہین، انکی زندگی آج سے کچھ پیشتر تک ناز و نعمت کی زندگی رہی ہے، تاہم انکی سنجیدگی و استقامت، ان کا خلوص و دیانت، انکی خاکساری و بے نفسی، یہ اوصاف ایسے ہین جو اس آتش نمرود کو ان پر یقیناً گلزار خلیل بنا کر رہین گے -

دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ اپنی نوعیت مین انوکھا نہین، ہزار ہا برس ہوئے کہ ایک بہت بڑے برگزیدہ و مقدس بندہ کے متعلق اُسکی بے دوثی، بے تقصوری، اور پاکدامنی کے متعدد تجربات کے باوجود بھی اسوقت کے خدایان حکومت کو مصلحت کا راسی مین نظر آئی تھی کہ اُسے ایک عرصہ کے لئے محبوس کردیا جائے، ثم بدا لھم من بعد ما راوا الآیٰت لیسجننہ حتیٰ حین، ...... لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ چند روز بعد، وہی ہاتھ جو ملزم کو زنجیرون مین جکڑ رہے تھے اسکی تعظیم و استقبال کے لئے اُٹھنے پر مجبور رہتے، اور وہی زبانین جو کل تک اسکے مجرم و سزایافتہ ہونے پر طنز کر رہی تھین آج یہ عرض کرنے پر مجبور تھین کہ حضرت، آج سے آپ ہماری سرکار مین بڑے ہی باوقار و صاحب اعتبار ہین، انک الیوم لدینا مکین امین یہانتک کہ بالآخر یہی بے یار و بے یاور محبوس درندانی ساری مملکت مصر پر متصرف و مختار ہو جاتا ہے، اور یہ واقعہ عام سنت الٰہی بن کر قیامت تک کے لئے ایک کلیہ قرار پا جاتا ہے وکذلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوأ منھا حیث یشاء نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین شام کی تاریکی پھیل چکی ہے، لیکن ہر شام کی اُداسی پیش خیمہ ہوتی ہے صبح کی مسرت و فرحت کا۔ مبارک ہین وہ آنکھین جو اس شبِ تار مین بھی بیدار و کشادہ ہین،

مسلمانون کو اپنی مذہبی زبان سے جو شغف و محبت ہے، اسکا ایک تازہ ثبوت اس واقعہ سے بھی بہم پہنچتا ہے کہ سنہ ۲۲ کے میٹریکولیشن امتحان مین الٰہ آباد یونیورسٹی مین ۵۱۰۲ طلبہ نے شرکت کی، ان مین سائنس کا مضمون لینے والون کی تعداد ۱۴۹۱ تھی، ڈرائنگ لینے والون کی ۲۸۷، سنسکرت لینے والون کی ۱۱۷۰، فارسی لینے والون کی ۹۸۳، اور عربی لینے والون کی عظیم الشان تعداد پورے ایک درجن (۱۲) کی تھی، جس قوم کے احساسِ حمیت و غیرت کو واقعات و اتعداد کی قوت بیدار نہین کرسکتی اسکے لئے الفاظ کا تازیانہ بھی قطعاً لاحاصل ہے،

کچھ روز ہوئے لندن کے ایک ہوٹل مین ایک دلچسپ موضوع پر علمی مذاکرہ رہا عنوان بحث یہ تہا کہ ایک صدی کے بعد برطانوی شہنشاہی مین کس حالت مین ہوگی؟ جلسہ مین پہلے انگلستان کے مشہور صاحب فکر و قلم ایچ، جی، ویلز کی تحریر پڑہی گئی، جسکا مفہوم یہ تہا کہ ایک صدی کے اندر برٹش ایمپائر کا وجود بھی نہ باقی رہیگا، اسوقت تک یا تو یہ سلطنت ارتقاے تہذیب و تمدن مین اپنے فرائض پوری طرح انجام دیکر آزاد ریاستہاے متحدہ کی طرح کسی جمہوری قالب مین تبدیل ہوچکی ہوگی اور یا جرمن و روسی شہنشاہیون کی طرح انسانی ترقی کے حق مین سد راہ ہوکر فنا و مردہ ہوچکی ہوگی، جلسہ مین ایک اور نامور مصنف سر رائیڈر ہیگرڈ بھی موجود تھے، انھون نے اس خیال کی کلیتہً تردید کی، اور ارشاد فرمایا کہ روے ارض پر اب تک جو بہترین نظام حکومت قائم ہوسکا ہے وہ یہی برٹش ایمپائر ہے، اُسکی بربادی دنیا کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، ایک صدی مین یہ بے شبہہ ممکن ہے کہ مشرق مین برطانوی اقتدار نہ باقی رہجائے لیکن اسکا علاج یہ ہے کہ خالص برطانوی نسل کی قوت کو ترقی دیجاتی رہے، ہمارے بقاے وجود کے لئے اسی کو قوت دیتے رہنا کافی ہوگا،

مستقبل کی بابت یقین و قطعیت کے ساتھ حکم لگانا تو "دانایان فرنگ" "عقلاے مغرب" ہی کا کام ہوسکتا ہے، پست حوصلہ، کم ہمت و تاریک خیال مشرقی بے دیکر صرف ماضی ہی کے مطالعہ مین مصروف رہ سکتا ہے، اور یہ مطالعہ بھی عقل کی برقی روشنی مین نہ ہوگا بلکہ نقل کے فطری مصباح ہدایت کی شعاعون مین اُسکے محدود کتبخانہ کی الماری کے سب سے اونچے خانہ مین ایک "کتاب مبین" رکھی رہتی ہے، اسمین ایک قانون کی دفعہ اسکو ان الفاظ مین ملتی ہے:-

افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان	کیا یہ لوگ روے زمین پر نہین چلے پھرے اور اس امر پر
عاقبۃ الذین من قبلھم کانوا اکثر منھم	نظر نہین کی کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوگذرے ہین انکا

واشد قوۃ و آثارا فی الارض فما
اغنٰی ما کانوا یکسبون، فلما
جاءتهم رسلهم بالبیّنٰت فرحوا
بما عندهم من العلم وحاق
بهم ما کانوا به یستهزءون
فلمّا راؤا بأسنا قالوا آمنّا بالله
وحده و کفرنا بما کنّا
به مشرکین، فلم یک ینفعهم
ایمانهم لمّا راؤا بأسنا، سنت
الله التی قد خلت فی عباده
وقد خسر هنالک الکٰفرون
(مومن ۹)

کیا انجام ہوا، وہ ان سے تعداد مین کہین زیادہ تھے، نیز
قوت اور اپنے آثار باقیہ کے اعتبار سے ان لوگون سے
کہین بڑھ چڑھ کر تھے، مگر انکی یہ ساری دنیوی کمائی انکے
کچھ کام نہ آئی، جب ان کے رسول انکے پاس کھلی ہوئی
نشانیان لیکر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازان رہے،
اور بالآخر جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی ان پر
الٹا پڑا، پس جب انھون نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو کہنے
لگے کہ اب ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور جن چیزون کو
شریک خدائی ٹھہراتے تھے انہین اب ہم نہین مانتے مگر
اسوقت جبکہ ہمارے عذاب کو آتے انہون نے دیکھ لیا تو
ان کا ایمان لانا کچھ بھی سودمند نہ ہوا، یہ قانون الٰہی ہے جو
سدا سے اسکے بندون مین جاری ہے جو لوگ منکر تھے
وہی نزول عذاب کے وقت گھاٹے مین رہے،

.. ..

یا ممکن ہے یورپ کو اپنے غیر محدود ذرائع معلومات سے اس قدیم قانون کی تنسیخ کی اطلاع مل گئی ہو،
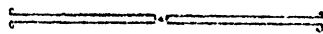
ڈیلی میل، انگلستان کا نہایت کثیر الاشاعت اخبار ہے، اسکے ایک تازہ نمبر مین ایک "ماہر نفسیات" کا مضمون "زندگی سے خائف" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، جسمین اس مسئلہ پر توجہ کیگئی ہے کہ متمدن ممالک مین زندگی کی جانب سے بے لطفی و انقباض بلکہ خوف، روز بروز کیون بڑھتا جاتا ہے؟ فاضل مضمون نگار فرماتے ہین، کہ:

"حال میں مین نے بہ کثرت اشخاص (ذکور واناث) سے سوال کیا کہ اگر ممکن ہو تو آپ دوبارہ دنیا میں آنا چاہتے ہیں؟ مگر کسی نے اسکا جواب قطعاً اثبات میں نہیں دیا۔۔۔۔۔ جس سے معلوم ہوا کہ زندگی کی جانب سے بے لطفی و بے انبساطی کی لہر عام طور پر دوڑ رہی ہوئی ہے اور اسکے علامات و شواہد ہر طرف نظر آ رہے ہیں، جنون ودیوانگی کا مرض بڑھتا جاتا ہے، خودکشی کرنے والوں کی تعداد ترقی پر ہے، امراض دماغی چیچک سے کم کثیرالوقوع نہیں ہو رہے ہیں، وقتی مسرت و بے فکری کے حصول کے لئے مے نوشی ایک عام عادت ہوتی جاتی ہے۔۔۔۔۔ بے قناعتی اور بے اطمینانی کی ہر طرف گرم بازاری ہے، اور افکار و ترددات سے ہنگامی فرحت حاصل کرنے کے لئے منشی و جوش آفرین دواؤں کا استعمال روزافزون ہے"

سب سے بڑھکر یہ کہ سکون و راحت جس شے کا نام ہے، وہ موجودہ متمدن دنیا سے بالکل عنقا ہوگئی ہے، ہر شخص افتان وخیزان حوادث عالم کے تیز دھارے کے ساتھ بہا چلا جا رہا ہے، اور نشہ یا تماشہ کی مدد سے کردہات دنیوی سے جو عارضی نجات ملجاتی ہے، اسی کو بہت غنیمت سمجھتا ہے، ان حالات میں فاضل موصوف، خاتمہ پر دردناک لہجہ میں سوال کرتے ہیں کہ کوئی ہے جو اس بے انبساطی کی وبا کی اصل علت کا پتہ لگا سکے؟

اللہ اکبر! یہ صدائے کرب و فریاد پاس کہان سے اٹھ رہی ہے؟ اس مقدس سرزمین سے جسکا چپہ چپہ ہماری نظروں میں کامرانیوں اور خوش بختیوں کا گنجینہ تھا، جسکا ایک ایک ہوٹل اور چائے خانہ ایک ایک قصر و ایوان ہمارے نزدیک جنت نگاہ و فردوس گوش تھا، اور جسکی ایک سرسری سیاحت ہمارے قلوب کو مسرت و نشاط، سرور و شادمانی کے جذبات سے معمور کر دینے کے لئے کافی تھی! کیا خدانخواستہ حزن والم، انقباض و ملال کا گذر اس شبستان عشرت کے حدود میں بھی ہے؟ کیا جس سراپا ناز محبوب کے

ہم اتبک خورد سال، اور حسن و شباب، دلربائی و نزاکت کی تصویر سمجھتے رہے، وہ درصل ایک عجوزۂ ہشتاد سالہ ثابت ہو رہی ہے؟ کیا ہمارا معشوقِ رعنا ایران عیش درحقیقت ماتم سرا تھا؟ کیا اتبک ہم زہر پر قند کا، نالۂ دلشیون پر رقص و سرود کا، اور عفریت گاہ پر پرستان کا دہوکا کہاتے رہے؟ پس ماتم کرنا چاہیئے ہمین اپنی محرومیون پر، اپنی شور بختیون پر، اور اپنی حسرت نصیبیون پر، کہ سراب پر آب کا گمان کرتے رہے!

یورپ کا ماہر نفسیات فرط یاس و حسرت مین پکار اٹھتا ہے کہ کوئی ہے جو دل کی بیقراری، بے اطمینانی، و بے انبساطی کا علاج بتا سکے؟ صحراے عرب کا ایک اُمّی جواب دیتا ہے کہ مین طبیب مطلق کے حکم سے ایک قطعی و مجرب نسخہ بتاتا ہون، اگر تمہاری قسمت تمہاری بداعمالیون کے باعث بالکل ہی سیاہ نہین ہو چکی ہے تو تمہین بھی اُسکے استعمال کی توفیق ہوگی"۔ اس نسخہ کا صرف ایک ہی جزو ہے اور وہ ایک چھوٹا سا پنج حرفی لفظ ہے، **ایمان**، دلون مین اطمینان و یکجوئی پیدا کرنے والی، اور قلوب کو اضطراب و تردد سے نجات دلانے والی صرف یہی ایک شے ہے، شافی مطلق کے صحیفۂ شفا کے تقریباً ہر صفحہ مین اسکا ذکر آتا ہے، کسی مقام پر یون ارشاد ہوتا ہے، کہ

ما اصاب من مصیبةٍ الا باذن الله ومن یومن بالله یهد قلبه

ہر مصیبت خدا ہی کی طرف سے آتی ہے اور جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہین وہ اُنکے دلونکو ایسے مواقع پر ٹھکانے رکھتا ہے

کہین یہ الفاظ وارد ہوتے ہین کہ

فمن یومن بربه فلا یخاف بخسًا ولا رهقًا۔ (جن-۱)

جو لوگ اپنے پروردگار پر ایمان رکھتے ہین انہین نہ کسی نقصان کا خوف رہتا ہے نہ کسی کے ظلم کا۔

ایک مقام پر یہ فرمان صادر ہوتا ہے کہ

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب،	تسکین قلوب تو ذکر الٰہی سے ہوتی ہے،

ایک مقام پر تو گویا اسی ماہر نفسیات ہی کے سوال کو ٹھیک سامنے رکھکر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ

فای فریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون۔ الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون، (انعام ۔ ۹)	یہ تو بتاؤ کہ دونوں فریقوں میں امن واطمینان سے رہنے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ اگر عقل رکھتے ہو تو خود ہی سمجھ لوگے کہ جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اپنے ایمان میں انھوں نے کسی ظلم کی آمیزش نہیں کی، وہی لوگ امن و اطمینان خاطر کے مستحق ہیں، اور وہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں،
الذین آمنوا و کانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ لاتبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم (یونس ۔ ۷)	جو لوگ صاحب ایمان و صاحب تقوی ہوتے ہیں انکی عاقبت تو بخیر ہوتی ہے، سنت الٰہی یہ رکھی گئی ہو کہ انکی زندگی بھی بڑی راحت سے گذرتی ہو اور خیال کیا جائے تو یہ کتنی بڑی کامیابی ہے ۔
ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی ۔ (طٰہٰ ۔ ۷)	البتہ جن بدبختوں کے قلوب ایمان و ذکر الٰہی سے خالی ہیں تو قطع نظر اسکے کہ آخرت میں، وہ نابینا اٹھینگے، دنیا میں بھی انکی زندگی ضیق ہی میں گزریگی،

اس طرح کے ایک دو نہیں، بہ کثرت ارشادات موجود ہیں، جنمیں ایمان کی دینوی برکات بیان کیگئی ہیں اور ایمان و ذکر الٰہی کو دنیوی فلاح و بہبود، امن و اطمینان کا بہترین نسخہ بتایا گیا ہے،
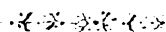
چھ سو برس ہوئے اسی نکتہ کی تفسیر قونیہ کے زندۂ جاوید عارف نے اپنے مخصوص لطیفانہ انداز میں یوں کی تھی کہ امن و آسائش صرف خلوت گاہ حق میں میسر آسکتی ہے، باقی جس طرف دوڑوگے انکار اور

تردد ات ہی کا سامنا رہیگا، گوشۂ باغ کی تلاش کروگے تو وہان بھی حشرات الارض ساتھ نہ چھوڑینگے،
صبر اور شانتی پیدا کرنے والی شئے صرف ایمان ہے، جسکے ایمان مین جسقدر ضعف ہے اُسیقدر وہ
پریشان خیالیون مین مبتلا رہیگا، ارشاد ہوتا ہے،

ہرکہ دور از رحمتِ رحمٰن بود	او گدا چشم است گر سلطان بود
گر گریزی بر اُمیدِ راحتے	زان طرف ہم پیشت آید راحتے
ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست	جز بہ خلوتگاہِ حق آرام نیست
واللہ ار سوراخ موشے در روی	مبتلا ے گربہ چنگالے شوی
آدمی را فربہی ہست از خیال	گر خیالاتش بود صاحب جمال
ور خیالاتش نماید ناخوشے	می گدازد ہمچو موم از آتشے
صبر شیرین از خیال خوش شدست	کان خیالاتِ فرج پیش آمدست
آن فرج آید ز ایمان در ضمیر	ضعف ایمان نا امیدی و زحیر
صبر از ایمان بیابد سر کلہ	حیث لا صبر فلا ایمان لہ

تیمار دارون اور غمخوارون کا کام یہ ہے کہ طبیب کے بلانے اور دوا کے تیار کرنے مین مدد دین،
اور طبیب کا کام یہ ہے کہ نسخہ تجویز کردے، باقی اسکا استعمال کرنا، یہ صرف مریض ہی کے ہاتھہ مین ہے
اسوقت ہم سب مریض ہین، دعا ہے کہ ہم سب کو اُسکے استعمال کی توفیق نصیب ہو۔

روس کا عظیم الشان قحط بدستور جاری ہے، انگریزی اخبارات وجرائد مین ہر مہینہ اُسکے
متعلق ہولناک و دردانگیز معلومات اس کثرت سے آتے رہتے ہین کہ اگر قلب عبرت پذیر ہو تو اُسکے لئے
زندگی بھر کو کافی ہوسکتے ہین، ایک موضع کے متعلق اطلاع آئی ہے کہ وہان کے باشندون نے کتے،

بلّی، اور چوہون کو مار مار کر کہانا شروع کیا، اور جب ان کا بھی ذخیرہ ختم ہوگیا تو دوزخ شکم کو درختون کی پتی اور چہال سے پُر کرنے لگے، یہانتک کہ جب اُن کا بھی نشان نہ باقی رہ گیا تو خود طعمۂ اجل بننے لگے، ایک گاؤن مین پچاس گہرانون کی آبادی تھی اسمین دس نفوس یومیہ کی شرح اموات ہونے لگی، ۲۲، ۲۳ لاکھ کے قریب آبادی ترک وطن وخانمان ویران ہونے پر مجبور ہوئی ہے، ایک شہر سے دو ہزار آدمی تلاش رزق مین باہر نکلے، مسلسل فاقہ کشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے صرف سات سو کی جماعت زندہ بچی، باقی تیرہ سو نفوس راستہ مین لقمۂ اجل ہوگئے، متعدد مواضع ایسے ہین جنکے آمد و رفت کے راستے مسلسل برفباری نے مسدود کر دیئے ہین، وہان کے باشندون کیلئے بجز اسکے چارہ نہین کہ گُھٹ گُھٹ کر جان دیدین، دیوانگی کا مرض عام ہوگیا ہے، شدت گرسنگی مین بیشمار مرد و زن دیوانون کی طرح ادہر اُدہر سر ٹکراتے پھرتے ہین، غرض سارا ملک اسوقت درد و عبرت کا مجسمہ بنا ہوا ہے، اور اس کیفیت کو قائم ہوئے ایک مدت ہوچکی ہے، امریکہ و انگلستان وغیرہ کی امدادی جماعتین کام کر رہی ہین، لیکن درحقیقت اس مہیب و عظیم الشان درد کا درمان اب کسی کے بس کی بات نہین، یہ وہی سلطنت روس ہے جسکی عظمت و جبروت کا سکہ کل تک تمام دنیا کے دل پر بیٹھا ہوا تھا۔ جسکے نام سے مشرق تو الگ رہا، شیر انگلستان تک لرزہ اُٹھتا تہا، اور جس نے ترکون اور دوسری زبردست قومون کی پامالی مین اپنی جانب سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تہا،

وکم اهلکنا قبلهم من قرنٍ هم اشد منهم بطشا فنقبوا فی البلاد هل من محیص۔ انّ فی ذلک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید۔

ان سے قبل ہم نے کتنی قومین ہلاک کر دی ہین اور جو زور و قوت مین انسے بھی کہین بڑھ چڑھکر تہین اور نزول عذاب کے وقت انہون نے تمام شہرون کو چہان مارا تہا کہ کہین بھی بھاگنے کا ٹہکانا ہے؟ اور جو لوگ صاحب دل ہین یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سنتے ہین انکے لئے ان واقعات مین کافی نصیحت ہے،

مقالات

خلافت عثمانیہ

اور

دنیائے اسلام و مسیحیت کا اعتراف

ترکون کے استحقاق خلافت و عدم استحقاق پر بیسیون تحریرین نظرون کے سامنے آچکی ہین، ان صفحات مین اس سے بحث نہین کہ قریشیت کی شرط خلافت کے لئے ضروری ہے یا نہین، یا بعض شرائط خلافت کے فقدان کے باوجود اگر سلطان متولی اسکا دعوی کرے تو اسکو تسلیم کرنا چاہیئے یا نہین، یا اگر ایک مدعی مین قریشیت کے علاوہ دیگر شرائط موجود ہین، اور دوسرے مین صرف ایک یہی نسبی امتیاز پایا جاتا ہے تو کسکو ترجیح ہوگی، اس تحریر کا مدعا صرف یہ ہے کہ ہم [illegible] فقدان شرائط کے باوجود کیا دنیائے اسلام نے یا اسلامی دنیا کے اکثر حصہ نے سلاطین [illegible] کی امامت و خلافت کو کہان تک تسلیم کیا اور نیز ان کے حریف سلاطین یورپ اور نصاری [illegible] انکی اس حیثیت کا کہانتک اعتراف کیا۔

یہ امر محتاج دلیل نہین کہ گذشتہ چار صدیون تک مسلمان اور ترک دونون مرادف الفاظ سمجھے گئے ہین، نبی عربی صلعم کا نام اس زمانہ مین "ترکون کا پیغمبر" تھا، رمضان مبارک کا نام اب بھی یورپ کی جنتریون مین "ترکی مہینہ" ہے، ان پورے چار قرنون مین اسلام کے وکیل و نمایندہ و ترجمان جو کچھ کہو اسکی حیثیت صرف ترکی کو حاصل رہی، ترکی سے جنگ اسلام سے جنگ اور ترکی سے

صلح اسلام سے صلح سمجھی گئی، نہ صرف مسلمانون نے بلکہ دوسری قومون نے بھی ہمیشہ یہی سمجھا تمام کرۂ ارضی
مین ناموس اسلام کی نگہداشت، مظلوم مسلمانون کی دادخواہی و فریادرسی، شعائر اسلام کا قیام،
مملکت اسلام کی سرحدون کی حفاظت، اماکن مقدسہ کی خدمتگذاری کے تمام فرائض سلاطین عثمانیہ نے
اور صرف سلاطین عثمانیہ نے انجام دیے ہین، اور یہی خلافت و امامت کے فرائض ہین، انکے سوا
اور کیا ہین، پھر ان لوگون نے جنھون نے اس فرض کو تمام دنیاے اسلام مین یکہ و تنہا انجام دیا، وہ
امیرالمومنین اور امام المسلمین نہین ہین؟ یہ سچ ہے کہ ان مین کوئی عمر فاروق یا عمر ابن عبدالعزیز نہ تھا لیکن آخر
ہم مین صحابہ اور تبع تابعین کون تھے؟

سنا ہے کہ ہمارے عرب بھائیون کو سلاطین عثمانیہ کی اس پیشوائی سے انکار تھا، اسلیے ہمکو
پہلے انھین کی طرف سے شروع کرنا ہے، جس زمانہ مین سلطان سلیم مصر و عرب کو اپنے دائرۂ
اختیار مین لایا ہے، مصر کے عمال یمن کے عربون سے برسر جنگ تھے، مصر کے ملوک سلطان کی طرف سے
یمن مین جو والی تھا وہ اسوقت ریگستان عرب مین شیوخ عرب سے برسرپیکار تھا، لیکن اسی معرکہ
کارزار اور ہنگامہ گیرودار مین جب سلطان سلیم کا آوازہ اسکے کانون تک پہنچا اور اسکو معلوم ہوا کہ عراق و شام
اور حجاز کے مسلمانون نے اسکا نام اپنی مسجدون مین خطبہ مین پڑھا تو سب سے پہلے اس نے لبیک کہا اور
برسرعام اسکی پیشوائی کا اعلان کیا، روح الروح کا یمنی مورخ لکھتا ہے کہ جب مصری امیر سکندر کو یمن مین
مصر کی مفتوحانہ شکست اور سلطان سلیم کی فتح کا حال معلوم ہوا تو اپنی حفاظت کے لیے

فجمع الناس الی الجامع، واعلمهم باستیلاء	اس نے لوگون کو جامع مسجد مین جمع کیا اور سلطان
سلطان الاسلام سلیم شاہ علی مصر سلطانها	الاسلام سلیم کی فتح مصر کی اطلاع دی، اور صنعاء
واستقرارہ فی ایوانها، وخطب علی منبر	(پایہ تخت یمن) کی جامع مسجد کے منبر پر خطبہ پڑھا،
جامع صنعاء واستظهر بانسادہ الی	اور سلطان سلیم کی اطاعت کی طرف اپنے کو

طاعة السلطان سلیم (واقعات ۹۲۳ھ) منسوب کرکے قوت حاصل کی،

عرب کے شیوخ اور امرا میں جس نے ترکی حکام کی دستبرد کا سب سے پُرزور مقابلہ کیا وہ امام یمن ہے، لیکن یہ سُن کر حیرت ہو گی کہ ان میں سب سے پہلے اسی نے سلاطین عثمانیہ کے دعوی کو قبول کیا، خوش قسمتی سے اسوقت ہمارے سامنے ان سرکاری مراسلات کی نقلیں موجود ہیں، جو اس معاملہ میں سلطان سلیمان اور فخر الدین مطہر بن شرف الدین کے مابین ہوئی تھیں، یہ نادر تاریخی سرمایہ قلمی تاریخ یمن رُوح الروح کے آخر میں کسی صاحب ذوق نے نقل کئے ہیں، یہ نسخہ عرب سے ایک صاحب علم بزرگ حاجی عبدالکریم صاحب مرحوم (مولانا شبلی مرحوم کے ماموں) اپنے ساتھ ہندوستان لائے تھے، اور اب یہ دار المصنفین کی ملک ہے،

سلطان سلیمان نے اپنے مراسلہ میں امام کے حسب ونسب اور سیادت وشرافت کی عزت کی ہے، اور پرتگیزوں کی لڑائی میں سابق امام یمن نے عسکر سلطانی کو جو امداد دی تھی اسکا شکریہ ادا کیا ہے، اور امام کی اطاعت وانقیاد کی تعریف کی ہے، اور لکھا ہے کہ "آپکے والد نے سب سے پہلے میری اطاعت قبول کی" اسکے جواب میں امام مطہر نے حمد ونعت کے بعد سلطان کے لئے یہ القاب لکھے ہیں،

شمس سماء الخلافة وقمرها المضیئ فی اللیل البھیم ظل اللہ فی ارضہ العریم، حجۃ اللہ الواضحة ودلالتہ الناصحة للخلق علی التعمیم امین اللہ علی خلقہ وخلیفتہ القائم بحقہ،	آسمان خلافت کے آفتاب اور شب تار میں خلافت کے ماہ درخشاں، خدا کی زمین میں خدا کا سایہ، اور اسکی روشن دلیل تمام خلق پر، خدا کی خلق پر خدا کے امین اور اسکے خلیفہ جو اسکے حق کا ذمہ دار ہے،

اور اسکے بعد اپنی اطاعت اور خیر خواہی کا یقین دلایا ہے، اور سلطان وامیر کی اطاعت کی حدیثیں نقل کی ہیں،

جس کتاب کے ساتھ یہ مراسلات شامل ہیں اسکا نام "رُوح الروح بعد المائۃ التاسعۃ من الفتوح" ہے

یہ نویں صدی ہجری کے واقعات ومتعلقات یمن کی تاریخ ہے، مصنف کا نام عیسیٰ بن لطف اللہ بن مطہر

بن شرف الدین ہے، اور یہ غالباً ہین کے امام مذکور مطہر بن شرف الدین کا پوتا ہے، ۹۰۱ھ سے ۱۰۲۸ھ تک کے واقعات اسمین درج ہین، اس کتاب مین مصنف نے واقعات کی تقریب سے جا بجا سلاطین عثمانیہ کا ذکر کیا ہے اور انکی امامت وسیادت کا علانیہ اعتراف کیا ہے، کتاب کے دیباچہ مین والی یمن محمد پاشا کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے،

حضرة مولانا و مالک امرنا وخلیفة	ہمارے آقا اور ہمارے مالک اور ہمارے زمانہ کے
خلیفة عصرنا	خلیفہ کا خلیفہ (جانشین)

بیچ بیچ مین جہان جہان سلاطین عثمانیہ کا نام آیا ہے ان کے ساتھ یا توان کا قدیم سرکاری لقب سلطان الاسلام پادشاہ اسلام یا اسی قسم کے اور القاب لکھے ہین، اور وہ اس کثرت سے ہین کہ ہم ان کا استقصا نہین کرسکتے، سلطان سلیم کو لکھا ہے سلطان الاسلام والمسلمین، ۹۷۶ھ مین جب عدن فتح ہوا ہے تو وہان کے منبر پر سلطان الاسلام کا خطبہ پڑھا گیا، ۹۸۲ھ مین جب سلطان سلیم ثانی بن سلیمان اعظم نے وفات پائی اور سلطان مراد سریر آرا ہوا تو اسکا تذکرہ ان الفاظ مین کرتا ہے، "سلطان الاسلام والمسلمین، ظل اللہ علی العالمین، سلیم بن سلیمان خان نے وفات پائی اور انکی جگہ پر سلطان اعظم، بادشاہِ عرب وعجم، سلطان مراد نے جلوس فرمایا، خدا انکو خلافت مین اپنی مراد کو پہنچائے"،

دسوین صدی ہجری مین بغداد کے مشہور عالم اور مفسر اور مفتی اعظم مفتی ابوالسعود بغدادی، جنکی ضخیم عربی تفسیر علماے متاخرین کی تفسیرون مین سب سے بہتر اور علماے احناف کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے، وہ اپنی اس مبارک تصنیف کے دیباچہ مین سلطان سلیمان کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

من خصّہ اللہ تعالی بخلافة الارض	جسکو اللہ تعالی نے زمین کی خلافت کے ساتھ
واصطفاہ لسلطنتہا فی الطول والعرض...	مخصوص کیا اور اسپر اسکے طول وعرض مین سلطنت

مالک الامامة العظمی، والسلطان الباهر
وارث الخلافة الکبری کابرًا عن کابر...
فاصبحت منابر الربع المسکون مشرفة
بذکر اسمه المیمون، ... سلطان المشرقین
وخاقان الخافقین، الامام المقتدر
بالقدرة الربانیة، والخلیفة المعتز
بالعزة السبحانیة المفتخر بخدمة الحرمین
الشریفین وحمایة المقامین الجلیلین المعظمین،

کرنے کے لئے چن لیا، امامت عظمیٰ کا مالک اور
سلطان باجاہ، اور خلافت کبریٰ کا اپنے سلف سے
وارث، جسکے مبارک نام سے ربع مسکون کے منبرون نے
شرف پایا ہے، سلطان شرقین، اور خاقان عالم، وہ
امام جس نے خدا کی قدرت سے قدرت پائی ہے
اور وہ خلیفہ جس نے خدا کی طاقت سے طاقت
حاصل کی ہے، جسکو حرمین شریفین کی خدمتگذاری اور
مقامات مقدسہ کی نگہبانی سے فخر حاصل ہے،

سلطان سلیمان کی وفات پر مفتی موصوف نے جو پرزور اور پردرد مرثیہ لکھا ہے، اسمین اسی عقیدت کا اظہار ہے۔

اصوت صاعقة ام نفخة الصور　　　فالارض قد ملئت من نقر ناقور
یہ بجلی کی کڑک ہے یا نفخ صور ہے،　　　کہ زمین شور وغل سے پر ہے

تقطعت قطعا منه القلوب فلا　　　یکاد یوجد قلب غیر مکسور
اس سے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہین　　　کوئی دل ایسا نہین جو شکستہ نہین

اجفانهم سفن مشحونة بدم　　　تجری ببحر من العبرات مسجور
لوگون کی آنکھین خون سے بھری کشتیان ہین　　　جو آنسوؤن کے پرجوش سمندر مین تیرتی ہین،

ام ذاک نعی سلیمان الزمان ومن　　　مضت اوامره فی کل مامور
یا یہ سلیمان زمانہ اور اسکی موت کی خبر ہے　　　جسکا حکم ہر عالم پر جاری تھا

تردد ات ہی کا سامنا رہیگا، گوشۂ باغ کی تلاش کروگے تو وہان بھی حشرات الارض ساتھ نہ چھوڑینگے، صبر اور شانتی پیدا کرنے والی شے صرف ایمان ہے، جسکے ایمان مین جسقدر ضعف ہے اُسیقدر وہ پریشان خیالیون مین مبتلا رہیگا، ارشاد ہوتا ہے،

ہر کہ دور از رحمتِ رحمٰن بود	او گدا چشم است گر سلطان بود
گر گریزی بر اُمیدِ راحتے	زان طرف ہم پیشت آید رافتے
ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست	جز بہ خلوتگاہِ حق آرام نیست
واللہ ار سوراخ موشے در روی	مبتلا ے گربہ چنگا لے شوی
آدمی را فربہی ہست از خیال	گر خیالاتش بود صاحب جمال
ور خیالاتش نماید ناخوشے	می گدازد ہمچو موم از آتشے
صبر شیرین از خیال خوش شدست	کان خیالاتِ فرح پیش آمدست
آن فرح آید ز ایمان در ضمیر	ضعف ایمان نا امیدی و زحیر
صبر از ایمان بیابد سر کلہ	حیث لا صبر فلا ایمان لہ

تیمار دارون اور غمخوارون کا کام یہ ہے کہ طبیب کے بلانے اور دوا کے تیار کرنے مین مدد دین، اور طبیب کا کام یہ ہے کہ نسخہ تجویز کردے، باقی اسکا استعمال کرنا، یہ صرف مریض ہی کے ہاتھ مین ہے اسوقت ہم سب مریض ہین، دعا ہے کہ ہم سب کو اُسکے استعمال کی توفیق نصیب ہو۔

روس کا عظیم الشان قحط بدستور جاری ہے، انگریزی اخبارات وجراید مین ہر مہینہ اُسکے متعلق ہولناک و دہشت انگیز معلومات اس کثرت سے آتے رہتے ہین کہ اگر قلب عبرت پذیر ہو تو اُسکے لئے زندگی بھر کو کافی ہو سکتے ہین، ایک موضع کے متعلق اطلاع آئی ہے کہ وہان کے باشندون نے کتے،

ہین قائم کئے، ان مین سے مدرسہ حنفیہ علامۂ نہروالی کے سپرد کیا، اسوقت سے سلطان مراد کے زمانہ تک علامہ موصوف اس مدرسہ کی تولیت وتدریس کے عہدہ پر ممتاز رہے، انکی متعدد تصانیف مین سے ایک مکہ معظمہ کی تاریخ ہے جسکا نام "الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام" ہے، اسمین جابجا سلاطین عثمانیہ کے نام آتے ہین اور ہر جگہ علامۂ ممدوح نے انکی اس حیثیت کو نمایان کیا ہے، چنانچہ مقدمۂ کتاب مین ایک عمارت کی تقریب سے جہان سلطان مراد کا ذکر کیا ہے لکھا ہے،

...خلد ونک کار العالم وسلطانہ وامیر المومنین	خداوند کارعالم اور سلطان جہان اور وہ امیر المومنین
الذی جلس علی کرسی الخلافۃ.. جعل اللہ السلطنۃ	جس نے تخت خلافت پر جلوس کیا، خدا اس سلطنت
والخلافۃ کلمۃ باقیۃ فیہ وفی عقبہ (صفحہ ۲)	اور خلافت کو اسمین اور اسکی اولاد مین ہمیشہ قائم رکھے،

حرم محترم کی عمارتون کی تجدید وتعمیر کا کام سلطان سلیم بن سلیمان کے زمانہ سے شروع ہو کر سلطان مراد کے زمانہ مین ختم ہوا، تعمیر کی تکمیل کے بعد اسپر عربی مین ایک بڑا کتبہ لکھا گیا ہے، جو باب عباس سے لیکر باب علی تک منقوش ہے، اس کتبہ کی حسب ذیل عبارتین قابل غور ہین،

...عبدالمعتاد باحکام الاحکام الشریفۃ وتشیید	خدا کا وہ بندہ جو احکام شریعت کے استحکام کا عادی ہے،
ارکانہا علی وجہ المراد... السلطان المراد	یعنی سلطان مراد، خدا تعالیٰ خلافت کو اسمین اور اُسکی
جعل اللہ الخلافۃ فیہ وفی اعقابہ الی یوم	اولاد مین قیامت تک باقی رکھے... اے اللہ!
التناد،... اللہم ادمہ فی سریر الخلافۃ	تخت خلافت پر اسکو ہمیشہ قائم رکھ اور ہر آفت سے
محروسا بحفظک من کل آفۃ،... واثبت	اسکو محفوظ رکھ اور اسکے جانشینون کو مسند خلافت پر
اخلافہم فی مسند الخلافۃ الی آخر الزمان	تا قیامت مضبوط رکھ... اسکے بعد خدا نے اسکے
...واجلس اللہ علی سریر الخلافۃ نجلہ النجیب	فرزند شریف کو خلافت کے تخت پر بٹھایا۔

ﻠﮧ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۲۷۹، برحاشیہ تاریخ بلد اللہ الحرام مفتی دحلان، طبع مطبع خیریہ مصر،

سنان پاشا نے جب دوبارہ یمن فتح کیا تو علامہ نہروالی[1] نے حسب ذیل قصیدہ فتحیہ لکھا:

عسا کو سلطان الزمان ملیکنا خلیفۃ ھذا العصر فی البرّ والبحر

سلطان زمان ہمارے پادشاہ اور اس زمانہ کے خلیفہ برّ و بحر کی یہ فوجین ہین

لہ فی سریر الملک اصل موثل تلقاہ عن اسلافہ السادۃ الغر

تخت حکومت مین اسکے لئے مستحکم جڑین ہین، جسکو اسنے اپنے بزرگ و مشہور اسلاف سے وراثت مین پایا ہے

ملوک تساموا للعلیٰ وخلائف اولوا العزم فی ازمانھم واولوا الامر

اسکے یہ اسلاف کچھ بادشاہ تھے جو بلندی پر چڑہے اور کچھ اپنے اپنے زمانہ کے اولوالعزم اور اولوالامر خلفا تھے،

عماد یلوذ المسلمون بظلہ وسدّ منیع للانام من الکفر

یہ ستون ہو جسکے سایہ مین مسلمان پناہ گزین ہین اور لوگون کو کفر کے حملون سے روکنے کے لئے ایک مضبوط دیوار ہے

علاوہ ازین اس کتاب مین علامہ قطبی نے اور مختلف مقامات مین اس قسم کے اظہارات کئے ہین،

مکہ معظمہ کے مشہور شیخ و مدرس ومفتی، شیخ دحلان محدث ہین جنکی وفات کو تقریباً پچیس تیس برس کا زمانہ گذرا ہوگا، وہ اپنے زمانہ کے اکثر بلاد اسلامیہ کے محدثین کے شیخ اور مسند تھے، ہندوستان کے بھی کثیر علما نے ان سے حدیث کی سند لی ہے، فتوحات اسلامیہ انکی بہترین تصنیف ہے، اس کتاب مین انہون نے علانیہ سلاطین عثمانیہ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے، اور جا بجا خلیفہ کے نام سے انکو یاد کیا ہے، یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہر شخص دیکھ سکتا ہے،

مصر کے قاضی القضاۃ سید عبداللہ جمال الدین نے السیاسۃ الشرعیہ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے اور جزیرۂ روڈس کے نقیب الاشراف شیخ عبداللہ نے اسکو شایع کیا ہے، مصر مین چھپی ہے اور ملتی ہے، قاضی صاحب نے اسمین دو مقامات پر خلافت عثمانیہ کا ذکر کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہین،

[1] الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۲۴۸،

الحدیث الشریف الخلافة من بعدی
الثلاثون یشیر الی ان خلافة سادتنا
الخلفاء الراشدین کانت علی وجه الکمال،
ویجوز اطلاق الخلافة علی غیرهم من
ائمة المسلمین لان ریاستهم لعامة بطریق
الخلافة عن الرسول صلعم کخلافة السلاطین
العثمانیین نور الله مرقدهم (صفحہ ۶)

یہ حدیث کہ خلافت میرے بعد تیس برس رہیگی، اسکا
یہ مطلب ہے کہ حضرات خلفاے راشدین کی
خلافت کامل تھی، اور خلافت کا اطلاق خلفاے
راشدین کے علاوہ اور دوسرے ائمۂ اسلام پر بھی
جائز ہے، اسلئے کہ انکی عمومی ریاست آنحضرت صلعم کی
جانشینی ہی کے طریق پر ہے، جیسے سلاطین عثمانیہ کی
خلافت، خدا انکی قبرون کو روشن رکھے،

ایک اور مقام پر قاضی صاحب لکھتے ہین،

والخلافة التی لها حق الریاسة وعلیها
واجب الاجتهاد للحصول علی هذا المقصد
الجلیل هی الخلافة العثمانیة التی لدولتها استعداد
لذلک واقتدار علیه (۲۰۸)

وہ خلافت جسکو ریاست کا حق ہے اور جس پر
اس عظیم الشان مقصد کے حاصل کرنے کے لئے
کوشش فرض ہے، وہ خلافت عثمانیہ ہی ہے،
جسمین اسکی صلاحیت ہے اور جسکو اسپر قدرت ہے،

علامۂ دحلان کی نے فتوحات اسلامیہ مین لکھا ہے کہ مختلف وجوہ ترجیح اور فضائل کے لحاظ سے خلافت راشدہ کے بعد دولت عثمانیہ سے بڑھکر کوئی سلطنت، عدل و انصاف اور حمایت سنت اور شعائر اسلامیہ کی اقامت مین مقابلہ نہین کرسکتی، علامۂ قطبی نہروالی نے بھی حمایت سنت کی فضیلت کا جابجا اعتراف کیا ہے، امام طحطاوی نے جو متاخرین فقہاے حنفیہ مین ہین، اور درمختار کے محشی ہین، انھون نے ایک خاص رسالہ اس باب مین لکھا ہے کہ دولت عثمانیہ انشاء اللہ ہمیشہ دنیا مین قائم رہیگی، اسلئے کہ یہ دولت عالیہ، ملت محمدیہ کی تائید کی کسی کوشش مین کوئی کمی نہین کرتی ہے اور بہت سے اہل کشف نے امام مہدی کے خروج تک اسکے دوام کی پیشینگوئی کی ہے، اور مین خدا سے دعا

مانگتا ہون کہ وہ اس دولت علیہ عثمانیہ کو قیامت تک قائم رکھے[1]،

ان فقرون سے اندازہ ہوگا کہ علماے اکابر کی نظر مین اس دولت عثمانیہ کی کیا عزت وقعت تھی جن علما کی تحریرون سے اقتباسات اوپر پیش کئے گئے ہین ان مین ہندی بھی ہین، عراقی بھی ہین، مصری بھی ہین، یمنی بھی، حجازی بھی ہین، شامی بھی، اس سے جو کچھ تم اندازہ کر سکتے ہو اسکو مین خود اپنے قلم سے لکھکر اسکی تحدید کرنا نہین چاہتا،

علما کے بعد امرا، سلاطین اور عام مسلمانون کا درجہ ہے، سنّی "دنیاے اسلام" جن ملکون سے عبارت ہے، ان مین سے مشرق مین ہندوستان، افغانستان وترکستان اور مغرب مین مراکش، یہی دو تین ملک تھے جنپر دولت عثمانیہ کی براہِ راست حکومت نہ تھی، ان کے علاوہ ایشیا، افریقہ، اور یورپ کے جسقدر حصے دنیاے اسلام کے نقشہ مین داخل ہین، یہ تمامتر دولت عثمانیہ کے زیرنگین تھے، مثلاً عرب، عراق، شام، مصر، طرابلس، الجزائر، تونس، کردستان، قفقاز، بلاد روم اور یورپین ٹرکی، یورپین روس، شمالی وجنوبی افریقہ وغیرہ ان مین سے ہر جگہ کی مسجدین خادم الحرمین الشریفین کے اسم گرامی سے گونج رہی تھین اور اب تک گونج رہی ہین،

ہندوستان کے متعلق ایک مستقل مضمون انہین صفحات مین نکل چکا ہے، جسمین دکھایا گیا ہے کہ شیرشاہ، شاہان تیموری، سلاطین گجرات وسندھ وامراے میسور، دکن، بھوپال وغیرہ خلافت عثمانیہ کے کہانتک معترف تھے، یہان انکو دہرانا بیکار ہے۔

سلطان سلیمان کے عہد مین بلوچستان کے علاقہ پر ملک جلال الدین بن ملک دینار حکمران تھا، سید علی امیر البحر جب پرتگالیون کی جنگ مین اتفاق سے اپنے شکستہ بیڑہ کے ساتھ بلوچستان کے ساحل پر پہنچگیا تو اس مقام کے حاکم نے ترکی امیر البحر کے جہاز پر آکر سلطان کے عقیدتمندی اور وفاداری کا

[1] نشوۃ الشمول فی السفر الی استنبول علامہ آلوسی زادہ، صفحہ ۸۷، مطبوعہ بغداد،

اظہار کیا، اور وعدہ کیا کہ اگر آیندہ کبھی سلطانی بیڑہ ادہر آئیگا تو سامان رسد کی پچاس ساٹھ کشتیاں نذر کرنے کے علاوہ دوسرے قسم کی امداد کے لئے تیار رہیگا[1]

تیموریوں کی کمزوری کے بعد جب افغانستان آزاد ہوا، اور ادہر ایران کی صفوی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تہا تو اس نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹہانا چاہا اور شاہ اشرف ابدالی نے طہماسپ صفوی کو شکست دیکر ایران پر قبضہ کرلیا، چونکہ یہ سلطنت بالکل نئی پیدا ہوئی تہی، اور ادہر قفقاز سے روس آگے بڑہتا چلا آتا تہا، اور سلطنت عثمانیہ اسکی روک تہام مین مصروف تہی، آخر روس اور ٹرکی نے باہم یہ مصالحت کی کہ شاہ اشرف خان کو ہٹا دیا جائے اور طہماسپ کو پہر تخت نشین کیا جائے، اشرف نے قسطنطنیہ اپنا سفیر بہیجا اور لکہا کہ "ایک سلمان بادشاہ کے خلاف ایک عیسائی بادشاہ سے مصالحت کیونکر جائز ہے" چنانچہ ترک علمانے بہی اسکی تائید کی، لیکن وزرانے یہ عذر پیش کیا کہ "سلطان امیر المومنین اور خلیفۃ الرسول ہین، جو بادشاہ انکا مطیع نہو اور اسکے نام کا خطبہ نہ پڑہتا ہو اور انکو خراج نہ دیتا ہو وہ دین کا دشمن ہے، اور اس سے جہاد کرنا نصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے"۔ اس دلیل کو سن کر علما بہی دم بخود ہوگئے، بہرحال نتیجہ فوج کشی تک پہنچا، اور آخر اسپر صلح ہوگئی کہ سلطان، اشرف خان کو ایران کا بادشاہ تسلیم کرلین، اور شاہ اشرف انکو اپنے دل سے خلیفہ تسلیم کریگا[2]

سلمانان ملک روس کا تذکرہ بیسود ہے کہ ایک روسی سلمان مورخ کے بیان کے مطابق وہان ایک سلمان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ خلافت عثمانیہ کی طرف ہمدردی کی نظر رکہتا ہے اور اسکے لئے جاسوس مقرر ہین،

مراکش کے متعلق بیشک یہ معلوم ہے کہ جبتک اسمین طاقت رہی اُس نے خلافت عثمانیہ کو

---

[1] سفرنامہ سید علی امیر البحر صفحہ ۲۳، [2] تاریخ الافغان سید جمال الدین افغانی صفحہ ۶۱، مصر،

تسلیم نہین کیا کیونکہ اُسکو اپنی سیادت، شرف نسب، اور قریشیت کا دعوی تہا اور فقہا انکی ہنوا،
مگراب یہ سب موانع اٹھہ گئے ہین،

سنّی دنیاے اسلام سے باہر ایران مین شیعی بہائیون سے ہماری ملاقات ہوتی ہے، یقیناً انکو اس مسئلہ سے تعلق نہین، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ سنّی مسلمانون کے حق مین سلطنت عثمانیہ کے اس دعوی کو ہمارے شیعی بہائی قبول کرتے تھے یا نہین؟ اور انکو سنی دنیاے اسلام کا وکیل لسان الحال یقین کرتے تھے یا نہین، ایران مین صفویون اور یورپ مین عثمانیون کا ظہور تقریباً آگے پیچھے ایک ہی عہد مین ہوا ہے، اور کبھی کبھی ان دونون سلطنتون مین مذہبی تعصب اور سیاسی نزاع کے باعث افسوسناک خونریزیان بھی ہوئی ہین، تاہم کبھی کبھی ان مین دوستانہ مراسلات جاری رہے ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے شیعی بہائی کہانتک سلاطین عثمانیہ کے اس دعوی کو تسلیم کرتے تھے، ایران کے مشہور منشی مرزا طاہر وحید جو ایران کے شاہی میر منشی تھے، اُن کے منشآت چھپ گئے ہین ان مین بعض سرکاری مراسلات موجود ہین، فیاض القوانین جسکا اس سے پہلے بھی حوالہ دیا جاچکا ہے، اسمین بھی اس قسم کے مراسلات درج ہین، ان مراسلات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ شاہان صفوی تک سلاطین عثمانیہ کے اس دعوی کو تسلیم کرتے تھے،

نامۂ شاہ عباس صفوی بنام سلطان مراد بن سلیم

آداب والقاب تین صفحون مین، منجملہ اسکے یہ سطرین ہین:-

منظور انظار عنایت حضرت پروردگار مروّج دین
متین حضرت مختار... وانہ کارخانہ توتی الملک
من تشاء تاج موفور الابتہاج (انا جعلناک
خلیفۃ فی الارض) برفرق آن خداوند کارجہان نہادہ...

اللہ تعالی نے جسکو نگاہ عنایت سے دیکھا، رسول مختار کے
دین متین کو رواج دینے والا، اور جسکے سر پر توتی الملک
من تشاء کے کارخانہ سے "ہم نے تجھکو زمین مین خلیفہ
بنایا" کا مسرت بخش تاج رکھا گیا، عدل و احسان کا

ناصب رایات العدل والاحسان، باسط الامن والامان، ظل اللہ فی الارضین، قہرمان الماء والطین، سلطان البرین والبحرین، حافظ المشرقین والمغربین، خادم الحرمین الشریفین،

ظلم پر پا کرنے والا، امن و امان کو پھیلانے والا، زمین میں خدا کا سایہ، آب و خاک (بر و بحر) کا بادشاہ سلطان البرین والبحرین، حافظ المشرقین والمغربین، خادم الحرمین الشریفین،

نقل سواد نامہ شاہ ایران بخوندکار روم سلطان سلیمان بن سلیم

سلطان الغزاۃ والمجاہدین مرصص قواعد الملک والدین، حامی حوزۃ الاسلام وکہف المسلمین .. ملاذ اعاظم السلاطین کفیل مصالح الاسلام والمسلمین، ناصب اعلام الفتح والظفر، حارس مبانی الاسلام عن شوائب الخوف والخطر ... سلطان البرین وخاقان البحرین، خادم الحرمین الشریفین ... عونا لقاطبۃ الاسلام والمسلمین، سلطان سلیمان شاہ بن سلطان سلیم خان لا زالت عتبتہ العلیہ بین الکفر والاسلام حدا و سد عتبتہ السنیہ لحمایتہ جمہور المسلمین سدا۔

غازیوں اور مجاہدوں کا سلطان، ملک و دین کی بنیادوں کا بانی، دائرہ اسلام کا حامی، مسلمانوں کا ماویٰ و ملجا، بڑے بڑے بادشاہوں کا امن، اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کا ذمہ دار، فتح و ظفر کے علم کا کھڑا کرنیوالا، اسلام کی عمارت کو خوف و خطرے سے بچانے والا، سلطان البرین وخاقان البحرین، خادم الحرمین الشریفین، ... اسلام اور تمام مسلمانوں کا مددگار، سلطان سلیمان شاہ بن سلطان سلیم خان، اسکا آستانہ بلند ہمیشہ کفر و اسلام کی حد ہو اور اسکی بارگاہ عالی جمہور اسلام کی حمایت کی دیوار ہو،

نقل سواد شاہ طہماسپ بسلطان محمد

حافظ ثغور المسلمین، رافع الویۃ الاسلام بالفتح المبین، قاتل الکفرۃ والمشرکین، قامع الظلمۃ والمفسدین ... حامی حوزۃ المسلمین من غلبۃ المشرکین، سلطان الغزاۃ والمجاہدین، قاتل الکفار والمعاندین، قامع شعار الشرک،

مسلمانوں کی سرحدوں کا محافظ، اسلام کے علم کو فتح و ظفر کے ساتھ بلند کرنے والا، کافروں اور مشرکوں کو قتل کرنے والا، ظالموں اور مفسدوں کی بیخ کنی کرنے والا، کفر کے غلبہ سے مسلمانوں کے ملک کو بچانے والا، شرک کے رسوم کو تمام روی زمین سے

عن اقطار الارضین، ماحی آثار الکفر عن العالمین ...
مفیض ذوارف العوارف علی قاطبۃ اہل الاسلام
والایمان، سلطان البرین وقہرمان البحرین، سمی
نبی الثقلین، خادم الحرمین الشریفین، موید السلطنۃ
والخلافۃ والعظمۃ ...

مٹانے والا، اور کفر کے علامات کو تمام دنیا سے محو
کرنے والا.. جمہور اہل اسلام پر احسانات کا سیلاب
بہانے والا، سلطان البرین وقہرمان البحرین، پیغمبر انس وجان کا
ہمنام (محمد) خادم الحرمین الشریفین، سلطنت، خلافت
اور عظمت سے اسکی تائید کیگئی،

لسلطان محمد

... حارس ثغور المسلمین، حاوی حوزۃ الاسلام،
ماحی آثار الکفر والظلام ....
گشتہ آخر معابد اصنام — از تو ہر جا مساجد اسلام
سلطان البرین وخاقان البحرین، سمی نبی الثقلین،
خادم الحرمین الشریفین،

مسلمانون کی سرحدون کا محافظ، دائرہ اسلام کا
محیط، کفر اور تاریکی کا مٹانے والا،
تیری ذات سے ہر جگہ — بتخانے خدا کے گھر ہوگئے،
سلطان البرین وخاقان البحرین، نبی انس وجان کا ہمنام
خادم الحرمین الشریفین،

دیگر

مؤسس مبانی السلطنۃ العظمیٰ مرصص قواعد الخلافۃ
الکبریٰ، حارس حوزۃ الاسلام والدین حافظ ثغور المسلمین
قاتل الکفرۃ والمشرکین،

سلطنت عظمیٰ کی عمارت کا بانی، خلافت کبریٰ کی بنیادون
کا مستحکم کرنے والا، اسلام اور دین کا محافظ، مسلمانون کی سرحدون کا
نگران، کافرون اور مشرکون کا قتل کرنے والا،

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز سلطنت صفویہ کی بربادی کے بعد کا واقعہ ہے، نادر شاہ نے جب ملک ایران کو افغانون سے پاک کیا تو تمام ایران نے اس سے درخواست کی کہ وہ اب تاجِ خسروی اپنے سر پر رکھے، اُس نے بہت ہی لیت ولعل کے بعد جس شرط کے ساتھ انکی اس درخواست کو قبول کیا اور وہ آج بھی ہمارے شیعی بھائیون کے سُننے کے لائق ہے، اس نے ایران کے اعیان و

اکابر کا ایک دربار کیا، اوران کے سامنے ایک تقریر کی جسمین اس نے کہا کہ "آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد چار خلفاے راشدین ہوے، جنکی خلافت پر تمام ہندوروم وترکستان متفق ہے، ایران مین بھی پہلے یہی مذہب تہا، لیکن شاہ اسمعیل صفوی نے ابتدا مین مصلحت ملکی کے باعث اس مذہب کو چھوڑکر یہ مذہب اختیار کیا، اورعوام مین سب وشتم صحابہ نے رواج پایا، اگر اہل ایران میری بادشاہی کے خواہان ہین تو انکو چاہیئے کہ اس مسلک کو چھوڑدین، اورچونکہ فقہ کے فروع مین امام محمد جعفر بھی امام مجتہد تھے، اسلئے فروع فقہیہ مین فقہ جعفری کی تقلید کرین" سب نے اسکو تسلیم کیا اورایک محضر لکھکر نادرشاہ کے ہاتھہ مین دیا، نادرشاہ نے اسکے بعد جو تقریر کی وہ آج بھی ہرسنی اورشیعی کے لئے آئینہ عبرت ہے اس نے کہا کہ "چونکہ بادشاہ روم، خادم حرمین شریفین ہین، اورہمارے ساتھہ دوستی رکھتے ہین، اور اب یہ معاہدہ جو تم نے کیا ہے ہمکو چاہیئے کہ بادشاہ والاجاہ روم کو ایلچی بھیجکر پانچ باتون پر اُنسے صلح کرلین تاکہ امت محمدیہ کے درمیان سے یہ اختلاف ونزاع دُور ہوجاے اوراسکے بعد سے ایران وروم مین کوئی مخالفت باقی نہ رہے"۔

وہ پانچ باتین جنپر نادرشاہ نے سُنی دنیاے اسلام سے صلح کرنا چاہی حسب ذیل تہین، مذہب جعفری کو مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی طرح ایک پانچوان مذہب مانا جائے، مکہ معظمہ مین چار مصلاؤن کی طرح پانچوان مصلا جعفری مذہب کا قائم کیا جائے، ہر سال ایران سے ایک امیرالحاج مقرر ہو، جسکا اعزاز دولت عثمانیہ اسی طرح کرے جسطرح مصروشام کے امراے حج کا ہوتا ہے، دونون سلطنتین ایک دوسرے کے قیدیون کو آزاد کردین، آیندہ انکی بیع وفروخت جائز نہو، اورآئیندہ دونون سلطنتون کے سفیر ایک دوسرے کے پایہ تخت مین ہون[1]،

دیکھو! ایران سُنی دنیاے اسلام سے صلح چاہتا ہے، مگر اس صلح کا پیغام کسکو بھیجتا ہے اور تمام سلاطین اسلام مین سُنی دنیاے اسلام کا وکیل وسفیر وہ کسکو جانتا ہے؟

(باقی)

[1] تاریخ نادری، مصنفہ محمد مہدی استرابادی، صفحہ ۱۳۰ لیتھو،

اشرف علیخان فغان

از مولانا عبد السلام ندوی

اسوقت اردو شاعری کے مجددین و مصلحین میں جن بزرگون کو لوگون نے بہلا دیا ہے، اُن مین اشرف علیخان فغان سب سے زیادہ بدقسمت ہین، سراج الدین علیخان آرزو نے اگرچہ اردو مین کوئی مستقل دیوان نہین لکھا تاہم فارسی زبان کی تصنیفات نے ان کے نام کو آج تک روشن رکھا ہے مرزا مظہر جانجانان کا اردو کلام اگرچہ کسی مجموعہ کی صورت مین ہمارے سامنے موجود نہین ہے تاہم تصوف و عرفان کی شہرت نے آج تک ان کے نام کو زندہ رکھا ہے، اور ہمارے تذکرہ نویس شاعرانہ حیثیت سے ان کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

اول کسیکہ طرز ایہام گوئی ترک نمودہ ۔ ۔ ۔ ۔ ریختہ را در زبان اردوے معلی شاہجہان آباد کہ الحال پسند خاطر عوام و خواص وقت گردیدہ رواج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف کنوز طریقہ پیغمبر مرزا جانجانان المتخلص بمظہر مرد بیست ستودہ صفت علوی نسب (تذکرہ قدرت)

لیکن اشرف علیخان فغان باوجودیکہ صاحب دیوان ہین انکو اس سے زیادہ کوئی نہین جانتا کہ احمد شاہ بادشاہ کے کوکہ تھے، اور طبیعت نہایت بذلہ سنج پائی تھی، اسلئے ظریف الملک کوکہ خان کا خطاب پایا تہا، میر صاحب نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء مین اُن کے بعض لطائف کا ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین :-

دریں ایام طبع او مائل لطیفہ بسیار است، چنانچہ ناگرمل ساکر دیوان تن دخیل بادشاہیست

گہی کی منڈی کا سانڈ گفتہ، ہر کہ دیدہ، دیدہ باشد و فہمیدہ باشد، و حکیم معصوم را در دربار علی گاو

گھاتی نام کردہ، ہر کہ حکیم صاحب را بیند داند۔

اور مولوی محمد حسین آزاد نے بھی آب حیات میں انکی اس خصوصیت کو نمایان کیا ہے، لیکن وہ سید انشا کی طرح صرف ظرایف و بذلہ سنج ہی نہ تھے، بلکہ شاعرانہ حیثیت سے میر اور سودا کے ہم پلہ و ہم مرتبہ تھے آب حیات مین لکھا ہے کہ مرزا ان کے اکثر اشعار مزے لے لیکر پڑھا کرتے سنتے تھے اور بہت تعریف کیا کرتے تھے مرزا کا خود بھی انداز تہا کیونکہ ان کے کلام مین بھی ہندی کے محاورے نے فارسیت کے ساتھ نئے لطف سے پختگی پائی ہے، اور ہر خیال کو لطافت اور چوچلے کے ساتھ ادا کرتے ہین۔

مرزا کو فغان کے کلام سے جو شیفتگی تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے بعض اشعار کو مرزا نے اپنی غزل مین قطعہ کیا ہے مثلاً فغان کا شعر ہے،

شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ سے ۔۔۔ کیا آستین تری مرے لوہو سے بھر گئی

جسکو سودا نے ایک غزل مین اسطرح قطعہ کیا ہے،

میرے لہو سے ہو گئی دیوار گھر کی سرخ ۔۔۔ میری ہی موج خون میرے بیرون در گئی

شکوہ تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا ۔۔۔ تیری کب آستین میرے لوہو سے بھر گئی

فغان کا ایک قطعہ ہے،

سونا شب فراق مین آرام سے فغان ۔۔۔ یہ تو کسی کی چشم سے اب تک نہ ہو سکا

تو نے جو رات خواب مین دیکھا تہا یار کو ۔۔۔ کیونکر پڑی تھی نیند تجھے کیونکہ سو سکا

سودا نے بھی اسی زمین مین ایک نہایت ہی خوب قطعہ کہا ہے،

سودا تھا عشق مین شیرین سے کوہکن ۔۔۔ بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہی عشقباز　　　اے رُوسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہ ہوسکا

فغان کے ساتھ میر صاحب کے نہایت گہرے تعلقات تھے، چنانچہ نکات الشعرا مین لکھا ہی،

"بندہ بخدمت او بسیار مربوطم"

اور انکی شاعرانہ قابلیت کا خاص طور پر اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

بسیار جوان قابل و ہنگامہ آرا، شعر ریختہ را بخوبی میگوید، گاہی فکر غزل فارسی ہم می کند،

اور مولوی محمد حسین آزاد نے بھی انکی شاعرانہ ذہانت و طباعی کی داد دی ہے، لیکن با این ہمہ وہ آج عام طور پر گمنام ہین، اور میر سودا، اور خواجہ میر درد کے ساتھ کوئی شخص ان کا نام بھی نہین لیتا، اس گمنامی کا پہلا سبب تو یہ ہے کہ اردو شاعری کی تجدید و اصلاح کے زمانہ مین شاعری کا اصلی مرکز دلی تھا، اور میر، سودا، اور خواجہ میر درد کی شاعری نے سب سے پہلے یہین نشوونما پاکر تمام ہندوستان مین غلغلہ اندازی کی، دلی کے تباہ ہونے کے بعد لکھنؤ شاعری کا اکھاڑ اقرار پایا، اور میر و سودا نے دلی سے نکل کر اس اکھاڑے مین بھی اپنی پہلوانی کے کرتب دکھائے، لیکن اشرف علیخان فغان کو بدقسمتی سے ان دونون مقامات مین اپنی شاعرانہ طباعی کے جوہر دکھانے کا موقع بہت کم ملا، چنانچہ دلی کے تباہ ہونے کے بعد سب سے پہلے وہ اپنے چچا ایرج خان کے یہان مرشد آباد مین گئے اور وہان سے علاقہ اودھ مین پہنچے، اودھ مین نواب شجاع الدولہ نے اگرچہ بہت کچھ انکی قدردانی کی تاہم انکی نازک مزاجی سے بنھ نہ سکی اور وہ وہان سے ناراض ہوکر عظیم آباد چلے گئے، اور وہان راجہ شتاب رائے کی سرکار مین اختیار و اقتدار حاصل کیا، اور اخیر عمر تک وہین زندگی بسر کردی، اسوقت مرشد آباد اور عظیم آباد بھی اگرچہ شاعری کا ایک مرکز ہو گئے تھے، تاہم شہرت کے جو اسباب لکھنؤ مین جمع ہو گئے تھے، وہ ان مقامات مین کہان میسر آسکتے تھے اسلئے قدرتی طور پر شہرت کے جو سامان میر وغیرہ کو حاصل ہوئے اس سے اشرف علیخان فغان محروم رہ گئے،

گمنامی کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوا کہ میر، سودا، اور خواجہ میر درد کا دیوان آج عام طور پر بازارون مین ملتا ہے، لیکن اشرف علیخان فغان کے دیوان سے عوام تو عوام خواص بھی نا آشنا ہین، مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات مین لکھا ہے کہ

ان کے جس دیوان سے میری آنکھین روشن ہوئین وہ میرے استاد ظاہر و باطن شیخ ابراہیم ذوق کے لڑکپن کا لکھا ہوا تہا، اگرچہ فغان کی زبان اسی زمانہ کی زبان ہے مگر فن شاعری کے اعتبار سے نہایت با اصول اور برجستہ ہے، اور الفاظ کی بندش انکی مشق سخن پر گواہی دیتی ہے، مقدار مین دیوان درد سے کچھ بڑا تہا، مگر فقط غزلون کا دیوان تہا ۔

لیکن خوش قسمتی سے اس دیوان کا ایک قلمی نسخہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے جو دیوان درد سے بہت بڑا ہے، یہ نسخہ ایک انگریز کراست جنگ جیمس ولیم، کلکٹر گورکھپور نے اپنے کسی اہلکار کو تحفۃً دیا تہا، اور اب یہ دلیسنہ لائبریری (بہار) کی ملک ہے، اسمین غزلون کے علاوہ شروع مین دو قصیدے ہین جو جناب امیر اور حضرت امام علی موسی رضا کی منقبت مین لکھے گئے ہین، اخیر مین چند رباعیان اور متفرق اشعار ہین، دو مخمس، چند ہجوین، اور بعض قطعات ہین، نسخہ نہایت خوشخط ہے اور اخیر مین لکھا ہے

بلدا انتخاب دیوان مرزا اشرف علیخان المتخلص بہ فغان،

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب ذوق نے اُنکے کلام کا انتخاب کرکے یہ نسخہ لکھوایا ہے ورنہ اصل دیوان اس سے بڑا ہوگا، اسکے ساتھ فارسی دیوان کا انتخاب بھی ہے جسکی زبان نہایت سادہ، صاف اور سلیس ہے، فارسی غزلین اکثر چھوٹی چھوٹی بحرون مین لکھی ہین، اسلئے خیالات نہایت سادگی کے ساتھ ادا ہوئے ہین، مثلاً

مے و میخانہ سلامت باشد	ساقی این خانہ سلامت باشد
سنگ و طفلان بجہان بسیار اند	سر دیوانہ سلامت باشد

چون گدا بر درِ اُو گفت فغان | صاحب خانہ سلامت باشد

خم زلفش کمند خواہد شد | دلِ دیوانہ بند خواہد شد
من بہ طفلی شناختم خود را | کین پسر دردمند خواہد شد

تا از درِ دوست ما جدا ایم | با نالہ و آہ آشنا ایم
اے ہم نفسان زما مرنجید | مہمانِ دو روزۂ شما ایم
ما را مفگن ز کوئے خود دُور | رحمے رحمے شکستہ پایم
شاہان ہمہ بندۂ گدا اند | صد شکر فغان کہ ما گدا ایم

ان کے فارسی کے بعض منتخب اشعار سننے کے قابل ہیں،

چون شمعِ عشقِ تو از خویش فراموشم | بسختم دمی گریم، می سوزم و خاموشم

یاد ایامے کہ در کویش گذارے داشتم | بہر چشمِ دشمنان مُشتِ غبارے داشتم

درون خانہ با ہر کس کہ اُو گرمِ سخن باشد | بہ آوازش ہم گوشے کہ شاید حرفِ من باشد

چون قبای ما بگلستان گذر رسید | ما را ز سینہ چاکی گُلہا خبر رسید

مردود صنم خانہ دلمعون جہان است | جز درگہ تو ہر کہ درے داشتہ باشد

از اشک بگیر پے سراغ دل ما را کین قافلہ شاید خبرے داشتہ باشد

بما بہ بین چہ قدر چشم تر مروت کرد چنان گریست کہ آخر غریق رحمت کرد

لیکن اسوقت ہم ان کے فارسی دیوان پر کچھ لکھنا نہین چاہتے بلکہ ان کے اُردو کلام کی خصوصیات کو نمایان کرنا چاہتے ہین،

(۱) شعراے اردو کے طبقہ اولیٰ کی سب سے زیادہ بدنما خصوصیت ایہام گوئی یعنی رعایت لفظی اور ضلع جگت ہے، اسلئے مصلحین اُردو شاعری نے سب سے پہلے اسی کی طرف توجہ کی، اور تذکرہ نویسون کی تصریح کے موافق سب سے پہلے مرزا مظہر جانجانان نے اس خس و خاشاک سے اُردو شاعری کے چمن زار کو پاک کیا، اسکے بعد اسکی طرف عام توجہ ہوئی اور تمام اساتذہ نے اس صنعت سے تبری و تحاشی ظاہر کی، چنانچہ سودا کہتے ہین،

یکرنگ ہون آتی ہنین خوش مجھکو دو رنگی سنکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین

قائم فرماتے ہین،

ہو روم روم مرا کیون نہ خوش کہ وہ بت چین یہ کہہ گیا ہے کہ آؤنگا آج مین سر شام

بطور ہزل ہے قائم یہ گفتگو ورنہ تلاش ہے یہ مجھے ہو نہ شعر مین ایہام

لیکن باین ہمہ یہ خصوصیت اس دور مین بھی قائم رہی، اور سودا، اور میر وغیرہ تک کے کلام مین بہت سے اشعار موجود ہین جنمین نہایت مبتذل طور پر اس صنعت کا استعمال کیا گیا ہی، مثلاً میر فرماتے ہین،

حقا ہم سے رہتا ہے زرگر پسر پڑے ہین کہائی مین مدت سے ہم

یان پلیتھن نکل گیا وان غیر اپنی تکلی لگائے جاتا ہے،

لیکن صرف اشرف علیخان فغان کے کلام کی یہ خصوصیت ہے کہ انھون نے کہین بھی اس صنعت کو ہاتھہ نہین لگایا ہے، ان کے تمام دیوان مین بمشکل چند شعرون مین یہ صنعت پائی جاتی ہی مثلاً

اس کاکل مشکین مین یہ شانہ جو پہنہا ہی — غماز دل شیفتہ ما در بغل ہے

ورنہ عام طور پر ان کے کلام مین یہ داغ نظر نہین آتا، ممکن ہے کہ صاحب انتخاب نے اس قسم کے اشعار ترک کر دیئے ہون، لیکن انداز کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے اپنے دور کے تمام اساتذہ سے زیادہ اس صنعت سے احتراز کیا ہے، اسلئے وہ مصلحین اردو شاعری کی صف اول مین جگہ پانے کے قابل ہین،

(۲) میر اور سودا کے زمانہ مین اگرچہ زبان اردو کی صلاح کا سنگ بنیاد رکھا گیا، بہاشا اور سنسکرت کے ثقیل اور ناہموار الفاظ متروک ہوگئے، اور ان کے بجاے فارسی اور اردو کے سادہ اور شیرین الفاظ استعمال کئے گئے، تاہم یہ ان بزرگون کے دامن کا سخت بدنما داغ ہے کہ انکی زبان مہذب اور شایستہ نہین ہے، جا بجا نہایت فحش اور مبتذل الفاظ استعمال کئے ہین، اور بہت سے مضامین بھی نہایت پست اور غیر مہذب باندھے ہین مثلاً سودا کہتے ہین،

ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی — اسمین نچھکنی چھپا کر تجھے غافل بھردے

سچ مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا — چھوڑنا تیری طرح داڑھی کا مشکل ہویگا

جو یون لاٹھی اٹھاتا ہون تو دانت اپنی نکوسے ہے — رقیب آگے ترے دے ہی مجھے بندر کی سی گھرکی

یہ غزل کے اشعار ہین، ہجو گوئی مین سودا نے جو بدزبانیان کی ہین انکو پڑھکر تو تہذیب کی گردن اور بھی جھک جاتی ہے. لیکن یہ اس دور کی عام خصوصیت نہین ہے، خواجہ میر درد کے

کلام مین کہین بھی اس قسم کے الفاظ نہین ملتے، فغان بھی اس خصوصیت مین خواجہ میر درد کے شریک ہین، ان کے کلام مین بھی کہین غیر مہذب الفاظ اور پست مضامین نہین پائے جاتے، انھون نے متعدد ہجوین بھی لکھی ہین، لیکن ایک ہجو کے سوا جسمین بعض فحش الفاظ آگئے ہین اور کسی ہجو مین بدزبانی نہین کی ہے، بلکہ ان کے ہجوگوئی کا انداز یہ ہے،

یہ جو میرا ہے راقم دیوان ۔۔۔ تحفۂ نغز کا بھولا بھالا ہے

کچھ نہ سیکھا غلط نویسی بن ۔۔۔ ہوش جس روز سے سنبھالا ہے

ہائے ہو زے وہ لکھے ہے حنا ۔۔۔ آپ کا رسم خط نرالا ہے

قاتل طبع زاد ہے ظالم ۔۔۔ ہمنے دشمن بغل مین پالا ہے

زندگی ہے مری سخن جسکو ۔۔۔ سہو کاتب نے مار ڈالا ہے

سب سے زیادہ سخت ہجو میر معصوم کی ہے جسکے چند شعر یہ ہین،

ایک ہین آشنا مرے مجہول ۔۔۔ خود نما بوالفضول و نامعقول

آپکو سب سے خوب جانتے ہین ۔۔۔ کب وہ کہنا کسیکا مانتے ہین

جس سے ملنا دماغ سے ملنا ۔۔۔ کسکی تعظیم کا ہیکو ہلنا

بلکہ فرعون بدسرشت ہین یہ ۔۔۔ یا کہ شداد بے بہشت ہین یہ

یا بھتیجے ہین یہ اسد خان کے ۔۔۔ تدنا ہین خان دوران کے

یا یہ شائستہ خان کے پوتے ہین ۔۔۔ خانخان کے ہوتے سوتے ہین

یا کہ نانی تھی انکی نورجہان ۔۔۔ ان کا نانا تہا شیر افگن خان

اسکے بعد ان کے ایک ایک عضو کی بدقوارگی کی تفصیل کی ہے، اور اسی سلسلہ مین بعض اشعار فحش بھی نکل گئے ہین، لیکن عام انداز یہ ہے،

بہوئین آپس مین اسطرح رلیان | جس نمط لڑرہی ہون چھپکلیان
چشم تو ہے برنگ دیدۂ بوم | نہ دکھاوے خدا یہ صورت شوم
کان پیلے ہین جون پرِ شپرک | ہے بنا گوش جون سرِ شپرک

(۲۰) قدماے دور کی ایک قابل اعتراض خصوصیت یہ ہے کہ ان کے کلام مین ہمواری نہین پائی جاتی، ایک ہی غزل مین ایک شعر نہایت بلند کہتے ہین، بقیہ اشعار اسقدر پست ہوتے ہین کہ دونون مین کوئی تناسب نہین معلوم ہوتا، میر صاحب غزل گوئی کے بادشاہ تسلیم کئے جاتے ہین، لیکن انکی نسبت بعض تذکرون مین کہا ہے کہ پستش بغایت پست و بلندش بغایت بلند،

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ سودا کے حال مین یہ اعتراض

اگر گوئی کہ غزل از اشعار پر کن مملو است و قصیدہ ازان خالی،

نقل کرکے لکھتے ہین،

قدما را مانند فصحاے متاخرین پیرامون خاطر ہا جا گزین دل نہ این بود کہ ہر شعر دلپسند باید و ہر بیت خاطر نشین، لہذا در کلام ایشان رتب عمل واقع شدہ چہ در قصیدہ و چہ در غزل،

لیکن اس اعتراض سے صرف خواجہ میر درد اور فغان کا کلام بالکل محفوظ ہے، یہ لوگ بھی نہایت شگفتہ طرحون مین غزلین کہتے ہین جنکے اشعار کی تعداد نہایت محدود ہوتی ہے، اور ان اشعار مین یکرنگی و ہمواری پائی جاتی ہے، چنانچہ ہم اس موقع پر فغان کی بعض غزلین نقل کرتے ہین جن سے اسکا اندازہ ہوگا،

کیونکر ہو زندگی مرے غمخوار مرگئے | جو باعثِ حیات تھے وہ یار مرگئے
آنکھین کہان رہین جو روان ہوتے طفل اشک | اس کاروان کے قافلہ سالار مرگئے
طالع کہان جو تیغ نگہ سے شہید ہون | ہم سے غریب اپنی تئین مار مرگئے

باقی کہان رہین ہین زمانہ مین اہل دل | روتے تھے روز و شب سو وہ بیمار مرگئے
ہمکو بزنگ نقش قدم کچھ قیام ہے | اکثر تو زیر سایۂ دیوار مرگئے
کالاسے بدہوا دل عشاق واہ واہ | بے قدر ہے یہ جنس خریدار مرگئے
خالی پڑے ہین یہ قفس سینہ اب فغان | رہتے تھے یان جو مرغ گرفتار مرگئے

پامال عشق کرچہ الفت سے کیا چلے | چلتے ہین ہم یہان سے اگر نقش پا چلے
لخت جگر کو دیکھ کے کہتے ہین طفل اشک | گر چل سکے تو ساتھ ہمارے چلا چلے
ہر دم ہے کون حاجب و دربان سے ملتجی | ہم اس گلی مین خاک سر اوپر اڑا چلے
رو کے کسے یہ مری آستین فغان | وہ تو جدا چلا مرے آنسو جدا چلے

عاشق کا دل تجھے کر مطلوب ہو تو یہ ہے | گر زشت ہی تو یہ ہے اور خوب ہی تو یہ ہے
پردہ اگر وہ دل کا اٹھ جائے تو دکھادون | معشوق ہے تو یہ ہے محبوب ہی تو یہ ہے
تحقیق کر چکا ہون اس چشم و دل کو اپنے | یعقوب ہے تو یہ ہے ایوب ہی تو یہ ہے
اب کیا علاج کیجئے خانہ خراب دل کا | ہشیار ہے تو یہ ہے مجذوب ہی تو یہ ہے
لخت جگر فغان نے اب نامہ بر کیا ہے | پیغام ہے تو یہ ہے مکتوب ہی تو یہ ہے

صرف انہی چند غزلون کی خصوصیت نہین، فغان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جاؤ، ہر غزل مین اس قسم کی ہمواری نظر آئیگی۔

(۴) الفاظ اور محاورات کے لحاظ سے اگرچہ فغان کی زبان وہی ہے جو میر اور سودا کی ہے، تاہم انکی غزلون مین اسقدر سلاست اور روانی پائی جاتی ہے کہ بعض غزلون پر داغ کے کلام کا

دہوکا ہوتا ہے، مثلاً

مفت سودا ہے ارے یار کہان جاتا ہے ۔ آہ رے دل کے خریدار کہان جاتا ہے

کج کلہ، تیغ بکف، چین برابرو، بیباک ۔ یاالٰہی یہ ستمگار کہان جاتا ہے

لٹے جاتی ہے اجل جان فغان کی ای یار ۔ پیمبؤ تیز اگر قتل ار کہان جاتا ہے

(۵) بندش کی چستی زبان کی سلاست اور روانی کو اور دوبالا کر دیتی ہے، مثلاً

تار کی طرح کہین زلف بتان سے ٹوٹے ۔ یاالٰہی دل بیمار بلا سے چھوٹے

آب مین ڈوب گئے سر سے قدم تک بوٹے ۔ آج گلشن مین مرے دل کے پھپھولے پھوٹے

طاق نسیان پہ نہ رکہہ شیشۂ دل کو ظالم ۔ یہ نہووے کہ مرا آبلۂ دل پھوٹے

کر دیا وقف مرے کلبۂ احزان کو فغان ۔ خوان یغما کے یہ معنی ہین کہ چاہے لوٹے

بندش کی چستی نے بعض جگہ فغان کی ترکیبون مین نہایت تشابہ اور توازن پیدا کر دیا ہے، اسلئے کلام مین روانی کے ساتھ موسیقیت بھی پیدا ہوگئی ہے جو کانون کو نہایت خوش آیند معلوم ہوتی ہے، مثلاً

کسی کے پاس دیکھون ہاے مین یہ ہنین سکتا ۔ رہون تو رہ ہنین سکتا کہون تو کہہ ہنین سکتا

یہ موج اشک میری صورتِ زنجیر بنتی ہے ۔ چلون تو چل ہنین سکتا بہون تو بہ ہنین سکتا

---×---

کبھی ہر صبح ہنسنا تھا کبھی ہر شام شادی تھی ۔ مجھے ہر روز جلنا تھا مجھے ہر رات رونا تھا

---×---

تجھ سے رقیب ہنستے یہ بھی خدا کی قدرت ۔ ہم یون رہین ترستے یہ بھی خدا کی قدرت

دل دون مین روتے روتے یہ بھی نصیب میرے ۔ جی لے تو ہنستے ہنستے یہ بھی خدا کی قدرت

(۶) قدیم کی ایک خصوصیت قطعہ نگاری ہے، یعنی بسیط خیالات کے علاوہ جو غزل کے ہر

شعر مین الگ الگ ادا ہوتے ہین بعض مرکب خیالات کو چند اشعار مین ادا کرتے ہین، اسلئے اگر ان قطعات کا مجموعہ مرتب کیا جائے تو اُردو شاعری مین مسلسل غزلون کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہوجائیگا، فغان نے بھی اس قسم کے قطعے نہایت کثرت سے لکھے ہین جنمین بعض نہایت پرلطف اور بامزہ ہین، مثلاً

ایک نے مجھکو ترے در کے اوپر دیکھ کہا — غیر اس در کے تجھے اور بھی رہی کہ نہین
آخر اس منزل ہستی سے سفر کرنا ہے — اے مسافر تجھے چلنے کی خبر ہی کہ نہین
توشۂ راہ سبھی ہم سفران رکھتے ہین — تیرے دامن مین فغان لخت جگر ہی کہ نہین

بہرحال مختلف خصوصیات کے لحاظ سے دیوان فغان قدما کے دور کی بہترین یادگار ہے جو اس قابل ہے کہ اسکو نہایت محنت کے ساتھ اڈٹ کرکے عام طور پر شایع کیا جائے،

اخیر مین ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے فغان کے چند منتخب اشعار نقل کرتے ہین،

کب ہوا بیکار پتلا خاک کا — یہ تو سو قالب مین ڈھلتا ہی رہا

یعقوب کو عزیز ہے یوسف کا پیرہن — یوسف ہو جسکے پاس اُسی پیرہن سے کیا

اُس در پہ مین جبتک رہا ست پوچھ وہان کیا کیا سہا — یا تھا خدا سر پہ فغان یا سایۂ دیوار تھا

بے شغل نہ رہ اس دلِ بسمل کو جلادے — اک بار جیئے گا تو کئی بار مریگا

منظور تھی جفا تو ملاقات تھی غلط — اتنے لئے کسی کو گنہگار کیون کیا

تنگ کر ہاتھ نہ ناصح دیکھو مرے چاکِ گریبان کو — کہ یہ وسعت تو ہرگز دامنِ صحرا ہنین رکھتا
شوخی کو اسکے دیکھ کے کہتے ہین مردمک — یہ طفلِ اشک خدمتِ استاد کر چکا
رہتا ہی وصل مین در و دیوار پہ نظر — تجھکو مزا پڑا ہی فغان انتظار کا
دل کو نہ اس دیار مین پایا — کس نشیب و فراز مین پایا
غبارِ خاطرِ آزادگان ہی خاک بچھا فرش — جو بے ریا ہی تو مت نقشِ بوریا بنیا
معاش یہ ہی کہ نت خون دل کو پیتا ہون — جو آگیا کوئی لختِ جگر تو کھا لیتا
فغان یہ ننگ ہے باللہ عشق بازی کا — جو دل کو ہار کے جیتے تو پھر کیا لیتا

چھٹ نکل جائے سر اکشمکشِ دام مین کاش — نہ گرفتار چمن ہون نہ گرفتارِ قفس

نہ سرو کا رہے بلبل کو نہ گل کو مجھ سے — گلشنِ دہر مین خارِ سرِ دیوار ہون مین

رکھتا ہنین ہون ہاتھ مین کچھ غیرِ منت پر — اتنی بساط پر مین خریدارِ باغ ہون

میکشان ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہان ہی شیشہ — دل تو اس وقت مین ارزان ہی گران ہی شیشہ
لذتِ درد نیا دے کوئی ہمدرد بغیر — دل کو لگتی ہے وہان ٹھیس جہان ہی شیشہ

پاس رہا کیا جسے برباد دون — خانہ خرابی کو بھی گھر چاہیئے

سراج الدین ظفر شاہ دہلی اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

از جناب حافظ احمد علیخان صاحب ناظر کتبخانہ ریاست رامپور

ریاست رامپور کے کتبخانہ مین تاریخ فارسی مین ایک کتاب دستور العمل اودھ کے نام سے نمبر ۲۲۹ پر موجود ہے، اس کتاب مین سلطان العلما مولانا سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی کے عرائض اور شاہی احکام، چند فتوی اور مختلف خطوط نقل ہین، ان خطوط کی طرف مین سراج الدین ظفر شاہ اور مرزا غالب کی زندگی کے ایک خاص واقعہ پر روشنی پڑتی ہے، دلی کے انحطاط اور لکھنو کے عروج کے زمانہ کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ خاندان تیموری کے چند شہزادون نے لکھنو آکر شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا، ان مین سے بعض شہزادون نے لکھنو آکر یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بھی شیعہ ہوگئے ہین، اور بادشاہ کی طرف سے مہری شقہ بھی انھون نے پیش کیا، دہلی کے اکابر واعیان اور عام مسلمانون کو جب یہ معلوم ہوا تو وہان ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، ظفر شاہ نے حکام انگریزی کے ذریعہ سے اسکی علانیہ تردید کی اور غالب سے ایک فارسی مثنوی لکھوائی جسمین اسکی تردید تھی، لکھنو کے اہل دربار کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس مثنوی کا مصنف اقلیم سخن کا معزول بادشاہ ظفر نہین بلکہ کشور سخن کا حکمران مطلق غالب ہی اسکے بعد غالب نے اپنا ایک قصیدہ لکھکر دربار لکھنو مین بھیجا، یہ گویا اس مثنوی کی تلافی تھی۔

یہ تمام واقعات مولانا سید محمد صاحب مجتہد کی وساطت سے ہوئے تھے، اسلئے اس

مجموعہ مین یہ دلچسپ مراسلات موجود ہین، اور آج ہمارے لئے ان بزرگون کی زندگی کے گم شدہ اوراق ہین،

سنہ ۱۲۷۰ھ مین شاہ ابوظفر نے سلطان العلما سید محمد صاحب کو یہ تحریر مہر لگا کر بھیجی،

افضل العلما افقہ الفقہا سید السادات مقتدا ے مومنین و مومنات مجتہد العصر والزمان سلطان العلما دامت برکاتہ،

بحمد اللہ و المنۃ کہ محبت و ولاے اہل بیت علیہم السلام بدل انتخاب کردم واز کل اعداے علی ابن ابی طالب علیہ السلام قطعی تبرا نمودم و تعمیر امام باڑہ شروع گردید بعد اتمام آن مجالس تعزیت جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا زیب تزئین خواہد پذیرفت، ارسعی مبنی والاتمام من اللہ مفصل مدارج دینیہ کہ بران راسخ ام، بہ زبان برخوردار کامگار والا تبار سعادت اطوار مرزا محمد حیدر شکوہ بہادر کہ درین خصوص رازدار است دریافت خواہد گشت زیادہ برکات۔

اللہ کا شکر ہے کہ محبت اہل بیت علیہم السلام دل سے مین نے اختیار کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے دشمنون سے قطعی تبرا کیا ہے، امام باڑہ کی تعمیر شروع ہوگئی ہے، عمارت تمام ہوجانے کے بعد جناب سید الشہدا کی مجالس تعزیت ہوا کرینگی، میری کوشش ہے اتمام اللہ تعالے کے ہاتھ ہے، مفصل مدارج دین کے جن پر مین راسخ ہون مرزا محمد حیدر شکوہ کی زبانی معلوم ہون گے وہ اس معاملہ مین رازدار ہین،

بادشاہ نے ایک شقۂ مہری خاص مرزا حیدر شکوہ کو اور ایک مرزا نور الدین بہادر کو بھی لکھا یہ دونون شاہزادے مرزا سلیمان شکوہ کے پوتے ہین، دہلی سے علم اور مرثیہ تصنیف ابوظفر مرزا حیدر شکوہ لیکر گئے تھے،

نقل شقہ بنام حیدر شکوہ :۔

نور چشم راحت جان مرزا حیدر شکوہ بہادر مورد
تفضلات بودہ بدانند کہ ہر دو علم صرف از اعتقاد
وغلامان غلام جناب حضرت عباس علمدار فہمیدہ
گذرانیدہ ام صرف برای آسودگی دین۔ کسے
نمی داند کہ عنایت بر چہ قدر برای این احقر شدہ
چند بار زیارت شدہ، قابل اظہار نیست الا بر
وقت ملاقات، خود بیان خواہم فرمود، ہر شخصے کہ
از اہل بیت حسد می داشت بر او لعن مدام باد ہمیش
باد این است ایمان۔

دونوں علم بربنائے اعتقاد غلامی حضرت عباس علمدار
نذر کئے ہیں، محض دین کی بہبود کے واسطے کسی کو
کیا معلوم کہ کسقدر عنایت اس احقر پر ہوئی چند بار
زیارت ہوئی،
قابل اظہار نہیں ہے، ملاقات کے وقت میں بیان
کرونگا، جو شخص اہل بیت سے حسد رکھتا ہے،
اس پر ہمیشہ لعنت ہو، ہمیش باد۔یہی ایمان ہے۔

نقل شقہ مرزا نور الدین،

نور چشم والا قدر مرزا نور الدین بہادر مورد تفضلات
بودہ بدانند کہ زود علم در درگاہ جناب حضرت
عباس گذرانیدہ حاضر شوند معلوم نیست کہ آن فرزند
علم گذرانیدہ یا نہ بر طمع دنیا نہ گذرانیدہ ام اخدا
داند کہ چہ طور ملاحظہ فرمودہ علم فرستادہ ام۔

علم جلد درگاہ حضرت عباس میں پڑھا کر
حاضر ہو، معلوم نہیں کہ تم نے علم چڑھایا یا نہیں، طمع دنیا
کے لئے یہ علم پیش نہیں کیا ہے، خدا ہی جانتا ہے کہ
میں نے کیا دیکھکر علم بھیجا ہے۔

سلطان العلماء نے شاہی شقہ کے وصول ہونے کے بعد مصاحب الدولہ بہادر کو رقعہ لکھا کہ میرے نام کے شاہی شقہ کو حضور بادشاہ اودھ میں پیش کرکے علم کے لئے جلوس کا انتظام کیا جائے چنانچہ امام باڑہ میں جلوس کے ساتھ علم گیا اور ظفر کا تصنیف کردہ مرثیہ بھی پڑھا گیا، دہلی میں اسکا بڑا چرچا ہوا، ظفر بھی گھبرائے، صاحب ایجنٹ دہلی کی معرفت اس واقعہ کی تحقیقات شروع کرائی،

صاحب ایجنٹ شاہجہان آباد امین الدولہ سمن فریدون بہادر دلیر جنگ کو یہ شقہ مصدرہ ۲۲ - دسمبر ۱۸۵۳ء لکھا،

درین ایام بہ ملاحظہ قطعات سوالات علما و مشائخ
این شہر بوضوح پیوستہ کہ از روے اخبار و خطوط
لکھنؤ بہ دریافت این مردم رسیدہ کہ بتاریخ ششم
ربیع الاول (۱۲۷۰ھ) سنہ حال مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نور الدین حیدر بہادر شیعی مذہب نبیرگان
مرزا سلیمان شکوہ بہادر در لکھنؤ علمے بہ کمال تجمل
بہ ہمراہی عاید آن شہر برداشتہ بدرگاہ حضرت عباس
بردند و فضیلت پناہ سیادت دستگاہ سید محمد مجتہد
مذہب شیعہ بدست خود علم مذکور را در درگاہ موصوف
نصب نمودہ و مرزایان سطور را بلاغ آن علم بہ
بندگان والا کردند- و نبیرہ مرزا نور الدین بر منبر
برآمدہ مرثیہ بہ زبان اُردو کہ متضمن بے ادبی
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بودہ در مجمع کثیر بہ
آواز بلند برخواندہ و در مقطع آن مرثیہ تخلص حضور
پرنور درج کردہ و قطعہ شقہ مہری خاص شعر ترک
کردن مذہب اہل سنت و جماعت و اختیار نمودن
مذہب اہل تشیع و وثوق ارادہ تعمیر امام باڑہ و

ان ایام میں سوالات علما اور مشائخ شہر ہٰذا کے
ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ از روے اخبار و خطوط لکھنؤ
یہاں والوں کو اطلاع ہوئی ہے کہ چھٹی ربیع الاول
(۱۲۷۰ھ) سنہ حال کو مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نور الدین حیدر بہادر شیعی مذہب مرزا سلیمان
شکوہ بہادر کے پوتون نے ایک علم کمال تجمل سے
عائدین شہر کے جلوس کے ساتھ حضرت عباس کی
درگاہ پر چڑھایا، اور سید محمد مجتہد العصر نے اپنے
ہاتھ سے علم نصب کیا، دونون مرزاؤن نے
اس علم کا بھیجنا بادشاہ کا بیان کیا اور مرزا
نور الدین نے منبر پر بیٹھکر ایک اردو کا مرثیہ جسمین
صحابہ کی بے ادبی تھی، مجمع کثیر مین آواز بلند
پڑھا، اور مرثیہ کے مقطع مین حضور (بادشاہ)
کا تخلص درج کیا تھا، اور ایک قطعہ شقہ مہری
خاص موسومہ مجتہد مذکور بنایا جسمین ترک
مذہب اہل سنت والجماعت اور مذہب شیعہ کا
اختیار کرنا اور امام باڑہ کی تعمیر اور ہمیشہ کو تعزیہ داری

اختیار نمود یہ داری بردوام سوسہ مجتہد مذکور ساختہ
بندگان والا را باختیار مذہب روافض متہم وبدنام
ساختند، چون این ہمہ غلط وبے اصل ومحض افترا و
بہتان است زیراکہ بہ عنایت الٰہی در عقیدہ راسخہ
حضور کہ آن بطریق اہلسنت وجماعت است ہرگز
فتور وفساد راہ نیافتہ وکدام مرثیہ محتوی مضمون سب
طعن نسبت بہ خلفاے راشدین کہ اساطین دین
ومقتداے اہل یقین اند برزبان الہام بیان نرفتہ
ومشقہ خاص بہ اشعار اختیار امور خلاف شرع
بنام مجتہد مذکور ہرگز ریختہ کلک گوہر سلک نگردیدہ
این ہمہ تصنع ودروغ آرائی مرزایان مذکور است کہ
بحضور پرنور منسوب کردہ اند، ولیکن بیاد می آید کہ
ایشان ہنگام حضوری خود دراین جا این معنی بطریق
حکایت وتذکرہ معروض داشتہ بودند کہ موافق مذہب
خود براے حصول صحت بندگان والا نذر قرار دادہ ایم
کہ بروقت غسل صحت حضور از طرف خود علمے طیار ساختہ
در شکریہ صحت حضرت اقدس بدرگاہ حضرت عباس
خواہیم داشت، وسواے ازین ہیچ مذکور نہ کردہ بودند
ونیز اکثر مشقہ جات در مقدمہ ذاتی خود ہا مسجل

اختیار کرنا لکھا تھا، بندگان والا کو رافضی مذہب
قبول کرنے سے بدنام اور متہم کیا، یہ سب
غلط وبے اصل اور افترا وبہتان ہے
اسلئے کہ عنایت الٰہی سے حضور کے عقیدہ
راسخہ طریق اہل سنت وجماعت مین
ہرگز فتور وفساد کو دخل نہین ہے، اور کوئی
مرثیہ جسمین برائی اور طعن خلفاے راشدین پر
ہو جو دین کے ستون اور مقتدا ہین تصنیف
نہین کیا، اور مشقہ خاص مجتہد کے نام جسمین
امور خلاف شرع کا اختیار کرنا ہو ہرگز نہین لکھا
یہ تمام تصنع اور دروغ آرائی مرزایان مذکور کی ہے
کہ حضور کی نسبت منسوب کی ہے، لیکن یاد آتا ہے کہ
ان مرزاون نے بروقت حاضری بطریق
حکایت وتذکرہ عرض کیا تہا کہ اپنے مذہب کے
موافق حصول صحت بندگان والا کے لئے نذر
مانی ہے کہ حضور کے غسل صحت کے وقت اپنی طرف سے
علم تیار کرکے صحت کے شکریہ مین حضرت عباس
کی درگاہ مین چڑہائینگے، اسکے سوا کوئی تذکرہ نہین
ہوا، اور اکثر مشقون پر اپنے ذاتی معاملات مین

بہ مہر خاص کنانیدہ بودند، لیکن بنام فضیلت پناہ
مذکور کدام تحریر کہ بہ مہر خاص مزین باشد ہرگز بوقوع
نیامدہ، شاید مرزایان سطور بنا بر کدام مصلحت
و منفعت خود این افترا بر حضور کردہ باشند و
تحریر بے اصل و باطل مرتب کردہ دادہ باشند
و مجتہد مذکور بر مقتضائے نیک نہادی خود آنرا
در پایہ صدق دانستہ شہرت دادہ باشند، درین صورت
ملاحظہ آن شقہ کہ نزد آن سیادت دستگاہ رسانیدہ اند
ضرور تر افتاد تا معلوم شود کہ مضمونش چیست و نگارندہ
اش کیست، و بعد دریافت این حال تدارک
انسداد رخنہ این فساد بطرز مناسب بعمل آید کہ
بار دیگر کسے را جرأت این افترا پردازیہا نگردد،
لہذا زیب ارقام می یابد کہ آن امارت و ایالت
مرتبت بہ مقتضائے دولت خواہی و خیراندیشی
بجہت رفع این اتہام و بدنامی بندگان اقدس
خط انگریزی خود بنام ایجنٹ بہادر لکھنؤ بہ مزید
تاکید بنگارد کہ شقہ جعلی مہری خاص از مجتہد مذکور بہر
نوع کہ تواند طلبیدہ زود تر ارسال دارد و ہر آئینہ ظہور این معنی
موجب استرضائے خاطر عاطر خواہد شد زیادہ تفضلات شناسد

شاہی مہرین کرائی تھین، لیکن مجتہد کے
نام کوئی تحریر مہری خاص ہرگز نہین لکھی گئی،
شاید ان مرزاون نے اپنی کسی مصلحت اور
منفعت کے لئے حضور پر یہ افترا کیا ہو اور تحریر
بے اصل اور جھوٹی مرتب کرکے دی ہو اور مجتہد
مذکور نے اپنی نیک نہادی سے اسکو صحیح
سمجھکر شہرت دی ہو، ایسی صورت مین مجتہد
کے نام جو شقہ پہنچایا ہے اسکا ملاحظہ ضروری ہے
تاکہ معلوم ہو مضمون کیا ہے اور لکھنے والا
کون ہے، اور دریافت ہونے کے بعد اس
فساد کے انسداد کی مناسب تدبیر کیجائے
کہ پھر کسیکو ایسے افترا کی جرأت نہ ہو
لہذا لکھا جاتا ہے کہ آپ بمقتضائے دولتخواہی
و خیراندیشی اس بدنامی اور اتہام کے دفع
کرنے کے لئے انگریزی تحریر بنام ایجنٹ
لکھنؤ نہایت تاکید سے لکھین کہ شقہ جعلی
مہری خاص مجتہد مذکور سے جسطرح ممکن ہو طلب کرکے
جلد بھیجدین، اس کام کے سرانجام سے موجب
رضامندی ہوگا،

۴- ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ کو مسٹر جانسٹن ایجنٹ لکھنؤ نے یہ پیام اہلکاران سلطنت اودھ کو بھیجا،

بالفعل کہ نقل تعلیقہ شقہ بادشاہ شاہجہان آباد ملفوف
خط صاحب ایجنٹ بہادر مرقوم بست و ہشتم
ماہ دسمبر ۱۸۵۳ء بہ پیش نیازمند رسیدہ نقل
ارسال والاجناب فیض مآب والتماس می دارد
کہ از حضور پرنور بہ سلطان العلما مجتہد العصر ارشاد
شود تا کیفیت اجرا و اصل شقہ مہری بادشاہ
موصوف اگر باشد بنظر انور بگذرانند و بہ نیازمند عنایت گردد

بالفعل کہ نقل شقہ بادشاہ شاہجہان آباد
ملفوف خط صاحب ایجنٹ بہادر مرقوم ۲۸-
دسمبر ۱۸۵۳ء نیازمند کے پاس آئی ہے،
نقل اُسکی ارسال ہے اور التماس ہے کہ حضور
پرنور کا حکم سلطان العلما مجتہد العصر کے نام جاری ہو
کہ کیفیت واقعہ اور اگر اصل شقہ مہری بادشاہ موصوف
ہو تو حضور میں پیش کریں -

یہ کاغذات سلطان العلما کے پاس پہنچے، اُنھوں نے مرزا حیدر شکوہ اور مرزا نورالدین بہادر کو یہ رقعہ لکھا،

مرزا حیدر شکوہ بہادر و مرزا نورالدین بہادر زاد اقبالہما
دیروز نقل پرچہ پیام درخصوص استرداد و استفسار
کیفیت شقہ کہ بوساطت سامی از جانب بادشاہ
شاہجہان آباد سوی اضعف العباد رسیدہ بود
درود نمود ترقب کہ از کیفیت آن مفصلا مطلع سازند
و چون بالفعل تشکیک در آن واقع شدہ جواب آنکہ
فقیر نوشتہ بودم اگر روانہ نشدہ باشد واپس
فرستند کہ بدون تصدیق و تحقیق اصل شقہ ارسال پاسخش لطفی ندارد، فقط والسلام۔

کل نقل پرچہ پیام در بارہ واپسی و استفسار
کیفیت شقہ کہ آپکی معرفت بادشاہ شاہجہان آباد
کی جانب سے میرے نام آیا تھا وصول ہوا،
امید کہ اسکی مفصل کیفیت سے مطلع کیجئے، چونکہ اس
وقت اس شقہ میں شک واقع ہوا ہے میں نے جو جواب لکھا تھا
اگر روانہ نہوا ہو تو واپس کردیجئے اسلئے کہ بغیر تصدیق اصل
شقہ کے جواب بھیجنا مناسب نہین ہے،

اس رقعہ کے جواب مین مرزا حیدر شکوہ نے کیفیت واقعہ اسطرح لکھی :-

درینولا کہ قطعہ تحریر جناب قبلہ و کعبہ مجتہد العصر
والزمان سلطان العلما محتوی بر استعلام و استفسار
کیفیت نفس الامری در ورود صدور شقہ خاص
بادشاہی بنام نامی خود معرفت این جانب و
واپس طلب نمودن پاسخ شقہ موصوف کہ جہت
ترسیل بحضور بادشاہ گردون بارگاہ دادہ بودند،
موصول دست این جانب گردید، لہذا کیفیت
واقعیہ این معاملہ بہ زبان خامہ صداقت بدین
عنوان تفویض نمودہ می آید کہ ہنگام محنت انضمام
علالت پر ملالت طبیعت حق طویت بندگانِ
ہمایون شاہی کہ زمانہ غیبت این جانب و استقامت
دار الامارت کلکتہ بود قطعہ شقہ خاص تقدس
اختصاص حاوی مضمون اعجاز مشحون ملاحظہ رویائے
صادقہ وگذرانیدن علم مبارک بدرگاہ فلک اشتباہ
جناب ملایک آب جبرالناس حضرت عباس
علیہ السلام پر تو نزول جلال افگندہ و من بعد رفت
حضور اینجانب ہم حضور والا مجدداً بہ بیان
شرح العنوان روایت رویت رویائے صحیحہ سطورہ

اسوقت تحریر سلطان العلما نسبت استفسار
کیفیت شقہ خاص بادشاہی جو موصوف
کے نام میری معرفت آیا تھا، اور واپسی
جواب شقہ موصوف جو بنابر روانگی بحضور
بادشاہ دیا تھا، وصول ہوئی، لہذا
کیفیت واقعی اُسکی لکھتا ہون، جس
زمانہ مین بادشاہ علیل تھے مین کلکتہ
مین تھا، اور مجھے شاہی شقہ پہنچا جسمین
خواب کا بیان اور حضرت عباس کی
درگاہ مین علم چڑھانے کا مذکور تھا، اسکے
بعد جب مین حاضر ہوا تو پھر خواب دیکھنے کا
حال بیان فرمایا اور اہل بیت کی محبت کا
اظہار اور تعمیر امام باڑہ کا قصد
برائے تعزیہ داری سید الشہداء مثل
اپنے اعلیٰ امیر تیمور صاحبقران بیان کیا،

واظہار تشئید مبانی عقیدت وولا بحضرت حضرات
طاہرات ائمہ ہدیٰ علیہم التحیات والتسلیمات مادامت
الارضون والسموات بزبان الہام بیان خود بشارت
فرمات شد تصمیم عزم تعمیر بناے امام بارہ جہت
تعزیہ داری شہید دشت نینوا خاص آل عبا علیہ
التحیۃ والثنا کلما تدور السماکردہ مرارجی برطبق سنت
سینہ مجربہ جد اعلاے خود حضرت امیر تیمور صاحبقران
فرمودند وقطعہ شقہ خاص بنام مجتہد العصر والزمان
باندراج لالی متلالی مضامین اختیار مراتب
ولاے اہل بیت عصمت وطہارت دبروج اثنا
عشر فلک امامت وتبراے قطع از عدوان و دشمنان
جناب ولایت مآب اسد اللہ الغالب غالب کل
غالب مطلوب کل طالب فاتح بدر والحنین ابو
ریحانتین ابی الحسن والحسین امام المتقین وصی
بلافصل حضرت خیر المرسلین علی حجۃ اللہ علی العالمین
خود از دست مبارک حضور والا بینجانب مرحمت
شد کہ بسلطان العلما مجتہد العصر والزمان رسانیدہ
پاسخش بحضور بامر النور گذرانیدہ شد وعلم مبارک
درہمان زمان غیبت اینجانب بہ کمال صرف ہمت

اور ایک شقہ خاص مجتہد العصر کے نام لکھا
جسمین ولاے اہل بیت و تبرا سے قطعی
دشمنان حضرت علی کا اظہار تہا خود اپنے
دست مبارک سے مجھے دیا جسکو مین نے
مجتہد العصر کو دیا، اور اس شقہ کا جواب
حضور مین پیش کر دیا، اور میری غیر حاضری
مین علم مبارک نہایت اہتمام سے ایک
نمونہ تانبے کا بنا، اور بادشاہ نے اپنے دست
حق پرست سے اسکا طغرا بنایا اور محبوب
علیخان کے اہتمام سے کارخانہ سلطانی مین
تیار ہوا، اور حضور والا نے کمال خلوص سے
اپنے سر پر رکھا اور پھر مرزا نورالدین بہادر کو

والاہمت بہ طیار کنانیدہ نمونہ علم مسی اولاد
درست نمودن طرز ابدست حق پرست خود باہتمام
محبوب علیخان بکارخانہ سلطانی طیار گشت وحضور
والا بکمال خلوص برسر مبارک خود گذاشتہ وبہ مرزا
نورالدین بہادر عنایت فرمودہ بنابر نصب آن
بدرگاہ موصوف بتاریخ سوم محرم الحرام سنہ حال
رخصت فرمودند۔

دیا اور درگاہ موصوف پر چڑہانے کے لئے
۳- محرم سنہ حال کو انہین رخصت کیا۔

وازین معنی بر جمیع اعالی وادانی شہر بلکہ از روے
اخبار قلعہ مبارک برارباب اولی الالباب
صاحبان عالیشان انگریز بہادر ہم بخوبی واضح
ومنجلی است، چنانچہ مرزا نورالدین بہادر درین جا آمدہ
بجماعت جم غفیر از اجلہ سادات ومومنین واعزہ امراے
باتمکین تزک وخیل وحشم بجلوداری موالیان اہل بیت
طاہرین وفا وبان آستان اعلام دین مبین بردہ آن
علم ہم صورت علم را بدرگاہ حضرت علمدار جگر گوشہ
سید ابرار علیہ السلام بدست جناب سلطان العلما مجتہد العصر
والزمان نصب کنانیدند، واستغفراللہ ہیچ کلمہ
سوی ادب بہ نسبت بادشاہ جم جاہ بزبان عقیدت
ترجمان خود نیاوردند، وعلاوہ بران شقہ خاص

اور یہ بات تمام ادنی واعلے شہر پر بلکہ
از روے اخبار قلعہ مبارک صاحبان
انگریز پر بھی بخوبی واضح ہے، چنانچہ
مرزا نورالدین بہادر نے یہان اکر سادات
مومنین، اور امرار کے جلوس کے ساتھ
حضرت عباس کی درگاہ مین اس علم کو
پہنچایا اور سلطان العلما سے اسکو نصب
کرایا، استغفراللہ کوئی کلمہ بے ادبی کا
بادشاہ کی نسبت نہین نکلا، اسکے علاوہ
ایک شقہ شاہی میرے نام اور دوسرا
مرزا نورالدین بہادر کے نام جسمین علم
چڑہانے کی تاکید ہے اور ان پر پنسل کے

نقدس اختصاص شاہی مصدرہ بنام اینجانب
دشقہ دیگر اسمی مرزا نور الدین بہادر بحکم استعجال و
ارتجال نصب علم مبارک دستخطی خاص قلم سرمہ
کہ نقوش لطیف کیفیت ہذا است دو شاہد
عادل این مدعا و دو بینہ مقبولہ این دعوی ما است
کہ صاف وصریح مخبر و مبنی بر طیاری و نصب علم
مبارک از طرف حضور والا اند- بہر کیف
تحریر شقہ خاص بنام مجتہد العصر والزمان و ہم نصب
علم از جانب بادشاہ انجم سپاہ از غایت وضوح
واعلان بوجود ادلہ باہرہ و براہین ساطعہ از اجلائے
بدیہیات مثل آفتاب نیمروز است فکیف یحتمل
معاذ اللہ والعیاذ باللہ کہ حضور والا از امور یکہ
باین درجہ شیوع واشتہار یافتہ باشد استنکاف
وانکار ے فرمایند- مگر آنچہ بسمع اینجانب در آمدہ
کہ شقہ خاص بادشاہی بمضمون انکار تحریر شقہ بنام
مجتہد العصر والزمان در ارسال علم مبارک بنام
صاحب ایجنٹ بہادر شاہجہان آباد زیب تحریر
یافتہ منشا این عبارت این ہمہ فتن و مفاصد
تعنت و عناد جمعے از اہلکاران سلطنت و دشمنان

دستخط ہین انکی نقلین ملفوف ہین، یہ دونون
شقہ دو گواہ عادل اس بات کے ہین کہ
علم کی تیاری اور اسکا چڑہانا بادشاہ
کی طرف سے ہے،

بہرکیف تحریر شقہ خاص بنام مجتہد العصر اور
علم کا چڑہانا بوجہ وضاحت واعلان بدیہی
طور پر مثل آفتاب نیمروز کے بادشاہ کی
طرف سے ثابت ہے پھر یہ احتمال کیونکر
ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ حضور والا ایسے
امور سے جو اسقدر شایع ہوچکے ہین
انکار فرمائین، مگر مین نے جو سنا ہے وہ یہ کہ
شقہ خاص کی تحریر سے اور علم کے بھیجنے سے
انکار جو صاحب ایجنٹ شاہجہان آباد کے
نام لکھا ہے منشا اسکا اہلکاران سلطنت
اور دشمنان اہل بیت ہین کہ ہمیشہ آتش
عناد اور حسد سے جل کر عداوت

اہل بیت طہارت است کہ دائماً آتش عناد
وحسد کباب شدہ در صدد عداوت و پرخاش
و برہم سازی مزاج کرامت امتزاج از طرف
اینجانب می بودند چنانچہ از روے اخبار شاہجہان آباد
ہم واضح گردیدہ کہ در ایام عدم حضوری این جانب
متعصبان ملازم سلطنت کہ در کمین بودہ اند ذمت
وتہمت از مقامات دانستہ چند خطوط منافی دین
و سرکردگان اہل کین و بعض سوالفان مخالف آئین
بمضامین تراشیدہ وغلط و سراسر پوچ ولچر واندراج
کلمات اسائت ادب کہ معاذ اللہ از زبان اینجانب
آمدہ باشد از سکنۂ بیت السلطنت لکھنؤ طلب نمودہ
وہم برنے جعل خطی از خود طیار کردہ بملاحظۂ بندگان
دارا دربان گذرانیدند و بعزم نادرست برآوردن
نام نامی حضور والا از خطبۂ عیدین و روز جمعہ
بطریق ہنگامہ و بلوا باجماع مشائخ و علماے آن
بادشاہ ملکوتی صفات را تنگ و مجبور ساختند
و طبع ہمایون را از طرف این جانب منعطف
نمودند کہ از ارسال شقہ بنام مجتہد العصر از زبان
ابا و انکار فرمایند تا آن مغویان فتنہ انگیز بہ واپس

اور پرخاش اور مزاج شاہی کو میری
طرف سے برہم کرنے کی تدبیرین (ہین)
چنانچہ شاہجہان آباد کی خبرون سے معلوم
ہوا کہ میری غیبت مین متعصب ملازم
سلطنت جو گھات مین تھے انھون نے
بہت سے خطوط سراسر غلط اور لچر
مضامین کے اور نیز یہ کہ میری زبان سے
کلمات بے ادبی ظاہر ہوئے لکھنؤ سے
منگالی اور بعض جعلی تحریرین خود بنا کر
بادشاہ کے حضور مین پیش کین اور
بطریق بلوی وہان کے علما و مشائخ کے
اجماع سے جمعہ اور عیدین کے خطبون سے
بادشاہ کا نام نکالنے کی تدبیر کی اور
اس طرح بادشاہ کو تنگ کیا اور میری جانب
سے طبع ہمایون کو اسطرح پھیرا کہ شقہ
مجتہد العصر کے نام روانہ کرنے کا انکار فرمایئن
اور مذہب شیعہ کی توہین کے لئے
شقہ مجتہد العصر سے واپس منگا کر
فریب اور جعل سے مجھے بدنام کرین،

کنانیدن شقہ از مجتہد العصر والزمان بہ ہتک توہین
مذہب تشیع پرداختہ بانتساب تہمت فریب
وجعل دشمنان اینجانب راکہ ناکردہ گناہ ام بدنام
نمایند پناہ بخدا ازین سفسطہ پردازیہاے بے
اصل فرقہ ضالہ مغویان بدکیش کہ آفتاب را بہ
پردۂ خاک می پوشند ونمی دانند کو ہر نوع
امتیاز حق از باطل بہر ہنگام وزمان بادنی تامل
عقلاے نصفت آئین مبرہن وظاہر کالشمس
فی وسط السما باہر می باشد لان الحق یعلو ولا یعلی۔

ان مفسدہ پردازیوں سے خدا کی پناہ کہ
مغویان بدکیش آفتاب کو خاک سے چھپانا
چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ عقلاء حق
اور باطل میں تھوڑے غور سے تمیز کرلیتے ہیں

وقطع نظر از جملہ دلائل مرقومہ بالا وموجود بودن شقہ جات
دستخطی شاہی ملفوفہ کیفیت ہذا کہ بشقہ سامی مجتہد العصر
والزمان مختلف اللفظ ومتحد المعنی توان گفت ارباب
خبرت وبصیرت غور نمایند وباسعان نظر تعمقی بکار
برند کہ کسے کہ اندک مایہ از شعور وعقل خواہد داشت
حتی طفل ممیز نابالغ ہیچ گاہے بہ تصنع وجعلے
نخواہد پرداخت کہ ہیچ گونہ نتیجہ منافع دینی باشد
نہ مفاد دنیوی پس چگونہ عقل خیر اندیش رخصت
می دہد کہ اینجانب این چنین جعل وفریب معاذ اللہ
می نمودم وناحق وبے وجہ خبر تبدل عقیدہ باختیار

قطع نظر مرقومہ بالا دلیلوں سے شقہ شاہی
جو ملفوف ہے یہ مجتہد العصر کے شقہ سے
مختلف اللفظ ہے مگر معنی اور مطلب ایک
ارباب خبرت وبصیرت غور کریں کہ
جسکو تھوڑا سا بھی شعور ہے حتی کہ طفل
نابالغ بھی ایسے جعل کو نہ بنائیگا جسمیں
کوئی نفع نہ دینی ہو نہ دنیوی، پھر عقل
خیر اندیش کب اجازت دیسکتی ہے
کہ معاذ اللہ میں ایسا جعل وفریب بناتا اور
تبدیل عقیدہ اور مذہب رفض کے اختیار

مذہب روافض نسبت بحضور والا شایع ومشتہر
می نمودم، مگر اینکہ ارباب خلاف واصحاب نصب
وعناد محض بنام ولاے جناب ولایت مآب
علی ابن ابی طالب علیہ السلام حضور را بہ رفض
منسوب نمایند، قصور اینجانب چیست۔ واللہ در من
قال وقائل آن خواجہ معین الدین چشتی است،

من علی را دوست دارم خلق گوید رافضی است
پس خدا و جبرئیل ہم محمد رافضی است

وبعلم الیقین ثابت ومتیقن است کہ اگر حضور والا را
بالذات لا للغیر سوے ظن جعل و فریب کاری نسبت
اینجانب می بود لائق وسزاوار بازپرس اولاً
من بودم بعد ازان محل نگارش بحکام فرمانروا بود
سوجز مرام ومختصر کلام طالت انجام انکہ استرداد
شقہ خاص موسومہ جناب مجتہد العصر والزمان
بغیر انکشاف وتحقیقات حقیقت واقعی در اینجا
وبرات ذیل اینجانب از لوث فریب کاری و
دنظر بہ توہین مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ مناسب
ومصلحت نیست چراکہ بعد استرداد شقہ موصوفہ
ہیچ گونہ عرف بدنامی وسوے اسم رسوائی

کرنے کی خبر حضور والا کی نسبت مشتہر کرتا
گر یہ کہ دشمن عناد کی وجہ سے محض محبت
حضرت علی کے نام سے حضور کو رفض سے
منسوب کرین اسمین میرا کیا قصور ہے،

علم الیقین سے ثابت اور متیقن ہے کہ اگر
حضور والا کو بالذات میری طرف سوءظن
جعل و فریب کا تھا تو اول مجھسے
باز پرس چاہیے تھی اُسکے بعد حکام کو لکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ شقہ خاص موسومہ مجتہد العصر
کی واپسی بغیر تحقیقات اور میری برات
کے اور نیز توہین مذہب امامیہ کے خیال سے
مناسب نہین ہے شقہ کی واپسی کے بعد
جعل کی تہمت سے مین بری نہین ہوسکتا
اسلئے کہ حضور والا مخالف الایمان
مغویون کے اغوا سے مدعیانہ واپسی

بانتساب تہمت جعل وافترا پردازی نسبت	شقہ کی چاہتے ہیں، پھر میرے استغاثہ کی
اینجانب از صفحہ روزگار حک وبرطرف می توانند	سماعت اور احقاق حق وازہاق باطل کی
بجہت اینکہ حضور والا باغواے مغویان مخالف	کوئی امید وہان نہین ہے،
الایمان مدعیانہ استرداد شقہ موصوفہ می فرمایند	محررہ ۱۱- ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۰ھ
پس سماعت استغاثات اینجانب واحقاق حق	
وازہاق باطل درانجا متوقع نیست کیفیت راست	
بواقعی این بود کہ بقلم آمد وجواب شقہ بادشاہی	
نوشتہ سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بحضور	
بادشاہ جمجاہ رسانیدہ شد، نزد اینجانب نیست	
کہ سنردی فرستادم فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و	
صدق المقال وانا متورع البال تحریر فی التاریخ	
یازدہم شہر عظمت بحر ربیع الثانی سنہ اکہزار	
و دو بست و ہفتاد ہجری نبوی قدسی،	

یہ کیفیت مرزا حیدر شکوہ بہادر نے سلطان العلما کی خدمت مین پیش کی، جناب موصوف نے اپنی ذیل کی کیفیت کے ساتھ اُسکو بادشاہ اودھ کے پاس بھیدیا۔

نقل کیفیت سلطان العلما۔

کیفیت حال بدین منوال است کہ مرزا حیدر شکوہ بہادر	کیفیت حال یہ ہے کہ مرزا حیدر شکوہ بہادر
و مرزا نور الدین بہادر از زمرۂ شاہزادگان سلاطین	و مرزا نور الدین بہادر سلاطین شاہجہانیہ کے
شاہجہانیہ ہستند از بارگاہ بادشاہ جمجاہ دار السلطنت	شاہزادون مین سے ہین بادشاہ شاہجہان آباد کی

شاہجہان آباد حرست عن الفتن والفساد دفقہ موسومہ
اضعف العباد آوردند تفصیل حالش از کیفیت مرسلہ
ایشان کہ موصولہ این کیفیت است واضح میشود
واحتمال تقیہ کہ در آن کیفیت مذکور گردیدہ مستبعد
نیست چنانچہ در زمان ماضی ہرگاہ بادشاہ
غفران پناہ حضرت بہادر شاہ طاب ثراہ و
جعل الجنۃ مثواہ کہ از جملہ اجداد وامجاد ہمنام
بادشاہ بجاہ عالی بودہ اند بحلیہ فضل وکمال
آراستہ وبزیور تشیع وتولاے آل عترت
پیراستہ در عہد خود علماے لاہور را جمع ساختہ
حقیقت امامت جناب ولایت مآب حضرت
امیر المومنین . . . .
ویعسوب الدین اسد اللہ الغالب علی ابن طالب
علیہ وآلہ الکرام الاف التحیہ والسلام را ثابت
نمودند وحجت بر ایشان تمام نمودند خطیب را
مامور ساختند کہ بمعیت شاہزادہ عظیم الشان
بمسجد جامع رفتہ در خطبہ کلمہ علی ولی اللہ ووصی
رسول اللہ بالاے منبر بخوانند، چون شاہزادہ
مذکور از محبت اہل بیت بہرۂ کامل ندادہ بود ایما

جانب سے میرے نام نفقہ لائے اور
اسکی کیفیت شاہزادون کی مرسلہ
تحریر مین موجود ہے، تقیہ کا احتمال مستبعد
نہین ہے -

چنانچہ گذشتہ زمانہ مین حضرت بہادر شاہ ثانی نے
کہ صاحب علم اور شیعہ تھے لاہور مین
اپنے عہد مین علما کو جمع کیا اور حضرت علی
کی امامت کو ثابت کیا اور خطیب کو
مامور کیا کہ شاہزادہ عظیم الشان کے
ساتھ جامع مسجد مین جاکر خطبہ مین کلمہ
علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ منبر پر کہے، شاہزادہ
مذکور کو اہل بیت کی محبت نہ تھی اس نے
خطیب کو قتل کرا دیا، دشمنون کے بلوہ سے
ترویج دین نہین ہوئی، چنانچہ کتب سیر
وتواریخ مین ذکر موجود ہے اور عام طور پر
مشہور رہے، زمانہ گذشتہ کا حال مثل
حال کے زمانہ کے ہے کہ جب نفقہ کے
آنے کی خبر جوان اور بوڑھون کے
کان تک پہنچی اور علم مبارک بھی آیا تو

بقتل خطیب نمود و آن سید شہید گردید و بسبب
بلوۂ معاندین ترویج دین ممکن نشد، چنانچہ
در کتب سیر و تاریخ مذکور و مسطور و بر السنہ
جمہور دائر و مشہور است، و حال زمان ماضی
مشابہ حال زمانہ حال است کہ چون خبر ورود
شقۂ شاہی بگوش برنا و پیر رسید و علم مبارک سبز
شقہ کشا گردید، عوام کالانعام اراجیف و
اکاذیب را در مکاتیب و غیر مکاتیب مشتہر
نمودہ غلغلۂ عظیم در شاہجہان آباد انداختند و
لواے فتنہ و فساد را برافراختند تا اینکہ این

عوام کالانعام نے جھوٹی باتین تحریر اور
تقریر سے مشتہر کرکے شاہجہان آباد مین
شورش کی۔

خبر در این شہر مشتہر گردید کہ ارباب عناد میخواہند کہ
نام نامی و اسم سامی بادشاہ جمجاہ را از خطبۂ
بیرون آرند و سامان ہنگامہ بلوی را مہیا
سازند ہر چند درین زمان امن و امان کہ زمام
حسن انتظام و عنان رتق و فتق مہام ممالک
محروسہ بقبضۂ اقتدار صاحبان عالیشان نصفت
نشان عظماے انگلستان می باشد احدے از
رعایا و برایا مجال آن ندارد کہ ہنگامۂ فتنہ و
فساد دران بلاد برپا سازد و نام نامی را از

یہانتک کہ اس شہر مین بھی یہ خبر مشہور ہوئی
کہ دشمن نام نامی بادشاہ کا خطبہ سے
نکالنا چاہتے ہین گو اس امن و امان کے
زمانہ مین کہ انتظام ملک کا صاحبان
انگلستان کے ہاتھ مین ہے، رعایا مین سے
کیسکی مجال نہین ہے کہ وہان ہنگامہ فساد
برپا کرے اور نام نامی کو خطبہ جمعہ و
عیدین سے نکالے، لیکن بوجہ احتیاط کے
اختال تقیہ ضرور ہے تاکہ عوام کے سوا

خطبہ جمعہ و عیدین برآرد۔ لیکن باز ہم براعات	خواص سے بھی مثل شاہزادگان اور
حزم واحتیاط احتمال لقیہ بنا بر تحرز از بلوائے	محلات کے جو متعصب سنی ہین فساد کا
عام عوام بلکہ اتقا از خواص ذوی الاحترام	اندیشہ نرہے، بہر حال بغیر تحقیق جعل شقہ کے
مثل شاہزادگان والا تبار ومحذرات عالی	واپسی بہتر نہین ہے۔
مقدار دارائین وا ساطین کبار کہ ہمگی الا	
من شذ و ندر تصلب و تعصب در تسنن	
دارند گنجائش دارد۔ بہر حال بدون تحقیق وتحقق	
جعل وتدلیس مقام استرداد شقہ مذکور نیست کہ	
منافی تحقیق است۔ حررہ یوم اثنا العشر خلون	مورخہ ۱۱- ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ
من ثانی الربیعین ۱۲۷۰ھ	

معلوم نہین ہوتا کہ نتیجہ اس خط کتابت کا کیا ہوا۔ ظفر نے ایک فارسی کی مثنوی مرزا غالب سے لکھوائی اور اسکو اپنے تخلص سے شایع کیا، واجد علیشاہ پر یہ بھی ایک حملہ تھا آیندہ اُسکا ثبوت بھی ملجائیگا کہ یہ مثنوی مرزا غالب کی ہے،

(باقی)
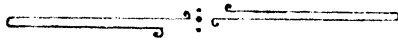
تلخیص و تبصرہ

Imperial Library

امپیریل لائبریری کلکتہ

سر چیپمین، لائبریرین کلکتہ امپریل لائبریری نے کلکتہ ریویو کے مارچ نمبر مین ہندوستان کے اس سب سے بڑے کتبخانہ پر ایک دلچسپ و پر معلومات مضمون تحریر کیا ہے، جسکے جستہ جستہ فقرات ناظرین معارف کے سامنے پیش کئے جاتے ہین:-

ہم انگریزون نے ہندوستان مین آکر جو کارنمایان انجام دیے ہین، انکی فہرست طویل ہے، اور ہماری قوم ان پر اگر فخر کرے تو بالکل بجا ہوگا، تاہم ہماری کوتاہیان اور فروگذاشتین بھی کچھ کم نہین، جنکا سبب خواہ یہ ہو کہ ادبیات مین ہمکو بہت زیادہ انہماک رہا، یا یہ ہو کہ ہماری تخئیل اتنی کمزور رہے کہ ان چیزون کی جانب کبھی ذہن ہی نہین منتقل ہوا۔

اس قسم کی کوتاہیون اور فروگذاشتون کی ایک نظیر یہ ہے کہ آج تک ہم ہندوستان مین ایک بھی کاپی رائٹ کتبخانہ قائم نہ کر سکے، اس اصطلاح سے وہ کتبخانہ مراد ہوتے ہین جو ملک کے تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ بلاقیمت پانے کے مجاز ہوتے ہین، برطانیہ مین اس قسم کے کتبخانے تعداد مین پانچ ہین: برٹش میوزیم (لندن)، بوڈلین لائبریری (آکسفرڈ)، یونیورسٹی لائبریری (کیمبرج) ایڈووکیٹس لائبریری (ایڈنبرا) اور ٹرنٹی کالج لائبریری (ڈبلن) برطانیہ و آئرلینڈ کے تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ ان کتبخانون کو مفت پہنچتا رہتا ہے، صرف مطبوعات ممالک غیر انہین خریدکرنا ہوتی ہین،

محل حیرت یہ ہے کہ اگرچہ خاص ہندوستان مین کوئی کاپی رائٹ کتبخانہ موجود نہین، تاہم ہندوستان کے باہر دو ایسے کتبخانے موجود ہین جنہین مطبوعات ہند کا ہر نسخہ مفت پہنچتا رہتا ہے، اور یہ برٹش

میوزیم اور انڈیا آفس کے کتبخانے ہین، جنہین ایکٹ مطابع و مطبوعات ۱۸۶۷؁ء کے مطابق تمام مطبوعات ہند نذر ہوتی رہتی ہین، اس قانون کے نفاذ کے وقت ہندوستان مین امپیریل لائبریری کا وجود نہ تہا، ورنہ ناممکن تہا کہ اسے یہ حق نہ پہنچتا، لیکن اب جبکہ اسکا وجود ہے کیا یہ توقع رکہنا بیجا ہوگا کہ مطبوعات ہند کا کل ذخیرہ اُن سمندر پار کتبخانون سے واپس ہوکر اُسکو ملنا چاہیئے -

لارڈ کرزن نے ایک مرتبہ بڑی ہمت کرکے کچھ کتابین امپیریل لائبریری کو تحفۃً دین اور یہ خواہش کی کہ اُنہین دار المطالعہ مین علحدہ رکہدیا جائے تاکہ بعد کے وایسرائے بھی اُسکی تقلید کرتے رہین لیکن ہمارے جمود و بے التفاتی کا یہ عالم ہے کہ اسکے بعد سے آج تک کسی وایسرائے نے اس قسم کی توجہ تو الگ رہی، لائبریری کو جہانکا تک نہین، صرف ایک گورنر بنگال، لارڈ کارمایکل نے ایکبار لائبریری کو اپنے قدوم سے مشرف کیا تہا، لیکن اسکے بعد اُنھون نے کبھی اس جانب رُخ نہ کیا، اور لائبریری کے لئے مالی امداد کی چیخ پکار پر مطلق التفات نہ فرمایا،

ہماری قوم کے متفرق افراد نے وقتاً فوقتاً توجہ کی، لیکن زیرہ سے کہین اُونٹ کا منہ بھرتا ہے پندرہ برس ہوئے ہری ناتہہ ڈے (ناظر دوم کتبخانہ) نے اسکے کاپی رائٹ قرار دیئے جانے کی تحریک کی تھی، ہنوز اسکا روز اول ہے، سال دو برس ہوئے مسٹر مان نے جو اسوقت قائم مقام ناظر کتبخانہ تھے، مجھے خوب لکہا کہ "سچ تو یہ ہے کسی کو بھی کتبخانہ سے دلچسپی نہین"

میرے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ہم انگریزون کی کوتاہی تو اس بارہ مین بالکل مسلم ہے لیکن اب ہندوستان مین دور جدید کا آغاز ہے، ہر شعبہ خود فرزندان ملک کے ہاتھ مین آتا جاتا ہے یہ ایک دماغی و روحانی ترقی کا سوال ہے، کیا ہندوستانی اس باب مین انگریزون پر سبقت نہ لیجاینگے؟

ماضی

اس لائبریری کی بنیاد لارڈ کرزن کی تحریک پر ۱۹۰۲؁ء مین پڑی، وہ برٹش میوزیم و انڈیا آفس

وغیرہ کی طرز کے بیسیون کتبخانے یورپ مین دیکھ چکے تھے، جنکی مدد سے فلسفہ، مذہب، تاریخ وغیرہ کے علمار مطالعہ و تحقیقات کا کام جاری رکھتے ہین، اسکی کوئی مثال، ہمین ہندوستان مین نظر نہ آئی، ایشیاٹک سوسائٹی وغیرہ کے جو کتبخانے تھے وہ قطع نظر مختصر ہونے کے صرف اپنے ارکان کے لئے محدود تھے۔

کلکتہ کے دو کتبخانے، ایک سکریٹریٹ لائبریری، دوسرے پبلک لائبریری، اس کام کیلئے موزون نظر آئے، دونون مین دس دس ہزار نسخون کا ذخیرہ موجود تھا، انہین کو یکجا کرکے سنہ ۱۹۰۲ء مین بیس ہزار کتابون کی تعداد سے مٹکاف ہال کی عمارت مین امپریل لائبریری وجود مین آگئی۔

اس بیس برس کے عرصہ مین جتنی فہرستین تیار ہوچکی ہین، اور جنکی مدد سے اضافہ کتب پر روشنی پڑسکتی ہے، اسکا حال تفصیل ذیل سے معلوم ہوگا:-

فہرست مصنفین مطبوعات السنۂ یورپ مع ضمیمۂ اخبارات دو جلد، سنہ ۱۹۱۴ء	۲۲۶۰۰
ضمیمۂ اول دو جلد سنہ ۱۸-۱۹۱۷ء	۲۰۰۰۰
فہرست مضمون وار دو جلد سنہ ۱-۱۹۰۸ء	۳۱۰۰۰
فہرست کتب سنسکرت	۲۶۰۰
فہرست کتب بنگالی	۴۹۰۰

غیر مرتب کتابون کی تفصیل یہ ہے:-

کتاب السنۂ مغربی	۲۰۰۰
مطبوعات متعلق بہ پارلیمنٹ	۱۰۰۰۰
مطبوعات سرکار ہند	۵۰۰۰۰
مطبوعات کانگرس ممالک متحدہ امریکہ	۸۰۰۰

مطبوعات زبان فارسی	تعداد نامعلوم
مطبوعات زبان اردو	"
سنسکرت قلمی نسخہ	۳۱۰

پڑھنے والے کے دل مین سوال پیدا ہوگا کہ اس لائبریری کی رکنیت کے شرائط کیا ہین؟ اور کوئی شخص اسکا کیونکر ممبر بن سکتا ہے، جواباً عرض ہے کہ آپ خود مدت سے اسکے ممبر ہین، جدید رکنیت کی حاجت نہین، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کا ہر شخص جسکی عمر ۱۸ سال سے زاید ہے، قانوناً اس کتبخانہ کا ممبر ہے، اور یہی نہین کہ اسکی عمارت کے اندر آکر کتابون سے مستفید ہو سکتا ہے، بلکہ جب اور جہان چاہے بے تکلف یہان سے کتابین منگا سکتا ہے۔

مستقبل

مستقبل مین ہماری شدید ضروریات دو ہین، سب سے بڑی ضرورت ایک جدید و وسیع عمارت کی ہے، کتبخانہ کا موجودہ مستقر مٹکاف ہال ہماری ضروریات کے لئے بہت ہی ناکافی ہے، اور اسکا امکان ہی نہین باقی رہا ہے کہ موجودہ ذخیرۂ کتب کی اسمین پوری طرح سمائی ہو سکے، اس سے بھی اہم تر وجہ جدید و وسیع عمارت کی یہ ہے کہ کتابون کا کاغذ گلتا چلا جا رہا ہے، اور کتابین دیکھتے دیکھتے فنا ہوتی جا رہی ہین، موجودہ عمارت مین اس مرض کا کوئی علاج ممکن نہین، اسکی تدبیر صرف یہی ہو سکتی ہے کہ جدید عمارت کو اس ڈھنگ سے بنایا جائے کہ مصنوعی ہوا کا اسمین برابر گذر ہوتا رہے، اور عمارت کے اندر موسمی حالت ایک خاص سطح پر مستقل کر دیجائے، لندن اور پیرس کے کتبخانون مین اسکا انتظام ہے، وہان کاغذ سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا ہے، بخلاف اسکے ہمارے کتبخانہ کی کتابین ایک ایک کرکے فنا ہوتی جا رہی ہین، بیسیون کتابین ایسی ہین جو الماری مین رکھے رکھے بغیر کسی قسم کا صدمہ اگر ند پہنچے، برادہ پارا کھہ ہوکر رہ گئی ہین،

دوسری ضرورت یہ ہے کہ اس کتبخانہ کو دہلی منتقل کرنے کی جو تجویز ہوئی ہے، اسے ہرگز نہ چلنے دیا جائے، مصارف کی زیرباری سے قطع نظر کرکے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اتنی بڑی لائبریری صرف اسی مقام پر قائم رہ سکتی ہے، جو بہت بڑا علمی مرکز ہو، برٹش میوزیم کا چیف لائبریرین ہروقت ہرعلم وفن کے ماہرین فن وعلماء سے گھرا رہتا ہے، جو اسے مختلف علمی ضروریات پر توجہ دلاتے، اور اپنے اپنے شعبہ سے متعلق مشورہ دیتے رہتے ہیں، یہ بات امپریل لائبریری کے ناظر اعلیٰ کو دہلی میں جھکڑ بہلا کیونکر حاصل ہوسکتی ہے، یہ نعمت تو صرف کلکتہ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور حیوانیات ارضیات وغیرہ کے ماہرین فن ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے، البتہ اس حیثیت سے کلکتہ کے بعد اگر کسی اور شہر کا نام لیا جاسکتا ہے تو وہ بمبئی ہے، باقی دہلی میں تو اسکی بالکل صلاحیت نہیں،

(کلکتہ ریویو)

آثار مصر

صحرائے مصر کے بہت سے حالات ابتک ہمارے لئے اسرار سربستہ ہیں، ۱۹۱۴ء میں جب سے لاہون کے مشہور خزانہ کا انکشاف ہوا، اسکے بعد سے آثار مصر کی تحقیقات کا سلسلہ پانچ برس تک ملتوی رہا، یہانتک کہ ۱۹۱۹ء کے موسم سرما میں جب حالات مساعد ہوگئے، تو پروفیسر پٹری اور انکے شاگردوں نے قاہرہ کے جنوب میں تحقیقات صحرا کا کام از سر نو شروع کیا، اور اسوقت سے یہ کام بڑی تیزی اور سرگرمی سے جاری ہے، تحقیقات کے ثمرات حال میں یونیورسٹی کالج لندن میں پیش کئے گئے تھے،

ان آثار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ مسئلہ حیات بعد الموت جسمیں ہم لوگ شک وتذبذب کررہے ہیں مصریوں کے ہاں ایک طے شدہ چیز تھی، اسکے عقاید اس باب میں جو کچھ تھے اسکو وہ تصویروں اور نقوش کے ذریعہ سے ظاہر کرتے رہتے تھے، اور آج یہ تصاویر و نقوش بہ کثرت دستیاب ہوگئے ہیں، مقبروں کی

دیوارون کی اندرونی سطح پر اور راستون مین جو کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے اُس مین اس قسم کا ذخیرہ بڑی تعداد مین ملا ہے،

مشہور قدیم شہر ہرکلیوپولیس کے گورستان مین تلاش وتحقیق بہت سودمند ثابت ہوئی ہے اور تابوتون اور مقبرون کی دیوارون پر جو کتبے ملے ہین، ان سے معلومات مین معتد بہ اضافہ ہوا ہے، تحقیقات کے یہ شعبے دشواریون سے لبریز تھے، اسلئے کہ مصر مین قبرستانون کے ساتھ دشمنی شروع سے چلی آتی ہے، لوگ قبرین کھود کھود کر مردون کی صورتین بگاڑ دیتے تھے، ڈاکو اور غارتگر طمع زر وجواہر مین آکر قبرین کھود ڈالتے تھے، اور بعض دفعہ خود گورکن یہ حرکت کرتے رہتے تھے، ایسی حالت مین ان مسخ شدہ آثار سے مفید معلومات اخذ کرنا پروفیسر پٹری اور ان کے رفقا ہی کا کام تھا،

سنہ ۲ء مین علماے اثریات کی یہ جماعت قاہرہ کے جنوبی صحرا مین خیمہ زن رہی، اسکے ماتحت عملہ مین تعداد کثیر خاص مصریون کی تھی، ان لوگون کے ساتھ کام کرنے کے تجربات نہایت خوشگوار ثابت ہوئے قدرے قلیل تنخواہ یا معاوضہ جو کچھ انکو دیا جاتا تھا، اُسے بہ مسرت تمام لے لیتے تھے، اور اس باب مین اسقدر دیانت دار و محتاط تھے کہ ایک مرتبہ ایک اتوار کو (جو یوم تعطیل تھا) ایک مصری مزدور اپنے گاؤن سے مسافت بعیدہ طے کرکے محض اسلئے پڑاؤ پر آیا کہ ایک روز پیشتر اُسے بقدر دو پنس (دو آنہ) کے جو مزدوری زاید مل گئی تھی اُسے واپس کردے۔

سطح زمین سے صرف ڈیڑھ فٹ کی گہرائی پر ایک نوجوان لڑکی کی نعش برآمد ہوئی، جو سنہ ۶۰۰۰ قبل مسیح (یعنی آج سے تقریباً آٹھ ہزار سال پیشتر) کی ہے، یہ نعش بالکل صحیح ومحفوظ حالت مین ہے، لڑکی اپنے سر کو بجاے تکیہ کے ایک ہاتھ پر رکھے ہوے ہے اور بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ حالت خواب مین ہے۔

نمائش مین منجملہ عام دلچسپی کی چیزون کے ایک کھیل کا تختہ ہے، اس کھیل کا نام بازی شصت خانہ ہے، اس تختہ مین ساٹھ خانے بنے ہوئے ہین، یہ کھیل شطرنج سے مشابہ ہے، پروفیسر پٹری اسکے اصول وقواعد دریافت کر رہے ہین، دو رنگین تابوت، ایک اندرونی ایک بیرونی بھی دریافت ہوئے ہین، جنکے رنگ اسقدر تازہ ہین کہ معلوم ہوتا ہے آج کے رنگے ہوئے ہین۔

اخبار علمیہ

ایک فرنچ پہلوان لون سائڈ نگرنالے نے حال مین اپنی ٹانگون کے اوپر ۲۴۰۰ پونڈ (۳۰ من) آٹے کا وزن اٹھاکر حیرت انگیز قوت بارکشی کا ثبوت دیا، یہ شخص زمین پر چت لیٹ گیا اور ٹانگین اوپر اٹھاکر سیدھی کھڑی کردین، ان پر آٹے کی بڑے بڑے وزنی بورے لادے جانے لگے تا آنکہ انکا وزن تیس من تک پہنچگیا، اس پہلوان کے عضلات اس خطرناک تجربہ کے وقت اگر ذرا بھی کمزوری دکھاتے تو اسکی موت یقینی تھی، (ماڈرن ریویو)

فرانس مین اسکے تجربات عرصہ سے ہو رہے تھے کہ مچھرون کو بمقابلہ انسان کے کن کن حیوانات کے خون سے زیادہ رغبت ہوتی ہے، اب ثابت ہوگیا کہ اُنہین سب سے زیادہ رغبت خرگوش کے خون سے ہوتی ہے، اسلئے فرانس مین اکثر گھرانون مین اب خرگوش پالنے کا رواج ہوچلا ہے، کہ مچھر اپنی توجہ بجاے انسان کے اسی کی طرف زیادہ رکھین گے۔ (ایضاً)

کلکتہ یونیورسٹی کمیشن نے اپنی رپورٹ مین تحریر کیا تھا کہ ہندوستان کے منارۂ تعلیم کا اوپری سرا بہت بھاری ہے، یعنی اعلیٰ تعلیم پر بمقابلہ ادنیٰ تعلیم کے بہت زیادہ توجہ کیجاتی ہے، اور اس سے نظام تعلیم کی ایک غیر طبعی حالت پیدا ہوجاتی ہے، ذیل کے دلچسپ اعداد اس تشخیص کی تائید کرینگے۔

نام ملک	تعداد آبادی فی صد جو ابتدائی مدارس مین زیر تعلیم ہے،
امریکہ	۱۹٫۸۷

انگلستان	۱۶،۵۲
جرمنی	۱۶،۳۰
فرانس	۱۳،۹۰
جاپان	۱۳،۰۷
سیلون	۸،۹۴
ہندوستان	۲،۳۸

یہ تناسب ابتدائی مدارس کے طلبہ کا تھا، اسکے مقابلہ مین ثانوی مدارس کے طلبہ کی تعداد دیکھنا چاہیئے،

ملک	تعداد آبادی فی صد جو ثانوی مدارس مین زیر تعلیم ہے،
امریکہ	۱،۵۰۲
انگلستان	۰،۶۲
جرمنی	۰،۹۸۸
فرانس	۰،۳۲
جاپان	۰،۳۵۴
ہندوستان	۰،۲۸۶

گویا اس باب مین ہندوستان دو متمدن ممالک جاپان و فرانس سے آگے ہے اور انگلستان کے قریب۔

اعلیٰ یا یونیورسٹی کی تعلیم کو دیکھا جائے تو یہ اعداد اور بھی زیادہ سبق آموز ثابت ہونگے:۔

جرمنی	۱،۰۹۳

انگلستان	۰٫۰۵۴
فرانس	۰٫۱۰۶
اٹلی	۰٫۰۶۳
امریکہ	۰٫۲۱۸
جاپان	۰٫۰۱۴
ہندوستان	۰٫۰۲۴

جوتناسب اس باب مین ہندوستان کو دیگر متمدن ممالک سے ہے، وہی صوبۂ متحدہ کو سارے ہندوستان سے حاصل ہے، ابتدائی تعلیم کے اعداد کل صوبون کے حسب ذیل ہین:-

مدراس	۴٫۰۸
بمبئی	۴٫۲۴
بنگال	۴٫۲۵
برہما	۴٫۷۳
آسام	۳٫۳۴
ممالک متوسط وبرار	۲٫۵۱
پنجاب	۲٫۴۴
بہار واڑیسہ	۲٫۴۰
صوبۂ سرحدی شمالی دمغرب	۲٫۲۰
صوبۂ متحدہ	۱٫۹۷ !!

لیکن اگر ثانوی و اعلیٰ تعلیم کے مجموعی اعداد کو پیش نظر رکھا جائے تو صوبۂ متحدہ کا مرتبہ بجائے سب سے آخر ہونے کے تیسرے نمبر پر اس صوبہ وار تعلیمی برادری مین دکھائی دیگا :-

بنگال	۱۲٫۰
پنجاب	۱۲٫۰
صوبۂ متحدہ	۱۰٫۰
بمبئی	۸٫۴
ممالک متوسط	۷٫۶
مدراس	۶٫۶
آسام	۶٫۶
بہار و اڑیسہ	۴٫۹
برہما	۶٫۰

ہر صوبہ مین اوسطاً ہر طالب العلم پر جو مصارف تعلیم پڑتے ہین اُن کا تخمینہ حسب ذیل ہے :-

	کالجی تعلیم	ابتدائی تعلیم
مدراس	۱۷۰٫۴ روپیہ	۹٫۴ روپیہ
بمبئی	۱۶۵٫۲ "	۹٫۳ "
بنگال	۱۰۲٫۱ "	۳٫۵ "
صوبۂ متحدہ	۲۳۶٫۴ "	۴٫۵ "
پنجاب	۱۵۸٫۳ "	۶٫۸

اسکے مقابلہ مین یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ فی ہزار آبادی پر محکمۂ تعلیم ہر صوبہ مین کسقدر خرچ کرتا ہے :-

مدراس	۵۵۰ روپیہ
بمبئی	۸۲۰ "
بنگال	۵۶۰ "
صوبۂ متحدہ	۲۳۰ "
پنجاب	۵۹۰ "

ماہرین فن کا بیان ہے کہ دنیا مین جسقدر زندہ اجسام کی انواع ہین، تخمیناً انکی پانچ گنی تعداد مین کیڑون کی انواع ہین، آج سے ستر سال پیشتر محققین کو کیڑون کی ۷۰۰۰۰ نوعون کا علم تھا، موجودہ تخمینہ کم از کم ۷۵۰۰۰۰ نوعون کا ہے، ۲۵۰۰۰۰ انواع تو صرف یورپ مین شمار مین آچکی ہین، اکثر انواع درختون اور نباتات مین رہتی ہین،

کئی سال ہوئے ایک نامور سائینٹسٹ نے چیونٹیون کی آبادی کا تخمینہ لگانا چاہا، اور اس غرض کے لئے اس نے پانچ سو رخانون (چیونٹی گھردن) کا انتخاب کرکے انکے باشندون کو زہریلی گیس سے ہلاک کردیا، اسکے بعد جولاشون کو شمار کیا تو پانچون گھردن سے علی الترتیب تعداد ذیل برآمد ہوئی :-

(۱) ۵۳۰۱۸، (۲) ۶۴۴۷۰، (۳) ۱۹۳۳۳، (۴) ۹۳۶۹۴، (۵) ۱۷۸۲۸ - ان مین غیر حاضر آبادی کا اگر بقدر دس ہزار کے اور اضافہ کردیا جائے تو میزان ایک لاکھ سے اوپر پہنچتی ہے،

دیکھئے ایک ایک بانبی کے اندر لاکھون کی تعداد مین رہتی ہین، مکھی کے ہر بڑے چھتہ مین ۶۰ ہزار کی آبادی ہوتی ہے -

(ڈیلی میل)

ایک ماہر امراض دماغی، ڈاکٹر ولیم براؤن نے لندن کے ایک دارالصحت (انسٹیٹیوٹ آف ہائیجین) کے سامنے لکچر دیتے ہوے بیان کیا کہ بعض ماہرین نفسیات کا یہ جو خیال قائم ہوگیا ہے کہ خواب ہمیشہ معنی خیز ہوتا ہے، اور کسی مخفی جذبۂ انسانی کی غمازی کرنے والا، یہ خیال واقعات کی رُو سے غلط ہے، بہ کثرت خواب ایسے ہوتے ہین، جنھین کسی گذشتہ کیفیت نفسی سے کوئی تعلق نہین ہوتا، بلکہ محض عضوی وجسمانی تغیرات کے معلول ہوتے ہین، اپنے دہ سالہ تجربات کی بنا پر ڈاکٹر براؤن نے وثوق کے ساتھ چند دلچسپ نظایر بھی پیش کئے، مثلاً

(۱) ایک مرتبہ ایک سوتے ہوئے شخص کے پیرون سے تیز گرم پانی کی بھری ہوئی بوتل مس کرائی گئی معاً اس شخص نے خواب دیکھا کہ وہ آتش فشان پہاڑ کی گرم خاکستر پر چل رہا ہے،

(۲) ایک اور سوتے ہوئے شخص کی پیشانی پر پانی چھڑکا گیا تو اس نے یہ خواب دیکھا کہ وہ اٹلی مین شراب پی رہا ہے،

(۳) ایک مریض کا ایک عزیز پردیس مین تھا جسکی خیریت نہ معلوم ہونے سے اسے تشویش رہتی تھی، ایک روز اس نے یہ خواب دیکھا کہ اس عزیز کا شکار ماہی کرتے ہوئے گر کر ٹخنہ اُکھڑ گیا ہے اور یہ شخص اسکے لئے کریچ کی تھیلی مین پانی بھر کرلئے جا رہا ہے، اسی خواب کی حالت مین یہ مریض اپنے تکیہ کو ہاتھ مین لیکر چل کھڑا ہوا۔

ریڈیم کی دریافت ۱۸۹۶ء مین ہوئی تھی، اس ۲۶ برس کے عرصہ مین اسکی کتنی مقدار پیدا ہوئی اور کہان صرف ہوئی؟ ان سوالات کے جوابات مین مشہور سائنٹسٹ سرارنسٹ ردرفورڈ (ڈائرکٹر کیونڈشی لیبوریٹری، کیمبرج یونیورسٹی) نے رایل انسٹیٹیوشن لندن کے سامنے ایک لکچر کے دوران مین بیان کیا کہ ابتک کُل چھ آونس ریڈیم دنیا بھر مین پیدا ہوسکا اور اسکی قیمت تقریباً ۴۰ لاکھ پونڈ

(چار کروڑ روپیہ) ہوئی، اس مقدار کا ایک معتد بہ حصہ ضروریات جنگ کے کام آیا، اور بیشتر حصہ ابتک مختلف اسپتالون مین زیر استعمال ہے۔

برطانیہ کی فلسفیانہ انجمنون، ارسطالین سوسائٹی، برٹش سایکالوجیکل سوسائٹی اور مائنڈ ایسوسی ایشن کا ایک مشترک جلسہ ۱۴ جولائی لغایت ۱۷ جولائی بمقام مانچسٹر منعقد ہونا قرار پایا ہے، جسکے مختلف اجلاسون مین مختلف مسایل فلسفہ ونفسیات پر بحث ہوگی، اور انگلستان کے نامور علماے فلسفہ شریک ہونگے۔ ایک عنوان یہ ہے: "کیا تاریخ اور سائنس علم انسانی کے مختلف صناف ہین"؟ اسپر جو مباحثہ ہوگا اسمین متعدد فضلا حصہ لین گے۔

بھاپ کو اگر سرخ دہکتے ہوئے انگارون کی گرمی پہنچائی جائے تو ہیڈروجن کی بڑی مقدار ارزان قیمت مین دستیاب ہوسکتی ہے، ایک نامور فرنچ سائنٹسٹ نے اسکا دعوی کیا ہے۔

(پاپولر سائنس)

سیارۂ مریخ گردش کرتے کرتے ۱۹۲۴ء مین کرۂ ارض کے اسقدر قریب آجائیگا کہ پھر ایک صدی تک اسقدر قربت نہ ہوسکیگی، اس حسن اتفاق سے فایدہ اٹھانے کے لئے پروفیسر ڈیوڈ ٹاڈ اور مسٹر پن ایلی پیکانی نے تجویز کیا ہے کہ جنوبی امریکہ کے ملک چلی مین ایک کان کو جواب بیکار ہوگئی ہے، بطور دوربین کے خول کے استعمال کیا جائے، اور اسپر آئینہ لگا کر اس سے دوربین کا کام لیا جائے، اس عظیم الشان دیوہیکل دوربین کا طول تین سو فٹ سے زاید اور عرض پچاس فٹ ہوگا، اور اسکی قوت سے مرئی اشیاء اپنے اصلی جسامت سے ۲ ½ کروڑ گنی بڑی دکہائی دینگی! اس لحاظ سے مریخ ۱۹۲۴ء مین ہمارے

کرہ ارض سے گویا ½ میل کے فاصلہ پر آجائیگا، اسوقت ہم پورے طور پر اسکی کیفیات وحالات کا مشاہدہ کرسکین گے، اور اسطرح ان اختلافات کا جو مریخ کی آبادی وغیرہ سے متعلق عرصہ سے چلے آرہے ہین کوئی قطعی فیصلہ ہوسکیگا -

(پاپولر سائنس)

پولینڈ کا ایک باشندہ رومن لیونڈ دسکی اچھا خاصہ تندرست شخص تھا، چندسال ہوئے وہ ایک گاڑی پر جارہا تھا کہ کسی شخص نے اُسپر ریوالور سے فیر کردیا، دو گولیان اسکے سر مین لگین اور دونون وہین رہ گئین، چند روز کے بعد اسکا دماغ بگڑنا شروع ہوا، اور دیوانگی کے آثار معلوم ہونے لگے، یہانتک کہ لوگون پر وہ قاتلانہ حملہ کرنے لگا، جیلخانہ بھیجا گیا، اور وہان سے چھوٹنے کے بعد پاگل خانہ، چار برس اسی حالت مین گذر گئے، بالآخر ایک ڈاکٹر نے اسکے اچھا کردینے کا بیڑہ اُٹھایا، اور پہلے اکس ریز کی مدد سے اسکا مشاہدہ کرکے کہ گولیان سر کے کس کس حصہ مین ہین، اسکے سر پر اپریشن کرکے جو گولی زیادہ نازک حصہ مین تھی اُسے نکال لیا، اسکے بعد سے وہ شخص اچھا ہوگیا، جنون و دیوانگی کے آثار تک نہ باقی رہے، اور اب وہ اچھے ہوش حواس والے آدمیون کی طرح رہتا سہتا ہی، اپریشن مین کل ۲۲ منٹ لگے، پہلے وہ بہت خطرناک معلوم ہوتا تھا، لیکن بالآخر ہر طرح کامیاب ثابت ہوا -

(ایضاً)

خلافت اور ہندوستان ۸ ر

ادبیات

خیالاتِ عزیز

جناب عزیز لکھنوی

جب سے ترا خیال ہم آغوش ہوگیا
مین خود ہی اپنے دل سے فراموش ہوگیا

تھی عشق مین حقیقتِ ہستی بس اسقدر
اک آہ بھر کے آتشِ خاموش ہوگیا

تھا اسکے قبل بزم مین ہنگامہ گرم کن
سمجھا مین رازِ دہر تو خاموش ہوگیا

جب سے خیالِ وعدہ وفائی ہوا اُسے
اس دن سے اور زود فراموش ہوگیا

تہمت یہ ہے سکوت کا الزام کس لئے
خاموش کر دیا ہے کہ خاموش ہوگیا

اک بیکسی سی چہرۂ صبحِ وطن پہ تھی
یہ رنگ دیکھکر مین کفن پوش ہوگیا

رختِ کثیف جسم بہت بار تھا مجھے
احسان اجل کا آج سبکدوش ہوگیا

اب تم ہو اور تجلیٔ برقِ نگاہ ہے
ہشیار اہل بزم مین بیہوش ہوگیا

طغیان ناز نے مجھے طوفان بنا دیا
ہر قطرہ خون کا ہمہ تن جوش ہوگیا

صرف امتحان اہل حقیقت کے واسطے
وہ پردۂ مجاز مین روپوش ہوگیا

کچھ اور بڑھ گئے مری عصیان کے حوصلے
تو نے غضب کیا کہ خطا پوش ہوگیا

بجلی چمک رہی تھی یہ تمہید امتحان
پردہ سرک رہا تھا کہ بیہوش ہوگیا

کیا دیکھتا ہون کون یہ بیٹھا ہے میرے پاس
مین اپنے ہوش مین ہون کہ بیہوش ہوگیا

کہتا بہت کچھ اہل سخن سے ابھی عزیز
مجلس کا رنگ دیکھ کے خاموش ہوگیا

غزل

حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب طاہر

ہائے کیا چیز چاہ ہوتی ہے
ہر نگہ ایک آہ ہوتی ہے

شوخیوں سے ہی اضطراب عیان
دل کو خود دل سے راہ ہوتی ہے

مذہب عشق مین ہے شرک خودی
آرزو بھی گناہ ہوتی ہے

کچھ نہ تھی دور منزلِ مقصود
بیخودی سدِ راہ ہوتی ہے

پائمالِ نگاہ ناز ہے دل
کیسی بستی تباہ ہوتی ہے

ہر قدم پر رہِ محبت مین
عقل بھی سنگِ راہ ہوتی ہے

جلوہ افروزیِ جہانِ وجود
اک فریبِ نگاہ ہوتی ہے

عشق مین بھی کبھی ہوس مل کر
سبب اشتباہ ہوتی ہے

جس سے کھلتے ہین رازہائے خفی
وہ تو صرف اک نگاہ ہوتی ہے

شرط ہمت ہے عشق مین طاہر
یاس بھی گاہ گاہ ہوتی ہے

(۲)

جلوۂ رخ سے یہ دل ایسا پریخانہ بنے
ہر جگہ رونقِ محفل مرا افسانہ بنے

بزم افروز اگر جلوۂ جانانہ بنے
شعلہ اڑ اڑ کے ہر اک شمع سے پروانہ بنے

اثر انداز اگر نرگس مستانہ بنے
ایک گھر بھی نہ ہوا ایسا جو نہ میخانہ بنے

گرد کھائے مری وارفتگیٔ عشق، اثر
ہو جنون عقل کو اور ہوش بھی دیوانہ بنے

گر بنا دست ہوس شوق رسائی معلوم
دست مشاطہ بنے زلفون کا یا شانہ بنے

وہی کامل ہے جو سالک بھی ہو مجذوب بھی ہو
کہیں فرزانہ ہے اور کہیں دیوانہ ہے

دل پر اور قبضہ بتوں کا ہو خدا کی قدرت
اے تری شان کہ یوں کعبہ صنمخانہ ہے

تھا اسی دل میں کبھی شہر تمنا آباد
بددعا کس نے یہ دی تھی کہ یہ ویرانہ ہے

نہ بنے لالہ جو ہے داغ دلِ فصلِ بہار
چمن دہر میں اک سبزہ بیگانہ ہے

مے پرستی ہے ازل سے دل نازک کی سرشت
یہ وہ شیشہ ہے جو ٹوٹے بھی تو پیمانہ ہے

عقل ہے باعثِ تکلیف و مصائب طاہر
آدمی کس لئے پھر عاقل و فرزانہ ہے

حقیقتِ عریان

جناب سجاد انصاری بی اے ال ال بی

تیری رسوائی کا باعث ہے ترا ذوقِ نمود
نگہ شوق ترے حسن کی غماز نہ تھی

تجھکو بے پردہ کیا جلوہ فروشی نے تری
ورنہ یاں کوئی نگہ پردہ درِ راز نہ تھی

خود ترے حسن میں تھا ذوق تجلی مضمر
حیلہ جو کیا ترے انکار کی آواز نہ تھی؟

تجھپہ کچھ فرض نہ تھا پاس صدای ارنی
لبِ موسیٰ میں کوئی شوخی اعجاز نہ تھی

تجھکو معلوم بھی تھا طور نوازی کا مآل
نگہ حسن تری بے خبرِ راز نہ تھی

پھر ہے کیوں موردِ الزام تمنائے کلیم
کیا تجلی تری خود شعبدہ پرداز نہ تھی

لن ترانی بھی بس اک حسن کا افسانہ ہے
جو اُسے راز سمجھتا ہے وہ دیوانہ ہے

باب التقریظ والانتقاد

سلسلۂ حق

شمس العلما جناب مولوی حافظ سید محب الحق صاحب نقشبندی عظیم آبادی اُن بزرگون مین ہین جو قدیم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود جدید مذاق اور مسائل سے پورے طور پر آگاہ ہین، انکے قلم سے گو متعدد تصنیفین اردو مین نکل چکی ہین، مگر یہ سلسلہ حقیقت مین انکی زندگی کا ماحصل ہے اور وہ پندرہ بیس برس سے مسلسل قرآن مجید پر غور و فکر مین مصروف ہین، اور اپنے فکر و تعمق سے عجیب عجیب موتی اس بحر بیکران سے نکالے ہین، ان کا اصول یہ ہے کہ حسبنا کتاب اللہ ہمکو صرف قران کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہین، تاہم انکو غلطی سے آپ پنجاب کے فرقۂ اہل القرآن کا نمایندہ تصور نہ کیجئے، حافظ صاحب موصوف نے اس سلسلہ مین حسب ذیل تین کتابین لکھی ہین،

دعوۃ الحق: اس کتاب مین مصنف نے عقل و نقل کی باہمی معرکہ آرائی کے انسداد کے لئے شرائط صلح پیش کئے ہین،

موجودہ دور مادیت مین اگرچہ سائنس کی ترقی نے دنیا کا ذرہ ذرہ بدل دیا، اور نظام عالم کو نئے آب و رنگ سے پیش کر دیا، تاہم اس نے دنیا کے نظام اخلاق پر کوئی مفید اثر نہین ڈالا بلکہ جہانتک مشاہدہ مین آیا ہے سائنس نے تشکیک و تذبذب کی تخم ریزی کی ہے، جس سے مذہب و اخلاق کا شیرازہ منتشر ہو گیا ہے، چنانچہ ہر شخص مضطربانہ قانون خداوندی پر اعتراض کرتا ہے۔ نقل سے عقل کو ٹکراتا ہے، اور فضائل اخلاق کی جو صورتین مذاہب نے بیان کی ہین، اُن پر قانع نہین رہنا چاہتا سائنس اسکے شکوک کا کوئی جواب نہین دیتی، کیونکہ اسکا دائرہ مذہب کے دائرہ سے جداگانہ ہے،

وہ صرف یہ بتلا سکتی ہے کہ آفتاب کیون ہے؟ لیکن آفتاب کیا ہے؟ اسکا جواب اسکی دسترس سے باہر ہے، کیونکہ یہ حقیقت اور ماہیت کا سوال ہے جسکے حل کرنے کی طرف سے اُس نے اپنی آنکھین بند کرلی ہین)

اس بنا پر اس عقلی ضلالت کو دور کرنے کے لئے اس سے کسی روشنی کی توقع کرنا فضول ہے، اسکو صرف وہ ضیاے حق دور کرسکتی ہے جو تیرہ سوبرس پیشتر آسمانون سے اتاری گئی تھی اور جس نے دفعتہً ریگستان عرب کو بقعۂ نور بنا دیا تھا، لیکن اہل عرب اور موجودہ متشککین کی ضلالت مین فرق ہے، وہ جہالت کی ضلالت تھی اور یہ عقل کی ضلالت ہے، اُسکے لئے زیادہ تیز روشنی کی ضرورت ہے، جو دفعتہً آنکھون مین چکاچوند ڈالدے، اس بنا پر مصنف نے اسلام کی حقانیت، توحید باری، قرآن کی صداقت، اور نبوت و رسالت وغیرہ مباحث کو اسطرح بیان کیا ہے کہ متشککین مذہب کے قلوب مین اس سے سکینت اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اگرچہ ہم حافظ صاحب کے پیش کردہ دلائل کو منطقیانہ اور فلسفیانہ نہین کہہ سکتے، تاہم ان سے عقل خردہ گیر کی بیراہ روی بلکہ عجز و قصور کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے، یہ چیز غالبًا اکثر ناظرین کو کھٹکیگی کہ عقل و نقل کی "جنگ عظیم" کی مصالحت کی راہ مین عقل کی بجائے جذبات سے اپیل کرنے کی کوشش کیگئی ہے،

شرعتہ الحق: اس کتاب مین مصنف نے اپنے اصول کو ممہد کیا ہے، اور اسلام کے عام اصول مسائل عبادات و معاملات کو کتاب اللہ سے مستخرج کیا ہے، مصنف کا بیان ہے کہ اسلام ایک صاف اور سادہ مذہب تھا جسمین بحث آرائیون کی مطلق گنجائش نہ تھی، لیکن باین ہمہ مسلمانون مین مذہبی اختلاف پیدا ہوا، اسکا سبب یہ ہے کہ مسلمانون نے احکام مذہبی کے تین ماخذ قرار دے لئے ہین، قرآن، حدیث اور فقہ، سب سے پہلے انکی نظر قرآن پر پڑتی ہے، اگر وہ مسئلہ اسمین موجود نہین ہوتا تو حدیث تلاش کرتے ہین، اور اسمین بھی ناکامی ہو تو فقہ کا نمبر آتا ہے، لیکن درحقیقت

قرآن مجید کے علاوہ ہمکو کسی اور ماخذ کی ضرورت نہین ہے، وہ ایک مفصل اور واضح کتاب ہے، اور اسمین ہمارے لئے ہر قسم کی ہدایتین موجود ہین، اسلئے صرف اسی کو ماخذ ہونا چاہیئے، البتہ حدیث و فقہ کے ذریعہ سے اسکی توضیح و تشریح کیجا سکتی ہے، لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حدیث و فقہ ظنی الثبوت اور اختلافات کا اصلی سرچشمہ ہین تو انکی شارحانہ حیثیت تسلیم کرنے مین بھی تامل واقع ہوتا ہے، قرآن کی شرح نہایت قطعی ہونی چاہیئے جسمین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہو، ایسی چیز صرف عمل متواتر ہے جو قرآن مجید کے بعد قطعیت اور استناد کا درجہ رکھتا ہے،

عمل متواتر سے مراد وہ اعمال مذہبی ہین جو رسول اللہ صلعم اور صحابۂ کرام کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک علی الاتصال باقی ہین، اور جنمین امتداد زمانہ کی بدولت کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوا ہے، ظاہر ہے کہ قطعیت کے لحاظ سے ان کا درجہ احادیث اور فقہ سے بہت زیادہ بلند ہے، حدیث صحت روایت، صحت راوی، اور درایت کی محتاج ہوتی ہے، اور عمل متواتر صرف بداہت کا، اور بداہت اور غیر بداہت مین جو فرق ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہین، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے اصولی مسائل جنکو ہم حدیث سے ماخوذ سمجھتے ہین، مصنف کی تعلیم یہ ہے کہ ہم انکو صحابہ اور انکے بعد سے آج تک مسلمانون کے عمل متواتر سے ماخوذ سمجھین، نماز کا طریقۂ مخصوص، تعداد رکعات اور بہت سی باتین جو قرآن مین بہ تصریح مذکور نہین، گو مصنف نے انکو بھی ڈہونڈھ کر نکالا ہے تاہم وہ ان کا مبنیٰ اسلام کے عمل متواتر کو قرار دیتے ہین،

یہ خیال مصنف کی کوئی بدعت نہین ہے بلکہ ائمہ اسلام مین امام مالک نے بھی عمل متواتر کو احکام اسلامی کا ماخذ قرار دیا ہے، اور اسی اصول کو پیش نظر رکھکر موطا مرتب کی ہے جسکی سطر سطر سے اہل مدینہ کا عمل واضح طور پر نمایان ہوتا ہے، البتہ مصنف نے اس اصول کو بطور ایک نظریہ کے پیش کیا ہے، اور متعدد عنوانات کے ذریعہ سے اسکی توضیح و تشریح کی ہے، ان کے نزدیک اصل ماخذ قرآن مجید ہے،

عمل متواتر سے اُسکی تشریح ہوتی ہے، اور احادیث تشریع یا وضع قانون کا نہین بلکہ تاریخ مذہب کا درجہ رکھتی ہین، بہرحال ہمکو اعتراف کرنا چاہیئے کہ مصنف نے اس راہ مین نہایت جانکاہی کی ہے، اور اس سے آگے کے لئے غور و فکر کا راستہ پیدا ہوتا ہے،

منہاج الحق: عام خیال یہ ہے کہ قرآن مجید ایک دنیاوی قانون ہے جسکو صرف ظاہری احکام سے تعلق ہے، اور تصوف اخروی قانون ہے جو روح پر جاری ہوتا ہے، لیکن اگر یہ دیکھا جائے کہ تصوف کیا چیز ہے؟ اور اُسکی غرض وغایت کیا ہے؟ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ راے نہایت سطحی اور عجلت مین قائم کرلیگئی ہے، شریعت اور حقیقت مرادف الفاظ ہین، لیکن شریعت پر روحانیت کے ساتھ عمل کرنا بغیر تزکیۂ قلب کے نہین ہوسکتا، اور یہی چیز جان تصوف ہے، اس بنا پر مصنف نے اس کتاب مین قرآن مجید کی روحانیت یعنی قرآنی تصوف کو پیش کیا ہے، ابتدا مین تصوف کی تاریخ، تعریف، صوفیہ کے طبقات اور اُن کے خصائص، اور عقاید غلاف قرآن کا تذکرہ کیا ہے، پھر تصوف قرآنی کا حصہ شروع ہوا ہے، جسمین اصول اخلاق، ایمان عمل، حقوق، دنیا، واعظین اخلاق، موعظت، طالب، امام ربانی، رشد و ارشاد، صفات مرشد، فرائض مرشد، پیری و مریدی، بیعت، امراض باطنی، امراض قلبی، امراض نفسی، استغفار و توبہ، انابت و معالجہ، ذکر، ضرب، پاس انفاس، فکر فی الآفاق و فی الانفس، پاس حواس، مراقبہ، لطائف، انشراح صدر، محاسبہ، اعتکاف، کشش، گردش، روش، اتقار، مقامات، غرض تمام عنوانات کو قرآن مجید سے تحریر کیا ہے، جس سے یہ خیال بداہۃً غلط ہوجاتا ہے کہ تصوف ایران یا ہندوستان کی پیداوار ہے، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کا دوسرا نام ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے، اور نہایت جامع، مبسوط اور مستند ہے، اُسکے پڑھنے سے موجودہ تصوف مین جو بدعات شامل ہوگئے ہین اُن کا علم ہوتا ہے اور تصوف قدیم اپنی اصلی صورت مین نگاہون کے سامنے آجاتا ہے،

تینون کتابون کی قیمتین حسب ذیل ہین، دعوت الحق ۱۲؍، شرعۃ الحق ۳؍، منہاج الحق ۳؍، پتہ: حافظ محب الحق صاحب، مرادپور، پٹنہ،

مطبوعات جدیدہ

قلب ماہیت۔ بمبئی کے شیخ احمد بن محمد شبلی (سکریٹری سلطان مسقط) نے علامۂ فرید وجدی کے ایک مضمون کا اُردو زبان مین ترجمہ کیا ہے، جسمین مغیرہ بن علقمہ اور فرید وجدی مین خلافت اسلامیہ کی موجودہ حالت اور عرب کی ترقی وزوال پر مکالمہ ہوا ہے، مغیرہ خلافت فاروقی مین عمرو بن عاص کی فوج کے سپاہی تھے، اسلئے انکی زبان سے زمانۂ خلافت کے واقعات کا ادا ہونا، پھر ان کا تیرہ سو سال کے بعد اصحاب کہف کی طرح زندہ ہوکر موجودہ تنزل کو دیکھنا اور اُسکے اسباب بتلانا ایک ایسی ناطق تاریخ ہے جو ہماری خاموش تاریخون سے بدرجہا زیادہ موثر ثابت ہوسکتی ہے، قیمت ۴ر پتہ:- یتیم خانہ اسلامیہ کھڑک بمبئی نمبر ۳،

المکتوب: مولانا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی کا ایک خط جسمین بہار، کرناٹک، مدراس، بنگلور، میسور، بمبئی، کراچی کے حالات، وہان کے مسلمانون کی کیفیت، سلطان ٹیپو کے مقبرے اور محراب لرزان کی تاریخ، بہار اور بلگام کانفرنس کی تقریرین درج ہین، مولانا کا طرز بیان رسالہ کی مقبول عام ہونے کے لئے کافی ہے، قیمت ۸ر پتہ: قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ میرٹھ،

دفع التلبیسات: حضرت مولانا سید محمد علی صاحب رحمانی (سابق ناظم ندوۃ العلما) ہمارے ان بزرگون مین ہین جنکا وجود ہمارے لئے سایۂ رحمت ہے، آج سے پچیس تیس برس پیشتر عیسائی مشنریون کی تبلیغ کا جو زور شور تھا، اس زور شور کو جن اکابر امت کی قلم نے توڑا، ان مین ممدوح کا نام خاص شہرت رکھتا ہے، یہ کتاب انہی کے قلم سے پادری عماد الدین کے رسالہ تقلیعات کے جواب مین لکھی ہے، جسمین آنحضرت صلعم کی نبوت کو بدلائل ثابت کیا ہے اور اناجیل مروجہ کو مشتبہ

اور غیر الہامی ٹھرایا ہے، قیمت پتہ: مطبع رحمانیہ مونگیر،

ترانۂ حجازی: یہ رسالہ نغمۂ طنبوری مصنفہ پادری عماد الدین کے جواب مین مولانائے موصوف نے تحریر فرمایا ہے، اسمین نجات، شفاعت، مقام محمود، عصمت انبیا، جہاد قرآن مجید کی تعلیمات اور اسکے تورات و انجیل سے ماخوذ ہونے پر مباحث لکھے ہین، قیمت ۲ر

البیان الکامل: ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن مڈیکل کالج لکھنؤ نے جو انکسریزی کے ماہر ہین، اس کتاب مین دق اور سل کی تحقیق کی ہے، دق کی تاریخ، اسکے اسباب و علامات، اس سے محفوظ رہنے کے طریقے اور اسکا علاج بتلایا ہے، ہماری زبان کے طبی تصنیفات مین یقیناً ایک نیا اضافہ ہے، اور اسلئے قابل قدر ہے، اصطلاحات کے وضع کرنے مین خاص کوشش کیگئی ہے لیکن باین ہمہ متعدد مقامات مین ناکامی ہوئی ہے اور بعض جگہ نہایت بھدے اور ثقیل الفاظ استعمال کردیے گئے ہین، عربی کے بڑے بڑے الفاظ بھی بولے گئے ہین، جو زبان کی سلاست اور عام اردو دانون کے فہم مطالب کتاب مین خلل انداز ہوتے ہین، ایک طب کی کتاب مین مسیح موعود کا ذکر بظاہر وہم و قیاس سے بہت برتر چیز ہے، لیکن ڈاکٹر صاحب کے جوش عقیدت نے تبلیغ مذہب کا فرض یہان بھی محسوس کیا ہے، اور اپنے طبیب روحانی کا تذکرہ ہوشیاری کے ساتھ کر گئے ہین، قیمت ۱۴ر، ڈاکٹر صاحب سے ملیگی،

اپر پرائمری ریڈر: ورناکیولر اور انگریزی اسکولون کی تیسری اور چوتھی جماعتون کے لئے قاضی عبد الرحمن صاحب جرأت سکنڈ مولوی جارج ہائی اسکول اعظم گڈہ نے یہ کتاب مرتب کی ہے نظم، اخلاقی قصون، اور لطائف کے ذریعہ سے کتاب کو دلچسپ بنایا گیا ہے، متعدد اسباق نئے لکھے گئے ہین جو قدیم کورس مین موجود نہ تھے، اور مضامین مین جدید طریقۂ تعلیم کی عملی طور پر پابندی کیگئی ہے، قیمت ۸ر مصنف سے ملیگی،

ماہوار رسالہ: انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک ماہوار رسالہ مدت سے جاری تھا، اسمین عموماً انجمن کا حساب آمد و خرچ، اور بعض ورمعمولی مضامین شایع ہوتے رہتے تھے، اب نئے سال سے اس رسالہ کو کارآمد بنانے کا خیال پیدا ہوا ہے، چنانچہ جنوری اور فروری نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہین جنمین ملاحدۂ عجم، سیاسی انقلابات کا اثر ادبیاتِ ایران پر، اچھے مضامین ہین، انجمن کے کارکن حُسن سیرت کے ساتھ اگر حُسن صورت کی طرف بھی متوجہ ہون تو شاید بُرا نہو،

مجموعۂ مضامین: انجمن اسلامیہ حیدرآباد دکن نے اپنے ممبرون کے چند مضامین جو سیرت نبوی، ضرورتِ بعثت، تجرد و ازدواج وغیرہ پر تھے، ایک مجموعہ کی شکل مین طبع کرائے ہین، قیمت ۸ر پتہ: معتمد انجمن اسلامیہ بیت المعذورین ڈھول پیٹھ حیدرآباد دکن،

ٹیچر: اسم باسمیٰ رسالہ ہے، یعنی یہ انگریزون کے مشرقی زبانون کے پڑھانے والے معلّمین جنکو عموماً منشی کہتے ہین کا مرکزی ارگن ہے، اسمین اس جاعت کے مصالح و فواید پر مضامین ہوتے ہین اور انگریزی سے اُردو اور اردو سے انگریزی مین ترجمہ کرنے کی مشق کے ساتھ ساتھ منشی صاحبان کے لئے ان کے پیشہ کے متعلق مفید ہدایات و معلومات بہم پہنچاتا ہے، محمد اکبر خان صاحب حیدری اسکے ایڈیٹر ہین، اور دہلی سے شایع ہوتا ہے، قیمت

نقاش: بدایون سے جناب یوسف عزیز صاحب کی ادارت مین ایک ادبی رسالہ جاری ہوا ہے، لکھائی چھپائی اچھی ہے، مضامین بھی خاصے ہین، غزلیات کا حصہ بھی کافی ہے، قیمت سالانہ چار روپیہ،

مجلد نہم | ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۲۲ء | عدد پنجم

مضامین

مطبوعات جدیدہ

شذرات

دار المصنفین کی خوش قسمتیون اور سعادتون مین سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسکے وجود کی ضرورت اور اسکے کامون کی اہمیت ملک کے سب سے بڑے فرمانروا کے ذہن نشین کردی ہے، ہز اگزالٹڈ ہائنس حضور نظام خلد اللہ تعالی ملکہ کو دار المصنفین کی طرف ایک خاص توجہ ہے، دار المصنفین کی اکثر تصنیفات ملاحظہ فرمایا کرتے ہین، وہ جانتے ہین کہ ملک و ملت کی حقیقی زندگی کے لئے اس قسم کی درسگاہون اور کارگاہون کی کتنی ضرورت ہے، دار المصنفین کے آغاز وجود سے اسکو تین سو ماہوار کا وظیفہ سرکار نظام سے ملتا ہے، درمیان مین مزید قدر دانی سے اسکو دو برس کے لئے پانچ سو ماہوار تک پہنچا دیا گیا انقضاے مدت کے بعد مزید رقم بند ہوگئی، اب حضور نے ہماری تحریک کے بغیر ازخود دوسو کی یہ مزید رقم دو برس کے لئے اور منظور فرمائی ہے۔
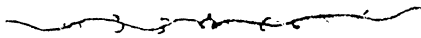
ہماری بزم دوشین کی آخری شمع حیدرآباد دکن مین نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے قالب مین روشن ہے، نواب صاحب ممدوح کو باین ہمہ کبرسنی، ضعف البصارت اور امراض پیری علم و فن کی خدمتگذاری کا جو شوق و ذوق ہے وہ ابتک جوان سال اور تازہ ہے، آپ نے دار المصنفین کی ضرورت کو اسوقت محسوس کیا جبکہ دار المصنفین کی بنیاد کی ایک اینٹ بھی

زمین پر نہین رکھی گئی تھی اور اسوقت سے اتبک برابر مالی اور علمی ہر قسم کی اعانت سے وہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہین، اپنے ایک آخری والانامہ مورخہ ۲۰- رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مین ارقام فرماتے ہین،

آپ کے دارالمصنفین کو کسی سند کی ضرورت نہین..... دارالمصنفین ایسا کام انجام دے رہا ہے جو آج تک ہندوستان مین کبھی شروع تک نہین ہوا، خود معارف اس کا بین ثبوت ہے،

طاؤس را بہ نقش و نگار سے کہ ہست خلق تحسین کنند او خجل از پاے زشت خویش

اس سلسلہ مین ہمکو ایک بات اور یاد آگئی، نومبر ۲۱ء کے معارف مین رسایل عمادالملک پر ایک تبصرہ شایع ہوا تھا، اسکے ضمن مین نواب صاحب کے متعلق تمہیداً چند واقعات بھی لکھے گئے تھے، موصوف نے اپنے شرفنامہ مورخہ ۱۵- دسمبر ۲۱ء مین انکی تصحیح فرمائی تھی جو افسوس کہ بروقت شایع نہ ہوسکی، آپکا "مضمون وضع مصطلحات اردو" ۱۸۷۰ء کے لکھنؤ ٹائمس مین بدفعات شایع ہوا تھا اور مکمل ہونے کے بعد اسکو علحدہ رسالہ کی صورت مین چھپوایا گیا، معارف مین تھا کہ "یہ مضمون آج سے ۱۶، ۱۷ برس پہلے لکھا گیا تھا" حالانکہ یہ آج سے پچاس برس پہلے لکھا گیا تھا، اسیطرح معارف مین تھا کہ "اٹھارہ بیس سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تعلیم حاصل کی" نواب صاحب لکھتے ہین کہ "عربی کے بعد مین نے انگریزی تعلیم چودھوین برس شروع کرکے کل آٹھ سال مین بی، اے تک ختم کردی تھی اور اسطرح ۲۲ سال مین اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کرچکا تھا" اب آج ممدوح کی عمر ۷۲ برس مین ہے، تاہم ذوق علم کا وہی حال ہے، ۱۲ رمضان ۱۳۴۰ھ کے والانامہ مین کتاب العمدۃ فی الجراحات کی ہم سے فرمائش کرتے ہوئے بحسرت ارقام فرماتے ہین،

"میری حالت بہت زار ہے، آنکھون مین بصارت ضعیف ہے، اور پاؤن کے درد کے مارے چل پھر نہین سکتا، کتاب مینی بردے نام رہ گئی ہے، سن کا مقتضا بھی یہی ہے، میراسن اب اسی برس کا ہے، ع دانم کہ چند رفت و ندانم کہ چند ماند"

وہ لوگ جو اتبک ہر چیز کے جواب مین "آیات محکمات" کی طرح "سرسید کی پالیسی، سرسید کی پالیسی" چلاتے رہتے ہین وہ یا تو سرسید کو غلط سمجھتے ہین یا خود اپنے آپکو دہوکا دیتے ہین، یا قوم و ملک کو، ہماری جماعت مین بفضل خدا اب بھی ایک بزرگ ایسا موجود ہے جو سرسید کی تمام جد وجہد مین اسکا دست و بازو تہا اور جس سے سرسید کے آراء و افکار کا کوئی راز پوشیدہ نہ تہا، یعنی نواب عماد الملک! معارف نے اپنے تبصرہ مین نواب صاحب کے اس طویل خط کا ذکر کیا تہا جو ممدوح نے سرسید کے نام انکی سیاسی روش کی تائید مین لکھا تہا، اس تبصرہ مین موجودہ حیرت انگیز انقلاب کیطرف بھی اشارہ کیا گیا تہا، نواب صاحب اسکے متعلق فرماتے ہین،

"خط موسومہ سرسید مرحوم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکہا ہے اسکے متعلق مین صرف یہ کہونگا کہ اگر آج سرسید مرحوم زندہ ہوتے تو آپ خود اُنکے خیالات مین بھی عبرت انگیز انقلاب پاتے"۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ،

دار المصنفین نے امام ابومسلم اصفہانی کی گم شدہ تفسیر کے جو اقتباسات امام رازی کی تفسیر سے یکجا کرائے تھے، اور ایک مدت سے وہ ٹائپ مین زیر طبع تھے، وہ اب چھپکر شائع ہوگئے، ۱۸۰ صفحات مین یہ اقتباسات ختم ہوئے ہین، سورتون کی ترتیب پر انکی ترتیب ہے، اہل علم عربی دان اصحاب اور علماء سے اُمید ہے کہ اسکی قدر فرمائینگے، اگر یہ کام یورپ مین

ہوا ہوتا تو اسکی قدر شناسی کا اندازہ ہو سکتا تھا، قیمت ۶ر

افسوس ہے کہ قوم کے کارکن طبقہ نے موالات کی پاداش مین مسلم یونیورسٹی کی طرف سے قطع نظر کرلی ہے، اور اسکو کالعدم تصور کرلیا ہے، لیکن ہمارے تصور سے وہ کالعدم تو ہو نہین سکتی، ہان یہ البتہ ہوا ہے کہ مسلمانون کے چہل سالہ جد و جہد کا حاصل چند قوم و مذہب سے بے نیاز ہاتھون مین ہے، وہ اس سرمایہ کو جسطرح چاہتے ہین تلف کر رہے ہین، ہمکو تو یہ نظر آتا ہے کہ تعلیمی حیثیت سے وہ اعلیٰ مسلمان سرکاری عہدہ دارون کے لڑکون کا ایک تفریحگاہ اور انتظامی و مالی حیثیت سے چند مستبد ہستیون کی ذاتی جائداد بنجائیگی، اس نظارہ پر تارکین موالات کے ساتھ موالاتیون کو بھی اشک حسرت بہانا چاہیئے، اس جماعت مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان سے ہم بجا توقع رکھتے ہین کہ وہ سرسید و محسن الملک و وقار الملک کی اس متروکہ جائداد کی نہین تو کم ازکم وہ اپنی ہی زندگی کے اس بہترین کارنامہ کی بقا و حفاظت کا فرض انجام دین، ہماری مخلصانہ صلاح ہے کہ صاحبزادہ صاحب قوم سے بہت روٹھ چکے، دیس چھوڑ کر سالہا سال کے لئے بدیس نکل گئے، اور بن باس رہے، اب انکو دیس آنا چاہیئے، اور اجودھیا کی اس گدی کو سنبھالنا چاہیئے، آخر یہ راون شاہی کب تک قائم رہیگی؟

ایک صاحب نے شکایت کی کہ تارکین موالات کا یہ گناہ کبھی نہین بخشا جاسکتا کہ انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑ ڈالا، مین نے کہا کہ مین آپکو وہ جواب دینا چاہتا ہون جو کسی اور نے نہین دیا ہوگا، انھون نے مسلم یونیورسٹی کو توڑنا تو چاہا مگر وہ ٹوٹ کیون گئی؟ انھون نے تو ہندو یونیورسٹی کو بھی توڑنا چاہا مگر وہ ٹوٹ نہ سکی، کیونکہ وہان ایک مالوی موجود تھا، اگر کوئی مالوی آپکے

ہان بھی ہوتا تو وہ نہ ٹوٹتی، افسوس ہے کہ جہان ہم سچے "مومن" نہین، وہان "صحیح مشرک" بھی نہین،

ع یک کمر شاید نہ زنار نیست، کیا اسوقت ایک بھی ایسا کوئی عہدہ دار اعلیٰ یونیورسٹی مین موجود ہے

جس نے قوم کو اپنی گرانبہا خدمات سے زیربار کیا ہو اور قوم کے اعتبار کو حاصل کیا ہو، طلبہ کے اندر

اس نے علمی، اخلاقی، یا کسی اور حیثیت سے اپنا اعتماد اور اثر پیدا کیا ہو، اور جب یہ حال نہین ہے

تو موالات ہو یا ترک موالات قوم اور طلبہ کو انکی کسی راے اور تجویز پر اعتبار اور اعتماد کیونکر آے،

گرگلہ ہے "ایک" کا تو نوحہ ساری قوم کا

امریکہ سے چند دلچسپ خبرین موصول ہوئی ہین، مثلاً یہ کہ ۲۱ء مین وہان چھہ ناول نویس ایسے موجود تھے، جنکے ہر ناول کی اشاعت ایک ایک لاکھہ سے زاید ہوئی! مس ڈل کا ایک ناول اس سے بھی زاید تعداد مین شایع ہوا، مس ہال کا ایک ناول "دی شیخ" اسقدر مقبول ہوا کہ ایک سال کے اندر ستر بار طبع ہوا، اور ہر مرتبہ ہاتھون ہاتھہ نکل گیا، مسٹر ہچنسن کا ایک ناول تین لاکھہ سے زاید تعداد مین فروخت ہوا!

ہندوستان، خصوصاً ہندوستانی زبان (اردو) کے مصنفین و صاحبان مطابع ان "ہوش ربا" داستانون کی صحت و عدم صحت کی بابت کیا راے رکھتے ہین؟

ماہ گذشتہ کے سنجیدہ ولایتی اخبارات ایک سبق آموز مقدمہ کی روداد سے لبریز ہین جسکا خلاصہ یہ ہے "مسٹر جونس، لندن یونیورسٹی کالج مین کیمسٹری کے لکچرر تھے، مارچ ۲۰ء مین کالج مین جلسۂ رقص ہوا، (اور یہ معلوم ہے کہ انگریزی رقص مین مرد و عورت شریک ہوکر تقریباً نیم برہنگی کی حالت مین ناچتے ہین) جلسہ کے بعد پروفیسر موصوف ایک نوجوان طالبہ علم مس براؤن کو جنکا سن

اٹھارہ سال کا تہا، لیکر ایک تاریک کمرہ مین گئے، اور وہان ان صاحبزادی صاحبہ کا بوسہ لیلیا، حکام یونیورسٹی کو اسکی اطلاع ہوئی، اُنھون نے اس جرم مین پروفیسر صاحب کو ملازمت سے برطرف کردیا، اسقدر خفیف جرم پر اتنی سنگین سزا کا خیال بھی اس ماہر کیمیا بیات کو نہ تہا، انھون نے عدالت مین لندن یونیورسٹی پر ہرجہ کا دعویٰ دایر کردیا کہ انہین بلا وجہ ملازمت سے ہٹا دیا گیا، دو برس کے بعد عدالت نے فیصلہ صادر فرمایا، مدعی کا دعوی خارج کردیا، تاہم تجویز مقدمہ مین یہ الفاظ تحریر فرما دیے ہین، کہ

"یہ امر بہت ہی افسوسناک ہوگا، اگر آیندہ اتنی سی بات پر یونیورسٹی کے نوجوان اساتذہ کو برطرف کیا جانے لگیگا کہ اُنھون نے اوقات تعلیم سے خارج کسی نوجوان لڑکی کا جو ان کے مدرسہ کی طالبعلم یا خود انہین کی شاگرد ہو، بوسہ لے لیا ہے"۔

گویا عدالت کے نزدیک اصلاً یہ فعل مطلق قابل اعتراض نہین، جونس صاحب کی برطرفی جو جائز قرار پائی، وہ یونیورسٹی کے مصالح انتظامی کی بنا پر نہ کہ نفس واقعہ کے مذموم ہونے کی بنا پر، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ نے اس مقدمہ پر ایک مقالۂ افتتاحی تحریر کیا ہے، اس نے بھی بعینہ یہی پہلو اختیار کیا ہے، لکھتا ہے کہ "نفس جرم تو کچھ بھی نہ تہا۔ مدعی کی نیت بالکل بُری نہ تھی، البتہ اس نے اپنی افسرانہ حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا جس سے عوام مین یونیورسٹی کی جانب سے بدگمانی پھیلنے کا اندیشہ تہا، اور اسلئے اسکی برطرفی بجا ہوئی"۔ مغرب کی ترقی یافتہ رائے عامہ کا صحیح عکس دیکھنے کے لئے جج صاحب کے فیصلہ اور ٹائمز کے آرٹیکل سے بہتر آئینہ اور کون ہو سکتا ہے،

جسم تمدن کا رئیس الاعضا لندن ہے، جسکے حسن اخلاقی کا نظارہ ابھی ناظرین نے دیکھا، اسی

جسم کا ایک دوسرا عضو رئیس، واشنگٹن (دارالسلطنت امریکہ) ہے، بہتر ہوگا اسی سلسلہ مین اسکی نبض پر ہاتھہ رکہتے چلین، جسم کی صحت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے عموماً اطبا قلب و جگر دونون کا امتحان کرتے ہین، گہر کا معتبر نائی، واشنگٹن کا اخبار سنٹرل نیوز خبر دیتا ہے کہ کچھ روز ہوئے مسز اسمایتھہ نامی ایک معزز خاتون نے ایک رکن حکومت مسٹر پن روز سے ملنے کے لئے فنانس کمیٹی کے ایوان مین قدم رکھا، پہلے انکے سکریٹری مسٹر ٹیلر کے ہان طلبی ہوئی، یہان داخل ہوتے ہی جو کچھ گذری وہ خود مسز اسمایتھہ کے الفاظ مین یہ ہے کہ

"مسٹر ٹیلر نے زبردستی اور بہت قوت کے ساتھہ مجھے لپٹا لیا، گستاخانہ میرے جسم کو بھینچ بھینچ کردیا، اور میری مرضی کے خلاف اور میری مزاحمت کے باوجود میرے بوسے لئے،

خاتون موصوفہ کی عزت نفس ان گستاخیون کی تاب نہ لاسکی، انھون نے عدالت سے چارہ جوئی کی ہے، اور ٹیلر صاحب پر بیس ہزار پونڈ (۳۰ لاکہہ روپیہ) کے ہرجانہ کا دعوی دایر کردیا ہے، اور بڑے بڑے معززین ارکان حکومت شہادت مین طلب ہوئے ہین،

یہان یہ سوالات پیش کرنا کہ ان بیحیائی کے واقعات کو اخبارات اور عدالتی کاروائیون کے ذریعہ سے منظر عام پر لانا کس حد تک تحفظ اخلاق مین ہے، یا یہ کہ رقوم کثیر گم شدہ عزت کا کفارہ کس طریق پر ہوسکتی ہین، اس قسم کے سوالات پیش کرنا، مشرقی تنگ خیالی، کوتہ نظری و وہم پرستی کا ایک قطعاً ناقابل التفات نمونہ ہوگا - البتہ یاد کچھ ایسا پڑتا ہے کہ ایک ایسی کتاب مین جسکے ساتھ خود اہل مغرب صفت مقدس کا اضافہ کرتے ہین، الفاظ ذیل درج فرمائے گئے ہین،

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تہا کہ زنا نہ کر، لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ جس کسی نے کسی بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی تو وہ اپنے دل مین اسکے ساتھ زنا کرچکا، پس اگر تیری

دہنی آنکھہ تجھے ٹہوکر کہلائے، تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پہینکدے، کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا مین سے ایک جاتا رہے، اور تیرا سارا بدن جہنم مین ڈالا جائے"۔ (متی ۵: ۲۹)

خدا معلوم، اس صحیفۂ مقدس کے جو نسخے لندن یونیورسٹی اور واشنگٹن سینٹ ہاوس کے کتبخانون کو زینت دے رہے ہین، ان مین بھی عبارتِ خط کشیدہ موجود ہے یا نہین -

ریاستہاے متحدہ امریکہ مین، سنہ ۲۱ء مین موٹرون کے حوادث سے مرنے والون کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے! خیال رہے کہ زخمیون کی تعداد اسمین شامل نہین، جو یقیناً مقتولین سے بدرجہا زاید ہوگی، یہ صرف مرنے والون کی تعداد ہے، اور وہ بھی صرف ایک موٹر کے حوادث سے، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ریل، جہاز، معدنیات، تار برقی، دخانی کارخانون، گیس اور مٹی کے تیل کے تالابون، اور اسی قبیل کے بیسیون دیگر اسباب سے کشتگان و مجروحین برکات تمدن کی تعداد کسقدر ہوگی، اور پھر ان حوادث سے مالی نقصان جو ملک کو ہوا ہوگا، اسکی میزان کہانتک پہنچی ہوگی، تمدن جدید کی سب سے بڑی برکت یہی بیان کیجاتی ہے کہ وہ موت و ہلاکت کے مقابلہ مین ایک بڑی حدتک سپر کا کام دیتا ہے، اور حیات مادی کے طول تحفظ و ترقی کا سب سے بڑا ضامن ہے، لیکن اس دعوی کی حقیقت بھی جیسا کہ ان صفحات پر بار بار ظاہر کیا جا چکا ہے، اس سے زاید کچھ نہین کہ شمشیر بے پناہ کا نام سپر، زہر قاتل کا نام آب حیات، اور افعی کا نام تریاق پڑ گیا ہے! ہندوستان کے دل مین اگر اسکا ارمان ہے کہ اپنا اخلاق اپنا مذہب، اپنی معاشرت، اپنا تقوی، اپنی روحانیت، اپنی تعلیم، یہ سب کچھ قیمت مین دیکر نشاط حیات طویل العمری، اور حوادث دہر سے تحفظ خرید کرے، تو بہتر ہے اسکا بھی تجربہ کر دیکھیے، نتیجہ وہی نکلیگا جو اب تک ہر ملک مین، ہر زمانہ مین، ہر حالت مین نکلتا رہتا ہے،

غلط ہی اثر آہ و نالہ پہ ناظم　　　　رہے نہ دل مین ہوس تو یہ بھی کر دیکھین

مقالات

علماے روس

دعوی تو ہمارا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب مین اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی زنجیر سے تمام مسلمانون کو باہم وابستہ کردیا ہے، مگر حالت یہ ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کے علماء مین باہم کوئی سلسلۂ تعارف نہین، ٹرکی کی ایک ایک خبر پر ہم جان دیتے ہین، اور وہان کے صدہا سپہ سالارون اور وزیرون کے نام ہمکو یاد ہین، مگر پوچھا جائے کہ وہان کے علماے کبار مین سے کسی ایک کا نام لیجئے تو سوا سکوت کے کوئی جواب نہوگا، روس وہ ملک ہے جہان تین کرور سے زیادہ مسلمان آباد ہین، مگر وہان کے کسی ایک عالم و مصلح کے نام سے ہم واقف ہین؟ علماے بخاری، علماے ہند سے ناآشنا ہین، اور علماے ہند علماے رُوم سے ناواقف، اور علماے روم کو مراکش و تونس کے عالمون سے آگاہی نہین،

اس بے تعلقی اور ناآشنائی کا یہ اثر ہے کہ ان ملکون کے عام مسلمانون مین کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہین، عیسائیون کو دیکھئے کہ جہان انکی سلطنتین مجلس اقوام کی بنیاد ڈالتی ہین، ان کے علما اور رہبان عالمگیر عیسائی کانفرنس قائم کرتے ہین، انکی مجلس اقوام مین اگر اسلامی ملکون کی سیاسی تقسیم و تجزیہ پر گفتگو ہوتی ہے، تو انکی عالمگیر مذہبی کانفرنس مین ایک ایک اسلامی ملک کو عیسائی بنانے کے لئے مختلف دائرون اور حلقون مین اُسکی تقسیم ہوتی ہے،

یورپ کی یہ جنگ عظیم صرف دنیا کی ایک لڑائی نہ تھی بلکہ درحقیقت یہ دنیا کے انقلاب کی

تمہید تھی، یہ مشرق و مغرب کی پستی و بلندی کی حد اخیر تھی، جو لوگ کہ آثار کو دیکھکر موسم کے انقلاب کا پتہ لگا لیتے ہین، وہ اس شرقی و مغربی انقلاب موسم کا پتہ بھی یقیناً لگا لین گے، اس انقلاب کا ایک عظیم الشان نتیجہ یہ ہے کہ چند سال سے ممالک اسلامی ایک دوسرے سے قریب ہو رہے ہین، ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑے جا رہے ہین، تعارف اور تعلق کے وسایل پیدا ہو رہے ہین، ایک دوسرے کی نصرت و اعانت کا خیال ترقی کر رہا ہے، ہر ملک کے جدید تعلیم یافتہ اور مصلحین زمانہ ایک دوسرے سے واقف ہو رہے ہین، اگر کسیقدر تغافل ہے تو وہ علما کے طبقہ مین ہے، اور اسکا سبب یہ ہے کہ عربی اخبارات کے مطالعہ کا انکو شوق نہین، اور سیر و سیاحت کی ان مین استطاعت نہین، تاہم ہم مایوس نہین، اور ہماری نگاہون کے سامنے وہ زمانہ ہے جب دنیای اسلام کے علما ایک جمعیت متحدہ مین نشست کرینگے، اور امت مرحومہ کی صلاح و فلاح کے مسائل مین غور و فکر کرینگے۔

آج اسی تقریب سے ہم علماے روس کی روحانی مجلس جما کر بیٹھے ہین کہ ہندوستان کے علما اور عام مسلمان اُنکے نامون اور حالات سے روشناس ہون،

ملک روس کا کوئی اسلامی شہر ایسا نہین ہے، جہان علما، ائمہ، مدرسین نہون اور اُنکے زیر سایہ مدارس اور مکاتب نہون، ذیل مین ہم روس کے خاص اسلامی ملکون کی آبادیون اور انکے علما، اور مساجد و مدارس کا نقشہ درج کرتے ہین، جس سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوگی،

صوبون کے نام	ائمہ اور مدرسین کی تعداد	مساجد کی تعداد	عام مسلمانون کی تعداد
قزان	۲۳۶۰	۱۰۶۹	۶۲۱۲۴۶
واتکا	۱۹۱	۱۵۸	۱۲۸۵۴۶
اورنبرگ	۹۷۶	۵۲۹	۳۶۳۷۳۱

اوفا	۲۲۸۰	۱۵۲۱	۱۰۸۱۷۵۵
حصار	۴۲۰	۳۰۱	۲۳۳۵۸۵
سمبر	۲۴۳	۱۷۷	۱۲۰۱۳۰
سراطاو	۱۷۵	۱۵۲	۸۱۸۱۸
پینزا	۱۱۹	۱۰۵	۵۳۳۸۹
طمبوف	۳۸	۲۸	۱۴۹۳۹۱
اورالسکی	۱۸	۱۴	۱۸۲۹۳
حاجی طرخان	۱۴۶	۱۳۸	۱۰۴۳۷۲
بیرمی	۳۰۳	۲۰۸	۱۳۸۷۷۷
طوبل	۱۳۶	۷۲	۵۸۴۹۵
سیمی پولاط	۱۵	۱۴	۵۱۹۹۹۳
نیژنی نواگراد	۸۵	۶۴	۵۵۹۱۴
طوسکی	۲۹	۲۸	۳۰۲۰۸
رزان	۱۴	۱۰	۶۷۶۶
موسکو	۲	۱	۳۳۲۵
پطربرگ	۴	۳	۲۲۰۰
ایرکوتسکی	۳	۲	۲۴۶۷
آقمولا	۱۴	۱۱	۸۲۷۴
ینسی	۲	۱	۲۷۵۷

کاسترابار	۱	۱	۳۶۵
بیکانزبنلاف	۱	۱	۳۵۱
راضوف	۲	۱	۳۱۰
اوڈیسہ	۱	۱	معلوم نہین
کرونشتاد	۱	۱	//
وارسا	۱	۱	//
خارکوف	۱	۱	//
میزان	۷۵۸۲	۴۶۱۱	۳۸۸۶۶۲۵

اس نقشہ سے یہ معلوم ہوگا کہ تقریبًا چالیس لاکھ مسلمانون کے درمیان ۷۵۸۲ علما و مدرسین، ۱۱۶۴ مساجد اور تقریبًا ۱۸۶۹ مدرسے کم نہین ہین، یہ نقشہ کیقدر پرانا ہے، اور امید ہے کہ اس تعداد مین سال بسال اضافہ ہی ہوا ہوگا،

علماے روس کی سب سے بڑی تعریف جسکے لئے وہ تمام دنیاے اسلام کی طرف سے فخر و شکریہ کے مستحق ہین یہ ہے کہ انھون نے روسی شنریون کے مظالم کو صدہا سال تک نہایت تحمل، استقلال اور ثبات قدمی سے برداشت کیا، اور روسی حکومت کی بربریت اور روسی پادریون کے جوش اشاعت دین کے صدمون سے اسلام کو ہرطرح باقی اور قائم اور محفوظ رکھا، یہانتک کہ ستمگرون اور جفاکارون کو اپنے ناشایستہ افعال سے توبہ کرنا پڑی، ایسی حالت مین جبکہ اس مظلوم ملک مین مسجدون کی تعمیر تک کی اجازت نہ تھی، غیر روسی زبان مین تعلیم نہین ہوسکتی تھی، علما کے لئے وعظ و پند کی رخصت نہ تھی، جس گاؤن اور آبادی مین شنریون کا حملہ ہوتا اُسکو بچانے کی اجازت نہ تھی، اس ملک مین اسلام کا قائم رہنا اور اُسکا سرسبز و شاداب ہونا اور ترقی کرنا انہین بزرگون کے فیوض و برکات ہین،

روسی صوبون مین ہر عالم کو افتا کا حق نہ تہا بلکہ اُسکے لئے حکومت کی طرف سے انکو اجازت کی سند حاصل کرنا پڑتی تھی، اور وہی مذہبی مقدمات کو فیصل کرتے تھے، اسکے بعد اوفا مین ایک اسلامی محکمہ شرعیہ قائم ہوا جسکے ماتحت تمام روسی صوبون کے اسلامی صیغے، اوقاف، مدارس، مساجد، اور علما وغیرہ کردیئے گئے، زار کے زمانہ مین یہی انتظام تہا، معلوم نہین اب کیا نظام ہے، اس محکمہ مین ایک رئیس القضاۃ اور متعدد قاضی مقرر ہوتے تھے، مفتی محمد جان سب سے پہلے رئیس القضاۃ ہین، اُسکے دوسرے ممبر قاضی آغا شیخ محمد داغستانی ہین،

روسی مسلمانون کا کعبۂ تعلیم اور قبلۂ مراد بخارا ہے، رُوس کے بڑے بڑے علما وہی لوگ ہوتے ہین جو بخارا سے تعلیم حاصل کرکے آتے ہین، گویا بخارا کے مدارس، مصر کے جامع ازہر یا افریقہ کے جامع زیتون کی حیثیت رکھتے ہین، بخارا کے بعد انکی قدیم تعلیم کا مرکز کابل ہے، جہان اکثر روس کے علاقہ سے مسلمان طلبہ آتے رہتے ہین، اُسکے بعد اگر وہ کسی طرف کا رخ کرتے ہین تو وہ داغستان، مصر اور حرمین ہین، روس کے خال خال طالبعلم ہندوستان بھی آجاتے ہین، لیکن انکی جدید تعلیم کا مرکز قسطنطنیہ ہے، جہان بکثرت روسی مسلمان طالبعلم ہر سال جایا کرتے ہین، خود روسی یونیورسٹیون مین بھی انکی خاصی تعداد شامل رہتی ہے،

تصوف کے سلسلون مین سے مجددیہ سلسلہ بھی علماے روس مین بیحد مقبول ہوا ہے، یہ سلسلہ جیسا کہ اہل ہند کو معلوم ہے، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف منسوب ہے جو جہانگیر و شاہجہان کے زمانہ مین ہندوستان مین تھے، انھون نے اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے، یہ سلسلہ علماے روس مین مختلف ذریعون سے پہنچا ہے، زیادہ تر شیخ نیاز علی ترکمانی بخاری کے ذریعہ سے، دوسرے شیخ فیض خان کابلی کے ذریعہ سے، شیخ فیض خان کے والد کا نام خضر خان تہا، ۱۲۱۷ھ مین اُنھون نے وفات پائی، خواجہ حسن

کابلی سے فیض پایا تہا، اور وہ خواجہ صبغۃ اللہ کابلی کے مرید تھے، اور خواجہ صبغۃ اللہ خواجہ محمد معصوم خلف الرشید حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ تھے، تیسرا سلسلہ وہان شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی کے ذریعہ سے پہیلا ہے، بعض روسی علمار نے حرمین مین ان سے یہ فیض حاصل کیا، اور واپس جاکر اپنے ملک مین اسکی اشاعت کی، ایک اور سلسلہ یہ ہو کہ خواجہ معصوم کے ایک اور مرید شیخ حبیب اللہ بخاری تھے، جو ایشان داملا کے نام سے زیادہ مشہور ہین، بخارا مین اُنکے ذریعہ سے یہ فیض پہیلا،

عقیدۂ سلف اور طریقۂ اہل حدیث کا شیوع بھی روسی مسلمانون مین ہوا، سب سے پہلے عالم جنھون نے اس تبلیغ کا فرض انجام دیا، وہ شیخ ابوالنصر عبدالنصیر بن ابراہیم قوصاری ہین، قوصار، ولایت قازان مین ایک گاؤن کا نام ہے، یہین وہ ۱۱۹۰ھ مین پیدا ہوئے تھے، بخارا جاکر علم کی تحصیل کی، اور یہین شیخ نیاز علی ترکمانی سے سلسلۂ مجددیہ مین بیعت ہوئے، تکمیل کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو لوگون نے انکی بڑی عزت وتعظیم کی، اور وہان انکو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لیکن باوجود اس عام مقبولیت کے اظہار حق مین کوئی شے اُنکو مانع نہ آئی، اور اُنھون نے تقلید جامد کے خلاف اپنا جہاد شروع کردیا، بدعات کی بیخ کنی اور طریقۂ سلف کی تبلیغ مین بڑی کوششین کین، جسطرح دنیا مین دوسری تحریکون کا حال ہوتا ہے وہی یہان بھی ہوا، کچھ لوگون نے انکی دعوت کو قبول کیا، دوسرون نے اُنکو بدعقیدہ اور بدمذہب قرار دیا، شیخ نے ان الزامات کی تردید مین "الارشاد للعباد" تصنیف کی، اسکے علاوہ طریقۂ سلف پر عقاید نسفیہ کی شرح لکھی، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے صحیح عقاید کی تشریح اور ثبوت مین کتاب اللوائح نام ایک کتاب لکھی، ۱۲۲۳ھ مین اُنھون نے بخارا کا دوسرا سفر کیا تو دشمنون نے بخارا مین اُنکے خلاف ایک بڑا فتنہ کھڑا کیا، امیر بخارا کے دربار مین الحاد کے جرم مین انکے

قتل کی سازشین ہوئین، بالآخر معاملہ بخارا سے اُنکے اخراج پرختم ہوگیا، وہ بخارا سے نکل کرخوارزم اور حاجی طرخان ہوتے ہوئے اور ہر جگہ نشر سنت کا فرض انجام دیتے ہوئے وطن واپس آئے، اور یہان آکر چند ادبی کتابین شلاً شرح مختصر المنار، کتاب نصائح، رسالۃ الصفات وغیرہ لکھین، ۱۲۲۷ھ مین حج کے ارادہ سے قسطنطنیہ آئے تھے یہین وفات پائی، انکی کتاب ارشاد ۱۳۲۱ھ مین قازان مین طبع ہوئی ہے،

اس عہد کے ایک دوسرے عالم شیخ ابراہیم آفندی بن خوجاش قازانی ہین، ابتدائی تعلیم وطن مین حاصل کرکے علوم کی تکمیل کے لئے داغستان کا سفر کیا، وہان شیخ علی آفندی شروانی کی مجلس درس مین شریک ہوئے، دس برس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی، شیخ موصوف گو اصول فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ سب کا درس دیا کرتے تھے، مگر فن تفسیر مین اُنکو خاص ذوق حاصل تہا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر مین نہایت سخت تھے، شیرین بیان اور فصیح اللسان تھے ان ملکون مین شیخ کے پند و نصیحت اور تبلیغ و ارشاد کا بڑا اثر ہوا، بہت سی بدعتون کا قلع و قمع ہوا، طریقۂ معاشرت، اور اکل و شرب و لباس مین اسلام کے خلاف جو باتین رائج تہین، ان مین اصلاح ہوئی، ۱۲۴۱ھ مین قازان مین وفات پائی،

ملّا دولت باقی یہ اورنبرگ کے ایک گاؤن کے رہنے والے تھے، پہلے روسی فوج مین سپاہی تھے، پھر خدا جانے کیا توفیق شامل حال ہوئی کہ بخارا چلے گئے، اور وہان جاکر تعلیم حاصل کی علم ہیئت اور فلکیات کے بڑے ماہر تھے، اور اس فن سے اُنکو کامل ذوق تہا، بہت سے آلات فلکی خود انکی ملکیت تھے، سائبیریا کے طوبل نامی ایک ولایت مین امام و مدرس تھے، ۱۲۵۶ھ کے بعد وفات پائی، انکی وفات کے بعد اُنکے تمام آلات فلکیہ طوبل کے عجائب خانہ مین رکھے ہین، ملا د سقل ایک اور بزرگ تھے جو بوغصلان کے رہنے والے تھے، اُنکو قلمی

کتابون کا بہت شوق تہا،

شیخ نعمت اللہ الیسترلی باشی، نقشبندی مجددی، یہ صوبہ اوفا کے گاؤن الیسترلی باشی کے رہنے والے تھے، ظاہری و باطنی دونون علوم مین کامل تھے، بخارا آکر دونون تعلیمین حاصل کی تہین، عقاید مین سلف صالحین کے پیرو تھے، متکلمین اور فلاسفہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے تھے، فراغت اور تکمیل کے بعد اپنے گاؤن الیسترلی باشی واپس آئے، بڑی مقبولیت ہوئی، طلبہ، مستفیدین اور مریدین کا بڑا ہجوم ہوا، بڑے بڑے مدرسے بنوائے اور بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیئے، ۱۲۶۰ھ مین وفات پائی،

شیخ سید بن نور محمد، یہ قصبہ ادرسکی کے ایک گاؤن مین امامت اور درس و تدریس کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ ملا عبد اللہ اخوند شاہ مظہر صاحب مرحوم دہلوی کے مرید تھے، شاہ صاحب ترک وطن کرکے مدینہ مین مقیم ہوگئے تھے،

ہر ملک کے علما مین کوئی نہ کوئی مسئلہ ما بہ النزاع بنجاتا ہی، روس کے اسلامی صوبون مین ایک زمانہ مین رات صرف تین چار گہنٹون کی رہ جاتی ہے، یعنی ادہر شفق غائب ہوئی اور ادہر سپیدہ صبح کا ظہور ہوا، ایسی حالت مین ان مقامات مین عشا کی نماز کی فرضیت قائم رہیگی یا ساقط ہوجائیگی، یہ مسئلہ یہان کے علما کے درمیان بڑا معرکۃ الآرا سمجہا جاتا ہے، اور سیکڑون رسائل دونون طرف سے نفی و اثبات مین لکھے گئے ہین،

اب ان چند علمائے روس کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہون نے موجودہ ضروریات کو سمجہکر ملک و ملت اور علم و فن مین اصلاح کی کوششین کین اور خدا نے انکی کوششون کو بارآور کیا،

ان مین سب سے پہلا نام اخوند خیر اللہ بن عثمان کا لینا ہے، یہ اوفا کے رہنے والے تھے تعلیم روس ہی کے مدارس مین حاصل کی، استرلی طمن اوفا مین ایک مقام ہے، یہین کے مدرسہ مین

ابتدائی تعلیم انھون نے حاصل کی تھی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ مین درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا دس برس تک انھون نے اس فرض کو انجام دیا، مدرسہ کا اہتمام وانتظام اس خوبی سے کیا کہ وہ جدید طرز کے مطابق بہترین مدرسہ ہوگیا، جب اُن کے جوہر کھلے تو حکومت اور عام مسلمان دونون نے انکی قدر کی وہ اوفا کے اخوند[1] (رئیس العلما) مقرر ہوئے، اسکے بعد اُن کے کارنامون نے مزید وسعت حاصل کرنے کا موقع پایا، اوفا کے جدید طرز پر بہت سے مدارس کھلوائے، نصاب تعلیم کی اصلاح کی، جدید ضروریات اور حالات کے مطابق بہت سی کتابین خود لکھکر داخل درس کین، اور اس باب مین بہت سی کوششین اُنسے معرض ظہور مین آئین، اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے روشنخیال اور کارآمد علما پیدا ہوئے، جن سے علوم عربی و دینی کی تعلیم مین ایک انقلاب ہوگیا، اخوند موصوف ۱۹۰۷ء مین اوفا کی جمعیت اسلامیہ کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۰۸ء مین وفات پائی۔

روسی علما مین سے جوان عمر لیکن پیر دانش موسیٰ جار اللہ ہین، یہ راستوف مین پیدا ہوئے اور تعلیم قازان، بخارا، مصر اور حرمین جاکر حاصل کی، ۱۹۱۵ء مین انکی عمر ۳۵ سال کی تھی اس ملک کے مسلمانون مین مصلحانہ خیالات و تعلیمات کی اشاعت مین اُنھون نے بڑی کوشش کی، ایک مصری مسلمان سیاح رشاد بک نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ روسی مسلمانون مین اُن کا وہی پایہ ہے جو مصر مین مفتی عبدہ کا ہے، یہ روسی مسلمانون مین مصلح اعظم خیال کئے جاتے ہین اُنکی متعدد گرانقدر تصنیفات ہین،

سب سے آخر مین ہمکو مفتی عالم جان بارودی کا تذکرہ کرنا ہے، مرحوم نے اسی

[1] روسی مسلمانون کے محاورہ مین ملا (ملّا) اس جگہ پر استعمال ہوتا ہے، جہان ہندوستان مین "مولوی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور آخر الذکر "مولانا" کا قائم مقام سمجھئے، یعنی اخوند کا لفظ ملا سے بڑا ہے۔

سال وفات پائی ہے، ۱۸۵۶ء میں یہ پیدا ہوئے تھے، بخارا میں تعلیم حاصل کی تھی، فراغت کے بعد قازان واپس آکر وہان اُنھون نے جدید طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ کا تمام نقشہ، نصاب اور طریق کار خود بنایا تھا، اس مدرسہ نے بہت جلد ترقی کی، یہانتک کہ ۱۸۸۰ء مین وہ قازان کی اسلامی یونیورسٹی کے درجہ کو پہنچگیا اور قازان کا صوبہ روسی صوبون مین اسلامی علوم، اخلاق و معاشرت اور اصلاحات و ترقیات کا مرکز بنگیا، مرحوم کی اس جدید طرز کی مذہبی درسگاہ نے روسی مسلمانون کے انقلاب و ترقی مین نمایان اثر پیدا کیا، تھوڑے دنون کے بعد اس مذہبی یونیورسٹی کے ساتھ ایک سائنس کالج کا اضافہ کیا، جسمین اُنھون نے تمام ان جدید تعلیم یافتہ روسی مسلمانون کو دعوت دی، جنھون نے ماسکو، سینٹ پیٹرسبرگ، اور یورپ کی دوسری یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کی تھی، اس جوانمردانہ اور فیاضانہ طرز عمل نے بخارا کے قدیم درسگاہ مدرسۂ کلیۂ عالیہ کے طرفدارون مین ایک ہیجان و اضطراب برپا کردیا، لیکن مرحوم کے خلوص اور حسن نیت نے بہت جلد ان مشکلات کا خاتمہ کردیا، روس، آذربائیجان، ترکستان، قازان کے دولتمند سوداگرون نے اُنکی خاطرخواہ مالی اعانت کی، الغرض مفتی مرحوم کی کوششون اور روسی مسلمانون کی مالی اعانتون نے قازان مین مدارس، زنانہ مکاتب، مطابع اور دیگر علمی و عملی ترقیون کا مرکز بنادیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک یورپین مدبر نے یہ شہادت دی کہ پادری پرست روسی عیسائیون سے روسی مسلمان زیادہ یورپین ہین،

مفتی مرحوم کی سرکردگی مین قازان کے مسلمانون کے اس علمی و عملی جد و جہد و سرگرمی نے زار کی حکومت کو چونکا دیا، اور اس نے بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے مفتی صاحب کو قید کرکے شمالی روس کے ایک شہر مین بھیجدیا، حکومت کی اس ظالمانہ کاروائی نے روس کے مسلمانون مین غم و غصہ کی لہر پیدا کردی، حکومت روس نے اسکی سخت اور غیرمعمولی احتیاط کی کہ اس

واقعہ کی خبر دوسرے اسلامی ملکون مین نہ پہنچنے پائے، مفتی صاحب کے قید سے قازان کی یونیورسٹی اور دوسری تحریکات کو کوئی صدمہ نہین پہنچا، وہ برابر ترقی کرتی رہین، مفتی صاحب کی قید کی خبر جب سلطان عبدالحمید خان کو پہنچی تو انھون نے اس بارہ مین فوری کاروائیان کین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ زار نے انکو ٹرکی مین منتقل کردیا جہان وہ ۱۹۱۱ء تک مقیم رہے، اور یہین سے بیٹھے بیٹھے انھون نے روسی سلمانون مین اتحاد و اتفاق کی تحریکین جاری کین، اور انکے اختلافات باہمی کو دور کیا، تاکہ ڈوما (روسی پارلیمنٹ) مین روسی سلمانون کے حقوق کی متفقہ کوشش سے حفاظت ہو سکے،

۱۹۱۱ء کے بعد جب وہ روس لوٹ کر آئے تو تعلیمی تحریکون کو چھوڑکر انھون نے سیاسی تحریکات مین حصہ لینا شروع کیا، اور ایک دیمقراطی فرقہ (ڈیموکریٹک پارٹی) قائم کیا، اور اس فرقہ کی ترقی و اشاعت مین بڑی کوششین کین، اور اسی کا اثر یہ ہوا کہ تاتاری سلمانون مین جمہوری خیالات نے مقبولیت حاصل کی، اور آل رشیا مسلم ڈیموکریٹک پارٹی قائم ہوگئی، ۱۹۱۷ء مین جب روس مین انقلاب ہوا اور بالشوزم کا ظہور ہوا تو مفتی صاحب بھی روسی سلمانون کو لیکر آگے بڑھے، اور اس انقلاب کا خیر مقدم کیا، سلمانون نے انکو روسی گورنمنٹ مین مفتی اعظم کے عہدہ کے لئے منتخب کیا، اور حکومت نے اسکو قبول کیا، اور اسکے بعد اسلامی روسی مجلس کے وہ صدر قرار پائے، بالآخر انکے روز افزون اثر کو دیکھکر بالشویکون نے انکو قید کردیا، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد انکو آزاد کردیا، آجکل جبکہ روس کا ملک قحط سے تہ و بالا ہو رہا ہے وہ ماسکو اس غرض سے گئے تھے کہ وہ سلمانون کی امداد و اعانت کی تدبیرین اختیار کرین، مگر حقیقت مین وہ سفر آخرت کا پیش خیمہ تھا، چنانچہ اسی سفر مین ماسکو مین انھون نے وفات پائی، تمام روسی سلمانون مین انکی وفات پر ماتم برپا ہے۔

العروۃ الوثقیٰ

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

گذشتہ پچاس برس سے عالم اسلامی بلکہ تمام شرقی ممالک مین جو ایک حرکت و بیداری سی پائی جاتی ہے اُسکے ابتدائی سلسلون مین سب سے زیادہ اہم شخصیت سید جمال الدین افغانی اسدابادی کی ہے وہ ایران سے اُٹھے اور اُنھون نے افغانستان، ہندوستان، مصر، عرب، قسطنطینیہ غرض اسلامی و مشرقی دنیا کے اکثر اہم مقامات کا دورہ کیا، ہر جگہ کے حالات دیکھے، وہان کے ممتاز و سربرآوردہ لوگون سے ملے اور موقع موقع سے قابل طبیعتون کو اصلاح و بیداری کی طرف مائل کرتے رہے، گو سید جمال الدین مرحوم تین مرتبہ ہندوستان بھی آئے، سب سے پہلی مرتبہ اپنے ایام تعلیم مین پشاور اور لاہور تک مغربی علوم کی تعلیم کی غرض سے، دوسری مرتبہ افغانستان کے سیاسی انقلاب کے بعد جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجانے لگے اور تیسری مرتبہ اس زمانہ مین جبکہ مصر مین انگریزی اثر و نفوذ کے خلاف مصریون نے عرابی پاشا کی زیر قیادت اپنے حفظ آزادی کے ذرائع کو علانیہ کام مین لانا شروع کر دیا تھا، پہلی مرتبہ تو وہ ایسی حالت مین آئے کہ خود اپنی ذات کی اہمیت اور اپنے شاندار مستقبل کی طرف سے بیخبر تھے، دوسری مرتبہ کی مدت سے پہلے گو اُنکی سیاسی زندگی شروع ہو چکی تھی، لیکن اسکا دائرہ نہایت محدود تھا، یعنی افغانستان کی داخلی سیاست، تاہم ہوشمند برطانوی حکومت نے اسوقت بھی یہان اُنکی کافی نگرانی کی اور کم و بیش ایک مہینہ سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع نہ دیا، اور اُنکو کسی ہندوستانی سے برطانوی حاکم کی موجودگی کے بغیر

ملنے کی اجازت ندی اور تیسری مرتبہ جب وہ ہندوستان لائے گئے، تو ایک برطانوی سیاسی نظربند کی حیثیت سے یہان اُن کا داخلہ ہوا، اور کچھ دنون حیدرآباد اور کلکتہ مین اسی حیثیت سے رکھے گئے، اسی وجہ سے ہندوستان ان سے بہت کم واقف ہوا، گذشتہ سات آٹھہ سال سے بے شبہہ کبھی کبھی زبانون پر اُن کا نام آنے لگا ہے، لیکن انکی اہم شخصیت کے لحاظ سے ہم اسکو واقفیت نہین کہہ سکتے، انکی جادو اثر شخصیت کو دیکھنا ہو تو ہمین ایران، مصر، شام، اور قسطنطینیہ مین دیکھنا چاہیے انکی وفات پر پچیس سال کا طویل عرصہ گذر چکا، ہر ملک کی سیاست مین انقلاب ہوگیا، ہر جگہ کی آب و ہوا بدل گئی، اور اب وہ زمین و آسمان نہین رہے، جو آج سے پچیس سال پہلے تھے، تاہم سید جمال الدین افغانی کا نام مذکورہ بالا ممالک مین آج بھی اپنے اندر بجلی کا سا اثر رکھتا ہے،

جب ۱۸۸۱ء مین مصر کا مسئلہ برطانوی شاہنشاہیت کے حسب مراد ختم ہوا، یعنی اُسکے اثر و نفوذ کا طوق مصر نے اپنے گلے مین ڈال لیا، اور عرابی پاشا کی جماعت ناکام رہی، تو سید جمال الدین کو بھی جو ہندوستان مین نظربند تھے، نظربندی سے رہائی ملی، اور ہندوستان کی برطانوی حکومت نے یہ اجازت دیدی کہ اب آپ جہان چاہین جا سکتے ہین، وہ یہان سے براہ راست لندن پہنچے اور وہان چند دنون رہنے کے بعد پیرس روانہ ہوگئے، اور یہین سے رسالہ العروۃ الوثقیٰ عربی زبان مین شایع کرنا شروع کیا، ابھی اُسکے صرف اٹھارہ ہی نمبر شایع ہوئے تھے کہ برطانوی ایوان حکومت مین زلزلہ پڑ گیا، برطانوی حکومت نے یہ محسوس کیا کہ اگر سید جمال الدین برابر اُسکو جاری رکھہ سکے تو مشرق مین اسکی تمام آرزوئین خاک مین ملجائینگی، اس بنا پر وہ اُسکی تباہی کے درپے ہوئی، اور سب سے پہلے ہندوستان، پھر مصر وغیرہ مین اُسکے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا، ان بندشون کے بعد سید صاحب مرحوم کے لئے العروۃ الوثقیٰ کو جاری رکھنا آسان نہ تھا، اور اگر بالفرض وہ جاری رکھتے بھی تو کم از کم وہ مقاصد تو یقیناً حاصل نہوتے، جنکے لئے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا، اسلئے بالآخر سید صاحب نے

رسالہ کو بند ہی کردیا، چونکہ رسالہ نہایت پسندیدہ و مقبول تھا، اسلئے بعد کو مصر و شام مین اسکے منتخب مضامین کے مجموعے شایع ہوئے، لیکن ۱۳۲۸ھ مین حسین محی الدین الحبال صاحب جریدۂ ابابیل نے اُسکو بہ تمام و کمال مطبع توفیق بیروت مین چھپوا کر شایع کیا، اور یہی مجموعہ اسوقت پیش نظر ہے -

رسالہ کی ابتدا مین "ناشر" کی طرف سے ایک مختصر سا مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین محررین رسالہ کے اجمالی تذکرے بھی ہین، سید جمال الدین مرحوم کے تذکرہ مین جو انکی کتاب "الرد علی الدہریین" کے مقدمہ سے ماخوذ ہے یہ بتایا گیا ہے کہ "العروۃ الوثقی" نام کوئی انجمن تھی، جسکے ارکان و اعضا نے سید صاحب سے انکی آزادی کے بعد یہ خواہش کی تھی کہ وہ عالم اسلامی کو خطرات سے آگاہ کرنے اور باہم متحد ہونے کی دعوت دینے کے لئے رسالہ جاری کرین، چنانچہ سید صاحب نے ارکان انجمن کی اسی خواہش کے مطابق العروۃ الوثقی کی بنیاد رکھی، اس کام مین سید صاحب مرحوم کے دو رفیق و مددگار رہتے، ایک اُن کے شاگرد رشید مفتی محمد عبدہ مصری اور دوسرے مرزا باقر ایرانی -

مفتی محمد عبدہ تمامتر سید جمال الدین افغانی کے آغوش پروردہ تھے، خود مفتی صاحب کا بیان ہے کہ مین نے جبتک سید صاحب سے فیض نہین اُٹھایا، اسوقت تک علم و فن کے صحیح ذوق سے ناآشنا تھا انکی صحبت مین آکر میری آنکھین کھل گئین" دوسری طرف سید صاحب کو بھی مفتی محمد عبدہ جیسے شاگرد کے وجود پر ناز تھا، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "محمد عبدہ مصر کے لئے ایک جنگی بیڑہ سے زیادہ قوی اور ایک لشکر سے بھی زیادہ بھاری ہین" جب سید صاحب مصر سے بحالت نظر بندی ہندستان بھیجے گئے ہین، تو سویز مین انھون نے اپنے دوستون سے یہ فرمایا کہ "مین اپنے بعد مصر مین محمد عبدہ کو چھوڑتا ہون اور وہ مصر کے لئے بحیثیت ایک عالم اور رہنما کے بہت کافی ہین" واقعۂ عرابی پاشا کے سلسلہ مین سید جمال الدین کی طرح مفتی محمد عبدہ بھی مصر سے جلاوطن کئے گئے تھے وہ شام مین

قیام پذیر تھے کہ سید صاحب مرحوم نے اُنکو پیرس میں اپنے پاس بلا لیا، اور "العروۃ الوثقیٰ" کی تحریر کی خدمت اُن کے سپرد کی،

مرزا باقر ایران میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی، ہندوستان، چین، بخارا، انگلستان اٹلی اور فرانس کا سفر کیا، پھر بغداد اور عراق ہوکر لندن گئے، وہاں کچھ دنوں رہنے کے بعد بیروت (شام) پہنچے، یہاں انھوں نے شادی کی، اور کم و بیش تین برس کے قیام کے بعد کسی سیاسی سازش میں متہم ہونے کی بنا پر ترکی حکومت کے خوف سے طہران چلے آئے، اور وہیں انتقال کر گئے

مرزا باقر فلسفیانہ دل و دماغ رکھنے والے شخص تھے عملی سیاست سے اُنکو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی، لیکن دنیا کے جو واقعات اُنکی آنکھوں کے سامنے گذر رہے تھے اُنکو اچھی طرح سمجھتے تھے، اسلئے دوسرے اکابر رجال عالم کی طرح وہ بھی دنیا کی بےچینیوں اور مصیبتوں کو دُور کرنے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے، لیکن انکی راہ سیاست کی راہ نہ تھی، بلکہ ان کے نزدیک دنیا میں امن و آسائش کے قیام کے لئے اُسکی ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے مذہبی اختلافات مٹا دیئے جائیں، اور تمام دنیا کو ایک ایسے مذہب کی طرف دعوت دیجائے جو اُسکی موجودہ ترقی یافتہ حالت کے بالکل مطابق اور اُسکی تمام معاشرتی و تمدنی ضروریات کا پورا کرنے والا ہو، یہ مقصد بظاہر خواہ کسیقدر بلند اور شاندار معلوم ہوتا ہو، تاہم یہ کہنا بیجا ہو گا کہ موجودہ حالات میں وہ ایک ناممکن الحصول مقصد ہے، اور کچھ نہیں توکم ازکم یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ ابھی اس مبارک زمانہ کی آمد میں جب ساری دنیا اس قسم کی سادی سطح پر آجائے صدیوں کی دیر ہے،

ہم اس موقع پر اُن کے حالات زندگی کے متعلق اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ اُن کے شاگرد رشید مشہور مستشرق پروفیسر اڈورڈ براؤن کی اس چٹھی کا ترجمہ کر دیں جو انھوں نے مرزا باقر کے چھوٹے فرزند مرزا محمد ابن باقر مدیر مجلہ المنتقد کو لکھا تھا، پروفیسر براؤن لکھتے ہیں،

مین یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ میرے استاذ علامۂ فاضل مرزا باقر مرحوم کے فرزند ہین، مین نے آغاز شباب مین جب مشرقی علوم والسنہ کی تحصیل کی طرف توجہ کی تھی تو آپ کے والد محترم میرے سب سے پہلے استاذ تھے، آج پچیس سال کا زمانہ گذر گیا کہ وہ مجھسے الگ ہوکر بیروت کی طرف روانہ ہوئے تھے، لیکن باوجود امتداد زمانہ انکے فضائل وخصائل حسنہ کی یاد ابتک میرے دل مین بالکل تازہ ہے، میری انکی پہلی ملاقات ۱۸۸۱ء یا ۱۸۸۲ء مین ہوئی، میرا بہت زیادہ وقت انکی صحبت مین گذرتا تہا، مین نے ان سے قرآن مجید کا درس لیا اور فارسی زبان مین خود انکی منظوم تفسیر قرآن ان سے پڑہی، انکی ایک اور منظوم تصنیف "شمسیہ لندنیہ" بھی مین نے ان سے سبقاً سبقاً پڑہی، پہلی تصنیف لندن مین چھپکر شایع ہوگئی ہے، دوسری تصنیف ابتک شایع نہ ہوسکی، لیکن جانے سے پہلے انھون مجھے اسکا ایک قلمی نسخہ مرحمت فرمایا تہا، اس کتاب کے اشعار غایت درجہ مشکل، اور ناقابل فہم ہین، کوئی شخص جبتک اسکے رموز واشارات سے واقف نہو، ایک شعر کا بھی مطلب نہین سمجھہ سکتا، مین اسلئے سمجھتا ہون کہ مین نے مصنف سے براہ راست اسکو سبقاً سبقاً پڑہا تہا، اور اسکے ناقابل فہم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسمین ان واقعات وکیفیات کی طرف اشارے کرتے ہین، جو انکو عالم مثال یا عالم خواب مین نظر آئے، نیز اکثر مقامات پر بطریق رمز واشارہ اس زمانہ کے سیاسی حالات کو بھی لکھہ جاتے ہین جو اسوقت پیش آرہے تھے، اور اس سلسلہ مین سلطنتون کے وزرا، اور وکلا کے نام بھی لکھتے جاتے ہین لیکن نام صاف صاف نہین لیتے بلکہ عجیب طریقہ سے ان کا ترجمہ کردیتے ہین، کہ اسکی طرف جبتک توجہ نہ دلائی جائے کسیکا ذہن منتقل ہو ہی نہین سکتا، مثلاً ایک شعر ہے،

سنگ ہیجت ابیچ نام بیزرد شنگ و ہیجت بچنگ سنگ درآمد

یہ شعر واقعات سیاسیہ مصر سے متعلق ہے، "سنگ ہیچ" سے ان کا مقصود گلیڈاسٹون" ہیں جو اس زمانہ میں جب برطانوی حکومت مصر پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے ساعی تھی، انگلستان کے وزیر اعظم تھے، دوسرے مصرع میں "شنگ وہیچ" سے مقصود "برائٹ" ہیں، یہ بھی اسوقت وزراے انگلستان میں داخل تھے "سنگ ہیچ" اور شنگ وہیچ"، ان کے ناموں کا لفظی ترجمہ ہے، اسی طرح انہوں نے تمام ناموں کے تحت اللفظ ترجمے کئے ہیں، اور ہر واقعہ کو رمز بنا کر کہا ہے جسکا بطور خود سمجھنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے،

مرحوم کو علوم دینیہ اور السنۂ قدیمہ و حدیثہ میں خاص درجہ حاصل تہا، وہ متعدد زبانیں مثلاً عبرانی، یونانی، انگریزی، عربی، فارسی اور ہندوستانی کے عالم و ماہر تھے بہت فصیح انگریزی بولتے تھے، اور اسمیں ان کا طرز تحریر فلاسفہ و علماء کا طرز تحریر تہا، گفتگو بہت کرتے تھے، اور بہت تیزی کے ساتھ بولتے تھے، اثنائے گفتگو میں ایک لمحہ کے لئے بھی چپ نہوتے تھے، بسا اوقات کہانا میز پر رکہا رکہا ٹہنڈا ہوجاتا تہا، اور انکو گفتگو سے اتنی مہلت نہیں ملتی تھی کہ کہانا کہالیں، بہت بارعب بلکہ کسی حد تک خوفناک تھے، ان کے اہل وطن ایرانی عموماً ان سے ڈرتے تھے، اور تو اور خود پرنس ملکم خان جو بیداری ایران کے موسسین میں سے تھے اور اسوقت انگلستان میں ایران کے سفیر تھے وہ بھی ان سے بیحد مرعوب تھے،

گو یہ ضرور ہے کہ رسالہ ان تینوں بزرگوں کی سعی و محنت سے مرتب ہوکر شائع ہوتا تہا، لیکن یہ واقعہ ہی کہ اسکے اصلی روح رواں سید جمال الدین افغانی تھے، رسالہ کے بنیادی خیالات اور سیاسی معتقدات تمامتر وہی ہیں جو سید صاحب مرحوم کے تھے، مفتی محمد عبدہ کا کام ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر تحریری صورت میں لانا تہا، اسی لئے رسالہ کے روح پر سید جمال الدین افغانی کو رسالہ کا

"مدیر سیاست" اور "ذمہ دار مسلک" اور مفتی عبدہ کو "محرر اول" لکھا بھی گیا ہے، مرزا باقر مرحوم لندن میں رہتے تھے، اور وہین سے عالم اسلامی کے متعلق ضروری اخبار اور مضامین کا انگریزی سے عربی مین ترجمہ کرکے پیرس دفتر "العروۃ الوثقیٰ" کو بھیجا کرتے تھے،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم رسالہ کے مواد ترکیبی اور اسکے اہم مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

رسالہ کا مقصد آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے بظاہر اکثر شرقی ممالک کی یہ حالت نہین تھی جو آج ہے اسوقت مغربی فتوحات کا سیلاب ایسا طوفان خیز اور ہمہ گیر نہ تھا جیسا کہ آج ہے، اسلئے اسوقت مشرق کی متعدد سلطنتین آج سے بہت زیادہ بہتر حالت مین نظر آتی تہین، گو یہ بالکل سچ ہے کہ اسوقت بھی تمام مشرقی قومین یکسان ضعف اور کمزوری کی حالت مین تہین، اُن کا شیرازۂ تمدن بکھر چکا تہا، اُن کے زبردست اخلاق کا ستون مرکز ثقل سے ہٹ چکا تہا، اور اُنکی قومی سلطنت وحکومت کی بنیادین کھوکھلی ہو چکی تہین، لیکن ان کمزوریون پر گذشتہ طاقت وشوکت اور جاہ وجلال کا ایسا پردہ پڑا ہوا تہا کہ اُنکو کچھ نظر نہ آتا تہا، وہ نشۂ ماضی کی سرمستیون مین اسدرجہ چور تہین کہ خمار حال کی اعضا شکن تکلیفون کا اُنکو احساس تک نہ تہا، سید جمال الدین افغانی کا اصلی کمال یہی کہ انھون نے اسوقت وہ سب کچھ دیکھ لیا تہا جو بہتون کو آج بھی نظر نہین آتا، اُنکو علانیہ یہ نظر آرہا تہا کہ شرقی قومین غفلت وبیخبری کی حالت مین پڑی ہین، اور چالاک مغربی قومین آہستہ آہستہ اُنکی دولت وثروت جاہ وحشمت، حکومت وسلطنت پر قبضہ کرتی جاتی ہین، اُنکو اُنکے نظام اخلاق، نظام معاشرت، نظام تمدن اور نظام سیاست کی کمزوریون نے ایسی حالت مین کردیا ہے، کہ وہ ایک دوسرے سے بے نیاز و بے خبر ہین، اُنکی دینی، قومی اور سیاسی روابط بودے پڑ گئے ہین، اور حملہ آور دشمن اُنکی اس حالت سے بتدریج فایدہ اُٹھا کر اُنکو اپنا زیردست اور ماتحت بنا لینا چاہتا ہے، چنانچہ

العروۃ الوثقیٰ کے پہلے نمبر مین جہان رسالہ کی ضرورت اور اسکے اغراض و مقاصد سے بحث کی ہے تحریر فرماتے ہین :-

عام طور پر مشرقی قومون کی بربادی کی اب کوئی حد نہین رہی، اور وہ انتہا درجہ تباہ حال ہو چکی ہین، خصوصاً مسلمان جنمین کے بہت سے تاجدار اپنے تاج و تخت اور بہت سے حکومت و ریاست کے حقدار اپنے حقوق سے محروم کر دیے گئے، ان مین بیشمار صاحب جاہ و عزت تھے جو ذلیل ہو گئے، بیشمار ارباب شوکت و جلال تھے، جو حقیر ہو گئے، اور بیشمار اصحاب دولت و مال تھے جو فقیر ہو گئے، کل تک جو صحیح و تندرست اور توانا تھے، وہ آج سقیم و مریض ہین اور جو شیر تھے وہ بھیڑیے ہین، ان کا کوئی فرقہ، کوئی طبقہ اور کوئی گروہ ایسا نہین جو اس عام تباہی و بربادی سے محفوظ رہ گیا ہو،

اس تمہید کے بعد کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہین،

ان آخری ایام مین مشرقی ممالک کے اہم مقامات مین جو یکسان مصیبتین نازل ہوئی ہین، انکی وجہ سے ان کے تمام باشندون مین باہمی ربط و اتحاد کی تجدید ہو گئی ہے، اور اسوقت مشرقی ممالک کے متفرق و مختلف اور دور دراز مقامات کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب و متحد ہو گئے ہین، ہر جگہ کے ارباب فہم بیدار ہو چکے ہین، اور وہ موجودہ حالات کے نتائج پر غور کر رہے ہین، وہ ان اسباب کی طرف بھی متوجہ ہو چکے ہین، جنھون نے انکو موجودہ حالت تک پہنچا دیا ہے، اور بقدر امکان اُنکے رفع و ازالہ کی فکر بھی انکو دامنگیر ہے، وہ اپنے ربط و اتحاد اور سعی و کوشش کی بنا پر اُسکے امیدوار ہین کہ شاید کھوئی ہوئی شوکت و قوت کو ایک دفعہ پھر پالین، اور موجودہ حوادث مین انکو اپنے دین و مذہب، شرف و وقار، اور ننگ و ناموس کی حفاظت و صیانت کا کوئی موقع ہاتھ آئے، وہ موجودہ وقت کو

ایک مغتنم فرصت سمجھتے ہین، اور اسی سے اُنکی امیدین قائم ہین، ان کے دلون مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین کھٹکتا، کہ بغیر کسی عمدہ نتیجہ کے یہ وقت اور موقع نکل جائیگا، لیکن فرض کرلو کہ یہ موقع ہاتھہ سے جاتا بھی رہے تو پردۂ غیب سے اس قسم کے بیسیون مواقع آیندہ اور پیدا ہوجائین گے،

اسوقت مختلف ممالک شرقی بالخصوص بلاد ہند اور مصر مین اس مقصد جلیل کے حصول کے لئے متعدد جمعیتین قائم ہوچکی ہین، جو ہر ممکن طریقہ سے ذرائع کامیابی کی تلاش وجستجو مین سرگرم ومصروف ہین، نہ وہ سعی وعمل سے تھکتی ہین، اور نہ اپنی کوششون مین کوئی کمی کرتی ہین، اگرچہ اس راہ مین اُنکو ان تمام انتہائی خطرات سے دوچار ہونا پڑے جو انسانی زندگی کو پیش آسکتے ہین،

اس قسم کی ایک طویل تمہید کے بعد آخر مین مقاصد رسالہ کی تشریح یون کی ہے،

یہ رسالہ بقدر امکان شرقی قومون کے لئے ان ضروری کامون کو صاف صاف بیان کریگا، جنہین کسی طرح بھی کمی کرنا اُنکی بربادی، کمزوری اور تباہی کا سبب ہے، اور ان راستون کی طرف علانیہ رہنمائی کریگا، جنپر چلنا تلافی مافات کے لئے ازبس ضروری ہے، نیز آیندہ مشکلات سے عہدہ برا ہونے کی بھی صورتین پیش کرتا رہیگا،

یہ رسالہ شرق کے اعلیٰ طبقہ کی نگاہون پر سے پردہ اُٹھانے کی کوشش کریگا، اور ان شبہون اور وہمون کو دُور کریگا جنکی وجہ سے ہدایت وکامیابی کا راستہ ان پر ملتبس ہوگیا ہے، ان کے ان وسوسون کو دفع کریگا جنکی بنا پر وہ مرض کے علاج وشفا کی طرف سے مایوس ہوچکے ہین، اور عام طور پر یہ سمجھنے لگے ہین کہ مصیبت اپنی انتہا کو پہنچگئی، اور تدارک وتلافی کا زمانہ گذر چکا،

یہ رسالہ یہ سمجھائیگا کہ تمام مشرقی قومون کے لئے ترقی کا توبعنی باہمی امداد و اعانت کا طریقہ نہایت ضروری ہے، اور یہی اُنکے سیاسی روابط اور وطنی تعلقات کا محافظ ہوسکتا ہے اسلئے کہ اسی طریقہ کے فقدان کا یہ نتیجہ ہے کہ آج قوی نے ضعیف کو دبا لیا ہے،

یہ رسالہ اعداء مشرق کی محبت و خیرخواہی کی اس منقش چادر کو جو زنگارنگ ملاطفت و نرم خوئی سے رنگین ہے، چاک کر کے جو کچھ پس پردہ ہے اُسکو علانیہ دکہا دیگا، اور حریص و طماع مغرب مشرق کی تاریکی غفلت مین آہستہ آہستہ جس مخفی راہ پر چل رہا ہے اسپر کافی روشنی ڈالیگا۔

یہ رسالہ اسکی خاص کوشش کریگا کہ تمام مشرقی قومون پر جو غلط الزامات قائم کیجاتے ہین، اور خاصکر مسلمانون پر جو جھوٹی تہمتین لگا کر انکو بدنام کیا جاتا ہے انکی اچھی طرح پردہ دری کرے اور اصل حقیقت کو سمجھائے، نیز بعض ناواقفون کے اس خیال کی تردید کریگا جو یہ سمجھتے ہین کہ مسلمان کبھی تمدن و ترقی کی برکات سے اسوقت تک مستفید نہین ہوسکتے جبتک وہ اپنی اصول پر کاربند رہین گے، جنپر آج سے سیکڑون برس پہلے کاربند ہو کر ان کے اسلاف نے فایدہ اُٹھایا تہا،

یہ رسالہ تمام مشرقی قومون کو سیاسی حوادث عامہ سے باخبر کرنے کی ہر وقت کوشش کریگا، اور ان کے متعلق سیاسی جماعتین جو طرز عمل اختیار کرتی رہین گی انکے انکشاف اور پردہ دری سے غافل نہوگا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ تمام مشرقی قومون کے باہمی تعلقات کی تقویت و استحکام اور ان کے افراد مین باہمی محبت و الفت کی تلقین و تمکین کی خاص طور پر رعایت رکھیگا، اور ان کے منافع مشترکہ کی تائید و حفاظت کو اپنا سب سے زیادہ ضروری فرض سمجھیگا۔

ان سادہ اور اجمالی مقاصد کو دیکھکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے، کہ سید جمال الدین افغانی نے

جن ضروریات کو پیش نظر رکھکر یہ رسالہ جاری کیا دہ کیا تھے ؟ کسی غافل جماعت کو حملہ آور دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھنے اور اُسکو اپنی آپ حفاظت کرسکنے کے قابل بنانے کی سب سے عمدہ اور بہترین صورت یہ ہے کہ ایک طرف اُسکو خواب غفلت سے بیدار کیا جائے اور دوسری طرف یہ بتایا جائے کہ حملہ آور دشمن کسطرف سے ، اکسوقت اور کن اسباب و آلات جنگ سے مسلح ہو کر اُسکو اپنے قابو مین کرلینا چاہتا ہے ، جیساکہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا ، سید صاحب بالکل اسی اصول پر عمل پیرا تھے ، ایک طرف تو وہ بار بار مشرقی قومون کو ان قومی و وطنی فرائض کے ادا کرنے کے لئے آمادہ کرتے تھے جنپر انکی حیات قومی و وطنی کا مدار ہے ، اور دوسری طرف مغربی قومون کے وسائل و مکائد اور طرق فتح و غلبہ کی پردہ دری بھی کرتے جاتے تھے ،

اتحاد امم مشرقیہ لیکن ہم اس موقع پر جس چیز کی طرف ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم مشرقی قومون کے باہمی بغض وعداوت کو رفع کرنے اور ان مین ربط و اتحاد کو پیدا کرنے کو کسقدر ضروری خیال کرتے تھے ، آج ہندوستان کے رہنماؤن نے مدت کے تجربہ اور ضرورت کی انتہائی حالت پیدا ہو جانے کے بعد یہ محسوس کیا ہے کہ آزادیٔ ملک کی تعمیر کے لئے ملک کی مختلف قومون اور فرقون کا پختہ اتحاد خشت اولین ہے ، جسکے بغیر یہ عمارت قائم ہی نہین کیجا سکتی ، لیکن سید جمال الدین نے آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی اُسکو محسوس کیا اور بار بار اسکا اعلان کرتے رہے ، مقاصد رسالہ کا ایک ایک حرف و جملہ اسی حقیقت کا اعلان کر رہا ہے ، نیز مختلف مضامین مین سید صاحب نے اسکا خاص طور پر اعادہ کیا ہے ، ایک موقع پر جب مصر کی مجلس وزراء نے مصر مین "العروۃ الوثقیٰ" کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا ، تو اس واقعہ پر نوٹ لکھتے ہوئے اس پختہ عقیدہ کی بنا پر اپنے حسن ظن کو جن الفاظ مین ظاہر کیا ہے ، ان کا خلاصہ یہ ہے :-

"مجلس نے مصر مین العروۃ الوثقیٰ کے داخلہ و اشاعت کو ممنوع قرار دیا ، اور اسی فیصلہ کے

مطابق سرکاری اعلان مین یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس اس رسالہ کا کوئی نسخہ پایا جائیگا، اُسکو پانچ سے لیکر پچیس گنی مصری تک بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا، ہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین قائم کر سکتے کہ کسی مصری رکن کی باختیار و آزاد راے نے یہ فیصلہ کیا ہو بلکہ ہم خدیو مصر کی ذات سے بھی ایسی اُمید نہین رکھتے، اور ہمارے وہم مین بھی یہ بات نہین آتی کہ کوئی مصری خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان بلکہ کوئی مشرقی جو مصر مین قیام پذیر ہو، اس حکم مین عدل و انصاف کا شائبہ تک پاتا ہو، اور یہ کسطرح ہو سکتا ہے کیونکہ اس رسالہ نے مصری حقوق کی محافظت و مدافعت کے فرائض ادا کئے ہین، ہر معاملہ مین مصریون کی امداد و اعانت کی ہے، اور مصر کے دشمنون کی اُمیدون کو ناکام کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، اس رسالہ کا مشرب زید کی مدح اور عمر کی عیب جوئی نہین ہے، بلکہ اُسکا مقصد نہایت ارفع و اعلیٰ ہے اسکی کوششین اسپر صرف ہوتی ہین کہ مشرقی قومون کے سینون مین باہمی بغض و عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے ہین اُن پر نصیحت و مصالحت کا پانی ڈال کر اُنکو اخلاص و محبت سے بھردے وہ ابنائے مشرق سے یہ التماس کرتا ہے کہ باہمی تنازع و اختلاف کے ہتھیار رڈالدین اور اس عام مصیبت کے مقابلہ مین جو سب کے لئے یکسان تباہ کن ہوگی، اتحاد و اتفاق کے اسلحہ سے مسلح ہو کر صف بستہ ہو جائین، وہ یہ چاہتا ہے کہ گھر کے آیندہ اندرونی انتظامات کی فکر سے پہلے خود گھر کی حفاظت کرنا چاہیئے، ابتدا سے "العروۃ الوثقیٰ" کا یہی طرز عمل ہے پھر کیونکر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی عاقل انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ مشرق کا کوئی فرد خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ایک ایسے مفید رسالہ کو اپنے ملک مین داخل ہونے سے روک دیگا، ہم یقینی طور پر یہ جانتے ہین کہ یہ سب اس قوت کا کرشمہ ہے جو اسوقت مصر پر مسلط ہے اور وزارت مصر نے جو کچھ کیا ہے وہ انگریزی عمال حکومت کے جبر اور دباؤ سے کیا ہے،

العروۃ الوثقی کے اجرا کے زمانہ مین مشرق کا اہم سیاسی مسئلہ "مصر مین برطانوی مداخلت" کا مسئلہ تہا، اور اُسپر بحث و تمحیص کے دوران مین لازمی طور پر بار بار ترکون اور مصریون کا نام آتا تہا، اس سے ایک بدگمان شخص کے لئے یہ موقع تہا کہ وہ یہ خیال قائم کرے کہ "العروۃ الوثقی" خاص مسلمانون کے حقوق و مفاد کی حفاظت و حصول کے لئے جاری کیا گیا ہے سیدصاحب کو خود بھی یہ بات کہٹکی تھی، چنانچہ اسکے دفعیہ کے لئے العروۃ الوثقی کے عنوان سے ایک نوٹ مین تحریر فرماتے ہین،

کسی کو یہ خیال قائم نہ کرنا چاہیئے کہ اس رسالہ مین جو بار بار خاص طور پر مسلمانون کا تذکرہ آتا ہے تو اس سے مقصود صرف انہی کے حقوق کی محافظت اور اُن کے غیر مسلم ہموطنون کے حقوق و مصالح کو جو صدیون سے رشتۂ وطنیت کی بنا پر ان مین باہم مشترک و مخلوط ہین، نظرانداز کر دینا ہے۔ ایسا کرنا ہماری افتادِ طبیعت و رجحان کے بالکل خلاف اور ہماری شان سے بہت بعید ہے، کیونکہ ایسا کرنے کی اجازت نہ تو ہمکو ہمارے دین و مذہب نے دی ہی اور نہ ہماری شریعت اُسکو کسی طرح اور کسی حال مین بھی جائز رکہتی ہے، ہماری غرض عام طور پر مشرقی قومون کو ہوشیار اور بیدار کرنا ہے، لیکن اثنائے تحریر مین جو ادہر بار بار مسلمانون کا نام آتا ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اسوقت جن ممالک پر اغیار نے دست درازی کی ہے، اور جن سرزمینون مین دشمن گہس آئے ہین وہان مسلمانون کی غالب تعداد آباد ہے اور وہان اسلامی حکومتین قائم ہین اسلئے خطاب کے موقع پر مسلمانون کا نام آنا بالکل ناگزیر ہے،

اتحاد دول اسلام اتحاد دول اسلام یا "اتحاد اسلامی" کے اولین داعی اسمین شبہہ نہین کہ سید جمال الدین افغانی تھے، اور اُنہون نے "العروۃ الوثقی" کے توسط سے اس خیال کو مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال تک پہیلا دیا، اسکے فیصلہ کا یہ موقع نہین کہ یہ وہی دعوت اتحاد اسلامی ہے، جسکے خوف سے یورپ کا جسم لرز جاتا ہے، ہونٹ خشک ہوجاتے ہین، چہرہ زرد پڑجاتا ہے، اور خواب مین بھی

ترکون کی بے نیام تلوارین چمکتی ہوئی نظر آنے لگتی ہین یا کوئی اور ؟ بلکہ یہان صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانون کی مختلف جماعتون کو متحد کرنے اور انکی باقیماندہ حکومتون کو رشتۂ اتحاد مین منسلک کرنے کے لئے یقیناً سید جمال الدین نے اپنی آواز بلند کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ سید جمال الدین نے جب مسلمانون کے ضعف و انحطاط اور تباہی و بربادی کے اسباب و علل پر غور کرنا شروع کیا تو اسکا سب سے پہلا اور اصلی سبب اُنکی راے مین یہ قرار پایا کہ مسلمانون کے وحدۃ کلمہ و اتحاد و اخوت کا سررشتہ جس سے انکی حیات قومی اور عزت و عظمت وابستہ تھی، شکستہ و پارہ پارہ ہے، اسلئے اُنھون نے سب سے پہلے اسی دھاگے مین گرہین لگانے کی کوشش کی، اس اجمال کی تفصیل غیر کی بجاے خود انکی زبان سے سننا زیادہ بہتر ہے، ایک مضمون مین جسکا عنوان واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ہے، ابتداءً قرآن مجید اور احادیث و آثار سے اتحاد و اخوت کی تعلیم و ضرورت کا ثبوت دیکر یہ لکھا ہے کہ جس قوم کی مذہبی تعلیم یہ ہے، اسمین آج یہ انتہا درجہ تفرق و انتشار اور جدائی و علٰحدگی کیون پائی جاتی ہے ؟ پھر اسکی ایک فلسفیانہ اور واقعی و حقیقی توجیہ کرنے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے :-

اس صاف اور ظاہر اصول مین غور و فکر کرنے کے بعد تمکو اسکا سبب معلوم ہوجائیگا کہ مسلمان اتحاد و اتفاق کی اس مذہبی تعلیم و تلقین کے باوجود کیون ایک مدت سے اسکی ضرورت محسوس نہین کرتے یا محسوس کرتے ہین تو اُسکی طرف اقدام نہین کرتے، حقیقت یہ ہے کہ ایک مدت سے ان دینی عقائد کے سوا جو عمل مشترک سے بالکل الگ ہین اور کوئی چیز ان کے درمیان "جامعہ" باقی نہین رہی جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ان مین باہمی تعارف تک نہین ہے اور وہ ایک دوسرے سے بہت بُری طرح جدا ہین، اور ون کا تو کیا ذکر؛ خاص علماے کرام جنکے فرائض مین عقاید کی حفاظت اور لوگون کی ہدایت داخل ہے آج ان کا یہ حال ہے کہ اُن مین

کوئی باہمی مواصلت و مراسلت نہین، ترکی عالم، حجازی عالم کے حالات سے بالکل بے خبر، اور ہندی عالم، افغانی عالم سے قطعاً غافل ہے، بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ ایک ملک کے علما باہم کوئی ارتباط و مواصلت نہین رکھتے،

پھر جسطرح یہ بیگانگی و جدائی طبقۂ علما مین ہے، ٹھیک اسی طرح اسلامی سلاطین و امرا مین بھی ہے، کیا یہ تعجب انگیز امر نہین کہ عثمانی حکومت کی سفارت مراکش مین اور مراکشی حکومت کی سفارت عثمانی حکومت مین نہین ہے؟ کیا یہ نادر واقعہ نہین ہے کہ دولت عثمانیہ کا کوئی صحیح رابطہ افغانی امارت کے ساتھ نہین پایا جاتا؟ یہی تفریق و پراگندہ حالی ہے جسکی بنا پر آج یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مسلمانون کی ایک جماعت کو دوسری جماعت، اور ایک شہر کے باشندون کو دوسرے شہر کے باشندون کے ساتھ کوئی علاقہ و تعلق نہین ہے آج ان مین ایک ہلکی قسم کا صرف یہ احساس باقی رہ گیا ہے کہ "ہان فلان ملک اور فلان شہر مین بھی کچھ لوگ ان کے ہم عقیدہ اور ہم مذہب رہتے ہین،

ملت اسلامیہ ایک صحیح المزاج اور قوی البنیہ جسم کی طرح تھی کہ دفعتہً اس پر مصیبتین نازل ہوئین، اور اسکی قوت ضعف سے، صحت علالت سے اور اتحاد و التیام تفرق و انتشار سے بدل گیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکا سارا نظام جسمانی پاش پاش ہوگیا، ملت اسلامیہ کے روابط مین اس ضعف و انحلال کا آغاز اسوقت ہوا جب رتبۂ علمیت و تفقہ فی الدین رتبۂ خلافت سے جدا ہوا، یعنی عباسی خلفار، خلفاے راشدین کے طریقہ کے خلاف اجتہاد و تفقہ فی الدین اور شرف علم و فضل سے بے بہرہ ہوکر محض نام کی خلافت پر قانع ہوگئے، خلیفۂ وقت کی اس علمی و اجتہادی بے مائگی و کم روری نے عام مطلق العنانی کے لئے دروازہ کھولدیا، اور کثرت سے مذاہب مختلفہ پیدا ہوگئے، اور تیسری صدی ہجری کے آغاز مین اسلامی فرقون مین اختلاف

و تعصب اپنی انتہائی حد تک پہنچگیا، اسلامی دنیا کے لئے یہ سب سے پہلی مصیبت تھی جس نے اسمین تفرق و انتشار کی راہین پیدا کی تھین کہ دفعتہً اس مصیبت کے بعد ایک اور مصیبت نازل ہوئی جو پہلی سے زیادہ موثر، زیادہ وسیع اور زیادہ تباہ کن تھی اور جس نے پہلی مصیبت کی پیدا کی ہوئی تباہیون کو اور زیادہ عام اور ہمہ گیر کردیا، یعنی یہ کہ اب خود منصب خلافت کی تقسیم و تجزی ہوگئی، اور بغداد کی خلافت عباسی کے علاوہ مصر و مغرب مین فاطمی خلافت اور اندلس اور اطراف اندلس مین اموی خلافت قائم ہوگئی - اس تفرق کلمۂ امت و انشقاق و اختلاف امم اسلامیہ نے ایک طرف تو اُن کے باہمی تعلقات کو کمزور کردیا، اور دوسری طرف رتبۂ خلافت کے اثر و وقار کو کھودیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دلون سے منصب خلافت کی عظمت و ہیبت مٹگئی، عین اسی زمانہ مین حکومت و سلطنت کے طالب و دعویدار اُٹھے اور اُنھون نے قوت و شوکت کے حصول کے لئے خلافت کی کسی قسم کی رعایت کئے بغیر ہر طرح کی کوششین شروع کردین یہانتک کہ رفتہ رفتہ صحیح معنون مین خلافت مٹگئی اور سلطنتین اور حکومتین قائم ہوگئین،

ابھی دنیائے اسلام کو ان مصیبتون کے بعد دم لینے کی بھی مہلت نہین ملی تھی کہ دفعتہً ایک تیسری مصیبت نازل ہوئی جو سب سے زیادہ بربادکن اور تباہی انگیز تھی یعنی چنگیز خان اور تیمور لنگ نے اُٹھکر اُسکی اینٹ سے اینٹ بجادی، اُسکا شیرازہ تمدن بکھیر دیا اور اسکی سلطنت و حکومت، شوکت و اقتدار، جاہ و جلال اور عزت و ثروت کا ایک ایک ورق اسطرح منتشر کردیا کہ پھر کبھی مجتمع و منتظم نہو سکا، اس مصیبت نے تمام اسلامی دنیا کو حواس باختہ کردیا، اُسکے دامن اتحاد کا تار تار الگ ہوگیا اور اتحاد و اتفاق و ربط ملی کی ایک ایک گرہ کھل گئی، اور ساتھ ہی وہ تمام عقاید و عوابد بھی کمزور یا فنا ہوگئے جو اُن کو

وحدۃ کلمہ کی دعوت دیتے تھے اور باہمی اتحاد وارتباط پر اُبھارتے تھے، ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس وحدۃ کلمہ واتحاد بین المسلمین کو بالکل فراموش کرگئے، اور اُن کے باحساس سے بااحساس اور بلند ترین سے بلند ترین طبقہ بین بھی اگر اُسکے متعلق کوئی خیال باقی رہ گیا تھا تو وہ ایک صورت ذہنیہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تھا جو صرف خزانۂ خیال مین پائی جاتی ہے، اور اُسکو قوت حافظہ صرف اس حالت مین یاد کرسکتی ہے، جب انسان اپنے خزانۂ معلومات کا باضابطہ جائزہ لے۔

مسلمانون کا یہی تفرق وانتشار تھا جسکو ربط واتحاد سے بدل دینے کی کوشش سید جمال الدین افغانی مرحوم نے کی تھی،

علمار کی طاقت کو حرکت مین لانا | لیکن اس سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ سید صاحب مرحوم نے علمار کی جماعت کو حرکت مین لانے کی خاص کوشش کی، واقعہ یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی مین اس جماعت کی حیثیت نہایت بلند وارفع ہے، اور وہ جسد اسلامی کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جسکے صلاح وفساد پر تمام نظام جسمانی کے فساد وصلاح کا دارمدار ہے، سید صاحب نے متعدد مضامین مین علمار کی طرف توجہ کی ہے اور اُنکو اُبھارا ہے، لیکن ہم بہ نظر اختصار ایک ہی کے ترجمہ واقتباس پر اکتفا کرتے ہین، ایک مضمون کے آخر مین جسکا عنوان وذکرنا فان الذکری تنفع المومنین ہے تحریر فرماتے ہین،

> مسلمان کبھی ان فضائل سے کلیتہً جدا نہین ہوسکتے جنکو اُنھون نے اسلاف سے وراثتہً پایا ہے، اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ اُنکو کتاب اللہ، سنت نبوی اور اپنے دین و شریعت کے ساتھ انتہائی حسن اعتقاد ہے، اور ہان وہ خلفاے راشدین، صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی سیرتون کو کبھی فراموش نہین کرسکتے، یہ چیزین اُنکے قلوب کا نقش علی الحجر

ہو چکی ہین، لیکن موجودہ وقت مین ان چیزون کی طرف سے جو غفلت و بے پروائی اُن مین پائی جاتی ہے وہ بالکل سطحی اور عرضی ہے، اس حالت کے لئے بقار و دوام نہین، ادنی درجہ کی توجہ بھی انکو اس خواب غفلت سے بیدار کرسکتی ہے،

جب تم قرآن مجید کی ان آیتون کو غور سے دیکھو گے جنمین بہترین فضائل اخلاق کی تعلیم دیگئی ہے، اور پھر مسلمانون کی اس حرص و دلبستگی پر غور کرو گے جو انکو کتاب اللہ پر عمل، سنت رسول اللہ کی تقلید، اپنے دین و مذہب کے احترام، اور رسول اور اصحاب رسول کی تعظیم و تبجیل کے ساتھ ہے تو تم خود بخود یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگے کہ اگر علماے دین اپنے ان وظائف و فرائض کے ادا کرنے پر جو ان پر صاحب شرع کے وارث ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہین آمادہ ہوجائین تو کوئی قوت نہین ہے جو امت اسلامیہ کے احیار اور اسکے مجد و فضیلت کے اعادہ کی راہ مین روک بن سکے،

بے شبہہ علماے راسخین فی العلم اور بالغ نظر مسلمان یہ اچھی طرح جانتے ہین کہ اس زمانہ مین جو کچھ مصیبتین مسلمانون پر آئی ہین وہ اللہ کی طرف سے ان بے اعتدالیون کی سزا ہین جو اُنھون نے پچھلے دنون مین کی ہین، پس ہمین علماے کرام کی ہمت، انکی غیرت دینی اور حمیت ملّی سے امید ہے کہ وہ شگاف کے پھیلنے سے پہلے اُسکے جوڑنے، اور مرض کے مستحکم ہونے سے پہلے اُسکے علاج و مداواۃ کی طرف کافی توجہ کرینگے، انکو چاہیئے کہ وہ عامۂ مسلمین کو احکام اللہ اور سنت نبوی کی پیروی پر اُبھارین، اور اللہ اور اُسکے رسول کے حکم کے مطابق اُنکے باہمی رشتۂ اخوت و الفت کو مضبوط و مستحکم کرنیکی کوشش کرین نیز یہ کہ لوگون کے قلوب پر جو یاس و نا امیدی چھاگئی ہو اسکے محو و فنا کرنے کے لئے اپنی تمام جد و جہد کام مین لائین اور لوگون کو یہ بتائین کہ اللہ تعالی کی رحمت سے نا امید ہونا انسانی قلب کی ایک بیماری اور اُسکے عقاید کی کجی ہے جس سے مسلمان یقیناً ہر طرح پاک اور بے عیب ہین - باقی

سراج الدین ظفرشاہ اور مرزا غالب

کی

زندگی کا ایک گم شدہ ورق

گذشتہ نمبر مین جس مثنوی کا ذکر کیا گیا تہا وہ حسب ذیل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظفرشاہ نے اہل سنت امراء اور اعیان اور عوام مین اپنی بدنامی دیکھکر اُسکو دُور کرنے کے لئے ایک مثنوی فارسی مین لکھوا کر شائع کی جسمین علانیہ اس الزام کی تردید اور مذہب اہلسنت کی مدح و توصیف ہے،

ہلہ ہان اے دقیقہ اندیشان — حق پرستان معدلت کیشان

تر زبانان وصف جہد و جہاد — راز دانان دین و دانش و داد

شاہیئے ما بہ دہر حادث نیست — نو بر نخلۂ حوادث نیست

یافت ہرکس کہ حسب و عنوانش — منتہی تا بہ یافث اوغلانش

زان نشانگاہ تا صفی اللہ — بود ہر دیدہ ور بہی اللہ

شد بہ نیروے این دلیل درست — کہ نیاگان ما ز روز نخست

یا گرامی پیمبران بودند — یا گرانمایہ سروران بودند

زان سپس روزگارہاے دراز — در سراپردہ ہاے عزت و ناز

بود ہرکس بہ کشور آرائے — تا بہ چنگیز خان مسیحا ئے

چون قراچار دم زد از اسلام — بنگہ قوم یافت ماہ تمام

بعد ازان تا بہ ما کہ بو ظفریم	ہمہ فرمان دہان و داد گریم
ہیچکس و ہم ز اعتزال نہ زد	گام بر مسلک جہال نہ زد
دشمن جوہر نگاہ نہ ایم	منکر رویت اللہ نہ ایم
رسم ما نیست ناسزا گفتن	کار ما نیست جز ثنا گفتن
خانہ زاد رسول و آل وییم	دشمن خصم بدسگال وییم
خانہ زاد نبی و آلِ نبی	نکتہ با صحابہ بے ادبی
زانکہ ایشان امین و داد گراند	با نبی ہمنشین و ہم سفراند
کیش بیگانگی رہا کردہ	بر نبی مال و جان فدا کردہ
بہ ولائے نبی و عترت او	یافتہ ملک و دین بدولت او
بدسگال صحابہ بے دین است	در خور صد ہزار نفرین است
کار اصحاب بین و بد مشمر	حال ایشان چو حال خود مشمر
گر ترا صرفہ نکو کاریست	حب ایشان طراز دین داریست
فکر نقض صحابہ سودا ایست	خاطر کفر را سویدا ایست
رفض ما خولیائے خام آرد	صید دیوانگی بدام آرد
با تو گویم اگر یقین داری	کاین بزرگان ز روی دینداری
خیر خواہِ رسول و آل ویند	عاشق جلوۂ جمال وے اند
دوستان را شمردۂ دشمن	در خور سرزنش توئی یا من
آنچہ اندیشۂ نہانی تست	ہمہ از روئے بدگمانی تست
کار دین مشکل است آسان نیست	بدگمانی طریق ایمان نیست

پیش ازین آنچنانکہ ما گفتیم / حرفے از راز بر ملا گفتیم

تاج و تیغ و نگین خود ازما بود / دولت و ملک و دین خود از ما بود

آن نیرزد بہ حبہ گراین ماند / ملک گر رفت گو برو دین ماند

اندرین روزگار گر شب و روز / ما نداریم طالع فیروز

حاصل ماست باہمہ خم و پیچ / گوشۂ و توشۂ و دیگر[1]

بے شکوہے و ظلمت الدینے / نیست بر من غلط بہ آیئنے

کان غلط بسکہ بر زبانہا رفت / تا ادوہ زان غلط نشانہا رفت

دیدہ باشد کہ شہر یار نیم / کارفرمائے بندہ دار نہ ایم

شاہی من بجز ریاست نیست / بہر من پایۂ سیاست نیست

لاجرم رفت ہرچہ خواست سرود / نارو اگفت خود نہ راست سرود

بر چنین کس ہزار نفرین باد / لعنت از حق ز خلق آمین باد

زین کہ توقیع من نوشت بہ جعل / خاطرم راست اندر آتش نعل

حاشی للہ کہ پنجۂ سیمین / سرد نقش داد و دانش و دین

پنجۂ را کہ ساخت خود ستیز / چون تواند شمرد دست آویز

راہ حق را بہ حرف نتوان بست / خود زوا گو بہ طرف نتوان بست

آن یکے کو خدا نداشت خبر / مرنبی را شمرد جا و دگر

چون نگردد رہا رسول خدا / من لسان الوری فکیف انا

گرچہ بر من بزور نتوان بست / تہمتے را کہ مرد نادان بست

---

[1] لفظ پڑھا نہین گیا۔

لیک بدنام کردہ دادا نیست | کہ ز خون ریختن زیادا نیست
نخورم خون دل ز چشم چرا | کہ رود بر من این دروغ دمرا
نیست مارا درین گذرگہ تنگ | کہ بگویم من وردو سرہنگ
تا زبان از قفا بروں کشندش | چون بمیرد بخاک خون کشدش
یا بگیرند خوار و زار کنند | واژگون برخرش سوار کنند
روسیہ گرد شہر گردانند | گر نگردد بقہر گردانند
ورنہ تو گوئی مجال یارا نیست | حاکمان راست گرچہ مارا نیست
دہررا حاکمان دادگراند | کہ زہر کس بداد بیشتراند
ہرکہ بد کرد کیفر آن ہست | قتل گر نیست بند زندان ست
لاجرم من کہ پادشاہ استم | پیش وادار دادخواہ استم
علت جعل کم گناہے نیست | بہر مجرم گریزگاہے نیست
جعل سازی و فتنہ پردازی | جرم دانی و نشتری بازی
راے حکام دہر ما چہ بود | این چنین جرم را سزا چہ بود
گر جفا پیشہ را نیازردم | بہ امینان ملک بسپردم
بو ظفر ملک و دین خداداداست | داد خواہیم و کار ما داد است
نامہ را ختم کن کہ پایان رفت | مدعا صورتے نمایان رفت
علما را ز خود دعا بفرست | دین نمودار جا بجا بفرست

اس مثنوی کی شیرینیٔ زبان، فصاحت بیان، طریقۂ ادا، اور اسلوب بدیع گو خود

لہ یہ مصرع پڑھا نہیں گیا۔

اہل ذوق کی نظر میں غالب کی پردہ دری کرتا ہے، تاہم آیندہ کے واقعہ سے معلوم ہوگا کہ لکھنؤ اور دربار لکھنؤ کو اسی زمانہ میں یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ پُرزور دینی ریزہ، ظفر شاہ کی ملکیت نہیں، بلکہ شاہ اقلیم سخن مرزا اسداللہ غالب کا مقبوضہ ہے،

مرزا غالب کے ایک قصیدہ کی شان تصنیف

بیا در کربلا تا آن ستمکش کاروان بینی | کہ در روے آدم آل عبا را ساربان بینی

یہ قصیدہ کلیات غالب میں موجود ہے، مگر اسکو بھی مذکورہ بالا واقعات سے ایک گونہ تعلق ہے واجد علی شاہ کو خواب میں جناب سید الشہداء علیہ السلام کی طرف سے بشارت ہوئی کہ ہم خاک شفا تمہارے لئے بھیجتے ہیں، نجف اشرف کے مجتہد صاحب کو بشارت ہوئی کہ خاک شفا لکھنؤ بھیجی جائے کربلا سے خاک شفا کی ضریح بڑے اہتمام سے روانہ ہوئی، لکھنؤ میں جو داخلہ کی تاریخ تھی اس روز واجد علی شاہ نے سلطان العلما کو یہ رقعہ لکھا:-

وریں ولا حسب اجازت وایماے مولاے جہان و جہانیان حضرت ابا عبداللہ الحسین شہید معین مظلومان کہ بمجتہد نجف اشرف شدہ وازانجا معرفت سلطان العلما مجتہد العصر والزمان بداعی دولت حضرت صاحب الزمان بسبب عارضۂ خفقان اختیار پیادہ روی نمیدارد ولہذا نور چشم این دودمان برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر و برخوردار جرنیل صاحب بہادر و دیگر شاہزادگان این خاندان راحکم دادہ کہ نیابت باستقبال پردازند وایشان ہم شریک

حال میں جو اجازت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجتہد نجف اشرف کو ہوئی، اور اُن کے بیان سے بذریعہ سلطان العلما کے مجھ تک پہنچی، میں چونکہ بسبب عارضۂ خفقان پیادہ روی کی طاقت نہیں رکھتا، اسلئے برخوردار صاحب عالم و عالمیان مرزا ولیعہد بہادر اور دوسرے شاہزادوں کو حکم دیا ہے کہ میرے قائم مقام ہوکر استقبال کریں، اور خود بہ لوگ بھی سفر یک استقبال ہوکر گھر تک

استقبال شده تا بخانه رسانند عند الله ماجور خواهند شد بتاریخ ۲۶ شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبه یکنیم پاس روز باقیمانده سیاه پوش شده به کربلای دیانت الدوله بهادر حاضر شوند۔

پہنچائین اور خدا سے ثواب حاصل کرین، ۲۶ شعبان ۱۲۷۰ھ یوم پنجشنبہ آدھ گھڑی دن سے سیاہ پوشش ہوکر دیانت الدولہ بہادر کے کربلا مین حاضر ہون،

اس حکم کے موافق ضریح خاک شفا بڑی دھوم سے لکھنؤ مین آئی، غالب نے یہ قصیدہ لکھکر سلطان العلما کو بھیجا، سلطان العلما نے قصیدہ کو اس سفارش کے ساتھ واجد علیشاہ کے سامنے پیش کیا،

از انجا کہ آوازہ وصول بشارت موصول ضریح مبارک خاک شفا از کربلائے معلی برائے بندگان اقدس واعلی ازین بیت السلطنت بمینۂ آباد تا دار الخلافت شاہجہان آباد رسیده۔ اسد اللہ خان غالب دہلوی کہ در فن شعر و سخن یکتا و در فصاحت نظم و نثر بے ہمتا و مانند نظیری نظیرے ندارد اگر کلاشن مقبول بارگاه خاقانی شود ہمپایۂ خاقانی باشد در ینولا قصیدۂ غرا در مدح ضریح بطرز ملیح و بیان فصیح انشا و انشاد نموده و جادۂ مدحت گری و ثنا گستری بندگان سکندر شان بقدم اقدام پیموده۔ بمفاد

نملۃ جاءت برجل من جراد
تو سلیمانی کن اے عالی نژاد

بطریق ہدیہ محقره کہ بعد قبول تحفہ موقره می گردد

چونکہ اعلیحضرت کے لئے ضریح مبارک خاک شفا کے پہنچنے کی خوشخبری اس دار السلطنت سے شاہجہان آباد کو پہنچی، اسلئے اسد اللہ خان غالب نے جو بے مثل شاعر ہے، ایک قصیده مدح ضریح مین لکھکر اور اعلیحضرت کی ثنا گستری بھی کر کے بطریق ہدیہ محقرہ کے جو بعد قبول کے تحفہ موقرہ ہو جائیگا،

بحضور معلی گزرانیدہ، ہذا داعی کہ در امور خیر ساعی می باشد، بہ بارگاہ فلک جاہ ان را ارسال داشتہ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف، و چون متضمن مرثیہ و اشعار مبکیہ است۔ غالب کہ بمودای فقرہ شریفہ کہ در حدیث ثواب بکا و باکی وارد گشتہ عفر اللہ ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر۔ باعث عفو و غفران لغزش قدم و لرزش قلم کہ در مثنوی سابق لاحق حالش شدہ بود گردد، رجاے واثق کہ ہموارہ مادح ممدوح مورد مراحم سلطانیہ و عنایات خاقانیہ از پیشگاہ بارگاہ جمجاہ بودہ باشد۔

حضور معلی مین پیش کیا، اسلئے خاکسار نے کہ ہمیشہ نیک کامون مین سعی کرتا ہے، دربار مین اُسکو روانہ کیا، گر قبول افتد زہے عزّ و شرف، چونکہ اسمین مرثیہ اور رُلانے والے اشعار بھی پاسے جاتے مین ظن غالب ہے کہ بفحواے اس فقرہ شریفہ کے کہ حدیث ثواب بکا و باکی مین وارد ہوا ہے، (یعنی خدا اسکے گناہ کو گو وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہون معاف کردیگا) پہلی مثنوی مین اس سے جو لغزش ہوگئی ہے وہ معاف ہوجائیگی، امید ہے کہ مدح گو ہمیشہ مورد مراحم سلطانیہ رہیگا۔

اس عرضداشت سے ظاہر ہے کہ وہ فارسی مثنوی مرزا غالب سے کہوائی تھی، اُسکے بعد ذیل کا خط سلطان العلما نے مرزا غالب کو لکھا۔

مشہود خاطر نورد ماثر باد کہ بیشتر در پاسخ نمیقہ انیقہ مکتوب شعر بر ایصال معروضہ مع قصیدہ فریدہ بہ پیشگاہ سلطانی نوشتہ ارسال داشتہ ام، مظنہ آنست کہ بنظر شریف رسیدہ باشد۔ دیگر پاسخش ہنوز نرسیدہ، بالفعل امر تازہ کہ قابل اظہار است اینکہ قصیدہ موعوفہ کہ متضمن در غرر یہ ابدار و لالی متلالی شاہوار بود خیلے پسند خاطر مبارک بندگان دارا دربان افتاد،

آپ کے خط کے جواب مین ایک معروضہ لکھ چکا ہون جسمین یہ اطلاع دی ہے کہ ایک معروضہ مع قصیدہ کے بادشاہ سلامت کی خدمت مین بھیجدیا ہے، یقین ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا مگر ابتک اُسکا جواب نہین آیا۔

اسوقت قابل اظہار بات یہ ہے کہ قصیدہ حضور کو بہت پسند آیا، اور خلعت فاخرہ کے عطا کرنے کا حکم صادر ہوا لیکن اس خیال سے کہ آپ چونکہ

وتشریف قبول بر نہج معمول دست داد و ایمای
باعطای ارسال خلعت لایق از بارگاہ سپہر اشتباہ
صادر شدہ، اما بخیال اینکہ چون آن طرہ بوستان
سخندانی بانتیجہ دودمان صاحبقرانی دربیت
اورنگ گورگانی تعلق وتوسلے دارند مبادا ابلاغ
این عطیہ شریفہ مخالف مزاج آن بادشاہ جمجاہ و
باعث برہمی وظیفہ مقررہ سامی شود لہذا درین
باب توقف نمودہ شد، الحال ہرچہ مشورہ سامی
گرامی باشد بعمل آید۔

حررہ ۴ ۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ

خاندان صاحبقرانی سے تعلق رکھتے ہین اسلئے
ایسا نہو کہ اس عطیہ کا بھیجنا مخالف مزاج اس
بادشاہ کے ہو، اور آپ کے وظیفہ مقررہ مین
کوئی خلل پیدا ہو، اس معاملہ مین توقف کیا گیا
اب جو آپکی راے ہو اُسپر عمل کیا جاے ،

۴ ۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ

غالب کا اُردو کا سلام

اسی مجموعہ مین غالب کا ایک سلام بھی درج ہے ،

سلام اُسے کہ اگر بادشا کہین اُسکو — تو پھر کہین کہ کچھ اس سے سوا کہین اُسکو
نہ بادشاہ نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے — کہو کہ خامس آل عبا کہین اُسکو
خدا کی راہ مین شاہی و خسروی کیسی — کہو کہ رہبر راہِ خدا کہین اُسکو
خدا کا بندہ، خداوندگار بندون کا — اگر کہین نہ خداوند کیا کہین اُسکو
فروغ جوہر ایمان حسین ابن علی — کہ شمع انجمن کبریا کہین اُسکو
کفیل بخشش امت ہے بن نہین پڑتی — اگر نہ شافع روز جزا کہین اُسکو
مسیح جس سے کرے اخذ فیض جان بخشی — ستم ہے کشتۂ تیغ جفا کہین اُسکو

وہ جسکی ہاتھیون پر ہے سلسبیل سبیل — شہید تشنہ لب کربلا کہین اُسکو

عدو کی سمع رضا مین جگہ نپاے وہ بات — کہ جن و انس و ملک سب بجا کہین اسکو

بہت ہے پایۂ گرد رہ حسین بلند — بقدر فہم ہے گر کیمیا کہین اسکو

نظارہ سوز ہے یان تک ہر ایک ذرۂ خاک — کہ لوگ جوہر تیغ قضا کہین اُسکو

ہمارے درد کی یارب کہین دوا نہ ملے — اگر نہ درد کی اپنی دوا کہین اسکو

ہمارا منہ ہے کہ دین اسکے حسن صبر کی داد — مگر نبی و علی مرحبا کہین اسکو

زمام ناقہ کف اسکے مین ہے کہ اہل یقین، — پس از حسین علی پیشوا کہین اسکو

وہ ریگ تفتہ وادی پہ گام فرسا ہے — کہ طالبان خدا رہنما کہین اسکو

امام وقت کی یہ قدر ہے کہ اہل عناد — پیادہ لے چلین اور ناسزا کہین اسکو

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دین — علی سے آکے لڑے اور خطا کہین اسکو

یزید کو تو نہ تہا اجتہاد کا پایہ — برا نہ مانئے گر ہم برا کہین اسکو

علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین — کرے جو اُن سے برائی بہلا کہین اسکو

نبی کا ہو نہ جسے اعتقاد کافر ہے — رکہے امام سے جو بغض کیا کہین اسکو

بہرا ہے غالب دلخستہ کے کلام مین درد — غلط نہین ہے کہ خونی نوا کہین اسکو

تلخیص و تبصرہ

بے توجہی اور طلبہ

عموماً ابتک طلبہ مین سب سے بڑا نقص بے توجہی کو قرار دیا گیا ہے، لیکن بعض محققین حال نے اس عیب کے صواب اور اس نقص کے کمال ہونے کے متعلق فتوی صادر کیا ہے، ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ اپنے ایک ایڈیٹوریل مضمون مین لکھتا ہے کہ

"اس جدید نقطۂ نظر نے قدیم خیالات مین بہت کچھ ترمیم کر دی ہے، اسکے قائم ہوجانے سے بچون کی بہت سی خطائین اور خامیان، جدید روشنی مین، انکی خوبیان اور بھلائیان نظر آنے لگی ہین، چنانچہ فرنچ اسکولون مین اوقات تعلیم کی تحقیقات کے بعد پیرس اکاڈیمی آف مڈیسن، اسی قسم کے ایک نتیجہ پر پہنچی ہے، اکاڈیمی مذکور کے نزدیک اوقات تعلیم اسقدر طویل و ممتد ہوتے ہین اور قوت توجہ پر اسقدر بار پڑتا ہے کہ طلبہ مین بے توجہی پیدا ہوجانا گویا اُن کے ہاتھ مین تحفظ دماغی کا ایک آلہ ہے"

بے توجہی کی ماہیت نفسی کی یہ تشریح کیگئی ہے،

بے توجہی دماغ کو ایک ناقابل برداشت بار سے بچالیتی ہے، طالبعلم کا جسم بہ ظاہر مشغول کار نظر آتا ہے، لیکن اُسکا ذہن سستاتا ہوتا ہے، اس طریقہ سے طالبعلم اپنے تئین سکوت و عدم حرکت جیسی غیر فطری سزاؤن کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے، اور ٹھیک اس خصلت سے جسے اسکے اساتذہ اپنی نیک نیتی سے اُسکا سخت قصور قرار دیتے ہین،

اپنے دماغ کو آزاد رکھنے مین کامیاب رہتا ہے"

پیرس کے ان محققین فن نے حکم لگایا ہے کہ

"کسی فن کی بھی تعلیم ہو، شب و روز مین آٹھ گھنٹہ کی مدت اسکی انتہا ہونی چاہیئے اور ایک اہم رزدیوشن اسی مضمون کا پاس کیا ہے، جسپر فرانس مین خوب بحث ہو رہی ہے، اس جماعت کے ایک رکن، ڈاکٹر لینوسا تو اس باب مین اسقدر غلو رکھتے ہین کہ اپنے رفقار کو طلبۂ فرانس کی جان بچانے کی دعوت دیتے ہین، اور پر درد طریقہ سے کہتے ہین کہ نادان بچے ہرتال کر دینے سے معذور ہین"

اس تشخیص مین صرف پیرس ہی کے ڈاکٹر منفرد نہین، برطانیہ کے بھی بعض مشاہیر فن نے حال مین اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سر فریڈرک موٹ کئی مہینہ سے اس پر زور دے رہے ہین کہ ذہین و ہونہار بچون سے، جنکا ذہن کسی ایک موضوع پر دیر تک نہین جمتا، زاید از ضرورت محنت ہرگز نہ لینا چاہیئے، ٹائمز کا مقالہ نگار آخر مین لکھتا ہے کہ

"بچون کی خطائین عموماً ہمارے ہی طریق عمل کی خطائین اور کوتاہیان ہوتی ہین، ہین بجاے بچون کو سزا دینے کے اپنی ان کوتاہیون کی اصلاح کرنا چاہیئے، کسی بچہ کو بے توجہی پر سزا دینا ایسا ہی ہے، جیسے اُسے اسپر سزا دیجاے کہ کتے کے کاٹنے پر وہ رو یا چلایا کیون بچے جسطرح بلا وجہ خود بخود رونے چلانے نہین، اسی طرح خواہ مخواہ اور شرارۃً بے توجہی بھی نہین کرتے، ان کا چیخ مارنا اور بے توجہی اختیار کرنا یہ دونون چیزین اس امر کی علامات ہین کہ بار اُنکے لیئے ناقابل برداشت ہو گیا ہے، ہماری کوشش اس بار کے دور کرنے پر مصروف ہونا چاہیئے"

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

مسیحی تصوف

ڈین انگ نے، جو ایک زبردست فلسفی ہونے کے ساتھ ہی مسیحیت کے ایک مسلّم الثبوت عالم دین بھی ہین، کچھ روز ہوئے لندن کے ایک اخبار مین ایک مضمون تحریر فرمایا ہے، جسمین وہ تحریر فرماتے ہین، کہ

"اب جبکہ مادیت اور طلب دنیا نے یورپ کو مصائب عظیم کے جنجال مین گرفتار کردیا ہے اسکا امکان پیدا ہوچلاہے کہ اگر مسیح کا پیام لوگون تک معقول صورت مین پہنچایا جائے تو لوگ اسپر کان دھرین، پیام مسیح سے مراد اس تعلیم سے ہے جو دنیا دعقبیٰ کے متعلق انجیل کے صفحات مین ملتی ہے۔"

"مسیحیت کا اصلی دشمن دنیا پرستی ہے، یعنی وہ غلط تخیل جسکے نزدیک یہی مادّی ومحسوس دنیا، یہی فتنہ وفساد والی دنیا اصل حقیقت ہے، یہی "علی" مذہب ناقابل عمل ثابت ہوچکا ہے، تمدن کی بربادی کا باعث بھی ہوا ہے، ہم مسیحیون کا عقیدہ ہے کہ اس مرض کا علاج ہمین معلوم ہے، ضرورت صرف اسکی ہے کہ اس علاج سے صحیح اور سادہ طور پر دنیاے زمانہ کو مطلع کردیا جائے۔"

اس دور تعلیم و روشنخیالی مین ڈین موصوف کے نزدیک، قبول مسیحیت مین سب سے بڑا سنگ راہ یہ امر ہے کہ پرانے زمانہ کے فرسودہ ومتروک سائنٹفک مسائل کو خواہ مخواہ جزو مذہب بنالیا گیا ہے، اور گویا مذہب اور موجودہ سائنس کو ایک دوسرے کا حریف قرار دیدیا گیا ہے،

نصف صدی اُدھر لوگ علانیہ کہتے تھے کہ یا مسیح کو مانا جا سکتا ہے اور یا ڈارون کو۔ دونون کو ایک ساتھ ماننے کا امکان نہین،

آگے چل کر ڈین موصوف لکھتے ہین:-

"مین سیحی تصوف پر بھی بہت کچھ لکھہ چکا ہون، تصوف کے معنی ہر فرد کے اُس روحانی تعلق کے ہین، جو اسے ذات باری سے ہوتا ہے، یہ مسائل اسقدر نازک اور مقدس ہین کہ یہان مین ان پر تفصیلی گفتگو کا موقع نہین سمجھتا، صرف اتنا کہدینا چاہتا ہون کہ حقائق اشیار کا کامل ترین علم اسی عالم مین پہنچکر انسان کو حاصل ہونا ممکن ہے، جنلوگون کو اولیار اللہ کہا جاتا ہے وہ اس مرتبہ تک پہنچ چکے ہین، اور اگرچہ جیسا وہ خود کہتے ہین ان کیفیات کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہو سکتا، تاہم انکی واقعیت مین شبہہ نہین ہو سکتا... جو لوگ ان مدارج تک نہین پہنچے ہین، اور ابھی صرف بندی ہین، وہ تک بھی یہ محسوس کرتے ہین کہ دعا محض انسان کی خود گفتاری کا نام نہین بعض بعض لمحے انکی زندگی مین بھی ایسے آجاتے ہین جبکہ حجاب نظرون سے ہٹ جاتا ہے اسکے یہ معنی نہین کہ انسان اپنی عقلی آزادی سے دست بردار ہو جائے، ہر شخص آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد ہی رہنا چاہئے۔

"یہ کوئی نہین کہتا کہ علوم جدیدہ کے تقضیات سے منکر ہو کر ہم قوت عقلی کو پس پشت ڈالدین صداقت کی ہر شاخ ہمارے لئے واجب الاحترام ہے، کارخانۂ فطرت کا ہر جدید انکشاف، خالق کائنات کی صنعت کا انکشاف ہے، صدق، جمال و خیر، یہ تین صفات ہین، جنمین ہمارا رب اپنے تئین ہم پر ظاہر کرتا رہتا ہے، یا یہ الفاظ سینٹ یوحنا، نور، حیات اور عشق وہ سرتاسر نور ہے، تاریکی و ظلمت کا شائبہ تک نہین رکھتا۔"

ذوق علمی کی ایک قابل تقلید مثال

علم دوست اور معارف پرست قومون کا عہد ترقی عجیب وغریب واقعات کا مجموعہ ہوتا ہی، خود مسلمانون کے گذشتہ عشاق علم وفن اسلاف کے کارنامے ہم تاریخون مین پڑھتے ہین تو حیرت ہوجاتی ہے کہ ان بزرگون کی مختصر زندگیون مین یہ برکت کہان سے آگئی، امام بخاری نے اپنی تصنیف جامع صحیح ۲۵-۳۰ برس سے کم مین تمام نہین کی، علامۂ ابن جوزی کی تصنیفات کے اجزا کا اندازہ اُن کے اوراق زندگی سے بھی زیادہ ہے، امام رازی نے تفسیر کبیر دس برس مین لکھی، یہی حال دوسرے ائمۂ اکابر کا ہے،

آج یہی علمی شغف، عشق فن، اور محبت کاریورپ کے درسگاہون اور علما کے کتبخانون مین نظر آتی ہے، انگریزی مین لغت کی سیکڑون کتابین موجود ہین، مگر ایک جدید مکمل لغت کا خیال چند علماے انگلستان کے تخیل مین تھا، اُسکا مرکز انگلستان کا مشہور مدینۃ العلم آکسفرڈ تھا، چنانچہ اسی بنا پر کہ اس لغت کو زیادہ تعلق آکسفرڈ سے تھا اسکا نام بھی اسی تعلیم گاہ کے نام پر رکھا گیا، پہلے پہل اس سلسلہ مین ایک سوسائٹی نے کچھ کام کرنا شروع کیا تھا، لیکن اصل کام ۱۸۷۹ء مین سرجمیس مرے کے زیر ادارت شروع ہوا، سر موصوف نے جسوقت اس کام کو اپنے ہاتھون مین لیا اسوقت سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُنھون نے اس سے سر اُٹھایا، سرجمیس کی محنت شاقہ کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ گرمی، جاڑا، برسات، غرض یہ کہ ہر موسم مین چھ بجے صبح سے اُٹھکر تمام دن اسی کام مین مصروف رہتے، انگلستان مین چھ بجے اُٹھنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا ہندوستان مین

تین بجے شب کو اُٹھتا کیونکہ آفتاب بہت دیر مین طلوع ہوتا ہے، ابتدائی زمانہ مین اُنھون نے ہفتہ مین نوّے گھنٹون تک کام کیا ہے، اور یہ سلسلہ تین تین مہینون تک قائم رہا ہے، مصنف کے علمی تبحر اور تلاش کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ صرف لفظ "تو" کی تاریخ مین اس نے دو مہینے صرف کئے، سرجیمس سمجھے تھے کہ انکی محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی زندگی مین اپنے اس عزیز ترین کارنامہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دینگے، لیکن کارکنان قضا وقدر اس سے بھی زیادہ مصروفیت اور پابندی سے اپنے فرض کو انجام دیتے ہین، دیوان قضا کا فیصلہ تہا کہ اُنکی ساری زندگی کیسر تلاش وجستجو مین بسر ہو، اور اُسکی تکمیل کی عزت کسی اور فرض شناس عالم کے حصہ مین آئے، چنانچہ چھتیس سال کی شب و روز کی محنت کے بعد سرجیمس نے ۱۹۱۵ء مین انتقال کیا۔

یہ صرف ایک اہل قلم مصنف کا حال ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ ایک سچے مصنف کی کد وکاوش جد وجہد اور تلاش وجستجو کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اصل شے اوراق کی تعداد، تصنیفات کی کثرت اور کمیت نہین ہے، بلکہ صحت خیال، حسن فکر، صواب رائے، قوت استدلال، استقصاے شواہد اور کیفیت ہے، یہی سبب ہے کہ دنیا مین بہت سے ایسے مصنفین گذرے ہین جنھون نے دنیا مین اپنی تصنیفات کا انبار لگا دیا، مگر اُنکو زندگی نصیب نہین ہوئی، اور زندگی کی سعادت اس شخص کی قسمت مین آئی جسکے گرانقدر خیالات چند اوراق سے زیادہ مین نہین پھیلے، دنیا جیسے جیسے پرانی ہوتی جائیگی انکی قدر وقیمت بھی ترقی کرتی جائیگی،

بالشویک طرز حکومت

اکثر لوگ اسکو جاننا چاہتے ہین کہ بالشویک طرز حکومت کیا ہے؟ مصر کے رسالہ البیان مین اس عنوان پر ایک مضمون نکلا ہے، جسکی تلخیص حسب ذیل ہے:-

"۷۰ کرور روسیون پر ۶ لاکہہ روسی منتخب ارکان شوری حکومت کرتے ہین، یہ ارکان آبادیون کی جانب سے منتخب ہوتے ہین، ہر گاؤن یا آبادی کی ایک مجلس ہے جسکو "سوویٹ" کہتے ہین، ہر سوویٹ اپنے اپنے حلقہ سے ممبر منتخب کرکے اس سوویٹ کانفرنس مین بہیجتا ہے جسکا انعقاد سالانہ ہوتا ہے اس سے ایک مختصر کارکن جماعت اور ہے، جسکو "ملک کے ذمہ دار نمایندون کی مجلس" کہتے ہین یہ گویا بقیہ متمدن یورپ کی حکومتون کی مجلس وزرار کی قائم مقام ہے، لیکن درحقیقت ملک کی عنان حکومت اس سے بھی ایک مختصر تر جماعت کے ہاتہہ مین ہے جسکا نام "مرکزی مجلس" ہے،"

"مرکزی مجلس کے (۳۰) ممبر ہین، جنمین سے (۵) اخبار نویس، (۲) انقلاب پسند، (۲) قانون پیشہ اور (۴) مزدور پیشہ ہین، یہی مرکزی مجلس درحقیقت روس کی حکمران جماعت ہے، یہی تمام ممبرون کو نامزد کرتی ہے، ذمہ دار نمایندون کو منتخب کرتی ہے آبادیون اور کارخانون مین اپنے ممبر مقرر کرتی ہے"

"کارکن مجلس وزارت (۶) وزیرون سے مرکب ہے، جنکے نام یہ ہین لینن، ٹروٹسکی، سپردیلوف، وریکوف، ستالین، اور روتزپروبا"

مجلس وزارت کا کامل جلسہ (۱۵) وزیرون سے مرکب ہے، جنمین (۳) قانون پیشہ ہین، (۳) طبابت پیشہ (۲) اخبار نویس (۲) انقلاب پسند (۱) معلم (۱) مزدور پیشہ اور (۱) ارستوقراطی،

یہ عجیب بات ہے کہ اس وسعت مشرب اور آزادی روش اور حریت خیال کے باوجود بالشویک آزادی تقریر و تحریر کے اصول کے قائل نہین ہین، دوسری طرف یہ سختی ہے کہ شرابی کا قتل ان کے اصول مین جائز ہے،

آزادیِ تقریر و تحریر پر احتساب قائم رکھنے کی ضرورت پر وہ یہ استدلال کرتے ہین کہ خیال عمل کی بنیاد ہے، خیالات کا انقلاب تقریر و تحریر کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے، جب دنیا کی تمام سلطنتین اس شخص کو واجب القتل سمجھتی ہین جو انکے مقابلہ مین تلوار لیکر کھڑا ہو تو وہ شخص قابل سزا کیون نہ ہو جو اپنی تقریر و تحریر سے ان تیغ آزما اور شمشیر زن ہستیون کو پیدا کرتا ہے،

دنیا کی خوش قسمتی ہے کہ کم از کم یہ ایک اصول تو ایسا ہے جس پر بالشویک اور اُن کے سخت ترین دشمن بھی عملاً متفق و متحد ہین گو اصولاً نہون،

اس نظام حکومت کو دیکھکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ جمہوریت کے اس سب سے بلند شور و غل کے ہنگامون مین استبداد اور شخصیت پرستی کسطرح اپنا کام کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف بالشویک طرز حکومت بلکہ فرانس کی جمہوری اور انگلستان کی شاہی دستوری، جس نظام حکومت کو بھی اُٹھا کر دیکھو عملاً وہی شخصیت اور استبداد پاؤ گے، پہلے یہ شخصیت استبداد و تلوار کے زور اور سپاہیون کی قوت سے قائم کیجاتی تھی اور اب پارٹی اور پارٹی فنڈ کے زور و قوت سے یہ کام انجام پاتا ہے، دنیا روپ بدلتی ہے مگر خاصیت نہین، ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے،

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام

جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

ادبیات

خضرِ راہ

از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال نے مدت کے بعد امسال انجمن حمایت اسلام لاہور مین اپنی زبان کھولی، اور ایک نظم موسوم بہ "خضر راہ" لوگون کو پڑھکر سنائی، یہ نظم ابھی چھپ کر شائع نہین ہوئی تھی کہ ہمارے لاہور کے ایک دوست غلام جیلانی صاحب نے اپنے وجد و شوق کے عالم مین اس نظم کی ہم سے تقریب کی اور ہمارے سامنے اوس ذوق و اثر کی تصویر کھینچی جو اس نظم کے پڑھتے وقت متکلم اور مخاطب دونون پر طاری تھا،

شاعر نے اس نظم مین خضر کو اپنا پیر و مرشد بنا کر تمام موجودہ واقعات کے متعلق اونسے کشف حقائق کرائے ہین، پہلے خضر نے خود اپنی حیات جاودان کی حقیقت ظاہر کی، پھر "زندگی" کیا ہے؟ اسکی تفسیر کی ہے، "سلطنت و حکومت" کیا چیز ہے؟ اور موجودہ نظامہاے حکومت کی کیا اصلیت ہے؟ اسپر بحث کی ہے، اسکے بعد "سرمایہ اور مزدور" یا بالشوزم پر گفتگو کی ہے آخر مین "دنیاے اسلام" کو مخاطب کیا ہے؟ اور پیش آمدہ واقعات کو آیندہ کامیابیون کا مقدمہ اور تمہید بتایا ہے،

[1] منشی طاہر الدین صاحب انارکلی لاہور نے اس نظم کو چھوٹی تقطیع پر خوشخط چھاپا ہے، قیمت ۴ر رکھی ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ یہ چاہتے ہین کہ اس نظم کا ایک اعلیٰ اڈیشن با تصویر شائع کرین، بشرطیکہ پانچہزار درخواستین اسکے لیے اونکے پاس آئین، قیمت دو روپیہ ہوگی، شائقین کو چاہیے کہ اونکی حوصلہ افزائی کرین،

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم گو جوش بیانی مین اونکی پچھلی نظمون سے کم ہے، لیکن اوسی حیثیت سے تعقید اور فارسیت مین بھی کمی ہے، اونکی شاعری کا اصلی جوہر فلسفہ اور تخئیل کی مصالحانہ آمیزش ہے اور اونکی یہ خصوصیت اس نظم مین بھی نمایان ہے،

دیکھنے والون کا بیان ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جب یہ نظم جلسہ مین پڑھنا شروع کی، تو مجلس پر ایک سمان بندھ گیا، اکثر شعرون پر سامعین کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، لیکن نظم کے دو مصرعون نے خود شاعر کی آنکھون کو بھی اشکبار کر دیا،

۱ ع، بیچتا ہے ہاشمی، ناموسِ دینِ مصطفےٰ

۲ ع، ہو گیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو،

ہمکو اس نظم کے جس شعر نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھا،

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل

خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ڈاکٹر اقبال کی یہ نظم ایسی ہے کہ اسکی شرح لکھنا چاہیے،

ذیل مین ہم اس نظم کے چند منتخب اشعار اور بند نقل کرتے ہین، شائقین کو چاہیے کہ اصل نظم منگوا کر مطالعہ کرین،

اسی تقریب سے ہم ناظرین کو ایک اور خوشخبری سنانا چاہتے ہین، ڈاکٹر اقبال ملک کے ان پرشور ایام مین خاموش نہین رہے ہین، جرمنی کے ایک شاعر گوئٹے نے اپنے جس مجموعۂ اشعار کا نام "مشرقی دیوان" رکھا ہے، مغرب کا مشرق پر اب تک قرض چلا آتا تھا، ہمارا "مشرقی شاعر" اب اس قرض کے بار سے مشرق کو سبکدوش کرنا چاہتا ہے چنانچہ جیسا ڈاکٹر صاحب کے والا نامہ موسومۂ اڈیٹر معارف سے معلوم ہوا اکا اونھون نے

گوئٹے کے جواب مین فارسی اشعار کا ایک مجموعہ لکھا ہے جو عنقریب شائع ہوگا، اسکے دیباچہ مین ڈاکٹر اقبال یہ دکھائینگے کہ فارسی لٹریچر نے جرمن لٹریچر پر کیا اثر ڈالا ہے ابھی گذشتہ، مشرقی کانفرنس کلکتہ مین ڈاکٹر جیون جی جمشید جی نے تقریبًا اسی موضوع پر ایک مضمون پڑھا تھا، امید ہے کہ ڈاکٹر اقبال کا قلم اون سے زیادہ سیراب کن ہوگا

اس غشور تمہید کے ظلمات کو طے کرکے اب ناظرین خضر راہ کی طرف توجہ کرین،

زندگی

برتر از اندیشۂ سود و زیان ہے زندگی
ہے کبھی جان اور کبھی تسلیم جان ہے زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندون مین ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گران ہے زندگی

بندگی مین گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی مین بحرِ بیکران ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوّتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر مین نہان ہے زندگی

قُلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اس زیان خانے مین تیرا امتحان ہے زندگی

خام ہے جبتک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

ہو صداقت کے لیے جس دل مین مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی مین جان پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہان پیدا کرے

زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

سوئے گردوں نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر
رات کے تارون مین اپنے رازداں پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے تُو عرصۂ محشر مین ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر مین ہے

سلطنت

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ المُلُوکَ[۱]
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن مین سازِ دلبری

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش مین
توڑ دیتا ہے کوئی مُوسیٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بیہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آذری

از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکُن
تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردون مین نہین غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا مین پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِّ مغرب مین مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ دارون کی ہے جنگِ زرگری

اِس سرابِ رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

---

[۱] معارف، اشارہ بآیہ اِنَّ المُلُوکَ اِذَا دَخَلُوا قَریَۃً کہ جب سلاطین کسی ملک مین داخل ہوتے ہین تو اوسکو بدنظام اور وہان کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہین،

دنیائے اسلام

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستان
مجھ سے کچھ پنہان نہین اسلامیون کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

ہو گئی رسوا زمانے مین کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہین آج مجبورِ نیاز

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانندِ آب ارزان مسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہین دانائے راز

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند
می ندانی اوّل آن بنیاد را ویران کنند

"ملک ہاتھون سے گیا ملت کی آنکھین کھل گئین"
حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہین اس نکتے سے اب تک بیخبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دین مین ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر

ایک ہون مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خون مٹ جائیگا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

تا خلافت کی بنا دنیا مین ہو پھر استوار
لا کہین سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی	اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ
تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج	موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ
عامِ حرّیت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے	اے مسلمان! آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ
اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود	مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ
کھول کر آنکھین مرے آئینۂ گفتار مین	آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردون کے پاس	سامنے تقدیر کے رسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زمان پیشِ نظر لا یُخلِفُ المیعاد دار

اقبال

محسوساتِ جوش

جناب جوش کی اس نظم کے ایک دو اشعار پہلے شائع ہو چکے ہین اب چند اور نئے اشعار کا اس مین اونھون نے اضافہ کیا ہے

عشق سے مست ہون مجھے ساغرِ ہوش سے غرض	ترکِ سیاہ چشم کو سرمہ فروش سے غرض
اپنے کو دیکھتا ہو جو، اسکو نظروہ آئین کیا	برقِ جمال یار کو دیدۂ ہوش سے غرض
سینہ ہی گلستان ہو جب سیرِ چمن سے واسطہ	غرقِ مئے خیال ہون بادہ فروش سے غرض
جل کے جو راکھ ہو چکا، شکوہ سوز کیا کرے	کشتۂ رازِ عشق کو جوش و خروش سے غرض
آپکو حسنِ خیر و شر آپ مین حبِّ مال و زر	آپ جنون سے بے خبر آپکو جوش سے غرض

اخبار علمیہ

دفتر ٹائمس (لندن) سے ایک مصوّر و مفصل کتاب اقوام عالم (پیپلس آف آل نیشنس) کے عنوان سے ۴۸ جلدون مین شایع ہونا شروع ہوئی ہے، جسمین تمام دنیا کے باشندون کے خط و خال لباس و مکان، شعائر و خصائل کو تصاویر کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے، ہر حصہ کی اشاعت پندرہ روزہ ہوگی، یعنی مہینہ مین دو بار شایع ہوتا رہیگا، اس حساب سے کل کتاب دو برس مین شایع ہو چکیگی، کتاب کی تالیف و ترتیب مین ستّر اہل قلم شریک ہین، جسمین بعض حضرات سر ویلنٹائن سٹرول، سر پرسی سائکس، سر ہیری جانسٹن، سر آرتھر کیتھ وغیرہ کے مرتبہ و شہرت کے ہین، کتاب کا تاریخی حصہ انہین حضرات کے قلم سے نکلا ہی دو حصے اسوقت تک نکل چکے ہین، ہر حصہ کی قیمت ۱ شلنگ ۳ پنس ہے۔

(ڈیلی میل)

لاسلکی تار اور ٹیلیفون کی قوت کا ایک حیرت انگیز تجربہ حال مین بمقام کنٹ، سٹر فیلس نے یہ کیا کہ ایک لکچر کی آواز کو لاسلکی کی مدد سے بجنسہ ڈیڑھ میل کے فاصلہ تک منتقل کر دیا، نتیجہ ہر طرح کامیاب رہا، اور اسقدر فاصلہ سے سامعین لکچر کو بخوبی سنتے رہے۔ (ایضاً)

۳-اپریل سے "ہوائی مشرقی اکسپرس" کے نام سے ایک ہوائی ٹرین کا سلسلہ لندن و ٹرکی کے درمیان کھل گیا ہے، راستہ کی منزلین پیرس، اسٹراسبرگ، پراگ، وائنا، وبخارسٹ ہین، آخری سرے لندن اور قسطنطنیہ ہین، شرح رفتار سو میل فی گھنٹہ رکھی گئی ہے، خشکی کی معمولی ٹرین سے یہ

دو ہزار میل کا فاصلہ چار دن سے زاید مین طے ہوتا ہے، اس ہوائی ٹرین سے یہ فاصلہ ۴۰ گھنٹے مین طے ہو جائیگا، اور اس مدت مین خواب، طعام، وغیرہ کے کل وقفے بھی شامل ہونگے، حالت سفر مین صرف ½ ۲۴ گھنٹے صرف ہونگے۔ ریل کا کرایہ ابتک لندن وٹرکی کے درمیان تقریباً ۲۰ پونڈ تھا اب اس ہوائی ٹرین سے ۴۸ پونڈ ہوگا، (ایضاً)

اسی کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کے لئے بھی ایک ہوائی ڈاک گاڑی کے قریبی اجراء کی تیاریان ہو رہی ہین، لندن سے بمبئی کا بحری راستہ معمولاً ۱۹ دن کا ہے، لیکن یہ ہوائی راستہ صرف ۵۲ گھنٹے کا ہوگا، اسکی شرح رفتار بری ڈاک گاڑیون کی شرح سے دگنی ہوگی، اسکا راستہ قاہرہ و بغداد ہو کر اس حساب سے ہوگا،

لندن تا قاہرہ	۲۲۰۰ میل	۲۲ گھنٹہ
قاہرہ تا بغداد	۹۰۰ "	۹ "
بغداد تا بمبئی	۲۱۰۰ "	۲۱ "

۱۹۲۱ء مین امریکہ کے کل مطبوعات کی تعداد ۸۳۲۹ رہی، ان مین ۵۴۳۸ جدید مطبوعات تھین، ۸۰۰ قدیم کتابون کے جدید ایڈیشن تھے، اور ۱۹۸۳ رسالہ یا پمفلٹ تھے، ۶۵۲۶ کتابین خود امریکی مصنفین کی تھین، اور ۱۸۰۳ بیرونی ارباب قلم کی تھین،

(ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

ایک شانزدہ سالہ لڑکا ملک ہالینڈ سے ایک جہاز مین سوار ہو کر امریکہ جا رہا تھا، جہاز جس وقت

خلیج انگلستان سے گذر رہا تھا، ایک تیز طوفان کے باعث تہ و بالا ہونے لگا، لڑکے کو بحری سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا، اسقدر خائف ہوا کہ سارے جسم سے لرزنے لگا، خوف و دہشت کے بڑھتے بڑھتے یہ نوبت ہوئی کہ آنکھین جاتی رہین، فرط دہشت سے نابینا ہوجانے کی یہ مثال ڈاکٹرون کے تجربہ مین نئی آئی ہے، پورٹسموتھ کے اسپتال مین علاج کیا گیا جس سے بصارت ایک حد تک عود کر آئی ہے۔

سنہ ۲۱ء مین امریکہ مین موٹرون کے حوادث سے جسقدر موتین واقع ہوئین اُن کا تخمینہ درمیان بارہ ہزار اور پندرہ ہزار کے کیا گیا ہے، مختلف مقامات مین ان حوادث سے تعداد اموات حسب ذیل پائی گئین :-

	سنہ ۲۰ء	سنہ ۲۱ء
شہر نیویارک	۷۵۵	۸۳۳
صوبۂ نیویارک	۱۵۲۹	۱۹۸۱
شکاگو	۵۴۰	۶۶۰

پارلیمنٹ کے ایک رکن مسٹر لیمبرٹ نے حال مین دار العوام مین بیان کیا کہ سنہ ۱۷ء سے لیکر اب تک، حکومت روس کے زیر احکام مختلف طبقون اور پیشون کے افراد کو تعداد ذیل مین سزائے موت مل چکی ہے :-

بڑے پادری	۲۸
خدام کلیسا	۱۲۱۵
اساتذہ و معلمین	۶۷۷۵
اطباء و معالجین	۸۸۰۰

حکام وافسران	۵۴۶۵۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
افسران پولیس	۱۰۵۰۰
پولیس کے سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
علماء واہل قلم	۳۵۷۲۵۰
دستکار واہل حرفہ	۱۹۳۳۵۰
کاشتکار	۸۱۵۰۰۰
میزان	۱۷۶۶۱۱۸

اٹلی کے صوبہ ٹسکنی کے مختلف مقامات مین ریل پر چوریون کی واردات عرصہ سے ہورہی ہین خصوصاً شکر کی بوریان، شکر کی پوری پوری بوریان بھری ہوئی غائب ہوجاتی ہین، یہانتک کہ بعض بعض شہرون مین شکر کا قحط پڑ پڑ جاتا تہا، بالآخر پولیس نے عرصۂ دراز کی تلاش وتفتیش کے بعد ایک بہت بڑی سازش کا پتہ لگایا، جسمین علاوہ دوسرے اشخاص کے پانچ اسٹیشن ماسٹر بھی ماخوذ ہوئے ہین، کل ملزمین کی تعداد ۲۲۹ ہے، جو سب کے سب زیر حراست ہین، انکی جانب سے "۷۰" وکلا ہوئے ہین، اور گواہون کا شمار ۹۰۰ تک پہنچ چکا ہے، اتنے بڑے مجمع کی گنجائش عدالت کے کسی کمرہ مین نکلنا ناممکن تھی، چنانچہ اس مقدمہ کے لئے ایک تہیئٹر گھر کو کرایہ پر لیلیا گیا ہے جسمین پانچ ہزار نشستون کی گنجائش ہے، وکلاء کی تقریرین کم از کم ایک ماہ تک جاری رہین گی،

مسٹر ایوانس نامی ایک شخص نے ایک ہوائی بائسکل ایجاد کی ہے، موجد کا دعوی ہے کہ بائسکل ہر بلندی پر اڑ سکیگی، اور وزن مین ہلکی اور چلنے مین ٹھیک ہے، ہوا کے علاوہ خشکی پر بھی باسانی چل سکیگی، ہوا مین اُسکی شرح رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ تک ہوسکیگی،

پادری سپجر اسکاٹ لکھتے ہین کہ نکاح، طلاق، و تعدد ازواج کے متعلق جو اعداد شایع ہوچکے ہین، اُن سے نتیجہ یہ مترتب ہوتا ہے کہ مختلف پیشہ کے افراد فرائض شوہری کی خوش اسلوبی کے ساتھ ادائی مین ایک خاص ترتیب رکھتے ہین، جسے نقشہ ذیل سے ظاہر کیا جاسکتا ہی، نمبر (اول) سب سے بہتر ثابت ہوئے ہین، اور نمبر (۵) سب سے بدتر:-

(۱) خدام و عہدہ داران کلیسا،

(۲) افسران فوج بری و بحری، اساتذہ و معلمین،

(۳) تجارت پیشہ اور کاروباری اشخاص،

(۴) مصنفین و اہل صحافت

(۵) اہل فنون لطیفہ،

جزائر برطانیہ مین ۱۹۲۱ء مین بارش بہت ہی قلیل مقدار مین ہوئی یعنی کل ۵۰ء ۱۲ انچ، حالانکہ ۱۸۱۶ء سے لیکر ۱۹۱۵ء تک پوری ایک صدی کا سالانہ اوسط بارش اسکا تقریباً دوگنا یعنی ۴۱ء ۲۴ تھا۔ (پاپولر سائنس)

اجرام فلکی مین کرۂ ارض سے بعید ترین فاصلہ پر ایک مجمع ثوابت ہے، جسکا اصطلاحی نام

ان، جی، سی، ۶۰۰۷ ہے، ڈاکٹر شیپلی اور مس پیبری سنے حال ہین، اسکا فاصلہ بقدر ۲۱۷۰۰ سالہائے نور کے اندازلیا ہے! بظاہر یہ فاصلہ کچھ ایسا غیر معمولی نہین معلوم ہوتا، لیکن اسکے بعید و حساب ہونے کا اندازہ اسوقت ہوگا، جب سال نور کا مفہوم ذہن نشین کر لیا جائے، ایک سال نور سال بھر کی رفتار نور کے مساوی ہوتا ہے، ۳۶۵×۲۴×۶۰×۶۰×۱۸۶۰۰۰ میل کے! اس سارے مضروب کو ۲۱۰۰۰ سے ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب وہ فاصلہ ہوگا جو درمیان زمین اور مجمع ثوابت کے ہے!

(ایضاً)

سپیرے جسطرح ہندوستان مین ہین، انگلستان مین بھی سرکسون مین اپنے کرتب دکھاتے رہتے ہین، اور حاضرین اُنکے حیرت انگیز کرتبون کو دیکھہ دیکھکر دنگ رہا کرتے ہین، ایک محقق نے حال مین اُسکی توجیہ یہ کی ہے کہ اول تو یہ سانپ عموماً زہریلے نہین ہوتے، دوسرے یہ کہ سپیرے پہلے اُنہین خوب ٹھونس ٹھونس کہلا کر اُن پر غنودگی طاری کر دیتے ہین، یا نشیلی چیزین کھلا پلا کر اُنہین مست و بیہوشش کر دیتے ہین، دونون صورتون مین سانپ مضمحل و نیم مردہ ہوجاتا ہے، ایسی حالت مین اُسے تماشائیون کے سامنے لاتے ہین، اور اسوقت اسکی گرفت ایسے مقامات پر کرتے ہین جن سے ان کا سر بالکل قابو مین آجاتا ہے، اور اُسے جسطرف چاہین پھرا سکتے ہین، خاص ان مقامات کی شناخت ہونا، اور پھر اُنکی گرفت پر ہمیشہ قادر رہوجانا بہت دشوار امر ہے، لیکن دنیا کی تمام دشواریون کی طرح یہ دشواری بھی کثرت مشق سے آسان ہوجاتی ہے

یکسالہ بچہ کے سر کی پیمائش	۱۶ انچ سے ۱۸ انچ تک ہوتی ہے
عام انسانون " "	۲۱½ " ۲۲ " "

ممتاز عالی دماغ اشخاص کے سر کی پیمائش ۲۳ انچ سے ۲۴ ۳/۴ انچ تک ہوتی ہے
احمقون " " ۱۸ " کم رہتی ہے،

بیرن فرسٹن، اسوقت روس کا ایک نامور ماہر سائنس اور ٹالسٹاے کا چچازاد بھائی ہے اس نے حال مین ایک اخبار کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ فضا مین قوت کے ذرات ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہین، انسان کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ان ذرات کو اپنے اندر جذب کرتا رہے، اسکا خاص ذریعہ انسان کے بال ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کے مشاہیر، ٹالسٹاے، برنرڈ شا وغیرہ اپنے بالون کے ذریعہ سے ان ذخائر قوت کو اپنے مین جذب کرتے رہتے ہین، اس عمل کے لئے بالون کا طویل ہونا ضروری نہین، تعداد مین زاید ہونا البتہ ضروری ہے۔

افریقہ کا شمالی شرقی علاقہ جو ملک حبش سے موسوم ہے، اسکے شمال مین مصر ہے اور مشرق مین بحر احمر، حال مین ایک محقق اثریات پروفیسر جارج ریسنر جو مصری سوڈان مین اثری تحقیق و تفتیش کا کام کر رہے تھے، انہین جبل برخال کے مقام مین صحرا کے درمیان، چھوٹے مخروطی منارون کی ایک تعداد دکہائی دی، انھون نے جاکر ان مقابر کو کھولا، تو سنہ ۶۶۰ ق، م سے لیکر سنہ ۲۵۰ ق، م تک چار سو برس کی مدت کے حبش کے سلاطین، بیگمات اور شہزادیون کے مقابر ثابت ہوئے، کتبات قبور سے معلوم ہوا کہ یہ گویا ایک پورے تمدن کا گورستان ہے، یہ بھی دریافت ہوا کہ مقام کا نام بناتہ ہے جو ایک حبشی مملکت سبا کا دار السلطنت تہا، یہ وہی ملک سبا ہے، جسکا اور جسکی ملکہ بلقیس کا ذکر توراۃ، اور قدیم لٹریچر مین بہ کثرت آتا ہے، اس گورستان مین ان سلاطین کی بھی قبور برآمد ہوئی ہین، جنکا عہد حکومت حضرت سلیمان سے دو سو سال قبل تہا، علماے اثریات

اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہین کہ ملکہ بلقیس، باوجود حسن و جمال، رعنائی و نزاکت رنگ کے لحاظ سے سرخ وسفید نہ تھی بلکہ سیہ فام تھی۔

(ایضاً)

محقق اثریات کو ایشیاے کوچک مین نواح کو بیانا یک مین ایک شہر جو برنس کے نام سے موسوم ہے، حال مین دریافت ہوا ہے، جسے بابل قدیم کے کنڈرون مین شمار کرنا چاہیئے، اور جو سنہ یحی سے دو ہزار سال قبل موجود تہا، اس شہر پر مردون اور عورتون کی مشترک حکومت رہتی تھی۔

(ایضاً)

اُسوۂ صحابہ

ازمولانا عبدالسلام ندوی

سیرالصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابہ کرام کے عقاید، عبادات، اخلاق اور طرز معاشرت کے واقعات وحالات ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی علمی زندگی کا مرقع ہے اور ہر مسلمان کے لئے اسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ صفحات ۳۵۰، قیمت ؎ر

منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ

باب التقریظ والانتقاد

مشرق وسطیٰ کے سیاسی حالات پر ایک نظر

جناب ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کا نام اس حیثیت سے محتاج تعارف نہین کہ قیام کابل کے سلسلہ سے ان کا ذکر اخبارات مین اکثر آچکا ہے، وہ امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ مین کابل گئے تھے، اور اور اسوقت سے اپنی قید کے پہلے تک حکومت افغانستان مین متعدد اعلیٰ عہدون پر سرافراز رہے، وہ کابل کے محکمۂ حفظان صحت مین اعلیٰ طبی افسر رہے، امیر عبدالرحمٰن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے پرائیوٹ انگلش سکریٹری مقرر ہوئے، محکمۂ تعلیمات افغانستان مین ڈائرکٹر بھی وہ رہ چکے ہین، قید سے رہائی پانے کے بعد امیر امان اللہ خان کے زمانہ مین وہ شاہی کونسل اور مجلس واضعان قانون کے ممبر کی حیثیت سے بھی کام کر چکے ہین، پھر اسی زمانہ مین بالشویک مشن جب کابل آیا تو اسکے ساتھ بھی مل کر انھون نے سرکاری حیثیت سے کام کیا ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ مین ڈاکٹر صاحب غالباً آزادی و دستوریت وغیرہ کے جرم مین گرفتار کر کے قید کئے گئے، اور اسوقت تک قید رہے جبتک امیر مرحوم کا مرغ روح قفس عنصری مین محبوس رہا، امیر حال نے اپنی تخت نشینی کے بعد انکو آزاد کیا اور اپنے اسٹاف مین داخل کیا، ڈاکٹر صاحب مدت کی غریب الوطنی اور مسافرت کے بعد اب اپنے وطن مین واپس آئے ہین لیکن

لہ کتاب انگریزی زبان مین ہے قیمت عہ/ پتہ عزیزہ منزل، نولکھا، لاہور،

اتنے دن کے بعد وطن آتے اور اہل وطن کے لئے اپنے ساتھ کوئی تحفہ نہ لاتے،

دشت سے جاتا ہون گھر کو کچھ تو تحفہ چاہیئے

خاک تھوڑی سی گرہ مین باندھ لون چھانی ہوئی

ہمارے ڈاکٹر صاحب وہ "چھانی ہوئی خاک" باندھکر اپنے ساتھ اہل وطن کے لئے تحفہ لائے ہین، یعنی انگریزی زبان مین A review of the Political Situation in Central Asia کے نام سے اپنے تجربات و معلومات کا ایک مجموعہ مرتب کرکے شایع کیا ہے جو اسوقت ہمارے سامنے ہے،

ڈاکٹر صاحب سے زیادہ واقفکار ہمارے ملک مین افغانستان کے معاملات کا کون ہوسکتا ہے، وہ درحقیقت ہندوستان مین افغانستان کے موضوع پر سند (اتھارٹی) ہین، اسلئے انکی یہ کتاب استناد و صحت کے لحاظ سے قابل قدر سرچشمہ ہے، کتاب مین جابجا امراء و عہدہ داران افغانستان کے نہایت عمدہ فوٹو ہین

یہ کتاب ایک دیباچہ، بارہ بابون اور دو ضمیمون پر منقسم ہے،

(۱) افغانستان الف، عام حالت،

(۲) " ب امیر عبدالرحمن خان

(۳) " ج امیر حبیب اللہ خان

(۴) " د امیر امان اللہ خان

(۵) روسیون کی وسط ایشیا مین پیشقدمی

(۶) بالشوزم کی ابتدا،

(۷) بالشوزم کی خصوصیت و آئین،

(۸) بالشوزم پر تنقید و تبصرہ،

(۹) ایضاً

(۱۰) ہندوستان اور دنیا کی کشمکش عام

(۱۱) روس وافغانستان کا امکانی مستقبل،

(۱۲) ہمکو کیا کرنا چاہیئے

ضمیمہ نمبر ۱، امیر امان اللہ خان کے جنگی کے متعلق نئے احکامات

ضمیمہ نمبر ۲، مرثیہ،

ڈاکٹر صاحب نے واقعات کی کڑی ملانے کیلئے اپنا سلسلہ بیان امیر عبدالرحمن خان سے شروع کیا ہے، اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کسطرح افغانستان بام عروج وترقی پر پہنچنے کے لئے تدریجاً اسکی سیڑھیون کو طے کر رہا ہے، اور اگر یہ موجودہ رفتار قائم رہی اور ملک دشمنون کی نگاہ حسد سے محفوظ رہا تو انشاء اللہ بہت جلد ایک مہذب و متمدن، آزاد ومضبوط اسلامی حکومت ثابت ہوگا۔

ہر ملک کی ترقی کا اولین زینہ اس ملک کے خطون، صوبون، قومون اور قبیلون کا ارتباط، اتفاق اور اتحاد ہے، اگر ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستون مین منقسم ہو یا قوم متعدد ٹولیون مین بٹی ہوئی ہو، اور ہر خطہ اور ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو، تو وہ قوم کبھی ترقی نہین کر سکتی اور ہلاکت اور تباہی اسکے لئے لازمی ہے، امیر عبدالرحمن خان کی دُوربین وحقیقت شناس نظرون نے اسے دیکھا اور انھون نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسکے لئے صرف کیا، اور جسوقت اُن کا انتقال ہوا، تمام افغانستان ایک متحدہ ملک تھا، اور تمام قبائل ایک مستقل قوم، اور درحقیقت یہی وہ سنگ بنیاد ہے جسپر افغانی قوم اور افغانی قومیت کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اور اس بات کی سعی ہو رہی ہے کہ تمام پشتو بولنے والے ایک ہی قومیت کے شیرازہ مین باندھ لئے جائین، اس خیال نے بہت ترقی کر لی ہے، اور ابھی اسکے مستحکم ہونے کی کافی وجوہ ہین، اس مقصد کو حاصل

کرنے کے لئے امیر عبدالرحمن خان نے یہ پالیسی اختیار کی تھی کہ جب کبھی کوئی صوبہ اُنکے قبضہ مین آتا تو وہان کے باشندون کی ایک جماعت کو دوسرے صوبون مین منقسم کردیتے، اور دوسرے صوبون کے آدمی وہان آباد ہوتے، اسطرح پراونشلیزم کا تخیل بھی پیدا نہ ہونے پایا، اور تمام افغانستان متحد ہوکر ایک قوم و ایک ملک ہوگیا،

قومی فلاح و بہبود کے لئے تعلیم اشد ضروری چیز ہے، اور افغانستان مین اسکی سخت کمی تھی چونکہ یہان کی زندگی کا تمام تر مدار خانہ جنگیون، غارتگریون، اور قزاقیون پر تہا، اسلئے والدین کتابی تعلیم کے بجائے جنگی تعلیم دیتے تھے اور مکتب کی جگہ میدان جنگ مین جانا ہوتا تہا وہان اگر تعلیم تھی تو صرف اسقدر کہ چند ملا مسجدون مین مذہبی تعلیم دیتے تھے، حالانکہ زمانہ کے دوش بدوش قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے تمام علوم و فنون، تمام ایجادات، مصنوعات اور دیگر ضروریات سے ایک قوم کما حقہ واقفیت رکھے، اور یہان یہ حال تہا کہ دفتری کامون کے لئے جو نوجوان تیار کئے جاتے تھے، ان کے پاس بھی موجودہ زمانہ کے موافق کتابین نہ تھین، اسکو عبدالرحمن خان نے جنکو موجودہ افغانی حکومت کا حقیقی بانی کہنا چاہیئے محسوس کیا اور سب سے پہلے ایک دفتر ترجمہ و تالیف قائم کیا لیکن افسوس کہ وہ زیادہ زمانہ تک قائم نہ رہ سکا، اور شاید اُسکی مترجمہ و مولفہ کتابون کے چھپنے کی بھی کبھی نوبت نہین آئی، صنعتی تعلیم کے لئے امیر مرحوم نے ایک کارخانہ اسلحہ سازی قائم کیا تہا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ چمڑے اور شیشہ کی فیکٹری کی بھی بنا ڈالی تھی،

امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد مرحوم کے ناتمام کام کے تکمیل کی طرف توجہ کی، اور ڈاکٹر صاحب اور آپ کے برادر اکبر سے خواہش کی کہ وہ موجودہ جدید طرز کی تعلیم کا انتظام کرین، ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان سے تقریباً ایک درجن اساتذہ بلائے، اور تین سو لڑکون کے ساتھ

ایک کالج قائم کیا جسکا نام امیر وقت کے نام پر حبیبیہ کالج رکھا گیا، اسکے بعد ۱۸۹۳ء مین ڈاکٹر صاحب رخصت پر لاہور آئے، اور یہان انجمن حمایت اسلام کے اسلامیہ کالج مین پرنسپل ہوگئے، اس اثنار مین وہان کا انتظام بہت خراب ہوگیا، یہ حال دیکھکر امیر موصوف نے ڈاکٹر صاحب کو خط لکھکر واپس کابل بلالیا، وہان تین سولڑکون مین صرف پچاس رہ گئے تھے اور موجودہ طرز تعلیم کو عام لوگ کفر سمجھتے تھے، بہرحال ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمت و جرأت سے کام لیکر ایک اسکیم مرتب کرکے پیش کی وہ منظور ہوگئی، اور کام فوراً شروع کردیا گیا، تقریباً پانچ ہزار لایق تعلیم لڑکے جمع کئے گئے، اور مسجدون مین پہلے کی طرح اُن کا سلسلہ تعلیم جاری رکھا گیا، البتہ یہ کیا گیا کہ جو مدرسین پہلے پڑھاتے تھے انکی تنخواہون مین نصف کا اضافہ کردیا گیا، حبیبیہ کالج مین پھر ۴۰۰ طلبہ آگئے، اور تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی، مدارس کی دیکھہ بہال اور انکی نگرانی و ہدایت کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے، اور کام نہایت خوش اسلوبی سے چلنے لگا،

ڈاکٹر صاحب موصوف نے سررشتہ تالیف و ترجمہ کو بھی از سرنو مرتب کیا، اور اساتذہ کی تعلیم کے لئے بھی ٹریننگ اسکول قائم کئے، اسکے بعد عام تعلیم کی ترویج کا خیال پیدا ہوا اور امیر صاحب نے کچھ لیت ولعل کے بعد اسکی اجازت دیدی کہ کابل کی طرح دوسرے تیرہ شہرون مین بھی مدارس عالیہ قائم کئے جائین -

امیر حبیب اللہ خان اپنے والد کے زمانہ مین اسلحہ سازی کے کارخانہ کے نگران تھے اور اس سے انکو خاص دلچسپی تھی، چنانچہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد اُنھون نے اسکی طرف کافی توجہ مبذول کی، اور اُن کے عہد حکومت مین سب سے زیادہ اسی محکمہ نے ترقی کی، اسی سلسلہ مین اُنھون نے ایک ترکی افسر کی نگرانی مین ایک مدرسہ حربیہ قائم کیا، اُسکے تعلیم یافتہ افسر فوج کے انتظام و تربیت مین بہت کچھ کارآمد و مفید ثابت ہوئے ہین، -

تعلیمی محکمہ کی اس روز افزون ترقی نے بہت سے حکام کے دلون مین حسد کی آگ مشتعل کردی، اور جب ڈاکٹر صاحب نے موجودہ منزل سے گذر کر ایک یونیورسٹی کی اسکیم پیش کی، تو ان لوگون نے امیر صاحب کو یہ کہکر بدظن کردیا کہ وہ دستوری حکومت قائم کرکے خود اسکے صدر بننا چاہتے ہین، شاہی حکومت مین اسکے جو نتائج ہوتے ہین، وہ اظہر من الشمس ہین، ڈاکٹر صاحب اور آپ کے دو بھائی اسکول کے ہڈماسٹر اور تقریباً ۷۰ آدمی نظربند کردیئے گئے، اور امیر امان اللہ خان کے زمانہ تک مقید رہے، اور عجیب معجزانہ ترکیب سے زندہ بچکر آزاد ہوئے، ڈاکٹر صاحب اور اُنکے رفقار کی نظربندی کے بعد تمام تعلیمی شیرازہ بکھر گیا، اور ہر چیز رُو بہ زوال نظر آنے لگی اور آخر مین سیکڑون مدارس مین صرف آٹھ زندہ رہ سکے،

امیر موصوف نے عام لوگون کی واقفیت اور صحیح خبرون کے حصول کے لئے ڈاکٹر صاحب سے ایک اخبار نکالنے کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب نے اسکا ایک نمونہ پیش کیا اور وہ منظور بھی ہوگیا، لیکن اسکے عالم وجود مین آنے سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب عالم عمل سے علٰحدہ کردئے گئے، بعد مین امیر مرحوم نے سردار محمود بیگ طرزی سے اسکی خواہش کی، وہ اس قسم کے موقع کی تلاش ہی مین تھے، اور اُنھون نے سراج الاخبار نکالنا شروع کیا،

واقعات کا یہ سلسلہ تھا کہ ۱۹۱۹ء مین امیر حبیب اللہ خان شہید کردیئے گئے، اور چند خانگی اختلافات کے بعد امیر امان اللہ خان امیر ہوئے، اس زندہ دل وبیدار مغز فرمانروا نے فوراً ہی تعلیم کی طرف توجہ کی اور سردار محمد سلیمان خان کو وزیر معارف کرکے یہ کام اُنکے سپرد کردیا، سردار صاحب موصوف ہمہ تن تعلیم کی ترویج وعمومیت مین کوشان ہین، اور امید ہے کہ افغانستان تعلیمی حیثیت سے بہت جلد معتدبہ ترقی کریگا -

حکومتون کی بنا روحیات کے لیے مالی حالت کی درستگی بہت ضروری ہے جسوقت امیر عبدالرحمن خان

تخت کابل پر بیٹھے تو خزانہ بالکل خالی تہا، حکومت دیوالیہ ہو رہی تھی، اور سیکڑون کشمکشون کا سامنا تہا، وہ جانتے تھے کہ جبتک حکومت کی مالی حالت درست نہو جائے کوئی کام نہین ہو سکتا، اور اُسکی صلاح کے لئے ذرایع کی طرف توجہ ضروری تھی، اور اُنھون نے اس جانب توجہ کی،

حکومت افغانستان کے ذرایع آمدنی صرف دو تھے، یعنی لگان اور چنگی، لگان کی آمدنی تقریباً ۳۰۰۰۰۰۰ ملین، اور چنگی کی ۵۰۰۰۰۰ ملین کابلی روپئے تھی، چونکہ لگان زر اور جنس دونون شکلون مین وصول ہوتا تہا، اور چنگی قیمت کے مطابق گھٹتی اور بڑہتی رہتی تھی، اسلئے پورا اور صحیح اندازہ نہین کیا جاسکتا، البتہ یہ صحیح ہے کہ سالانہ آمدنی ۳۰ اور ۴۰ ملین کے درمیان ہین ہی، امیر عبدالرحمن نے ایک طرف تو موجودہ لگانون مین اضافہ کر دیا، اور دوسری طرف نئے محصول بڑہا دیئے، اور ارادہ کر لیا کہ جس صورت سے بھی ممکن ہوگا سالانہ ایک کرور ضرور بچایا جائیگا لیکن یہ امید کبھی بھی بر نہ آئی تاہم اُنکے مرنے کے وقت خزانہ مین ۷۰ ملین کابلی روپئے اور ۳۰ ملین کا سونا، نوٹ قیمتی پتھر اور جواہرات موجود تھے۔

مالی حیثیت سے امیر حبیب اللہ خان کا دورِ حکومت تاریک ہے، نہ صرف یہ کہ اُنھون نے اپنے والدمرحوم کے جمع کردہ خزانہ مین ایک پائی کا بھی اضافہ نہین کیا، بلکہ اسکو اسقدر بے دردی سے صرف کیا کہ انکی موت کے وقت خزانہ مین چند ملینون سے زیادہ نہ تہا، امیر امان اللہ خان نے مالی حالت کی بحالی کے لئے شروع سے کوشش شروع کی اور اسمین نہ صرف شاہی خزانہ کی حالت درست کرنے کی کوشش تھی بلکہ اُسکے دوش بدوش یہ خیال بھی تہا کہ رعایا آسودہ حال رہے، کیونکہ حکومت کی امارت وغربت، رعایا کی دولت وافلاس پر موقوف ہے، رعایا کی آسانی کے لئے اس نے ان تمام سامانون پر جو ضروریات زندگی مین داخل ہین، برائے نام چنگی رکھی اور اسباب عیش پر بہت کچھ بڑہا دیا تاکہ لوگ سادگی پسند رہین، اور فضول خرچ نہ ہو جائین، رہا سلطنت کی آمدنی کے اضافہ

کے لئے اس نے دونون ذرایع مین کافی اصلاحات کین، اسوقت تک افغانستان کی پیمائش ہی ہوئی تھی، اور نہ نگان ہی مقرر ہوا تہا، اور اس قسم کی تمام آمدنی صرف تحصیلدارون کے رحم پر موقوف تھی، جو حکومت سے زیادہ ذاتی منفعت کا خیال رکہتے تھے، امیر امان اللہ خان ان تمام خامیون سے واقف تہا، اُس نے سب سے پہلے ضلع کابل پر اُسکا تجربہ کیا، اور غلہ کی جگہ بھی روپیہ لینے کا حکم دیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ سال سے ایک لاکہہ زیادہ آمدنی ہوئی اور رعایا کے ذمہ بھی کچھ باقی نرہا،

تجارت کے متعلق بھی بہت کچھ سہولتین مہیا کرکے درآمد و برآمد مین بہت کچھ اضافہ کردیا، اور شاہی ذرایع رسل و رسائل کے لا تعداد جانورون مین کمی کرکے اور دوسری اصلاحات کے ذریعہ بھی شاہی اخراجات مین معتدبہ کمی کیگئی ہے، اور ہمکو امید کامل ہے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو مالیات مین بہت جلد اچھا پوزیشن حاصل کرلیگا۔

اس سلسلہ مین اگر ہم دو تین باتین واقفیت عامہ کے لئے لکھدین تو شاید خالی از دلچسپی نہونگی، مثلاً آج تک افغانستان کی آبادی کی صحیح تعداد نہ معلوم ہوسکی تھی، اب ڈاکٹر صاحب نے نہایت وثوق کے ساتھ اسے ہمارے سامنے رکہدیا ہے، ان کا قول ہے کہ یہان کی آبادی پندرہ ملین سے کسی طرح کم نہین ہے، اسی طرح آجتک یہ مسئلہ بھی زیر بحث ہے کہ افغانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہین، بعض اُنکو قبطی کہتے ہین، بعض یہودی، بعض جارجین، بعض مُغل اور بعض ارمنی، لیکن ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ اُنکی صورتون کی بناوٹ اور حسب نسب کو دیکھتے ہوئے یہودی النسل کہنا زیادہ مناسب ہے،

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے اب تک مختلف اسباب بتائے جاتے ہین اور انکی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن ڈاکٹر صاحب نے مفصل اور مسلسل واقعات لکھکر اس پردہ کو بھی اُٹھا دیا ہے،

واقعہ یہ ہے کہ امیر مرحوم ابتدا سے مغربیت کے دلدادہ تھے، چنانچہ مشہور ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم نے انکی افتاد طبع کو دیکھکر کہا تہا کہ ان کا افغانون کے ہاتہون سے شہید ہونا کوئی بعید از قیاس شے نہین ہے ڈاکٹر صاحب نے اُنکے قتل کے آٹھ محرکات بتائے ہین:-

(۱) وہ اپنے لباس، وضع و قطع، طرز معاشرت غرضکہ ہر ہر ادا مین یورپین ہو گئے تھے اور لوگون کو اس سے سخت نفرت تھی،

(۲) انکے درباری اصول کی وجہ سے اکثر شرفا، و رؤسا جو اُن کے ساتھ کہانا کہاتے تھے، ہٹا دیئے گئے، اور ایشیائی نقطۂ نظر سے امیر کا یہ فعل بہت مذموم سمجھا جاتا تہا،

(۳) بہت غصہ ور اور زود رنج تھے اور معمولی معمولی غلطیون پر آپے سے باہر ہوجاتے تھے،

(۴) وہ اپنے پیش رو امیرون کی طرح خود مقدمات کی سماعت نہ کرتے تھے اور لوگ انکو مغرور سمجھتے تھے

(۵) حکومت کے کامون کی طرف عدم توجہی تھی جسکی وجہ سے رعایا بہت پریشان حال ہو رہی تھی،

(۶) ترکی جرمن وفد کی ناکامیابی، جو بہ الفاظ دیگر سلطان کے احکام کی صاف نافرمانی تھی، اور لوگون کا خیال تہا کہ ترکون کو صرف امیر حبیب اللہ خان کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ ترکون کے مقابلہ مین جو فوجین استعمال کی گئین وہ تمامتر ہندوستانی فوجین تہین، اور اگر امیر اسوقت ہندوستان پر حملہ کردیتے تو انگریزون کو مجبوراً ترکی محاذ سے فوجین ہٹا کر سرحد پر لانی پڑتین اور خلیفہ کو شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

(۷) یورپین ملازمون کی طرف خاص نظر عنایت رکھنی،

(۸) حرمون کے لباسون اور دیگر سامان عیش پر فضول خرچی،

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب بالشوزم کی ابتدا، اسکی تاریخ، افغانستان اور وسط ایشیا سے اُسکا تعلق، اور ہندوستان مین اسکے اثر پر کئی باب لکھے ہین، جو معلومات کے لحاظ سے نہایت وقیع، اہم، اور دلچسپ ہین ہمارے ناظرین مین جو صاحب انگریزی جانتے ہون وہ ضرور اسکو ملاحظہ فرمائین۔

مطبوعات جدیدہ

جانورستان، شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم جنکی اردو انشا پردازی نے تمام ملک سے خراج تحسین وصول کرلیا تھا، اور جنکے قلم کی مخلوقات ہماری دنیاے ادب کی زندۂ جاوید یادگارین ہین، اکثر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرحوم کو آخر زمانہ مین کثرت مطالعہ، اور شدت فکر اور انتہاے انہماک علمی کے باعث جنون ہوگیا تھا، لیکن اس عالم جنون مین اُن کا خامۂ فکر اپنی صنعت کاری اور نقشبندی سے باز نہین آتا تھا، اس عالم مین اُن کے دماغ وقلم نے جوکچھ لکھا ہے اسکا ایک نمونہ سپاک نامک چھپکر شایع ہوچکا ہے، جو پارسی مذہب کے الٰہیات کا غیر مربوط فلسفہ ہے، اب مرحوم کے پوتے آغا محمد طاہر نے اسی عالم کا ایک دوسرا نمونہ چھاپکر شایع کیا ہے، اسکا نام **جانورستان** ہے، آزاد مرحوم کی بولی گو وہ ہوش وخرد سے دور ہو تاہم اگر اسکا ایک فقرہ بھی ٹھکانے پر آگیا ہے تو شائقان ادب کی تسلی کے لئے کافی ہے، مرحوم نے اسکول کی درسی کتابون کے لئے جانورون کے اسی قسم کے حالات اور قصے اپنی میٹھی زبان مین بچون کے لئے لکھے تھے، وہ تو ہوش کا عالم تھا، یہ اُسی کا نقش ثانی ہے مگر عالم جنون کا آفریدہ، کہین فقرے مربوط ہین، کہین بے ربط، کہین انسانون کی بولی ہے، اور کہین فرشتگان الٰہی کے حکم کی تعمیل ہے، مرحوم کے خیالات پر پارسی مذہب کے الٰہیات کا بڑا اثر تھا، اُسیکا نتیجہ ہے کہ اس عالم مین بھی وہی خیالات نقش باندھتے ہین، اس تصنیف مین آزاد مرحوم نے ایک ایک جانور کو لیکر الفاظ مین اسکی تصویر کھینچی ہے، کہین قلم ٹھیک چلا ہے تو تصویر اپنی قدرتی بہار دیتی ہے، اور کہین بہک گیا ہے تو وہ بھی ایک عالم رکھتا ہے، بہرحال قدردانان آزاد کے کتبخانہ مین اس یادگار کا رہنا ضروری ہے، قیمت ۱۰/، صفحات ۷۲، تقطیع خورد، پتہ: آزاد بک ڈپو، اکبری منڈی لاہور،

حشمت النسا، ہماری زنانہ تعلیم کے ان بہترین نتائج مین جن سے ہماری بڑی توقعات قائم تہین ایک جناب طیّبہ بیگم بلگرامیہ (بنت نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی) کا وجود تہا، انھون نے ایسے باپ کے آغوش مین تعلیم پائی تھی جو مشرق و مغرب کا سنگم تہا، لیکن افسوس کہ مرحومہ نے گذشتہ سال ۳-جون ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا، مجلس خواتین اسلام (مسلم لیڈیز کانفرنس) کے اجلاس کلکتہ کی صدارت کے لئے بھی اُن کا انتخاب ہوچکا تہا،

مرحومہ کے شوہر خدیو جنگ اور ان کے صاحبزادہ مرزا علی یار خان صاحب نے مرحومہ کی حیات تابیہ کے لئے یہ مناسب سمجھا ہے کہ انکے قلم کی یادگارون کو علیہ طبع سے آراستہ کردین، اس سلسلہ مین مرحومہ کی پہلی تصنیف حشمت النسا، کو شایع کیا ہے، یہ بڑی تقطیع کے ۱۶۵ صفحون کا افسانہ ہے، جسمین حشمت النسا بیگم کا ایک دلچسپ قصہ لکہا گیا ہے، افسانہ نگاری کے اصول کی پوری پیروی کیگئی ہے، زبان دوسری زنانہ تصنیفات کی طرح مصنوعی مردانہ نہین، بالکل ٹہیک عورتون کے بول چال مین ہے حشمت، قصہ کی ہیروئن کے حالات آغاز سے اختتام تک اُس اعلیٰ تصور کے مطابق لکھے گئے ہین، جسطرح ایک مسلمان خاتون کو ہونا چاہیئے، تعلیم، شادی بیاہ اور رسوم کی اصلاح کی اس ذریعہ سے کوشش کیگئی ہے، قیمت عہ/ سکہ عثمانیہ، ۱۲؎ سکہ انگریزی، پتہ: علی منزل کوہ نور، خیرت آباد، حیدرآباد دکن،

زچہ اور بچہ: ڈاکٹر رونتہ نیگ نے زچہ کی حفاظت اور غبر گیری کے اصول اور بچون کی پرورش کے متعلق ضروری ہدایات اس رسالہ مین جمع کئے ہین، سید اظہر علی صاحب ایم، اے منشی فاضل نے اسکا اردو مین ترجمہ کیا ہے، اور انجمن بہبودی مادران و بچگان بناکردہ لیڈی چیمسفورڈ دہلی نے چھپواکر اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ عمدہ، رسالہ پُرمعلومات، لکھائی چھپائی عمدہ، صفحات ۹۰، چھوٹی تقطیع، قیمت ۱۲ر، غالباً انجمن مذکور کے دفتر سے ملیگا،

مجلد نہم | ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۲ء | عدد ششم

مضامین

شذرات

جرمنی مین ابھی ایک عجیب قاتل گرفتار ہوا ہے، اوسپر الزام یہ ہے کہ اوسنے یکے بعد دیگرے تیس لڑکیون سے شادی کی اور ہر ایک کو قتل کر ڈالا، گرفتاری کے بعد حوالات مین اوسنے اپنا بیان ایک تصنیف کی صورت مین قلمبند کیا ہے، جسمین اوسنے اپنے جرم کی نفسیات پر بحث کی ہے لکھا ہے کہ میرا یہ فعل درحقیقت سوسائٹی اور ہیئت اجتماعی پر ایک عظیم الشان احسان ہے، عورتون کی اسقدر کثرت ہوگئی ہے کہ وہ مردون کی ضرورتون سے بدرجہا زیادہ ہوگئی ہین، ایسی حالت مین اونکا وجود سوسائٹی کے لیے ایک مہلک اخلاقی وبا ہے، جس سے اوسکو محفوظ رکھنا ہر صاحب احساس کا فرض ہے، دانایانِ فرنگ کی برابری کا کون دعویٰ کرسکتا ہے؟ لیکن کیا اس بیماری کا علاج تعدد ازدواج سے نہین ہوسکتا؟ اور کیا یہ جرم معصوم روحون کے قتل سے زیادہ سنگین ہے؟

اسی کے ساتھ یہ خبر سننی کے ساتھ سنی جائیگی کہ بالشویک روس نے اپنے موجودہ قحط کے عذاب الیم کا علاج یہ تجویز کیا ہے کہ اوسنے (۱۲۰) قحط زدہ لڑکون کو گولی سے اُڑا دیا، اسکا سبب یہ تھا کہ اونھون نے بھوک کے مارے گھوڑے کا گوشت کھایا تھا، جس سے گھوڑون کی بیماری اون مین پیدا ہوگئی تھی، آہ! انسان کسدرجہ خدا کو بھولا ہوا ہے، وہ اوسکی قدرتون سے جنگ کرتا ہے، اوسکے نظام فطرت سے لڑنا چاہتا ہے، اور اس اعلان جنگ مین خود بخود وہ اپنے اسباب ہلاکت وبربادی کو ترقی کی دعوت دیتا ہے، اور اسطرح گویا اپنے ہاتھ سے اپنا گلا آپ کاٹتا ہے، مجرم قومون کی

تباہی اور پاداش جرم کی یہ بھی ایک صورت ہے، کیا اس روشن زمانہ مین ان معصومون کا قتل، تاریک عہد کے قتل نبات کے جرم سے مختلف ہے، ایک دن آئیگا جب یہ معصوم زبانین گویا ہونگی اور انکا مالک ان سے پوچھے گا، بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ، تمکو کس جرم مین قتل کیا گیا،
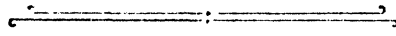
علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کی تباہی پر ہم نے افسوس وحسرت کے جو چند قطرے بہائے تھے وہ بے اثر نہ رہے، لوگ بیمار کے مزید احوال دریافت کرتے ہین، لیکن اسکے جواب مین ہم صرف اسیقدر کہہ سکتے ہین کہ بیماری جب مہلک حد تک پہونچ جائے تو مزاج پرسی کی ساعتین ختم ہوجاتی ہین، اور ہر دردمند کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اسکے علاج ومعالجہ کے لیے دوڑ دھوپ کرے، ایک طرف تو طلبہ کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے دوسری طرف اخراجات کی فراوانی اور کثرت کا یہ عالم ہے کہ ہمین روایت پہنچی ہے کہ اصل سرمایہ مین اب ہاتھ لگ گیا ہے اور اگر کوئی فکر نہ کی گئی تو آیندہ سال شاید یونیورسٹی دیوالیہ ہوجائے، پروفیسرون اور معلمون کی تنخواہون پر تنخواہین بڑہائی جارہی ہین، بعض حکام کالج کی صرف سال مین دو تین بار آمد کے لیئے کئی ہزار سالانہ کا سفر خرچ منظور ہوا ہے، بعضون کے لیے دو دو سو ماہوار کی کوٹھیان اور عملہ اسلیے مقرر کیا گیا ہے کہ شاید وہ سال مین ایک دو دفعہ اس سرزمین پر نزول فرمائین تو اونہین تکلیف نہ اُٹھانا پڑے، حاشا کہ ان حالات کے اعلان سے اصلاح کے سوا کچھ اور مقصود نہین، کیا ہمارے قومی اخبارات حاضر الوقت ضروری مسائل سے کچھ سطرین بچا کر اس بے اہم اور معمولی مسئلہ کی نذر کرسکینگے؟

یاد ہوگا، دو ڈہائی سال ہوئے آکسفرڈ وکیمبرج یونیورسٹیون کے معاملات سے متعلق ایک شاہی کمیشن مسٹر ایسکویتھ، سابق وزیر اعظم کی زیر صدارت مقرر ہوا تھا، اسکی رپورٹ حال مین شائع

ہوئی ہے، منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ بھی کی ہے، کہ دونون یونیورسٹیون مین سے ہر ایک کو خزانۂ سرکاری سے رقوم ذیل کی سالانہ امداد دی جایا کرے:-

بمد اعانت عام	۱۰۰۰۰ پونڈ (۱۵۰۰۰۰ روپیہ)
بمد اعانت کتبخانہ	۹۰۰۰ پونڈ (۱۳۵۰۰۰ روپیہ)

گویا کل ۲۲۰۰۰ پونڈ (۳۳۰۰۰۰ روپیہ) کی سالانہ سرکاری اعانت کی تجویز ہوئی ہے، جو غالباً منظور ہوجائے۔ اسوقت تک دونون یونیورسٹیون کو ۳۰ ہزار پونڈ (۴½ لاکھ روپیہ) سالانہ کی مدد ملتی رہی ہے،

سنہ ۲۲ کی بابت انگلستان کے محکمۂ تعلیم کا جو تخمینہ بنا ہے، اسکے لحاظ سے امسال مصارف کی تعداد ۴۲،۳۸۶۱،۹۲ پونڈ (کچھ کم ستر کروڑ روپیہ) ہوگی، یہ بجٹ غیر معمولی کوشش کفایت کا نتیجہ ہے، ورنہ سال گذشتہ کی میزان اس سے بقدر ۵۰ لاکھ پونڈ کے زیادہ تھی، چند برطانوی یونیورسٹیون کی سالانہ آمدنی کے اعداد حسب ذیل ہین (بابت سنہ ۲۱-۲۲ء):-

برمنگھم یونیورسٹی	۱۱۹۲۶۴ پونڈ
مانچسٹر "	۱۴۴۶۸۰ "
لیورپول "	۱۹۱۴۴۶ "
شفیلڈ "	۱۰۱۲۰۱ "
اڈنبرا "	۲۰۴۲۴۶ "
گلاسگو "	۱۶۳۰۰۰ "

یہ چند برطانوی یونیورسٹیون کے نام بہ طور نمونہ کے لکھ دیے گئے، ورنہ یورپ وامریکہ کی تقریبًا تمام یونیورسٹیان کم وبیش ایسی ہی شاہانہ آمدنیون کی مالک ہین، لیکن یہ عظیم الشان مداخل بھی روز افزون مصارف کے لیے کافی نہین ہوتے، ہر چہار طرف سے ایک عام پُر زور یہ مطالبہ ہو رہا ہے، کہ طلبہ کی فیس یا سرکاری اعانت کی رقم مین اضافہ کرکے بہر حال جس طریق پر بھی ممکن ہو، ضروریات تعلیم کے متناسب آمدنی حاصل کرنا چاہیے، اور ضروریات تعلیم ہین، کہ کلمات الٰہی کی طرح غیر محدود و لاانتہا ہین۔ علم ریاضی انکے شمار و استقصار سے قاصر ہے، ایک حاجت ابھی تکمیل کو پہنچنے نہین پاتی ہے، کہ دوسری حاجت اس سے اہم تر رونما ہو جاتی ہے، اساتذہ کے بیش قرار مشاہرہ، درسگاہون کی سرِفلک عمارتین قیمتی سامان نشست و آسائش و آرایش، نازک و بیش بہا سائنٹفک آلات، روز ایک نئی مد مصارف کی نکلی آتی ہے تا آنکہ خدایان تعلیم گھبرا اُٹھے ہین، اور غریب و مفلس ہندوستان کی کلکتہ یونیورسٹی سے لیکر شاہ خرچ امریکہ و زرافشان انگلستان تک کی یونیورسٹیان تشویش و اضطراب مین مبتلا رہنے لگی ہین، جولائی ۱۲ء مین جو کانگرس آف یونیورسٹیز لندن مین منعقد ہوئی تھی اسکے ایک صدر مجلس سر آرتھر بالفر نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ:

"یونیورسٹی تعلیم کی ضروریات روز افزون ہین، اور آمدنی مین انکے متناسب اضافہ کی کوئی توقع نہین، ہندوستان اور نو آبادیون کا حال معلوم نہین، لیکن کم ازکم برطانیۂ عظمٰی مین تو روپیہ سے زیادہ تعلیمی مقاصد کے لیے کوئی شے اسوقت اہم تر اور کوئی شے زیادہ عسیر الحصول نہین"

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا، اب دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو، تعلیم کا ایک مفہوم یہ ہے کہ شاندار لکچر ہال ہون جن پر قصر و ایوان شاہی کا دہوکا ہوتا ہو، سر بفلک سلسلۂ عمارات ہو، ذخیرۂ کتب

کی فراہمی مین دولت قارون درکار ہو، اساتذہ کے مشاہرہ پر بید ریغ زر پاشی ہوتی ہو، لاکھون روپیہ سالانہ فرنیچر اور ظاہری سازو سامان کی مد مین صرف ہوتا ہو، تجربہ گاہون اور آلات کے لیے بیشمار دولت وقف ہو، غرض تعلیم اس مفہوم کے لحاظ سے تامتر ایک کرشمۂ زر ہے، جسکا مبدأ و منتہیٰ، مرکز و محیط، جو کچھ ہے، سب ظاہریت دنیا دیت ہے، لیکن اس دنیا مین تعلیم کا ایک دوسرا مفہوم بھی موجود رہا ہے، اور اب بھی ہے، جسکے لحاظ سے یہ ظاہری شان و شوکت، جاہ و امارت، زرپاشی و دولت ریزی، زیبائش و آرائش، سب بے معنی ہے، اس نظام تعلیم مین زر و دولت اور سامان دنیوی ہی کو سرے سے بے حقیقت تسلیم کیا گیا ہے، اور اگر حقیقت مانی بھی گئی ہے، تو ایسی جیسے کسی دھوکے کی ٹٹی، یا کھیل کود کی چیز کی ہوتی ہے، اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد ۔۔۔۔ وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور (حدید رکوع ۳) جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی صرف بازیچہ اور ظاہری آرائش، اور مال و دولت اور آل و اولاد کی مفاخرت اور مسابقت ہے ۔۔۔ یہ دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے،

اِس علم کے لیے یونیورسٹی کی شاندار عمارتون، بے انداز دولت، اور سامان آسایش و آرایش مین سے کسی شے کی ضرورت نہین، اسکے لیے صرف صدق و صفا، قلب و ضمیر، تزکیہ و تقویٰ کی ضرورت ہے۔ اودہر تقویٰ حاصل ہوا اُدہر عالم الغیب والشہادہ کی ازلی یونیورسٹی سے براہ راست استفادہ ہونے لگا، وعدہ صریح ہے، واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شیء علیم (بقر ۳۹) یہ علم کتابی معلومات سے حاصل نہین ہوتا، بڑے بڑے مُہذب و آراستہ کتب خانہ اس علم کی تحصیل کے لیئے قطعًا لاحاصل ہین۔ کتابون کا انبار انسانی دماغ کی طرح بعض چوپایون کی پشت پر بھی بار کیا جاسکتا ہے، لیکن نتیجہ؟ مثل الذین حملوا التورٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارًا (جمعہ ۱) اس علم لدنی

کا سب سے بڑا عالم سب سے بڑا فاضل سب سے بڑا محقق اُمی محض تھا، اور اسکی یہ اُمیت اسکی یہ حرف ناشناسی اسکے لیے باعث فخر تھی، بار بار تصریح کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (اعراف - ۲۰) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (اعراف - ۱۹) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (جمعہ - ۱)

اس تعلیم کا مقصد یہ نہین ہوتا، کہ بڑے بڑے عہدے اور مناصب حاصل ہون، یا صنعت و حرفت تجارت و سیاست کے ہفتخوان سر کیے جائین، یا پھر حب وطن کی آڑ پکڑ کر ہمسایہ اقوام کے گلے پر چھری چلائی جائے، یہ تعلیم دنیا پرستی و نفس پرستی کی ان تمام شعبوں کی قاطع ہے، اس علم کا مقصد معرفتِ نفس ہوتا ہی نہ کہ گرد وپیش کے نقوش فانی مین غلو و انہماک

علم آن باشد کہ بستاند ترا　　بے نیاز از نقش گردانند ترا

علم آن نہ بود کہ کور و کر کند　　مرترا بر نقش عاشق تر کند　(مولنائے روم)

زر و مال کا معاوضہ طلب کرنا ان علما و معلمین کے لیے حرام ہوتا ہے، انکی تعلیم ہے،

چون دگران راشوی آموزگار　　کم طلب آن راعوض از روزگار

علم بود جوہر و باقی سفال　　آن چون حقیقت دگران چون خیال

بیع جواہر بہ سفالے کہ چہ　　بذل حقائق بہ خیالے کہ چہ　(جامی)

اس علم کی منزل مقصود کیا ہوتی ہے؟ اور اسکی تحصیل کے کیا شرائط ہین؟ انکا جواب اس درسگاہ مین آکر یہ ملتا ہے،

علم سوے درِ الٰہ برد　　نہ سوے نفس و مال و جاہ برد

علم باید نخست پس علمت　　بر فور از علم خواندہ باعلمت

علم بے حلم ناک کوسے بود　　علم با حلم آبروے بود

جاہل از علم جاہ جوید سود　　مزد آجل بہ عاجل آرد زود

علم از حلم نیک بے گردد　　سنگ بے سنگ لعل کے گردد　(سنائی)

کاش مدعیانِ علم و دانش کو علم الانسان مالم یعلم کی درسگاہ حقیقت سے علم و جہل کے امتیاز صحیح کی توفیق عطا ہو!

خلافت عثمانیہ

اور

اسلامی و مسیحی دنیا کا اعتراف

۲

مسئلہ خلافت پر معارف کے مضامین اسقدر پھیلے کہ مولنا رومی کی طرح یہ کہنا پڑا کہ غ گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو، مگر آج اس سلسلہ کا یہ آخری نمبر ہے، امید ہے کہ آیندہ ناظرین کو اس کی تکلیف نہ دیجائے،

یہ مسئلہ یورپ مین پالٹیکس کا مرکز بننے سے پیشتر، مسیحی دنیا کی تمام قومون مین ایک مسلّم واقعہ کی طرح تسلیم شدہ تھا، تحریری شہادتون مین مسیحی دنیا کے اعتراف کی سب سے پہلی مثال، جدید یورپ کی سب سے پہلی ترقی یافتہ قوم پرتگیزون کے ایک سفیر متعین ہندوستان کی زبان سے ملتی ہے، ترکی امیر البحر سید علی جب احمد آباد گجرات مین عماد الملک وزیر کے دولت کدہ مین داخل ہوتا ہے تو اوسکی اتفاقی ملاقات پرتگال کے سفیر سے ہوتی ہے، سفیر مذکور کہتا ہے،

> ہمین سلطان روم کی بہت ضرورت رہتی ہے، ہمارے ملک کے جہاز اونکی سلطنت کے بندرگاہون مین بے روک ٹوک جاتے ہین، اگر ہمین انکی اجازت نہو تو ہمارا بہت برا حال ہو علاوہ اسکے سلطان روم، اسلامی دنیا کے بادشاہ ہین[1]،

[1] سفرنامہ سید علی امیر البحر ترجمہ اردو صفحہ ۳۳،

یہ سلطان سلیمان اعظم کا زمانہ تھا، اسی زمانہ مین سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے درمیان سب سے پہلا رعایتی عہدنامہ مرتب ہوا جواب "کیپی چولیشن" کے خوفناک نام سے مشہور ہے، اور جو ٹرکی کے گلے کا پھندا بن گیا ہے، اس عہدنامہ مین بھی سلطان کی حیثیت خلیفہ کی نظر آتی ہے،

یورپ مین علوم و مسائل کے سب سے بڑے بحر زخار اور دریاے ناپیدا کنار کا نام انسائیکلوپیڈیا ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا نام لینا استناد اور اعتبار کے لیے شاید کافی ہو۔ سلطان سلیم کے تذکرہ مین یورپ کا یہ مستند ترین ذخیرۂ علمی حسب ذیل شہادت بہم پہنچاتا ہے،

"اسکے بعد شام اور مصر اوسکے (سلطان سلیم کے) قبضہ مین آگئے، وہ تمام اسلامی مقامات مقدسہ کا مالک ہوگیا، اور سب سے زیادہ اہم یہ کہ اوسنے آخری خلیفہ عباسیہ سے کہا کہ وہ خطاب خلافت اور اوسکے ظاہری لوازم مثلاً علم مقدس، اور شمشیر و زرہ نبوی اوسکے حوالہ کردے، اسکی وجہ سے سلاطین عثمانیہ نے جو عظمت حاصل کی وہ یہ تھی کہ وہ تمام عالم اسلامی مین معزز ترین ہوگئے، اور آج بھی وہ وہی اہمیت رکھتے ہین، اور جسنے خلافت کی اس شرط کو کہ خلیفہ قریشی ہو نسیًا منسیًا کردیا ہے[۱]،

یورپ مین فن تاریخ کا سب سے بڑا اور معتبر ذخیرہ "مورخین کی تاریخ عالم" ہے جسکا ذکر اس سلسلۂ مضمون مین کئی دفعہ آچکا ہے، اس کتاب کے مصنفین نے متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے،

سلیم اب فی الواقع "محافظ مقامات مقدسہ" بن گیا، اوسنے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا جو مستنصر باللہ (۹) کے نام سے پکارا جاتا تھا، جسکا وصف امتیازی صرف اسقدر تھا کہ وہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹھارہوان خلیفہ تھا، سلیم نے اوسپر ہاتھ ڈالا اور اوسکو اوسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اسنے خلافت کے تمام حقوق سے

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، طبع یازدہم، جلد ۲۴ صفحہ ۶۰۶،

دست برداری دلکھدی، اسکے معاوضہ مین سلیم نے اوسکو کچھ زرِنقد اور ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔ سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کرلیا، مگراب خلیفہ ایک بوڑھا، مسکین شیخ نہین رہا تھا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تھا، جو اسلام نے اپنے قبضہ مین کبھی رکھی تھی۔ اوس دن سے اسلام اپنا صرف سردار رکھتا ہے جسکے اقتدار کے ماتحت تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین، یہ سردار قسطنطنیہ کا سلطان ہے[1]،

دوسری جگہ اس کتاب مین ہے،

مصر کے الحاق کے بعد سلیم نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا، جسکو اب تک مصر کے بادشاہ اختیار کئے ہوئے تھے[2]،

پروفیسر میکس مولر مشرقیات کے بہت بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، اونھون نے اور اونکی بیوی نے آج سے ربع صدی پیشتر ٹرکی کا سفر کیا تھا، اور ان دونون نے ملکر "سیاحت قسطنطنیہ" کے نام سے ایک سفرنامہ ترتیب دیا ہے[3]، اس سفرنامہ مین دو مقام پر خلافت عثمانیہ کا تذکرہ ہے، حرم و خزانہ کی سیر کے تذکرہ مین ہے،

"خزانہ سے باہر نکلنے پر ایک متصل چھوٹی مسجد کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ اسمین پیغمبر اسلام کی عبا، علم، عصا، تیغ اور کمان محفوظ ہین، سلطان جلوس کے ساتھ سال مین ایک دفعہ رمضان مین اس کی زیارت کرتے ہین، سلطان کو عبائے نبوی پہنائی جاتی ہے، اگر یہ علم نکالا جائے تو اوسکے نیچے دنیا کے تمام مسلمانون کا جمع ہونا فرض سمجھا جاتا ہے، صرف سلطان بحیثیت خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے اسکو کھول سکتے ہین[4]،

---

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۲۴ صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶۔ [2] کتاب مذکور ج ۲۴ صفحہ ۳۴۰ [3] اسکا اُردو ترجمہ دار المصنفین مین ملے گا، [4] سیاحت قسطنطنیہ ترجمہ اردو صفحہ ۳۶

رسم سلاملق کا سمان کھینچتے ہوئے یہ منظر اونکو نظر آتا ہے،

علما رمشائخ اور مفتی سب کی نگاہین سلطان کی طرف لگی ہوئی تھین، جن کی وہ بحیثیت

خلیفہ یا جانشین نبی عزت کرتے ہین[۱]،

سنہ۱۸۸۲ء مین یعنی آج سے چالیس برس پیشتر مسٹر ولفرڈ بلنٹ نے سب سے پہلے سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی اہمیت کے مسئلہ پر توجہ مبذول کی، اور اونھون نے عربون کے دوست بنکر اون مین عرب قومیت کا احساس و جذبہ پیدا کیا اور اونکو بتایا کہ خلافت اونکا قومی حق ہے اور اس حق کو وہ ترکون سے واپس لے سکتے ہین، مسٹر بلنٹ کی مشہور کتاب فیوچر آف اسلام ہے، جسکا ترجمہ سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی نے سنہ۱۸۸۳ء مین مستقبل اسلام کے نام سے کیا ہے، یہ پوری کتاب مسئلۂ خلافت پر یورپین نقطۂ نظر کی کماحقہ تفسیر اور توضیح ہے، بلنٹ صاحب ترکون کی مخالفت اور عداوت کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہ کرسکے کہ خلافت عثمانیہ آج دنیاے اسلام کا ایک مسلّم واقعہ ہے، اون کے اقتباسات ہمارے مطلب کے اس کثرت سے ہین کہ اونکو یہان نقل کرنا دشواری سے خالی نہین، یہان پر صرف ایک دو حوالے نقل کیے جاتے ہین،

غیر ممالک کے اجنبی مسلمانون سے بھی سلطان کی تقریر ابتدا ہی سے بہ نسبت دنیاوی بادشاہ کے زیادہ تر بطور حاکم مذہبی کے رہی، اور سفیران یورپ کے ساتھ سلطان نے اپنی یہ حالت (یعنی حکومت مذہبی) برابر اور مستقل طور پر اور نہایت اثر کے ساتھ قائم رکھی (صفحہ ۶۱)

"ٹیونس کو بالخصوص اس بات پر ناز تھا کہ ہم تخت ٹرکی کی حکومت سے آزاد ہین، اور سواحل افریقہ کے حنفی فرما نرواؤن کے علاوہ اور سب لوگ ترکون کی طرف سے لڑنے کو لغو سمجھتے تھے، لیکن اب خود مالکی لوگ جو قیروان مین مقدس ہین سلطان عبدالحمید کے اشارہ پر

[۱] سیاحت قسطنطنیہ، ترجمۂ اردو صفحہ ۴۶،

حرکت کرتے ہین، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصر بین ہی سلطان کیقدر کامیابی کے ساتھ تحریک کر رہے ہین اور ہندوستان کے مسلمان تو علانیہ مساجد مین اونکے لیے دعا مانگتے ہین، ہر جگہ وہ فریق جو اسلام کی دوبارہ ترقی چاہتا ہے سنّی کھڑا ہے اور اس ارمنی خلیفہ کو جو اونکی مرضی کے موافق کام کر رہا ہے اور یورپ کو حقیر جانتا ہے اور بشرط ضرورت اسپر تیار معلوم ہوتا ہے کہ کسی دن اون لوگون کے ساتھ اون لوگون کا پیشوا بنکر علم جہاد بلند کرے جو اونکو اپنا پیشوا تسلیم کر چکا ہے (۶۳)

"یہ حالات جو مین نے بیان کیے علما مین اس درجہ تسلیم کر لیے گئے ہین کہ سال گذشتہ مین مین نے قریب قریب بلا اختلاف جمہور کی یہ راے پائی کہ سلطان عبد الحمید خان خاندان عثمانیہ کے آخری خلیفہ ہین (۶۷)

روسی مسلمانون کی حالت اور کیفیت اور اون مین اسلام کی زندگی کی بقا و فنا کا فیصلہ کرتے ہوئے مسٹر بلنٹ لکھتے ہین،

"ترکستان، سائبریا...... اور اون ملکون مین جو پہلے سلطنت عثمانیہ مین شامل تھے اور اب روس کے ماتحت ہو گئے ہین جس چیز نے مسلمانان اہل سنت وجماعت کو اپنے مذہب پر قائم کر رکھا ہے وہ اونکا یہ علم و خیال ہے کہ ہنوز روسیون کی سرحد پر خود ہمارے ہم مذہب لوگون کی ایک بڑی جنگ آور جماعت موجود ہے اور خود اونکا مسلمہ روحانی اور مذہبی پیشوا اونپر حکمران ہے، اونکے مذہبی فخر کا مرکز قسطنطنیہ ہے جہان سلطان اور خلیفہ باسفورس کے کنارہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا یورپ اور ایشیا دو دنیاؤن پر حکمران ہے" (صفحہ ۱۳۳)

مشرق اور خصوصًا اسلامی مشرق کی حالت سے ذاتی واقفیت علماے یورپ مین پروفیسر

دیمبری سے زیادہ کسی اور کی نہو گی، پروفیسر موصوف اپنی کتاب مستقبل اسلام مین ایک جگہ لکھتے ہین:

سلاملق کے دن قسطنطنیہ مین زائرین دنیا، سلطان کے لیے جو اظہار ارادت وعقیدت کرتے ہین اوسکا سبب یہی ہے کہ وہ خلیفہ اسلام مانے جاتے ہین، (ترجمۂ اردو صفحہ ۱۳۴)

یہ صحیح ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان کے امیر ہمیشہ اپنی مساجد کے دروازون پر سلطان کے مطلقاً فرمان آویزان رکھتے ہین جو اس بات کی دلیل ہے کہ انکو نماز پڑھانے کا اختیار خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حاصل ہے، اور وسط ایشیا کے بعض خان سلطانی خطابات اور خلعتون کو نہایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کرتے ہین (صفحہ ۱۳۶)

مارکوئیس آف ولیسلی گورنر جنرل و ویسرائے ہند اور سلطان میسور کے درمیان سلطان ٹرکی کے فرمان کی نسبت خط وکتابت کا تذکرہ اس سلسلۂ مضامین مین کئی دفعہ آچکا ہے، آج پھر ایک دفعہ اوسکے چند فقرون کو دُہرانا ہے، مارکوئیس آف ولیسلی اپنے خط مین فرمان سلطان کا حوالہ دیکر سلطان میسور کو فرانسیسیون سے قطع تعلق اور انگریزون سے موالات کی جانب ان الفاظ مین متوجہ کرتے ہین،

"وہ (سلطان ٹیپو) تمام مذاہب کے دشمن اور خلیفۂ اسلام پر حملہ آور ہونے والے فرانسیسیون سے ہر قسم کے تعلق کو منقطع کرکے اپنا جوش اسلامی دکھائے اور مین امید کرتا ہون کہ جب وہ (سلطان ٹرکی کے) اس خط کو پڑھے گا تو بلاشبہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ فرانسیسیون نے مسلمانون کے مسلم خلیفہ کی توہین کی ہے،

سابق سفیر برطانیہ مسٹر لبرڈ متعین قسطنطنیہ نے اپنے مراسلۂ سرکاری مورخہ ۱۹- جون ۱۸۷۷ء مین انگلستان کی وزارت خارجیہ کو حسب ذیل الفاظ مین متنبہ کیا تھا،

سلطان گھٹکر خود ایشیا کے پانچوین درجہ کے حکمران کی حیثیت کا کیون نہ رہ جائے مگر

پھر بھی وہ خلیفۂ اسلام برابر باقی رہے گا، اور یہ بہت ممکن ہے کہ اسلامی دنیا اپنے وجود کو قائم رکھنے کی آخری جنگ مین انگلستان کو ان خطرات اور مصائب کا جو اوسکو چارون طرف سے گھیرے ہوے ہین اصلی محرک اور باعث سمجھ کر انگلستان ہی پر پل پڑے،

جنگ ٹرکی و اٹلی جسکا مشہور نام جنگ طرابلس ہے مسٹر بارکلے نے انگریزی مین اوس کی تاریخ لکھی جو ابھی حال مین شائع ہوئی ہے، کتاب مذکور مین صلح کے وہ دفعات اور شرائط بھی شروع مین لکھدئیے ہین، جن پر ٹرکی اور اٹلی نے دستخط کیے ہین، منجملہ دیگر دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی ہے،

طرابلس کے مسلمان مذہبی حیثیت سے سلطان کے تابع، اور وہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہینگے، اور جمعہ اور عیدین مین وہان کی مسجدون مین سلطان کا نام لیا جائیگا،

سر اڈورڈ کریسی، ایک انگریز نے ترکان عثمانیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے، جسکا نام "ہسٹری آف اوٹومن ٹرکش" ہے، اوسمین سلیم کے واقعۂ خلافت کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

"جب سلیم نے مصر فتح کیا تو وہان عباسی نسل کا خلیفہ فرمانروا تھا، سلیم نے اوسکو اسپر آمادہ کیا کہ وہ خلافت کو باضابطہ سلیم اور اوسکی نسل کی جانب منتقل کردے، ساتھ ہی سلیم نے خلافت کے آثار ظاہری بھی جنکے حامل عباسیہ چلے آتے تھے، اپنے قبضہ مین کرلیے یعنی علم مقدس، و شمشیر ورداے پیمبر"

سر تھیوڈر ماریسن (سابق پرنسپل مدرستہ العلوم علی گڈھ) اون اہل علم انگریزون مین ہین جو مسلمانان ہند کے خیالات وحالات سے کماحقہ واقف ہین، اونھون نے ہندوستان کے اکابر اسلام کی صحبت اُٹھائی ہے، وہ ہندوستان کے عظیم الشان دور مین مصلحین اسلام کی انجمن کے ایک اعزازی رکن تھے، وہ مسئلۂ خلافتِ عثمانیہ پر ٹائمز مین حسب ذیل خیالات ظاہر کرتے ہین،

"اہل یورپ کو سب سے پہلی بات یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مسلمانان عالم کو ترکی کے ساتھ دلی محبت ہے، اور سلطان ترکی کے دنیاوی اقتدار کے خاتمہ کا خیال ہی اونھین برہم کردیتا ہے، اس موقع پر ہمارا یہ کہنا اون سے بالکل عبث ہے کہ اونھین سلطان کو خلیفہ نہ تسلیم کرنا چاہیے، چاہیے یا نہ چاہیے، بہرحال واقعہ یہ ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہین، وہ خوب جانتے ہین کہ خلافت، عباسیہ کے ہاتھ سے نکلکر آل عثمان تک کیونکر پہنچی ہے، لیکن اس راز کے محرم ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس خیال مین بالکل پختہ وغیر متزلزل ہین..... بے شبہہ ہم اسپر تاسف کرسکتے ہین کہ مسلمانون کے یہ عقائد کیون ہین، مگر اس واقعہ سے انکار نہین ہوسکتا کہ ہین یہی عقائد،

نامور مستشرق پروفیسر براؤن جن سے بڑا مشرق و مشرقیات اور تاریخ اسلام کا عالم آج انگلستان بھر مین کوئی نہین، اونھون نے اس بحث پر ٹائمز مین جو مضمون لکھا تھا، اون کے بعض اقتباسات یہ ہین،

"مجھے ہمیشہ اس امر پر سخت حیرت رہی ہے کہ جو لوگ محمدؐ کی رسالت کے منکر ہین وہ کیون اس بحث مین اپنا اسقدر وقت اور دماغ صرف کرتے رہتے ہین کہ خلافت یا نیابت کا حقدار کون ہے؟ یہ بالکل ایسی ہی مہمل بات ہے کہ جیسے مسلمان اس فیصلہ کے درپے ہو جائین کہ مسیحیون کے پوپ یا "حامی ملت" کے لقب کا حق کسکو ہے.......

سلاطین آل عثمان منصب خلافت کے کچھ آج مدعی نہین ہوے ہین بلکہ اگر سلطان سلیم نہین تو اوسکے فرزند سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ سے تو اونکا یہ دعویٰ بہرحال چلا آتا ہے چنانچہ سلیمان کی وفات پر مفتی ابو السعود نے عربی زبان مین جو مرثیہ کہا تھا اوسمین تصریحًا اوسے خلیفۃ اللہ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے .... مزید شہادت

فریدون بے کے مرتب کردہ سرکاری کاغذات سے بہم پہنچ سکتی تھے،

انگلستان مین ایک بزرگ ایسے ہین جنکو اس حقیقت سے انکار ہے، اور وہ مشہور متعصب اسلام پروفیسر مارگولیتھ ہین، اد فد خلافت اور پروفیسر موصوف کے درمیان اس مسئلہ پر لندن کے اخبار او بزرور مین مناظرہ چھڑ گیا تھا، اسمین بطور ثالث کے ایک فاضل آرتھر ایچ ریڈنگ جو بعض ممالک اسلامیہ مین مدتون تک جج رہ چکے ہین، ایک مضمون اوسی اخبار مین (بتاریخ ۲۸ مارچ ۱۹۲۰ء) شائع کرایا تھا، جسمین وہ لکھتے ہین،

"مین بخوشی اسکے لیے آمادہ نہین ہون کہ پروفیسر مارگولیتھ جیسے فاضل مستشرق سے اختلاف آرا کرون، مگر بحیثیت ایک قدیم عہدہ دار کے جسنے اپنی زندگی کے بہترین بیس برس اسلامی ملکون مین گذارے ہین اور ایک جج کی حیثیت سے جسنے قانون اسلامی کا نظم ونفاذ کیا ہو، یعنے فقہ شافعی، مین سلطان کے دعوائے خلافت کو تمامتر منصفانہ نہین سمجھتا سلطان کا یہ دعوی کہ وہ پیغمبر اسلام کے جانشین ہین اور پوپ کا یہ دعوی کہ وہ سینٹ پیٹر کا جانشین ہے برابر درجہ کا بحث طلب ہے، اگو کچھ لوگ اسکے موید بھی ہین مگر بہت سے اسکے خلاف بھی ہونگے، مثلاً مین کہہ سکتا ہون کہ شیعہ حضرت علی اور انکے خاندان کے سوا تمام خلفا کے منکر ہین، اور مراکش کے مالکی اپنا خود ایک اورسپی خلیفہ رکھتے ہین، اور ظاہر یہ مثلاً نجد کے وہابیہ اور شمالی افریقہ کے سنوسیہ اور عمان و زنجبار کے خوارج ہر مقامی اسلامی حکومت کے خود مختار فرمانروا کو امام تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ (یعنی خلافت عثمانیہ) تمام عثمانی ترکون مین، تمام سنی حنفی عربون مین، اور اکثر شافعی، مالکی اور حنبلی عربون مین، ٹرکی کے قدیم دائرہ سلطنت مین، اور روس کے سنی مسلمانون مین

سلہ ہر سہ پچھلے اقتباسات کے لیے دیکھو معارف اگست ۱۹۱۹ء،

چین اور تاتارستان مین اور ایشیاے وسطی کے خانون مین، جہان سے مغل فاتح حنفی فقہ کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے وہان بھی اسی طرح جاوا مین اور جنوبی افریقی ملایا مین لوگ اسکو تسلیم کرتے ہین، گو آخری نقطہ کے متعلق میرا علم تیقن نہین ہے....

ان اعترافات کے علاوہ یورپ کے عام اخبارات و رسائل کے اقتباسات کا بڑا ذخیرہ ابھی موجود ہے، لیکن صرف اسلیے اونکو قلم انداز کیا جاتا ہے کہ مستند فضلاے مشرقیات مین اونکا شمار نہین،

غیر اسلامی خطہ ہاے عالم مین چین کی اہمیت بھی کچھ کم نہین ہے جہان تین کرور مسلمان آباد ہین، اونکے موجودہ عقیدہ کی نسبت ابھی مسٹر ریڈنگ کا بیان تم سن چکے، مگر تم کو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ یہ آج کی پیداوار نہین بلکہ آج سے سینکڑون برس پہلے سلطان سلیمان اعظم ہی کے عہد مین خلافت عثمانیہ کا دائرۂ عقیدت مشرق اقصی کی مسافت کو طے کرچکا تھا، سید علی امیر البحر ہمایون کے دربار مین چینی مسافرون کی زبانی روایت کرتا ہے،

"جب ترک (مسلمان) سوداگرون نے چین مین عید کے روز سلطان کا نام خطبہ مین پڑھوانا چاہا تو اونھون نے خاقان چین سے کہا کہ ہمارا سلطان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور قبلہ کا بادشاہ ہے، لہذا اوسکا نام عید کی نماز مین شامل کرنے کی اجازت دی جائے گو خاقان چین ایک غیر مذہب کا آدمی ہے تاہم اوسنے مسلمانونکی درخواست کو جائز سمجھکر قبول کیا، بلکہ یہان تک کیا کہ خطیب کو خلعت فاخرہ پہنا کر اور ہاتھی پر سوار کرکے شہر سے گذارا، اوسوقت سے سلطان کا نام عید کی نمازون مین برابر چلا آتا ہے،" (صفحہ ۴۶)

ان تاریخی تصریحات اور اعترافات کے بعد بھی اگر کسی کو اس مسئلہ مین شک رہ جائے فَبِاَیِّ حَدِیثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ؛

شانتی نیکیتان

کے

چشم دید حالات

از مولوی ابوالنصر سید احمد بھوپالی

گذشتہ سال جب عاجز کلکتہ گیا تو منجملہ دیگر ارادون اور تمناؤن کے اپنے ساتھ ایک آرزو وتمنا ہندوستان کے مشہور شاعر ٹیگور کے مدرسہ شانتی نیکیتان کے دیکھنے کی بھی رکھتا تھا۔ اگرچہ مدرسہ مذکور کے مجمل حالات امریکہ کے بعض علمی انگریزی اور مصر کے عربی رسائل مین نظر سے گذرے تھے، لیکن آنکھین بطور خود اُن کے تفصیلی مشاہدہ کے لیے مشتاق تھین، ولیس الخبر کالعیان،

کلکتہ مین ایک عرصہ کے قیام و انتظار کے بعد یہ تمنا گذشتہ ۲ فروری کو پوری ہوئی جبکہ عاجز مع اپنے ایک رفیق کے بولپور جانے کے لیے ہوڑہ اسٹیشن پہونچا۔ اگرچہ ہم دونو کو گاڑی کے وقت اور پلیٹ فارم کی خبر نہ تھی، مگر حسن اتفاق کہ جب ہم لوگ ٹکٹ لینے کو گئے تو خود شانتی نیکیتان کے ایک طالب علم سے ملاقات ہوگئی جسنے نہایت خلق و مہربانی سے ہماری رہنمائی کی۔ ابتداءً ہم طالب علم مذکور کو اُسکی وضع وقطع سے جیسا کہ بدقسمتی سے اکثر بنگالی مسلمانون کی رہتی ہے ہندو سمجھتے رہے لیکن جب ریل مین بیٹھکر اطمینان سے

گفتگو ہوئی تو یہ معلوم کرکے کہ وہ مسلمان ہین ہماری مسرت وخوشی کی کوئی انتہا نہین رہی خصوصًا اسلیے کہ فی زماننا اس قسم کے علمی میدانون مین بدقسمتی سے مسلمانون کی پست ہمتی وپسپائی کا جوحال ہے وہ معلوم،

بہرحال ہم تینون تقریبًا ساڑھے دس بجے اسٹیشن بولپور پہونچے۔ یہان سے مدرسہ شانتی نیکیتان دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی اسوجہ سے یہ خیال کرکے کہ اسوقت مدرسہ مین جانا اُسکے منتظمین کے لیے باعث تکلیف ہوگا ہمنے ہرچند چاہا کہ رات اسٹیشن پرگذار دین اور صبح اطمینان سے جائین مگر سید مجتبےٰ علی (طالب علم مذکور) کے غیر معمولی اخلاق نے ہمین اُسیوقت جانے پر مجبور کیا۔ جون جون ہم بولپور کی آبادی سے دور اور مدرسہ سے قریب ہوتے جاتے تھے ہمین یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم دنیا کے شور وشر سے مہجور ہورہے ہین اور ایک سنسان ودلفریب خلوت کیطرف قدم بڑھا رہے ہین۔ قدم قدم پر ہمارے دلونکا اشتیاق مقام مقصود تک پہنچنے کے لیے بڑھتا جاتا تھا۔ بالآخر ہم مدرسہ کی حدود کے اندر داخل ہوئے اور قدم رکھتے ہی ہمنے اُسے اسم بامسمّٰی پایا،

وہان پہنچکر سید مجتبےٰ علی نے بعض منتظمین کو بیدار کیا اور وہ لوگ ہمین ایک خاص عمارت مین لے گئے جو مہمانون کے قیام کے لیے مخصوص تھی۔ یہ عمارت دومنزلی دپختہ بنی ہوئی ہے نیچے کی منزل کے وسط مین ایک بڑا ہال ہے جسمین تقریبًا اُسی کے برابر ایک تخت بنگالی طرز کا بچھا ہوا ہے جس کے چارون طرف جنگلہ ہے۔ اُسپر سفید فرش بچھا ہوا تھا، ہمین فورًا دو بستر لادیے گئے اور پانی اور لالٹین وغیرہ ضروری سامان بھی مہیا کردیا گیا اور

لہ مدرسہ کا نام "شانتی نیکیتان" ہے اور بنگلہ زبان مین اسکے معنی ہین "بیت الامن"، چنانچہ مدرسہ کے مقام کی تمام دیگر شور وغوغا سے یکسوئی اور وہان کی خموشی وسکون بھی اپنے اس نام پر پوری طرح دلالت کرتی ہے،

منتظمین ہمین اُس تخت پر آرام کرنے کو کہہ کر رخصت ہوئے،

دوسرے روز علی الصباح جب ہماری آنکھ کھلی تو ہمنے گھنٹی کی آواز سنی جو طلبا کو بیدار کرنے کے لیے صبح چار بجے تین مرتبہ دی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہمین نہایت دل آویز موسیقی آواز مین خدا کی حمد و ستایش کے ترانے بنگلہ زبان مین سنائی دینے لگے جنکو طلبا کی مختلف ٹولیان مدرسہ کے احاطہ مین گشت لگاتی ہوئی گا رہی تھین،

جب ہم نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے تو صبح سات بجے ہمارے لیے دودھ اور چاولون سے مرکب ناشتہ لایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد سید مجتبےٰ علی آئے اُنھون نے ہمارے قیام کے کمرہ مین جو اشتہار لٹک رہا تھا وہ پڑھکر سنایا اُسمین لکھا ہوا تھا کہ،

(۱) یہان پر صرف ایک خدا کی پرستش کیجاتی ہے،

(۲) یہان پر کسی اوتار، دیو، دیبی، رشی یا مہاتما کی پرستش نہین کیجاتی،

(۳) یہان پر مذہبی معاملات مین گفتگو کرنا یا مباحثہ کرنا سخت ممنوع ہے،

(۴) یہان پر کسی ذی روح کا گوشت کھانا یا اُسے مارنا سخت ممنوع ہے،

(۵) کھانے مین یہان پر صرف بقولات و ترکاری وغیرہ استعمال کیجاسکتی ہین،

(۶) یہان پر آپس مین لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہین بلکہ آپسمین محبت و دوستی رکھنا چاہیے

(۷) یہان پر ہر قسم کی منشی اشیا رپینا ممنوع ہے،

اس بڑے ہال کے دونون جانب دو کمرے اور تھے جنمین سے ایک مین ڈاکٹر بے مقیم تھے جن کی پیدایش روس جرمنی کی سرحد کی ہے، یہ برلن یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی اور کئی زبانون کے ماہر ہین ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ مین کیمسٹری کی تعلیم کے لیے یورپ سے اپنے ہمراہ لائے ہین، انکی بالکل ہی سادہ وضع اور سادہ زندگی

نہایت حیرت انگیز اور ہم لوگون کو تعجب مین ڈالنے والی تھی کیونکہ ہم نے کبھی کسی باشندۂ یورپ کو اس سادہ وضع قطع مین نہین دیکھا، انکو مطالعہ و تحریر سے عشق تھا۔ غالبًا یہ کسی کتاب کی تصنیف و تدوین مین اُسوقت مشغول تھے، دوسرے کمرے مین ایک ماسکو کی لیڈی مقیم تھین جو بطور روزینڈر (مہمان) کے ٹھہری ہوئی تھین اور کئی روز سے روسی زبان کے لٹریچر پر لیکچر دے رہی تھین، انکے ایک لیکچر مین ہم بھی شامل ہوے تھے لیکچر کا طریقہ یہ تھا کہ ایک کمرہ مین فرش بچھا ہوا تھا اُسپر تمام سامعین ادنی طالب علم سے لیکر اعلے سے اعلے اُستاذ برابر بیٹھے ہوئے تھے انہین مین ڈاکٹر ٹیگور کی ہمشیر اور دیگر مستورات بھی تھین، لیڈی صاحبہ ایک دیسی مونڈھے پر بیٹھکر لیکچر دے رہی تھین جو انگریزی زبان مین اور روسی لٹریچر کے متعلق وسیع معلومات سے پُر تھا،

دارالاقامہ اور طلبار کی طرز معاشرت

ساڑھے سات بجے کے قریب ہم سید مجتبےٰ علی کے ہمراہ بورڈنگ دیکھنے کو گئے جو چھوٹے چھوٹے قطعات مین علیحدہ علیحدہ ہوادار بنا ہوا ہے۔ ایک ایک کمرے مین کم سے کم دو طالب علمون کے رہنے کی جگہ ہے جسمین اُنکے سونے کے لیے دو تخت بچھے ہوے ہین ہر تخت کے نزدیک کتابین رکھنے کو ایک ایک میز رکھی ہے، اسکے سوا اور کسی قسم کا فرنیچر یا فرش نہین ہے، اور نہ طلبا کے نزدیک کوئی ایسا ساز و سامان۔ حتی کہ بعضو نکے نزدیک تو کپڑون کے لیے صندوق بھی نہین،

عمومًا تمام طلبار و اساتذہ نہایت سادہ لباس مین ملبوس رہتے ہین جسے وہ زیادہ تر اپنے ہی ہاتھ سے سیتے ہین۔ تمام اساتذہ و طلبار برہنہ سر اور برہنہ پا پھرتے ہین الا اُسوقت جبکہ بیماری کی حالت مین طبیب تجویز کردے، سب ایک ہی قسم کا کھانا جو چاول اور

سبز ترکاریون پر مشتمل ہوتا ہے ایک جگہ اور ایک ساتھ بیٹھکر کھاتے ہین ایک دوسرے سے چھوت یا نفرت بالکل نہین رکھتے، تمام طلبا عمومًا صبح چار بجے اٹھتے ہین اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش کے ترانے گاتے ہین۔ بعد ازان کنوئین پر جا کر سب غسل کرتے ہین اور سفید کپڑے پہن کر نماز مین (کہ جو نام ہے تامل وتفکر، سوچ بچار، اور مراقبہ کا) مشغول ہوجاتے ہین، بعدہ ناشتہ کرتے ہین ساڑھے سات بجے درس وتدریس مین مشغول ہوجاتے ہین۔ تقریبًا تین گھنٹہ متواتر تعلیم کے بعد ساڑھے دس بجے اساتذہ اور طلبا منتشر ہوجاتے ہین اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر کھانا کھاتے ہین، کھانا کھانے کے بعد اساتذہ آرام کرتے ہین اور طلبا جسطرح چاہتے ہین اپنا یہ وقت صرف کرتے ہین،

دو بجے کے بعد دوبارہ درس وتدریس شروع ہوتی ہے اور چار بجے تک جاری رہتی ہے، چار بجے کے بعد کا وقت عمومًا ناشتہ کے بعد طلبار ریاضیات بدنیہ مین صرف کرتے ہین بعض کرکٹ وفٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے ہین بعض پیدل دس دس میل تک نکلجاتے ہین اور قرب وجوار کے دیہات دگاؤن مین پہنچکر وہان ہندوؤن کی اصلاح وہدایت مین مشغول ہوجاتے ہین۔ چنانچہ بہت سے قریب کے دیہات مین انھون نے رات کا مدرسہ قائم کرکے باقاعدہ ہدایت واصلاح کی درس وتدریس شروع کردی،

ان تمام کھیلون اور درزشون سے فراغت کے بعد طلبا غسل کرتے ہین اور پھر تقریبًا آدھ گھنٹہ نماز مین صرف کرتے ہین اور بعد ازان کھانا کھا کر نو بجے سوجاتے ہین، سولانے کے لیے طلبار کی ایک جماعت مدرسہ کے تمام احاطہ مین گشت لگاتی ہے اور نہایت دلکش آواز مین بنگلہ گیت گاتی جاتی ہے،

اسکے علاوہ طلبار سے زعامت وقیادت اور ذاتی حکم ورائے کی مشق بھی کرائی

جاتی ہے اور اُسکا طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کا اندرونی نظام طلبا کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے،
پس ہر سہ شنبہ کو طلبا ہفتہ بھر کے لیے اپنا ایک قائد و لیڈر منتخب کرتے ہین جو تمام مدرسہ کا
رئیس سمجھا جاتا ہے، پھر اسکے تحت مین ہر ایک جماعت اپنا اپنا لیڈر علٰحدہ منتخب کرتی ہے
یہ تمام لیڈر طلبا کے معاملات کی جماعت کے اندر اور جماعت سے باہر نگرانی کرتے ہین، اگر
کوئی خطا کسی طالب علم سے صادر ہوتی ہے تو اُسکا محاکمہ ان لیڈرون کے سامنے کیا جاتا ہے
خطا کار مجرم اپنے جرم و خطا کی مدافعت خود کرتا ہے یا کسی دوسرے طالب علم سے کراتا ہے
جب باوجود مدافعت کے جرم ثابت ہو جاتا ہے تو لیڈرون کا محکمہ مجرم پر سزا کا حکم صادر
کرتا ہے، اور سزا یہ ہوتی ہے کہ مجرم چند یوم کے لیے کھیل سے یا باغ مین کام کرنے سے
محروم کر دیا جاتا ہے۔ لیکن محکمہ کے لیے یا رئیس مدرسہ کے لیے یا اساتذہ کے لیے بھی
بدگوئی کرنے اور خلاف تہذیب کلمات استعمال کرنے کی اجازت نہین ہے،

علاوہ ازین طلبا اپنے تصور کو قوی کرنے کے لیے اپنی قوت متخیلہ کو مذہبی راہ مین
صرف کرنے کے علاوہ دیگر اشیار پر بھی صرف کرتے ہین مثلاً وہ ابتداے ظہور سے لیکر آخر
موت تک حشرات درخت، اور پھولون کے نشو و نما کا بذات خود مشاہدہ کرتے رہتے ہین
اور اس امر مین ڈاکٹر ٹیگور بھی اُنھین وقتاً فوقتاً مدد پہنچاتے رہتے ہین،

غرضکہ ایک ایسے وزیٹر کے لیے جو سچا علمی ذوق رکھتا ہو ان طلبا کی مفید طرز معاشرت
نہایت مسرت بخش و امید افزا ہے، اس لیے کہ وہ انکو جب کبھی دیکھتا ہے تو سواے اس کے
نہین پاتا کہ اگر اُنکی ایک جماعت شعر و علوم کے مذاکرہ مین مشغول ہے تو دوسری حشرات
یا حیوانات کے مشاہدہ و تبصرہ مین، اگر ایک جماعت پرندون کو دانہ کھلا رہی ہے تو دوسری
نباتات کی تربیت اور دیکھ بھال کر رہی ہے،

طریق تعلیم | طریق تعلیم موجودہ زمانہ کے کالجون اور اسکولون کے مروجہ ونمایشی طرز تعلیم سے بالکل نرالا وجدا گانہ ہے، نہ وہان اسکول یا کالج کی کوئی عمارت ہے، اور نہ مختلف جماعتون کے لیے علیحدہ علیحدہ کمرے نہ کوئی لیکچر ہال ہے اور نہ طلبا و اساتذہ کے بیٹھنے کے لیے کسی قسم کا فرنیچر، طلبا کے لیے نہ تو وہان کسی قسم کی قیود باعث تحریص وتحصیل ہین اور نہ خوف اساتذہ، تعلیم کے لیے نہ تو آجکل کی یونیورسٹیون کی طرح مقرر ومحدود نصاب ہے اور نہ مروجہ سالانہ وششماہی امتحانون کی گرما گرمی۔ بلکہ وہان کے اسکول وکالج کی عمارات قدرت کی وہ فضا ہے جسکی سطح زمین کے خاکی فرش سے مزین اور جسکی چھت آسمان کے نیلگون گنبد سے مسقف ہے، اُنکی جماعتون کے کمرے جابجا اُگے ہوئے وہ قدرتی درخت ہین جو اپنے تروتازہ میوون اور سرسبز پتون کے ساتھ غفلت پرست انسان کو اپنے سایۂ آغوش مین ہر وقت درس معرفت دینے کے لیے طیار ہین، اُن کا لیکچر ہال فضا کی وہ وسعت ہے جسکی سطح الوان واقسام کے عجائبات سے آراستہ اور چھت انواع واقسام کے اجرام فلکیہ سے مرصع بجاے خود ایک درس عبرت اور خطبۂ موعظت ہے، سطح ارضی کی یہی رنگ برنگ کی خاک وہان کے اساتذہ وطلبار کا قابل فخر فرش وفرنیچر ہے۔ طلبا کے لیے باعث تحریص وتحصیل، قیود، خوف، نصاب، یا امتحانات کی سندون وڈگریون کی بجاے اُنکا ذاتی وحقیقی شوق وذوق اور اُنکے اساتذہ کی سچی محبت وشفقت ہے،

حقیقت یہ ہے کہ جب یورپ وامریکہ کی وہ گرانمایہ وفاضل ہستیان جنھون نے پرورش ہی آرام کرسیون، ریشمی گدون، قالینون اور فاخرہ لباسون مین پائی ہے طوعًا و کرہًا نہین بلکہ بطیب خاطر شوق وذوق سے سادہ لباسون مین ملبوس خاک پر درختونکے نیچے جابجا بیٹھی ہوئی درس دیتی ہوئی نظر آتی ہین تو مدرسہ کی اس کامیابی پر تعجب

ہوتا ہے کہ کس طرح سے یہ سپیدی و سیاہی کے امتیاز، اور ملکی و مذہبی عصبیت کے مٹانے
مین کہ جو اہل یورپ کی پیدایشی خصوصیت و سرشت ہے کامیاب ہوگیا ہے،

طریق تعلیم وہی "املا" (یعنی لیکچرس) کا ہے جو قدیم زمانہ مین مسلمانون مین رائج تھا
اور اوقات تعلیم بھی زمانۂ قدیم کی طرح جیسا کہ ہمنے ابھی بتلایا دو حصون مین منقسم ہے اول
ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس تک دوسرا دو بجے کے بعد سے چار تک، اور یہی اس
ملک کے لیے موزون بھی ہے اسلیے کہ ہر ملک و قوم کی ترقی موقوف ہے اُسکے افراد کی علمی
و ذہنی ترقی پر، اور علمی و ذہنی قابلیتون کے نشو و ارتقار کو اپنے پیدایشی ملک کی آب وہوا
سے بہت گہرا تعلق ہے، پس اگر کسی ملک کے افراد کی تربیت و تعلیم اور اُنکی ذہنی استعداد
کی پرورش اُنکے ملک کی آب وہوا کے لحاظ سے نہین کی گئی تو ظاہر ہے کہ نتیجہ بجاے اسکے
کہ امید افزا اور کامیاب ثابت ہو، ملک مذکور کی ساری دماغی قابلیتون اور ذہنی ترقیون
کے لیے مہلک ہوگا۔ آج منجملہ اُن دیگر مسائل کے کہ جو یورپ کے مدعیان تہذیب و تمدن
کیجانب سے ہندوستان کی دماغی ترقیون اور ذہنی قابلیتون کے حقیقی نشو و ارتقار
مین سدراہ ہوئے ہین ایک مسئلہ "اوقات تعلیم" بھی ہے،

قواعد وضوابط تطویل کے خوف سے ہم اسکول کے قواعد وضوابط کو نظرانداز کرتے ہین اور
صرف کالج کے قواعد وضوابط اور حالات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔ ناظرین کرام
اسکول کا بھی اسی سے اندازہ کرسکتے ہین کیونکہ اسکول و کالج کے قواعد وضوابط مین کوئی
بین فرق نہین ہے۔

کالج کا نام "دسوا بھارتی" Visvabharati ہے، اسمین ایک خاص
رعایت جو سید مجتبےٰ علی کی زبانی معلوم ہوئی اور قواعد وضوابط مین درج نہین ہے یہ ہے کہ

اگر کوئی نادار طالب علم ہو اور وہ صحیح ذوق علمی اور طلب صادق رکھتا ہو لیکن مدرسہ کی فیس نہ دے سکتا ہو تو اُسکو بصورت ضمانت بطریق قرض تعلیم دیجاتی ہے یعنی منتظمین کی رائے کے اتفاق سے ضمانت پر اُس سے ایک اقرارنامہ لکھوا لیا جاتا ہے کہ وہ بعد فراغت کالج کا روپیہ ادا کردیگا اور پھر کالج اُسکے اخراجات کا کفیل ہوجاتا ہے۔ قواعد وضوابط حسب ذیل ہین،

۱- وسوا بھارتی صرف اعلےٰ تعلیم کے لیے ہے اور صرف اُن ہی لوگون کی شمولیت کی اُسمین امید کیجا سکتی ہی جو طلب علم کے لیے اپنے کو وقف کرسکین،

۲- وسوا بھارتی مین جو امتحانات وغیرہ ہوتے ہین اُنکو کوئی خاص اہمیت نہین ہے اور نہ اُسمین کسی قسم کی سندین یا ڈگریان دی جاتین،

۳- طلبار کو زیادہ تر اپنی ہی کوششون پر بھروسہ کرنا ہوگا مگر وہ پروفیسرون سے ہمیشہ فوری مدد وہدایت حاصل کرسکتے ہین،

۴- طلبار کو بعض معین کورس کے مطالعہ کی ترغیب دیجاتی ہے لیکن ساتھ ہی اُس کے اُنہین اجازت ہے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ مضامین بھی اپنی استطاعت کے مطابق لے سکتے ہین،

۵- "واسطۂ تعلیم" بنگلہ زبان ہے سوائے یوروپین زبانون کے کہ وہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے سکھائی جاتی ہین - اس قاعدہ سے بعض اوقات اساتذہ اور طلبا کی سہولت و آسایش کی موزونیت کے لیے انحراف بھی کیا جاسکتا ہے، ایک بنگلہ اور انگریزی جاننے والا طالب علم عموماً تمام اسباق اور لیکچرس مین شرکت کے قابل ہے،

۶- ادنیٰ سے ادنیٰ استعداد جو داخلہ کے لیے درکار ہے وہ کسی یونیورسٹی کا میٹریکولیشن

امتحان ہے لیکن یہ قاعدہ اُن اُمیدواروں کے لیے نظر انداز کیا جا سکتا ہے جو اپنی اسقدر استعداد ثابت کر سکتے ہون،

۷- سردست تعلیم پانچ صیغون مین منقسم ہے۔

(۱) زبان و ادب

(۲) فلسفہ

(۳) تاریخ

(۴) آرٹس (فنون)

(۵) علم موسیقی

۸- صیغہ ادب و زبان مین اسوقت مندرجہ ذیل زبانونکی تعلیم کا انتظام ہے،

(۱) سنسکرت		(۸) میتھلی	Maithili
(۲) پالی		(۹) سنہالی	Sinhalese.
(۳) پراکریت	Prakrit	(۱۰) فرنچ	
(۴) بنگالی		(۱۱) جرمنی	
(۵) ہندی		(۱۲) گریک	
(۶) گجراتی		(۱۳) لاطینی	
(۷) مرہٹی		(۱۴) تبتی	

۹- ہرایک کورس (نصاب) چھ سال کا ہے اور دو درجون مین منقسم ہے (۱) عمومی، (۲) خصوصی، جنمین سے ہرایک درجہ کی مدت تین سال کی ہے،

۱۰- جو طلبا ذیل کے مضامین مین تحقیقاتی کام کرنا چاہین اُنکے لیے خاص خاص آسانیان

بہم پہنچائی جاتی ہین،

(۱) سنسکرت (۴) ہندوستان کی تاریخ قدیم اور ارتقار

(۲) پالی (۵) فلسفہ بدھ مذہب،

(۳) پراکریت

۱۱۔ طلبا، ایک عمدہ فراہم شدہ کتب خانہ سے مستفید ہوسکتے ہین جو سب سے بے بڑھا ہوا ہے کتب خانہ مین اب انڈالوجی (آثار ہندیہ) کے متعلق فرنچ زبان مین ایک پورا ذخیرہ موجود ہے،

۱۲۔ داخلہ سال مین صرف ایک مرتبہ جنوری مین ہوگا،

۱۳۔ دونون طبقہ کے طلبا (یعنی طبقۂ اناث اور طبقۂ ذکور کے) تمام ذاتون، برادریون اور عقیدون سے تعلق رکھنے والے داخل کیے جاتے ہین۔ طالبات کے لیے رہنے کا انتظام علحدہ ہے۔

۱۴۔ داخلہ کی فیس عـــہ روپیہ اور ماہواری فیس عـــہ روپیہ ہے جسمین بورڈنگ ٹیوشن وغیرہ کی فیس شامل ہے،

۱۵۔ طلبار کی ایک قلیل تعداد کے لیے ایک ماہر معلم کے زیر نگرانی عملی زرعتی تعلیم کا اہتمام بھی کردیا گیا ہے،

۱۶۔ پروفیسر سلوین لیوی ایک فرنچ عالم نے ذیل کے مضامین پر لیکچر دینا شروع کردیا ہے،

(۱) قدیم ہندوستان کے تعلقات اپنے قرب وجوار کے ممالک سے۔ ہر ہفتہ کے دن،

(ب) بدھ مذہب کا اثر قدیم دنیا پر۔ ہر یکشنبہ کے دن۔

اسلیے پروفیسر مذکور کے تحت مین جو طلبا تحقیقاتی کام کرنا چاہتے ہون اُن سے

در خواستین فوراً مطلوب ہین

۷ - ہر قسم کی خط و کتابت بنام پرنسپل وسوا بھارتی - سانتی نیکیتان (بنگال) ہونا چاہیے،

علما یا اسٹاف کالج کا علما یا اسٹاف مندرجہ ذیل پروفیسرون اور منتظمون سے مرکب ہے،

(۱) مسٹر بدھو شنکر شاستری - ایم اے - یہ کالج کے پرنسپل ہین ژندی زبان کے ماہر ہین اور سنسکرت زبان کے پنڈت ہین،

(۲) ڈاکٹر رابندرو ناتھ ٹیگور، بنگالی اور انگریزی زبان کے ادب کی تعلیم دیتے ہین،

(۳) شادر موہاگیش رگر و مہلا بیر، انکی عمر ساٹھ سال کی ہے پالی زبان کے ماہر ہین، انکی پیدایش سیلون کی ہے بادشاہ سیام کے اُستاذ ہین،

(۴) پروفیسر سلوین لیوی Sylvain Levy یہ فرانس کے ایک مستشرق ہین جرمنی کی اسٹراسبرگ یونیورسٹی Strassburg کے پی اچ ڈی ہین، جرمنی، فرنچ، انگریزی، اطالوی، گریک، لاطینی، چینی، جاپانی، تبتی، اور سنسکرت زبانون کے ماہر ہین - علم تاریخ مین انہین یدطولی ہے، ڈاکٹر ٹیگور انہین اپنے مدرسہ کے لیے گذشتہ سفر یورپ مین فرانس سے اپنے ساتھ لائے ہین - ڈاکٹر ٹیگور سے یہ آجکل بنگلہ زبان پڑھتے تھے،

(۵) مامی لیوی Mame Levy یہ فرنچ زبان کے پروفیسر ہین،

(۶) سی ایف اینڈریوز C. F. Andrews ایم اے - اخباری دنیا انسے بخوبی واقف ہے یہ ڈاکٹر ٹیگور کے شاگرد رشید ہین مدرسہ مین انگریزی کی تعلیم دیتے ہین بنی نوع انسان کی ہمدردی مین عموماً اور ہندوستان کی ہمدردی مین خصوصاً اسکے کثرت سے معرکۃ الآرا مضامین اخبارون مین نکل چکے ہین جو غالباً ناظرین کی نظر سے

گذرے ہونگے،

(۷) ڈبلوڈبلو پرسن (W. W. Pearson) ایم اے (کینٹب) یہ انگریز ہین اور انگریزی کی تعلیم دیتے ہین، ہم نے انہین نہایت سادہ لباس مین ایک درخت کے نیچے خاک پر بیٹھا ہوا طلبا کو پڑہاتے ہوئے دیکھا ہے جو ہمارے لیے ایک نہایت موثر منظر تھا،

(۸) ڈاکٹر بے (D. Bay) پی۔ایچ ڈی۔ (برلن) انکی پیدایش جرمنی اور روس کی سرحد کی ہے۔ برلن یونیورسٹی کے پی۔ ایچ ڈی ہین۔ مدرسہ مین یہ کیمسٹری کے پروفیسر ہوکر آئے ہین، فرنچ، جرمن، انگریزی۔ جیکوسلافی، اور روسی زبانون کے ماہر ہین،

(۹) ڈاکٹر مس کرامش (Drs. Kramish) یہ ایک لیڈی ہین۔ کریٹک آرٹ (Critic art) کی ماہر ہین اور مدرسہ مین اسی کی معلمہ ہین؛

(۱۰) مسٹر مارس (Mr Morris) بی۔اے۔ یہ بمبئی یونیورسٹی کے بی۔اے اور پارسی ہین فرنچ اور انگلش جانتے ہین۔ مدرسہ مذکور مین معلم ہین،

(۱۱) اے۔ لکشمن راؤ (A. Luckshanan Rao) بی۔ اے یہ بھی انگریزی کے معلمین مین سے ایک ہین،

(۱۲) فنندر ناتھ بوس (F. N. Bose) یہ کلکتہ یونیورسٹی کے ایم اے ہین اور مدرسہ مذکور مین تاریخ کے پروفیسر ہین،

(۱۳) بھم راؤ شاستری (Bhim Rao. S.) یہ ریاست میسور کے ہین اور ہندی علم موسیقی کے معلم ہین،

(۱۴) دیوندرا ناتھ ٹیگور (Dewendra .N. Tagore) یہ ڈاکٹر ٹیگور کے عزیزون مین ہین اور مدرسہ مین بنگالی علم موسیقی کے پروفیسر ہین،

(۱۵) نندلال باسو (N. L. Basoo) } یہ دونون صاحبان انڈین آرٹ کے ماہر ہین،
(۱۶) اسٹ کمار ہلدر (A. K. Haldar) } تصویر کشی ونقاشی وغیرہ مین اعلے دستگاہ رکھتے ہین اور اسی کے مدرسہ مین پروفیسر ہین،

(۱۷) مسراجی (Misraji) یہ سنسکرت زبان کے پنڈت ہین اور سنسکرت کی تعلیم دیتے ہین،

(۱۸) نرسنگہ جی بیٹھل بھائی، یہ گجراتی زبان کے پروفیسر ہین،

(۱۹) کیتی موہن سین۔ یہ بنگلہ اور سنسکرت زبان کے معلم ہین،

(۲۰) ڈاکٹر ایمہرسٹ (Dr. Elmherst) بی۔ایس سی۔ یہ امریکہ کے بی۔ایس سی ہین اور علم زراعت کے ماہر ہین، مدرسہ مذکور مین طلبا کو زراعت کی عملی تعلیم دیتے ہین،

عمارات

مدرسہ مین علاوہ یورپین اساتذہ کے خاص خاص بنگلون اور بورڈنگ کے مندرجہ ذیل عمارات قابل ذکر ہین،

کتب خانہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے جسین دنیا کی مختلف زبانون کے لٹریچر، فلسفہ، اور ہندوستان کی قدیم تاریخ کے متعلق اچھا مواد جمع ہے، لٹریچر مین زیادہ تر انگریزی، سنسکرت اور بنگلہ زبانون کے متعلق کتابین زیادہ ہین۔ افسوس کہ فارسی وعربی ادب کے متعلق کہ جس سے تعلق رکھنے والے سات کروڑ انسان ٹیگور کی ہمسایگی مین بستے ہین اور

جنکے متعلق بار بار موجودہ عہد اتفاق و اتحاد کی تقریرون اور تحریرون مین دھرایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کا دوسرا ہاتھ ہین ایک بھی کتاب نہین۔ جب عاجز نے اسکے متعلق منتظمین سے دریافت کیا تو صرف دو تین فارسی کی تاریخی ایشیاٹک سوسائٹی کی شائع کردہ کتابین اور دو ایک شعرا کے تذکرے جنہین ڈاکٹر براؤن نے شائع کیے ہین سامنے لاکر رکھدیے گئے اور عربی کی ایک بھی کتاب نہ تھی۔ مدرسہ مین جو علمی رسائل انگریزی، فرنچ اور جرمن زبان کے امریکہ اور یورپ سے آتے ہین وہ بھی اسی کتب خانہ کے ریڈنگ روم مین طلبار وغیرہ کے مطالعہ کے لیے موجود رہتے ہین۔ اسی سے ملحق ایک چھوٹا سا کتب خانہ اور ہے جو طلبار کی ایک انجمن سے تعلق رکھتا ہے، اسمین زیادہ تر انگریزی لٹریچر کی کتابین ہین۔ منتظمین کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطنت جرمنی سے تین ہزار کتابین اور فرانس سے ڈھائی ہزار کتابین کہ جو ہر دو حکومتون نے ڈاکٹر ٹیگور کو اُنکے گذشتہ سفر یورپ مین ہدیۂ پیش کی تھین کتب خانہ مین آنے والی ہین،

آرٹ گیلری یہ بھی ایک مختصر سی دو منزلی عمارت ہے جسمین اوپر کی منزل پر ہاتھ کی بنائی ہوئی نہایت اعلےٰ رنگ دار تصاویر، مناظر و نقشے وغیرہ موجود ہین۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ہاتھ کی بھی اسمین عمدہ عمدہ تصاویر ہین۔ اس آرٹ گیلری کا مقصد زیادہ تر قدیم ہندوستانی آرٹ کو زندہ کرنا ہے، چنانچہ ریاست گوالیار سے اعلےٰ اعلےٰ نمونے نقاشی کے کہ جو وہان کے غارون مین پتھرون پر کندہ تھے نقل کر کے یہان پر لائے ہین، غرضیکہ ذخیرہ نہایت عمدہ اور بلند پایہ ہے اور اب یورپ کے ارباب فنون کو اپنی جانب کھینچنے لگا ہے۔ اس عمارت کے نیچے کی منزل مین مسٹر اینڈریوز (C. F. Andrews) رہتے ہین،

عبادت گاہ عمارات مین سب سے زیادہ اہم جو ایک اجنبی کے لیے جالب نظر و توجہ

ہو سکتی ہے وہ وہان کی عبادتگاہ "یا مندر" ہے جو اپنی طرز مین بالکل جدید ہے - یہ عمارت صرف ایک کمرہ اور ایک برج پر مشتمل ہے جو سطح زمین سے تقریبًا چار فیٹ کی کرسی پر تمام دیگر عمارتون سے بالکل علحدہ ایک احاطہ کے اندر بنی ہوئی ہے، اس کمرہ اور برج کے اوپر اور ہر چہار طرف رنگ برنگ کے شیشے لگے ہوئے ہین تاکہ روشنی کافی مقدار مین اندر پہنچ سکے، ہر دوشنبہ کو اسمین علی الصباح عبادت ہوتی ہے، تمام طلبا اور اساتذہ لزومًا اس مین شامل ہوتے ہین - عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ علے الصباح گھنٹہ بجا دیا جاتا ہے اور تمام اساتذہ و طلبا اُسکو سنکر سفید چادرین اوڑھے ہوئے اُسمین جمع ہو جاتے ہین - سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت بنگلہ زبان مین گائے جاتے ہین اس کے بعد سب خاموشی کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے مراقبہ، تفکر و تصور مین مشغول ہوتے ہین پھر اُسکے بعد ایک اُستاذ اللہ کی تعریف مین اور اُسکے احسان و انعام، اُسکی مخلوقات اور صنائع و بدائع عالم مین غور و فکر کرنے کے متعلق وعظ کہتا ہے اور سب خاموشی کے ساتھ اوسے سُنتے ہین، اسکے بعد جلسہ برخاست ہو جاتا ہے،

اسی عبادت گاہ سے کچھ فاصلہ پر ایک درخت ہے - اس درخت کے نیچے ٹیگور کے والد مراقبہ کیا کرتے تھے - اب اسکے نیچے ٹیگور نے ایک خوشنما چبوترہ بنا دیا ہے،

ٹیگور کا مکان ان ہی عمارتون مین ٹیگور کا مکان ہے جو دو منزلہ بنا ہوا ہے - اس مکان کے گرد اقسام و انواع کے درخت و پھلواری لگی ہوئی ہے اسمین ہندوستان کی وہ ہستی رہتی ہے کہ جسنے اپنی شاعرانہ قابلیت سے تمام دنیا کو مسخر کر لیا ہے - افسوس کہ جس زمانہ مین ہم وہان پہونچے اوسوقت ٹیگور کہین باہر گئے ہوئے تھے،

ٹیگور جسوقت یہان موجود رہتے ہین تو وہ بھی طلبا کے ساتھ علی الصباح اُٹھتے ہین

بلکہ بسا اوقات اُن سے بھی پہلے، اور غسل وغیرہ کرکے مراقبہ کرتے ہین کھانا تمام طلبار کی ساتھ کھاتے ہین۔ اُنہین چہل قدمی اور کھیتی کا بہت شوق ہے۔ طلبار اور اساتذہ کو ہفتہ مین ایک مرتبہ اپنے وعظ سے مستفید فرماتے ہین۔ بچون سے بے انتہا انس ومحبت رکھتے ہین، چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک چھ برس کا بچہ اُنکے زانون پر بیٹھا ہوا اُنکی داڑھی سے کھیل رہا تھا اُسنے یکایک اُنسے کہا کہ "آپ تو کثرت سے شعر کہتے ہین، مجھے کیون نہین سکھلاتے کہ مین بھی آپ کی طرح کہنے لگون" اسپر ڈاکٹر ٹیگور نے نہایت ہی محبت وتلطف کے ساتھ اُس سے کہا کہ "بیٹا! اس بوجھ کا اُٹھانا بہت مشکل ہے بلکہ بار ہا مین نے اسکو محسوس کیا ہے کہ مین خود بھی اُس کا مستحق نہین ہون پس مین نہین چاہتا کہ یہ بار تجھ پر ڈالون خصوصًا جبکہ تو بہت کمسن ہے،" اسپر اُس بچہ نے نہایت حاضر جوابی سے جواب دیا کہ "تب مین خود تنہا شعر کہنے کی کوشش کرونگا" اور اُس کے بعد سے وہ شعر کہنے لگا جو وقتًا فوقتًا شانتی نیکیتان کے بنگلہ رسالہ[1] مین نکلتے رہے ہین،

ٹیگور کو مطالعہ کا بے انتہا شوق ہے کتابون، علمی رسالون وغیرہ کا مطالعہ کثرت سے کرتے رہتے ہین، اور ہر مہینہ مین علم ادب، فلسفہ، اقتصادیات، سیاسیات، اجتماعیات اور تاریخ کی بہترین ومفید کتابین خریدتے ہین اور اُنکا مطالعہ کرنے کے بعد شانتی نیکیتان کے کتب خانہ مین دیدیتے ہین جہان اساتذہ اور طلبا اُنکا مطالعہ کرتے ہین،

---

[1] پہلے مدرسہ مذکور سے "شانتی نیکیتان" نامی ایک ماہوار رسالہ بھی بنگلہ زبان مین نکلتا تھا جس مین ڈاکٹر ٹیگور، دیگر اساتذہ اور طلبا کے علمی وادبی مضامین نکلتے رہتے تھے مگر اب بعض مالی مشکلات کیوجہ سے سر دست بند ہوگیا ہے،

خاتمہ

یہ تو مدرسہ "شانتی نیکیتان" کے وہ حالات تھے جنہین ہم نے وہان پر پہونچکر دیکھا اور سنا اب ہم آیندہ اسکے نتائج پر تاریخی اور مذہبی پہلو سے نظر ڈالینگے، مدرسہ مذکور مین اسوقت علاوہ اسکول کے طلبار کے تقریبًا سو سوا سو طلبا ہین جن مین دنیا کے بعض دور دراز گوشون کے طلبا بھی شامل ہین، زیادہ دغالب عنصر بنگالی طلبا کا ہے۔ صوبہ بنگال مین مسلمانون کی آبادی باوجود زیادہ ہونے کے صرف دو طالب علم یہان مسلمان ہین۔ ایک اسکول مین ہے اور ایک سید مجتبےٰ علی کالج مین،

مترجمات

کتبخانۂ اسکندریہ

مترجمہ جناب عبدالمجید صاحب صدیقی متعلم جامع عثمانیہ حیدرآباد

مسٹر بٹلر ایک انگریز مصنف نے "عرب فتح مصر" (The Arab Conquest of Egypt) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اسمین کتبخانۂ اسکندریہ کے جلانے کی نسبت مسلمانون کی طرف جو کیجاتی ہے اسکی نہایت سختی سے تردید کی ہے، آج سے دس بارہ برس پہلے الندوہ کے صفحات مین ایڈیٹر معارف کے قلم سے مسٹر بٹلر کے دلائل کی تلخیص شایع ہوئی تھی جسمین ابن ندیم کی کتاب الفہرست کو مسٹر بٹلر کی تائید مین پیش کیا گیا تھا لیکن ابتک مسٹر بٹلر کے خیالات کا بعینہٖ ترجمہ اردو مین شایع نہین ہوا تھا، خیال مین تھا کہ کسی فرصت کے موقع پر اُسکو اُردو کا جامہ پہنایا جائے ہم صدیقی صاحب کے ممنون ہین کہ انھون نے اس ضروری کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیدیا، اسی کے ساتھ جامعۂ عثمانیہ کو بھی مبارکباد دینا چاہتے ہین جو اپنے فرزندون مین علم کی خدمتگذاری کا یہ شوق و ذوق پیدا کر رہی ہے، غالباً یہ جامعہ کی علمی خدمت کی پہلی قسط ہے جو معارف کے ذریعہ سے جمہور کی خدمت مین پہنچ رہی ہے، (معارف)

مدت سے یہ سوال متنازع فیہ ہے اور جسپر بڑی شد و مد سے بحثین ہوئی ہین کہ آیا عربون نے اسکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد کتب خانہ کو جلایا یا نہین الیکن اسقدر بحث مباحثہ کے بعد بھی یہ

بحث اسی طرح تشنہ ہے، اور علما مین اسکے متعلق اب بھی وہی اختلاف آرا ہے جو پہلے تھا،

چونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس شہر کی فتح کے متعلق بحث کرین، اسلئے اس بحث پر بھی غور کرنا ضروری ہے،

کتب خانۂ اسکندریہ کے متعلق جو حکایت مشہور ہے اور جو ابو الفرج سے منسوب کیجاتی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ مین ایک شخص تھا جس نے مسلمانون مین بڑی شہرت پائی تھی اور جسکا نام جان دی گرامیرین (یحی النحوی) تھا، یہ اسکندریہ کا باشندہ تھا، اور پہلے بظاہر قبطیون کا مذہبی مقتدا تھا مگر بعد مین بابل (مصر) کے پادریون کی ایک مجلس نے اسپر کفر کا فتوی لگایا اور اسکے عہدہ سے اُسے معزول کردیا، یہ شخص اس زمانہ تک زندہ رہا جبکہ عربون نے اسکندریہ فتح کرلیا، اور حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر سے ملا، چونکہ عمروؓ خود نہایت عجیب دل و دماغ کے آدمی تھے جان کی ذہانت اور معلومات کے معترف ہوگئے، عمروؓ کی ان مراعات سے جرات پاکر ایک روز جان نے عرض کیا کہ تم نے تمام شہر کی چہان بین کرلی اور ہر قیمتی چیز پر اپنی مہر لگادی، مین کوئی چیز ایسی تم سے طلب نہین کرتا جو تمہارے لئے مفید ہو، مگر جو چیزین تمہارے لئے بیکار

لہ (Ed Po Coke صفحہ ۱۱۴ Yeact صفحہ ۱۸۰) رناڈٹ (Renadat) کا خیال ہے کہ یہ حکایت بالکل بے بنیاد ہے، گبن نے اسپر اختصاراً بحث کی اور ماننے سے انکار کردیا، پوکوک صرف ابو الفرج کے عربی اقتباس کا ترجمہ کرتا ہے، رسالہ نائینٹینتھ سنچری Nineteenth century کے اکتوبر ۱۸۹۴ء کے نمبر مین ایک مضمون ہے جسمین ویسو دیوا (Vesudeva) نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، صفحہ ۵۶۰ پر وہ کہتا ہے کہ وہ حکایت اصلی شامی زبان مین نہین ہے بلکہ بعد کی گھڑت ہے تاہم اقتباس تو ابو الفرج ہی کا لکھا ہوا ہے، گھڑت نہین ہے، اس مضمون کی بنیاد تحقیقات پر مبنی نہین ہے بلکہ ایک رائے ہے، اسلئے کوئی قابل وقعت نہین ہے،

ہین وہ ممکن ہے کہ میرے لئے کار آمد ثابت ہون" عمروؓ نے جواب دیا کہ کس چیز کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے" جان نے کہا" وُہ علمی کتابین جو شاہی خزانہ مین محفوظ ہین" اسکا عمروؓ نے یہ جواب دیا کہ یہ ایسی بات ہے جسکے متعلق مین بغیر خلیفہ کے حکم کے کچھ نہین کہہ سکتا" حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک خط خلیفہ کی خدمت مین روانہ کیا اور اسکے متعلق حکم طلب کیا جسکا جواب یہ آیا کہ جن کتابون کے متعلق تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہین تو پھر اُنکی کوئی ضرورت نہین ہے اور اگر مخالف ہین تو لغو ہین، اسلئے اُنکو تباہ کردو، اس فرمان کے وصول ہونے کے بعد عمروؓ نے ان کتابون کو اسکندریہ کے حماموں مین تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ پانی گرم کرنے کے لئے بطور ایندھن کام مین لائی جائین چھ مہینون مین یہ کتابین ختم ہوئین" قصہ کے اخیر مین مصنف صاحب فرماتے ہین کہ ناظرین اُسکو پڑھکر حیرت کرینگے۔

یہی حکایت ہے جو عربی زبان مین ہمارے سامنے پیش ہوتی ہے، ابوالفرج نے اپنی کتاب تیرہوین صدی کے نصف ثانی مین لکھی ہے مگر اس حکایت کے متعلق یہ نہین بتلایا کہ اسکا ماخذ کیا ہے، لیکن چودھوین صدی کے شروع مین ابوالفدا اور آخر مین مقریزیؔ[1] نے اس حکایت کو اپنے یہان نقل کیا ہے، یہ سچ ہے کہ عبداللطیف نے جو بارہوین صدی مین گذرا ہے، ضمناً کتبخانہ کی آتشزدگی کے متعلق تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمل مین آئی، مگر اسکی کوئی تفصیل نہین کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس قصہ کو مسلمہ سمجھ لیا تھا، عبداللطیف کے اس

[1] عبداللطیف کے مانند یہ مصنف بھی تلمیح کے طور پر اس حکایت کو پیش کرتا ہے، اسکا خیال ہے کہ وہ بات مسلمہ ہے، سیراپیم کا ذکر کرکے ہوے وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ ان ستونون پر ارسطو کے پورچ (porch) کی عمارت تھی وہ یہان فلسفہ پڑھایا کرتا تھا، یہ ایک درسگاہ تھی جسمین کتب خانہ تھا، اسکو خلیفہ حضرت عمرؓ کے حکم سے عمروؓ بن العاص نے جلادیا (قطعات جلد (۱) صفحہ (۱۵۹))

اشارہ سے پتہ چلتاہے کہ اسکے زمانہ مین یہ روایت مشہور تھی مگر اسکندریہ کی فتح کے ساڑھے پانسو سال کے بعد تک اس حکایت کا کوئی تحریری وثیقہ نہین پایا جاتا اور اسکے علاوہ جان آف نیکیو (John of Nikiou) سے ابوصالح تک جتنے مصنف گذرے ہین اُنکی خاموشی اس قصہ کے راز کو فاش کئے دیتی ہے،

اسمین کوئی شک نہین کہ یہان یہ کہا جا سکتاہے کہ یہ قصہ بطور روایات کے کئی سو سال تک سینہ بسینہ رہا ہوگا، اور یہ بات اسکی اچھی طرح تائید کرتی ہے کہ آج کے دن تک یہ روایت قبطیون مین جاری ہے صرف اسقدر اختلاف ہے کہ وہ چھ مہینہ کے بجائے جلنے کے ستر دن بتاتے ہین، تاہم یہ کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہین ہے کہ یہ روایت ابوالفرج سے پرانی ہے، یا یون کہا جائے کہ اگرچہ یہ حکایت عوام مین مشہور تھی لیکن یہ ممکن ہے کہ اسے زمانۂ وسطی کے مصنفین نے اخذ کیا ہو، اسکو نہ کوئی ثابت کرسکتاہے اور نہ اس سے انکار ہی کرسکتاہی مگر اسمین اسقدر اعتراضات پیدا ہوتے ہین کہ وہ بالکل خلاف واقعہ معلوم ہوتاہے،

ہمکو چاہیئے کہ اس قصہ کو اصلی صورت مین رکھکر اسپر غور کرین، اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ یہ قصہ دلچسپ ہے، اور حضرت خلیفہ عمرؓ کے جواب مین ٹھیک مشرقی رنگ پایا جاتاہی یہی جواب حقیقت مین اس قصہ کا زبردست ترین نکتہ ہے، مگر بدقسمتی سے یہی جواب حضرت عمرؓ کا ایران کی کتابون کی تباہی[1] کے ساتھ بھی وابستہ کیا جاتاہے، جسطرح سلمان مورخین نے دوسرے

---

[1] پروفیسر بری کا مولفہ گبن کا اڈیشن دیکھو جلد ۵ صفحہ ۴۵۴ جسمین حاجی خلیفہ ابن خلدون کو بطور مسند کے پیش کرتاہے، مین یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ بت پرست ایرانیون کی کتابون کے ساتھ مسلمانون کے جذبات وہ نہین ہوسکتے جو عیسائیون کی کتابون کے ساتھ تھے، کم سے کم ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کو یہ بات گوارا نہین تھی کہ خدا کے تحریری نام کو ملیا میٹ کرین،

قصون کو جو کسی اور سے متعلق تھے، محاصرہ اسکندریہ پر چسپان کیا ہے، جیسے عمروؓ کا قید ہونا اور وہان پر انکی شخصیت کا اظہار، اور بروقت جرأت کی وجہ سے موت سے بچ رہنا بیان کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح یہ حکایت بھی کتبخانۂ اسکندریہ کے متعلق اختیار کیگئی ہو، یہ ہوسکتا ہو کہ کوئی غیر متعلق بنیاد ہو جسپر یہ قصہ گھڑ لیا گیا ہو، چنانچہ حضرت عمرؓ کا شوخ اور بدنما جواب اسکی دلیل ہوسکتا ہے، لیکن اس قصہ مین دو اور ایسے اجزا ہین جو تنقید کے سامنے کافور ہوجاتے ہین، اگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم کرلین کہ کتبخانہ کی تباہی جسطرح بیان کیجاتی ہے درست ہے تو ہمکو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابون کو اسی اونچے مقام مین رکھکر تماشہ خیز آگ پیدا کرنے کے بجائے وہ نوکرون مین رکھکر شہر مین بڑی مشقت سے بھیجی گیئن، اور پھر اس جانفشانی سے بیشمار حمامون مین تقسیم کی گیئن، اور چھ مہینہ تک وہ بجائے ایندھن کے کام مین آئین، یہ تمام لغویات کا ایک سلسلہ ہے اگر واقعی کتابون کو جلا دینا منظور رہتا تو اسی جگہ جلا دیجاتین۔

اگر عمروؓ نے اپنے دوست فلاجونس کو دینے سے انکار کردیا تو اسکی کیا وجہ تھی کہ اس نے اہنین جلانے کی خاطر شہر کے حمامون کے منتظمین کے حوالہ کردیا، اگر یہ بھی تسلیم کرلین کہ وہ حمامون مین تقسیم کی گیئن تو اس چھ مہینہ کے عرصہ مین جو ان کتابون کے جلنے کی مدت بیان کی جاتی ہے، جان فلاپونس یا کوئی اور شخص معمولی دام دیکر بہت سی کتابین بچا سکتا تھا، اسکے علاوہ ایک اور قابل اعتراض یہ ہے کہ ساتوین صدی مین مصر مین بعدبہ کتابین بھیڑ کے چمڑے[1] پر لکھی جاتی تہین

[1] ڈاکٹر گرینفیل اور ڈاکٹر ہنٹ اس مشہور رائے کے خلاف یہ کہتے ہین کہ گو قبطی لوگ بھیڑ کا چمڑا استعمال کرتے تھے، مگر جس زمانہ تک مصر مین یونانی زبان مین تحریر ہوتی تھی کتاب کی شکلون مین کاغذ کا استعمال ہوتا رہا دیکھو (Oxyrhynchus papyri) جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ - ابتک یسر ایم کتبخانہ مین بہت سی قدیم کتابین بھیڑ کے چمڑے پر ہونگی۔

بہلا یہ کسطرح ممکن ہے کہ بھیڑ کا چمڑا ایندھن کی طرح جل سکے، ایک خلیفہ تو کیا تمام خلیفون کے اکھٹے احکام بھی اسکو اسطرح نہین جلا سکتے، اسلئے سوال یہ ہے کہ ان قلمی کتابون کا آخر کیا حشر ہوا اوران چمڑے پر لکھی ہوئی کتابون کو منہا کرنے کے بعد کسطرح ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہین کہ باقی کتابین اسکندریہ کے ۴۰۰۰[1] حماموں کو ۱۸۰ دن کے لئے گرم رکھہ سکتی ہین، اسلئے یہ قصہ مضحکہ خیز ہے مصنف کے قول کے مطابق بیشک ناظرین اسکو پڑہین گے اور حیرت کرینگے۔

لیکن یہ اعتراض ہونا ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بے بنیاد ہونے مین ان جزئیات پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے اور یہ کہ تفصیلات کو بیکار ثابت کرنے کے بعد بھی آتش زدگی کے اصلی واقعہ کو کالعدم نہین کیا جا سکتا، اسلئے صرف اندرونی تنقید پر اکتفا کرنا فضول ہے اور ہمکو چاہیئے کہ آگے بڑھکر بیرونی دلائل کی ٹوہ لگائین کہ کہانتک وہ اس واقعہ کی تائید یا مخالفت کرتے ہین، اس حکایت مین دو باتین نہایت اہم ہین یعنی اسکندریہ کی فتح کے وقت کتبخانہ اور جان فلاپونس (یحیی نحوی) موجود تھے یا نہین، جان (یحیی) کے متعلق تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ وہ ۶۴۲ع مین زندہ نہین تہا، اس امر کی تصدیق کے لئے تمام ثبوت کا یہان بیان کرنا ضروری معلوم نہین ہوتا، جان کی تصانیف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یا تو اس نے جسٹینین کی تخت نشینی یعنی ۵۲۷ء سے پہلے یا اگر نہین تو ۵۴۰ء[2] مین اپنی کتابین لکھی ہین، اور اگرچہ یہ

---

[1] مین نے پہلی ہی صفحہ ۴۴۳ پر بتلایا ہے کہ یہ تعداد جسکو مسلمان مورخین نے لکھا ہے مبالغہ آمیز ہے تعداد بہت کم ہوگی، ابوالفرج کا بیان ہے کہ معمولی علم حساب کی آزمائش کے مقابلہ مین بھی نہین ٹہر سکتا،

[2] اس سلسلہ مین مین نے پہلے ناک کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن اقتات Dict Christ Biog مین وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، اس سے اس بات کا ثبوت گو قطعی نہین مگر ایک حد تک ملتا ہے کہ جان چھٹی صدی مین تھا، اگرچہ اسکے خلاف بہت مواد ہے چنانچہ فرنٹینس کا (بقیہ بر صفحہ آیندہ)

ممکن ہے کہ وہ ساتوین صدی کے اوائل تک زندہ رہا ہو، لیکن اگر وہ ۶۴۲ء مین زندہ تہا تو اسوقت اسکی عمر ۱۲۰ سال سے کم نہین ہو سکتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرو کے اسکندریہ داخل ہونے کے ۳۰ یا ۴۰ سال پہلے ہی جان کا انتقال ہو گیا تہا،

خود کتبخانہ اسوقت موجود تہا یا نہین، ایک ایسا سوال ہے جو بجائے خود بہت دلچسپ ہے اور اسکا حل کرنا اشکال سے خالی نہین جیسا کہ اچھی طرح محقق ہے، مشہور ترین اور قدیم ترین کتبخانہ شہر اسکندریہ کے حصہ بروکئان مین واقع تہا، اگر بطلیموس سوٹر ہی وہ شخص ہے جسکے دل مین دنیا کی ادبیات کے وسیع مجموعہ کو جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے واقعی کسی کتبخانہ کی بنیاد رکہی ہے تو اسکی باقاعدہ تکمیل اور تنظیم اسکے جانشین فلادلفس کے ہاتہ سے ہوئی جس

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اقتباس گبن نے نقل کیا ہے، جو ۱۶۲۸ء کا ہے اور اسکے علاوہ وہ بیان نائیس فورس (Nicephorus) کی طرف منسوب ہے، جس سے وہ جان جارج آف پیسڈا (Pisida) کا معاصر بنایا جاتا ہے جو ہرا قل کے زمانہ مین تہا، یہ نیس فورس صاحب کیالسٹس Callistus ہین جنکی تصنیف چودہوین صدی کی ہے اور یہ کوئی مستند شخص نہین ہین، مگر مین کہونگا کہ اسکا غلط اقتباس دیا جاتا ہے مجہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظریہ کے خلاف کہ جان فلاپونس ۶۴۲ء مین زندہ تہا وہ اپنی شہادت پیش کرتا ہے کیونکہ جان کوڈیا کورس گبس اور انطاکیہ کے سیورس سے ملاقات تہی، جس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے اسکی سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جان جارج آف پیسڈا کا معاصر نہین تہا، جب مین نے پڑہا تو معلوم ہوا کہ لینٹس مونکس کا معاصر ہے اور یہ شخص ساتوین صدی کی ابتدا مین مرگیا) اسکندریہ کے اسقفون کی اس نے جو فہرست دی ہے، وہ یوجیس ۶۰۷ء پر ختم ہوتی ہے، لینٹس مونکس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے اپنی تصنیف لکھی ہے اسوقت جان مرچکا تہا۔

مکان مین یہ کتابین تہین وہان عالیشان عمارات کے مجموعہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے، جسکو موزیم یعنی نمائش گاہ کہتے تھے، اسٹر یبو کا بیان ہے کہ نمائش گاہ شاہی محل سے متصل تھی اور یہ اسقدر وسیع تھی کہ تمام شہر کے رقبہ کا ایک چوتھائی حصہ اسمین آگیا تہا، اسمین ایک مرکزی ہال اور اسکے گرد ایک غلام گردش اور کمرے تھے، یہان طبی مدرسہ اور علم الابدان، جراحی، ریاضیات، علم ہیئت، قانون اور فلسفہ وغیرہ کے مدارس کی عمارتون مین بھی راستہ جاتا تہا، اسکے ساتھ ایک باغ بھی ملحق تہا جسمین نباتی تجربات کے لئے ایک باغچہ اور ایک رصدگاہ بھی اور وہ تمام چیزین بھی تہین جو ایک یونیورسٹی کے لئے ضروری ہین، نمائش گاہ کی ساخت کی نوعیت اور کتبخانہ کا ٹہیک محل وقوع بتانا مشکل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتک نمائش گاہ کے موقع و محل کے متعلق بھی کوئی اتفاق آرا نہین ہے، اسٹر یبو کتبخانہ کے متعلق بالکل خاموش ہے، حالانکہ اسکی شہادت اس امر کے متعلق کہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ۴۸ ق م مین اسٹر یبو کے آنے سے چند سال پہلے یہ کتب خانہ آگ کے نذر ہو گیا بیش بہا ثابت ہوئی، اسوقت مصریون نے اکلاس کے زیر کمان حصہ بروکئان مین قیصر کو محصور کر دیا تہا اگر اس نے جہاز پر چڑہکر چلتے ہوئے بندرگاہ کو آگ لگادی کہا جاتا ہے کہ اس آگ نے پہیل کر کتبخانہ کو برباد کر دیا تہا، اگر فی الواقع قیصر نے یہ حالات قلم بند

ا پروفیسر مہافی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے گو اسکا قصہ کچھ ہی کیون نہو،

۲ Y. Maurisson Bey نورین بے کا دلچسپ رسالہ موسومہ La Bibliotheque des Ptolemies دیکھو جو خاص بات اس کتاب کے متعلق ہے وہ صفحہ ۹ پر ہے: اسکے علاوہ اور بھی ایسے مقالات ہین جن سے مجھے بہت فائدہ پہنچا،

۳ اگر حال کے بصرین کے خیال کے مطابق قیصر نے کتاب (De Bello Alexandrinus) حالات جنگ اسکندریہ پر لکہی ہے تو یہ بات سمجھہ مین آسکتی ہے کہ کیون قیصر نے اس واقعہ کے متعلق خاموشی اختیار کی،

کئے ہین تو ضروری تہا کہ اسمین اس واقعہ کے متعلق بھی اشارہ کرتا، مگر اس مین کوئی اشارہ نہین پایا جاتا، برخلاف اسکے اسکندریہ کی کیفیت بیان کرتا ہو کہ یہ شہر آگ سے بالکل محفوظ ہے کیونکہ یہان کے معمار لکڑی کا استعمال نہین کرتے بلکہ عمارتون کو گنبد نما تہ خانون پر قائم کرتے ہین، اور پتھر یا کنکریٹ[1] سے بناتے ہین، اگر مصنف کا یہ منشا ہو کہ کتب خانہ کی آتش زدگی کا واقعہ جو جناب ہی کا کارنامہ ہے اور جناب ہی کا چشم دیدہ ہے پردۂ اخفا مین رہے تو شہر کے متعلق جو بیان کیا گیا ہے وہ بالکل فریب دہ اور غلط ہے قیصر کو الزام سے متہم اور بری کرنا دونون مشکل ہے پلوٹارک کو اس واقعہ کے متعلق کوئی شبہ نہین معلوم ہوتا وہ کہتا ہے کہ "جب قیصر کا بیڑا دشمن کے پنجہ مین گرفتار ہونے کو تہا تو اس نے مجبوراً اسکو آگ لگادی تاکہ اس خطرہ سے جانبر ہوسکے، یہ آگ بندرگاہ سے آگے پہیلی اور کتب خانہ کو جلاکر خاک کردیا"[2] سنیکا کو اس واقعہ کا یقین کامل ہے" وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ مین چار لاکہ کتابین

---

[1] (De Bello Civile) جب مصریون نے بحری شکست کہائی تو بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد انہون نے پرانے جہازون کی مرمت کی اور ان جہازون سے دریائے نیل کو محفوظ کیا، ان جہازون کے چلانے کے لئے چپتون کی ضرورت تہی، اس غرض کے لئے مصریون نے لوگون کے مکانات کی چھتین نکال لین اس بیان کی دورنگی غور طلب ہے، جان آف نیکو کہتا ہے کہ ڈماکلن نے شہر کو جلایا کتاب (Hyvernat Antes des martyis) سے ظاہر ہے کہ قسطنطین نے انطاکیہ کے شہید مارکس کے بہائی کو ایک فوج کے ساتھ اسکندریہ بہیجا، اسنے اسکندریہ کے تمام مندرون کو جلایا برباد کیا اور انپر قبضہ کرلیا، ان تمام مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر کا بیان غلط ہے یا مبالغہ آمیز ہے۔

[2] پلوٹارک سیزر (۴۹) (Plutarch Caesar)

جل گئین[۵۱]" ڈیو کیاشسس کے الفاظ تو بہت تعجب خیز ہین کہتا ہے کہ آتش زدگی بہت دور تک پہیل گئی بندر اور اسکے آس پاس کے مقامات کے علاوہ اناج کے گودام اور کتابونکے گودام[۵۲] (ذخائر) تباہ ہوگئے" کہتے ہین کہ یہ کتابین تعداد مین بہت زیادہ اور معلومات کی حیثیت سے بہت گرانقدر تہین، لیکن جو روایت کہ چوتھی صدی مین زبان زد تھی اسکے متعلق کوئی شبہ نہین ہوسکتا، امیانس مرسیلنس کا بیان[۵۳] ہے " وہ کہتا ہو کہ اسکندریہ کا بیش بہا

---

۵۱ پروفیسر مہافی سینکا کا بیان نقل کرتے ہین جو اس نے لیوی کے خلاف طنزاً لکہا ہے پروفیسر موصوف اسکی رائے کے ماننے پر مائل معلوم ہوتے ہین کہ یہ کتابین بجائے اسکے کہ ترقی معلومات مین مدد دین کمرونکی زیب و زینت سمجھی جاتی ہین اور اسلئے انکی قدر کیجاتی تہی، کتاب (Empire of Ptolemies صفحہ ۹۹)

۵۲ گودام کا لفظ اناج و غلہ کے ساتھ تو سمجھ مین آسکتا ہے مگر کتابونکے ساتھ تو بے معنی ہوگا، تاہم یہ بات کسی کی سمجھ مین نہین آسکتی کہ گران بہا کتابونکا ایک وسیع مجموعہ برآمد کے لئے کوٹھے مین رکہا گیا ہو، یا بندرگاہ کے معمولی تجارتی مال مین کتابونکا کوٹہا بھی شریک ہو، یونانی مین گو فرق نہین ہو مگر انگریزی مین کتابونکو کوٹھے اور کتبخانہ مین بہت فرق ہو۔

۵۳ آلنس جلینس بھی کتابونکی وہی تعداد بتاتا ہو لیکن تخمینونمین بہت اختلاف پڑجاتا ہو، ابی فانیس جسکی تصنیف بھی چوتھی صدی کی ہو (۵۴۸۰۰) کی تعداد بتلاتا ہو دیکھو (Alexandrinsches museum) واقعہ یہ ہے کہ وہان ایک کتب خانہ نہین تہا بلکہ متعدد کتب خانہ تھے، امیانس ان گنت کتابین کہتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخمینون مین کوئی یکسانی نہین ہے"

سیوس بی ٹل زمانہ کیل ماکس مین بیرونی کتب خانہ مین (۴۲۸۰۰) کتابین بتاتا ہے جو غلطی سے سیرا پیم کتب خانہ سمجھا ہوگا۔

برخلاف اسکے شاہی کتبخانہ مین ۴ لاکھ کتابین بتاتا ہو، اس کے علاوہ (۹۰۰۰) مسادی جلدین بتاتا ہے، سیوس بی ٹل کا عام انتظامات کے متعلق جو بیان ہے وہ دلچسپ ہو صفحہ (۳۳۶)

کتب خانہ جسکے متعلق قدیم مورخین کا اتفاق ہی کہ اس مین سات لاکھ کتابین تھین اور جو بطلیموسی خاندان کی مسلسل کوششون سے جمع ہوئی تھین جنگ اسکندریہ مین اوسوقت آگ کے نذر ہوگیا جسوقت قیصر نے شہر کو تباہ کر دیا" اروسیس کو اس بیان مین سر مو اختلاف نہین ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "جنگ کے دوران مین جو شاہی بیڑا کنارہ پر چڑھ آیا تھا اسکو آگ لگانے کا حکم دیا گیا، اس آگ نے شہر کے ایک حصہ کو گھیر لیا اور چار لاکھ کتابین جلا دین جو بدقسمتی سے ایسے مکان مین جمع تھین جو اس آگ کے قریب تھا، ہمارے اسلاف جنھون نے علم وفضل کی تصانیف کا شاندار ذخیرہ[1] جمع کیا تھا، انکے علمی جد وجہد کا عظیم الشان کارنامہ اس بری طرح مٹی مین مل گیا" بہ حیثیت مجموعی یہ مناسب اور موجبہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بات پر یقین کرلین کہ کتب خانہ قیصر کی آتش زدگی مین فنا ہوا اور اسکے علاوہ کوئی اور صورت نہین ہے، لیکن قیصر کی اس مہم کے سات یا آٹھ سال کے بعد مارک انٹنی نے شاہ گمس کا کتب خانہ اسکندریہ[2]

۱؎ (تاریخ VII 15-31) ایسا معلوم ہوتا ہی اروسیس کی تحریر لیوی یا سینیکا کے اقتباس پر مبنی ہے، کیونکہ اسکے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بھی وہی عجیب نظریہ تسلیم کیا گیا ہے، جسکو دوسرے مبصرین تسلیم کرتے ہین کہ کتابین ساحل کے قریب ایک کوٹھے مین تھین، اس انتظام کا ناممکن ہونا خود اس نظریہ کو توڑنے کیلئے کافی ہی، اسکے الفاظ سے یہ بھی پتہ نہین چلتا کہ آیا اسطرح کوئی عارضی انتظام کیا گیا تھا، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اروسیس اور کیشیس دونون ایک ہی خیال کی پیروی کرتے ہین۔

۲؎ پلوٹارک اپنی اینٹنی کی سوانح عمری مین لکھتا ہی کہ انٹنی نے کلوپٹرا کو پرگمیس کے کتب خانے دیدیے جنمین ۲ لاکھ کتابین تھین۔

مین بھیجدیا، اب بھی یہ سوال مورخین کیلئے غور طلب ہو کہ آیا وہ نمائش گاہ ہنوز اس قابل تھی کہ یہ مجموعہ اسمین سما سکے، یا ان کتابون کے لئے ایک علیحدہ بنیاد قائم کی گئی جسکا نام سیرا پیم کتب[1] خانہ ہوا، میرے خیال مین یہ دولون پہلو بے بنیاد ہین، ہم پہلے دیکھ چکے ہین کہ کلوپیٹرا نے جولیس سیزر کے اعزاز مین اسکندریہ کے بڑے مندر کی بنیاد رکھی تھی، اور اگسٹس نے اسکو اختتام کو پہنچایا تہا، اور یہانکے کتب خانے اس عمارت کے عظیم الشان اسباب آرائش مین شمار ہوتے تھے، اسلئے یہ فرض کرنا قرین قیاس ہے کہ جب کتب خانہ نمائش گاہ تباہ ہوگیا تو پرگیمس کی کتابون کا ایک حصہ اس مندر مین رکھا گیا اور باقی کتابین سیراپیم بھیجی گئین، اسکے قطع نظر دو باتین بہر حال پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہین، ایک تو یہ کہ نمائش گاہ کی چند عمارتین کیرکلا کے عہد تک استعمال مین تہین، یہ کیرکلا وہ ہے، جس نے شہر کو خون سے رنگ دیا تہا ہیٹرون کو بند کر دیا اور ۲۱۶ءمین نمائش گاہ کے ایوان کو مسدود کر دیا، دوسرے یہ کہ انہین دنون مین سنہ عیسوی کے شروع مین ہی چونکہ نمائش گاہ کا کتب خانہ فنا ہو گیا تہا اس لئے سیراپیم کی شہر پناہ پر دوسرے بڑے کتب خانون کی بنیاد رکھی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ اوریلین نے نمائش گاہ کی عمارتین ۲۷۳ءمین[2] کے برابر کر دی تہین، یہ

[1] سیوس می ل کا خیال ہے کہ پرگیمس کی کتابون کا مجموعہ غالباً اتھین پولیاس کے مندر مین رکھا گیا، مگر یہ نہین معلوم کہ یہ مندر کہان ہے۔

[2] دیکھو سپرا صفحہ (۲۰۳) (Supra) مصنفہ فلو جوڈیس (Philo Judaeus

[3] امی بیس برکتان کی بربادی کلاڈین کیطرف منسوب کرتا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو کتاب (Mennechus Eunochus) کی جلد دوم صفحہ (۱۵۸) دیکھو۔

اسوقت ہوا جبکہ اُسنے اسکندریہ کے باشندونکو اس جرم مین کہ وہ فرنس کی بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے سزا دینے کی غرض سے حصۂ برکئان کو برباد کر دیا، نمائش گاہ کے اراکین یا تو سمندر کے پار بھاگ گئے یا انھون نے سیرا پیم مین پناہ لی، سیرا پیم کے کتب خانہ کو چھوٹا کتب خانہ کہتے تھے، مگر یہ ناممکن ہے کہ ہم ایسی ٹھیک تاریخ بتا سکین، جسمین بڑے کتب خانہ کا خاتمہ ہوا[1]، یا چھوٹے کتب خانہ کی ابتدا ہوئی، اگرچہ یہ معلوم ہے کہ موخر الذکر کتب خانہ کی بنیاد بطلیموس فلاڈلفس نے رکھی ہی، اس سوال سے ہمکو کوئی تعلق بھی نہین ہے ہمکو یہ معلوم ہے کہ قدیم کتب خانہ چوتھی صدی مین فنا ہوگیا اور اسکے بعد یہ چھوٹا کتب خانہ قائم ہوا، یہان سیرا پیم مین پھر علوم قدیم کی روایات محفوظ کی گئین، ایک یونیورسٹی مع بیشمار کتابون کے قائم کی گئی، جسطرح نمائش گاہ مین ابتدا ہی سے اسکندریہ کی درس وتدریس کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ رہا تھا اسیطرح سیرا پیم مین جاری رہا[2]، بہ الفاظ دیگر فلسفہ اور حکمیات کی تعلیم وتعلم کے مشاغل جنکی وجہ سے اسکندریہ دنیا کی ذہنی تربیت کا مرکز تہا اب بھی جاری تھے صرف اسقدر تغیر ہوا تہا کہ ان علوم کا مرکز نمائش گاہ سے سیرا پیم منتقل ہوگیا تہا۔ (باقی)

---

[1] کلاڈیم ایک قسم کا تاریخ کا اسکول تہا اسکو کلاڈیس نے قائم کیا تہا نمائش گاہ سے متصل تہا مگر یہ کچھ کامیاب نہین رہا، ڈاکٹر بوٹی چھوٹے کتب خانہ کی بنیاد راجی ہیڈرین سے بتاتے ہین، پروفیسر مہانی کی امپیر آف ٹولیمس دیکھو صفحہ (۱۶۷)

[2] اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مورخین سیرا پیم کی عمارت کے ساتھ ارسطو کا نام وابستہ سمجھتے ہین مٹر کا خیال غلط ہے کہ یہ وابستگی پہلے پہل بنجامن آف ٹوڈیلو مین مندرج لگئی اگر واقعہ یہ ہے کہ یہ قبطیون اور عربون دونونکی روایات کا مرکز ہی مسٹر کرم کے رسالہ مین جو اسکندریہ کی تعلیم کا وارسطو کے اسکول کا تذکرہ ہے وہ صفحہ (۱۲) پر ہے یہ بہت ممکن ہے کہ لفظ اسکول جو شعبہ علم کے مفہوم مین رائج ہوگا درسگاہ کے مفہوم مین بدل دیا گیا ہو ارسطو کے سسٹم کا مطالعہ جو رواجاً مشہور تہا اسی سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ ارسطو خود نمائش گاہ اور سیرا پیم مین درس دیتا تہا۔

تلخیص و تبصرے

جامعۂ مصریہ

اسلامی ملکون مین ہندوستان سب سے پہلا ملک ہے، جسنے ایک قومی یونیورسٹی کا پہلے خواب دیکھا، مگر مصر پہلا ملک ہے جسنے اس خواب کی تعبیر کو حقیقت کے لباس مین دیکھا، مصر کی قومی یونیورسٹی کا نام جامعۂ مصریہ ہے، یہ خالص قومی یونیورسٹی ہے، اپنے معاملات مین حکومت وقت سے اوسکو کوئی تعلق نہین، یہ یونیورسٹی آج سے پندرہ سولہ برس پہلے قاہرہ مین قائم ہوئی، تعلیم کی زبان عربی ہے، انتہا یہ ہے کہ جو یورپین علماء اسمین مختلف علوم پر لکچر دیتے ہین وہ بھی عربی مین دیتے ہین، البتہ یورپین علم ادب کی تعلیم اوسی زبان مین ہوتی ہے، مثلاً انگریزی اور فرنچ ادبیات پر جو لکچر یونیورسٹی مین دیے گئے ہین وہ انگریزی اور فرنچ مین ہین،

اساتذہ اور پروفیسر جو علمی و ادبی لکچر اس جامعہ مین دیتے ہین وہ عموماً علیحدہ کتابون کی صورت مین شائع ہوجاتے ہین، اسوقت تک اس سلسلہ مین خضری بک کی تاریخ اسلام، ذکی پاشا کی تاریخ تمدن اسلامی، کمال بک کا قدیم مصری تمدن، موسیو گویدی کا عربون کا جغرافیہ و تاریخ، خفنی بک کا عربون کا فلسفۂ اخلاق، سلطان بک کی تاریخ زبان عربی وغیرہ متعدد لکچر کتابون کی صورت مین شائع ہوچکے ہین،

ابھی حال مین جامعہ کی روداد بابت ۱۹۲۱ء شائع ہوئی ہے، اس سے ذیل کے

معلومات بہم پہنچتے ہین،

ارکان جامعہ | جامعہ کے اعلیٰ ارکان انتظامی مین ملک کے سربرآوردہ اصحاب داخل ہین، جن مین سے بعض وزارت کے عہدون تک پہنچ چکے ہین، بالفعل اس فہرست مین حسب ذیل نام ہین،

حسین رشدی پاشا	رئیس (چانسلر)
عبدالخالق پاشا ثروت	وکیل (وائس چانسلر)
سعد زغلول پاشا	نگران عام
اسماعیل مدنی پاشا	
اسماعیل حسنین پاشا	
حسن سعید پاشا	نگران حسابات
مرقص بک حنا (قبطی)	خزانچی
علی بک بہجت	ناظم
موسیو واکر	ارکان
عبدالعزیز بک فہمی	
محمود پاشا فہمی	
محمد پاشا محمود	
محمد بک حلمی عیسیٰ	

طلبہ | گذشتہ سال طلبہ کی تعداد ۱۶۱ تھی، جن مین سے (۲۱) نے تحصیل ادبیات (لٹریچر) اور (۲۷) نے قوانین فوجداری اور (۴۴) نے رات کے درس قانون اور (۶۹) نے دن کے درس

قانون مین شرکت کی، وہ لوگ جو غیر مشروط طریقہ پر دوران سال مین جامعہ کے درس مین شریک ہوئے اونکی تعداد (۹۲) تھی، اور یہ سب ادبیات کے درجون مین داخل تھے،

اصناف علوم جامعہ مین بالفعل تین اصناف کے علوم سکھائے جاتے ہین، ادبیات، قوانین فوجداری اور قوانین دیوانی، ادبیات مین حسب ذیل شعبے ہین،

ادبیات زبان عربی، قدیم ایشیا کی تاریخ، اقوام اسلامیہ کی تاریخ، فلسفۂ عام اور تاریخ فلسفہ، عربی فلسفہ اور علم الاخلاق، علم جغرافیہ اور علم الاقوام، انگریزی ادبیات، فرنچ ادبیات، سامی ادبیات والسنہ کا باہمی مقابلہ،

قوانین فوجداری کے حسب ذیل شعبے ہین، قانون سزا، تحقیق جرائم، جرائم کی عملی تحقیق، علم اجتماع مجرمانہ، طب قانونی، علم امراض نفس،

قوانین دیوانی کے شعبون کی تفصیل، روداد مین مندرج نہین، نئے سال سے جامعہ اقتصادیات (اکانمی) کے تینون شعبے سیاسی۔ مالی اور تجارتی قائم کرنا چاہتا ہے،

طلبہ کو یورپ بھیجنا اس کے علاوہ جامعہ مستعد اور لائق طلبہ کو ہمیشہ یورپ کی درسگاہون مین بھی تکمیل تعلیم کی غرض سے بھیجتا رہتا ہے، کیونکہ ابھی تک علوم عالیہ کی تعلیم کا سامان اس جامعہ مین مکمل نہین ہوسکا ہے، مصری طلبہ زیادہ تر اٹلی کی درسگاہون مین جاتے ہین جو یورپ کے ملکون مین مصر سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جہان اخراجات بھی نسبتہً کم ہین، اسکے بعد اونکا دوسرا مرکز، فرانس اور جرمنی ہے، اوکسفرڈ اور کیمبرج مین بھی مصر کے طالب العلم جاتے ہین مگر بہت کم، اڈنبرا کی طبی تعلیم گاہ مین البتہ بیس، بائیس طالب العلم ہین،

سلسلۂ خطبات علمیہ ملک مین اشاعت تعلیم کا تیسرا طریقہ جامعہ نے یہ اختیار کیا ہے، کہ وہ مختلف اوقات مین عام اشخاص کے اضافۂ معلومات کے لیے ماہر اور کامل الفن اساتذہ سے

مختلف علوم پر لکچر دلوا تا ہے، ان لکچروں کے لیے اہل ذوق اصحاب الگ چندہ دیتے ہین،

جامعہ کی مالیۃ | جامعہ کے مالی سال ۱۹۲۱ء ۱۹۲۲ء سے معلوم ہوتا ہے، کہ سال گذشتہ مین اوسکی کل آمدنی (۱۴۴۴۴) پونڈ یعنی (۲۱۶۶۶۰) روپیہ ہوئی، اور کل خرچ (۹۸۴۴) پونڈ یعنے (۱۴۷۶۶۰) روپیہ ہوا، اور باقی (۵۶۰۰) پونڈ مستقل مدمین جمع رہا،

آمدنی کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۲۰۰۰) پونڈ	اعانت از سررشتۂ تعلیمات
(۱۸۰۰) پونڈ	اعانت از صیغۂ اوقاف
(۹۹۴۸) پونڈ	آمدنی از جائداد جامعہ

بقیہ رقم چندون سے اور فیس سے پوری ہوتی ہے،

کتبخانہ | جامعہ کے پاس ایک اپنا کتب خانہ بھی ہے، جسمین کتابون کی تعداد ۱۹۲۱ء مین تقریبًا بارہ ہزار تھی، یہ تمام کتابین عربی اور یورپین زبانون مین ہین، اور یہ تمامتر لوگون نے ہدیۃً جامعہ کو نذر کی ہین، بہت سی کتابین یورپ کی مختلف انجمنون نے تحفۃً بھیجی ہین، کتبخانہ کے ناظر عبدالعزیز فہمی بے نے کتبخانہ کو جدید ترین طریقہ پر مرتب کیا ہے، شفیق بے منصور اور یحیی پاشا منصور یکن نے بھی اپنے اپنے کتب خانے جامعہ مین منتقل کر دیے ہین، کتابونکی تفصیل حسب ذیل ہے،

جلدون کی تعداد	طریقۂ حصول
۸۶۶۰	یورپین زبانون کی کتابین جو جامعہ کو ہدیۃً ملین
۱۲۷۰	عربی کتابین ہدیۃً ملین
۱۵۰۰	شفیق بے منصور کا یورپین زبانون کا کتبخانہ
۲۵۰	شفیق کی عربی کتابین
۲۵۰	یحیی پاشا منصور کی کتابین
۱۱۹۳۰	

بخارا کا نظام حکومت

آج کل ملکون کی تاریخ اسقدر جلد جلد بدل رہی ہے کہ لکھنے والے کے قلم کی سیاہی خشک نہین ہوتی ہے کہ اوسکو اوس ملک کی تاریخ کا نیا باب لکھنا پڑتا ہے، ابھی کل تک بخارا روس کا ایک باجگذار صوبہ تھا، انقلاب روس کے بعد وہ ایک مستقل ریاست بن گیا جسپر ایک خودمختار امیر حکمران تھا، اس انقلاب پر کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ جدید بخاری تعلیم یافتہ جماعت نے اس قدیم طرز حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بخارا مین جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو "جدیدی" کہتے ہین۔ جدیدیون نے بالشویک روس سے امداد طلب کی اور اونکی مدد سے، ایک جمہوری نظام حکومت ملک مین قائم کیا، اس جمہوری انقلاب کے اعوان وارکان زیادہ تر نوجوان طلبہ تھے اور انکا سرعسکر فیض اللہ خواجہ ایک سوداگر زادہ تھا،

اب آج کے اخبارات مین آپ پڑھینگے کہ بخارا کے ترکمانون نے انور پاشا کے زیر قیادت بالشویکون سے کامیاب جنگ کی، اور ملک کو بالکل خارجی اطاعت سے بھی بے نیاز کر دیا، عثمان خواجہ بخارا چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے،

بخارا مشرق وسطی کا سب سے اہم نقطہ ہے، قدیم اور جدید دونون تاریخون مین اوسکو ایشیائے وسطی کے دل و دماغ ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اسکا رقبہ حکومت مختلف زمانون مین مختلف رہا ہے اسوقت یہ ملک جسقدر رقبہ پر محیط ہے، وہ (۲۰۵۰۰۰) کیلومیٹر مربع ہے اور وہان کے باشندون کی تعداد بیس لاکھ کے قریب ہے، جنمین ترکمان، تاجیک، ترک، قرغیز، افغان، تاتار اور ایرانی مختلف قومون کے افراد داخل ہین، یہ تمامتر مسلمان ہین کچھ

یہود بھی وہان آباد ہین، پایۂ تخت بخارا کی آبادی ایک لاکھ ہے۔

یہان کا موسم گرمی مین نہایت گرم اور سردی مین نہایت سرد ہوتا ہے ملک مین سرسبز وشاداب قطعات بکثرت ہین، پیداوار مین گیہون، جوار، روئی، تنباکو اور مختلف قسم کے میوے یہان ہوتے ہین، جانورون مین اونٹ، گائے بیل اور گھوڑے یہان پائے جاتے ہین، اپنے جغرافی جاے وقوع کے لحاظ سے اسکی تجارتی اہمیت مسلم ہے، یہ ایشیا کے قلب مین چین، افغانستان ایران اور روس کے بیچ مین تجارتی کاروانون اور قافلون کا رہگذر ہے، ملک مین، ۵۰ کیلومیٹر تک ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے، جسکے ذریعہ سے یورپ بحر قزوین (کیسپین سی) اور قزنانہ سے ملجاتا ہے، یہان کی خام تجارتی پیداوار کا بڑا حصہ روئی اور ریشم ہے،

تیموری فتح کے بعد ۱۵۰۹ء مین ازبگی قبیلہ نے اسپر حملہ کیا اور اسکو فتح کرکے یہان ایک خود مختار امارت قائم کی ۱۸۶۶ء مین روس نے اسپر پہلا حملہ کیا، اور سمرقند اور زرافشان کے دو صوبے اوس سے چھین لیے ۱۸۷۳ء مین یہ پوری ریاست روسی شہنشاہی مین داخل ہوگئی، اور اوسوقت سے لیکر گذشتہ روسی بالشویک انقلاب تک وہ روس کی ایک باجگذار ریاست تھی جسپر ایک امیر برائے نام نسلاً بعد نسل حکومت کرتا تھا، لیکن اصل حکومت روسی ریزیڈنٹ مقیم بخارا کے ہاتھ مین تھی،

۱۹۱۷ء کے روسی بالشویک انقلاب مین جسطرح روس کے دیگر مقبوضات آزاد ہوگئے ترکستان کی یہ ریاست بھی آزاد ہوگئی، اور پہلا امیر بخارا کی حکومت قائم ہوئی اور جیسا کہ لکھا جاچکا ہے، اوسکے بعد ایک جمہوری حکومت کی صورت مین وہ منتقل ہوئی، جدید تعلیم یافتہ بخاریون کی سیاسی جمعیت اصل مین اب حکمران ہے، اس کے ارکان کا اہل ملک انتخاب کرتے ہین، اس جمعیت کے ماتحت دو مجلسین ہین ایک کا نام "مجلس مرکزی تنفیدی" اور دوسری کا

نام "مجلس قومی" ہے مجلس قومی کے ارکان جب منتخب ہوجاتے ہین تو وہ مجلس مرکزی کے ارکین کا انتخاب کرتے ہین، مجلس مرکزی کے کل ممبرون کی تعداد (۸۵) ہوتی ہے، مجلس مرکزی سات ممبرونکی ایک اور مجلس منتخب کرتی ہے، جسکا نام "مجلس ریاست جمہوریہ" رکھنا زیادہ موزون ہے، یہ ساتون ممبر ملکر آپس مین ایک کو رئیس (پریسیڈنٹ) مقرر کرلیتے ہین، یہ رئیس اوسوقت تک اپنے عہدہ سے معزول نہین ہوسکتا جب تک مجلس مرکزی شکست نہوجائے، رئیس کی مدد کے لیے دو نائب، دو مشیر، دو سکریٹری منتخب ہوتے ہین، تمام معاملات کی زمام اصل مین اسی مجلس کے ہاتھ مین ہے، صیغون کی نگرانی، اور معاملات کا انتظام سب یہی انجام دیتی ہے،

مجلس مرکزی کے ماتحت دس وزارتین قائم ہین،

وزارت عظمیٰ[۱]، امور خارجیہ[۲]، امور داخلیہ[۳]، وزارت عدل[۴]، وزارت علوم وفنون[۵]، وزارت مال[۶]، وزارت زراعت[۷]، وزارت جنگ[۸]، وزارت حفظان صحت[۹]، وزارت نگرانی عام[۱۰] یہ آخری عہدہ بالکل نیا ہے اسکا مقصد تمام صیغون کی عملی نگرانی ہے موجودہ رئیس کا نام عثمان خواجہ ہے، جو بخارا کے مشہور علمار مین سے ہین،

تسہیل البلاغت

فن فصاحت وبلاغت وبدیع پر اردو زبان مین ایک محققانہ اور دلچسپ کتاب، اردو زبان مین اسوقت تک اس سے بہتر کتاب اس موضوع پر موجود نہین، مصنفہ پروفیسر مرزا محمد سجاد بیگ دہلوی، صفحات ۲۳۲، قیمت ۱۲ ؎ ر

منیجر

اخبار علمیہ

لارڈ نارتھ کلف، مشہور مالک اخبارات نے اپنے اخباری عملہ کے سامنے حال مین بیان کیا کہ "مین نے دوران سیاحت مین امریکہ، چین، جاپان، کناڈا، نیوزیلینڈ، آسٹریلیا، اور ہندوستان کے مشہور اخبارات کے دفاتر کا معائنہ کیا، میرے علم مین تمام دنیا مین سب سے زیادہ قابل اعتماد اخبارات انگلستان اور اسکی نوآبادیون کے ہین، البتہ اخباربینی کے شوق مین امریکہ اور کناڈا والون کا نمبر انگلستان والون سے بڑھا ہوا ہے، وہان اوسطاً ہر شخص بہ مقابلہ انگلستان کے کئی کئی اخبارات زائد دیکھتا ہے،

شوق اخباربینی کے لحاظ سے سب سے بڑھا ہوا نمبر نیوزیلینڈ کا ہے، جس کی کل آبادی اتنی بھی نہین جتنی شہر و مضافات مانچسٹر کی ہے، باایہمہ یہان اسوقت ۶۲ روزنامہ شائع ہورہے ہین جن مین بعض بہترین اقسام کے ہین۔ (ڈیلی میل)
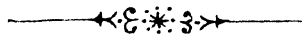
فارن زوب، جو یورپ مین اسوقت سکہ جات نادرہ کے جمع وفراہمی مین خاص شہرت رکھتے ہین، انکے پاس سب سے بڑی جسامت کا سکہ موجود ہے، یہ تانبے کی ایک پلیٹ ہے، جسکی جسامت ۔ انچ مربع، اور جسکا وزن ۶ ½ پونڈ ہے! یہ سکہ ملک سویڈن کا ہے، اور اس پر ۱۶۳۰ء کی مہر ہے، یہ سکہ چار ڈیلر (ڈیلر بھی ایک قدیم سکہ کا نام ہے) کا چلتا تھا، (ماڈرن ریویو)

ملک پیرو (جنوبی امریکہ) کے ایک انجنیر جان کریٹیل کو ایک قدیم امریکی سردار کی نعش محنط دستیاب ہوئی ہے، جو مصر کی محفوظ نعشون سے بھی بہتر حالت مین ہے، یہ نعش چار سو برس کے زمانہ کی ہے، اور قد مین صرف ۲۵ انچ ہے، ظاہر ہے کہ یہ مردہ کی اصلی جسامت نہین، بلکہ ایک خاص ترکیب سے یہ لوگ لاشون کو سکیڑ لیتے تھے،

سنہ ۲۰ مین، ممالک عالم مین جدید کتابین حسب ذیل تعداد مین شائع ہوئین، ان اعداد مین مطبوعات قدیم کے جدید ایڈیشن شامل نہین ہین۔

جرمنی	۳۲۳۴۵
برطانیہ	۱۱۰۰۴
امریکہ	۸۵۹۴
فرانس	۶۳۱۵
اٹلی	۶۲۳۰

جاپان مین سالانہ مطبوعات (جن مین قدیم و جدید دونون شامل ہین) کا اوسط ۲۵۰۰۰ رہتا ہے، (س)

چند سال ہوے اسپین مین چند غار ایسے دریافت ہوئے جنہون نے علماء اثریات کے حلقہ مین ایک ہلچل سی ڈال دی۔ غارون کا یہ سلسلہ خدا معلوم کب سے بند چلا آتا تھا، اتفاق سے انکا مُنھ کھُل گیا، اندر جاکر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک طرح کا عجائب خانہ ہے جس مین صدہا ہزارہا جانورون کی تصویرین موجود ہین، ان حیوانات کی بعض انواع مفقود

ہو چکی ہین، اور بعض ابتک موجود ہین، بعض حیوانات کے اعضا، رئیسہ قلب، شش، جگر، وغیرہ کی تصویرین الگ کرکے بھی دی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن نقشون کے بنانے والے فن تشریح سے بھی واقف تھے، ماہرین فن کا خیال ہے، کہ ان نقوش وتصادیر کی تیاری کا زمانہ، ۲۰۰۰۰ و ۲۵۰۰۰ سال قبل مسیح کے درمیان کا زمانہ ہے،

سرالزڈبرڈ، جو ایک خاص دوا، "بردس کسٹرڈ پوڈر" کے کارخانہ کے مالک تھے، چند ماہ ہوئے انہون نے وفات پائی، تو معلوم ہوا، انہون نے محض اشتہارات کے بل پر جو دولت کمائی، اسکی آمدنی سے ۶۵۳۶۵۶ پونڈ کی قیمت کی مستقل جائداد چھوڑ گئے ہین! چند اور مشہور مشتہرین کی دولت کے اعداد ذیل سے، مغرب مین اشتہار کی قوت زرخیزی کا اندازہ ہوگا:-

لارڈ برٹن (تاجر شراب)	۰۰۰۰۰۰۷ پونڈ
سر فریڈرک وِلس (تاجر تمباکو)	۲۹۱۸۱۱۴ "
مسٹر پیٹر رانیسن (مالک کارخانۂ خیاطی)	۱۱۱۹۶۶۱ "
مسٹر ولیم وہائیلی (مالک بساط خانہ)	۱۴۵۲۸۲۵ "
سر ہنری ٹیٹ (تاجر شکر)	۱۲۶۳۵۶۵ "
مسٹر جی نلفرڈ (مالک دواخانہ)	۱۳۱۱۰۰۰ "
مسٹر بلینڈل میپل (مالک کارخانہ فرنیچر)	۲۱۵۸۲۹۲ "
مسٹر چارلس لی (چٹنی فروش)	۱۰۷۰۱۳۷ "
مسٹر سی بوٹ (دوا فروش)	۴۲۹۴۴۲۳ "

مسٹرا ینو (مالک کارخانہ نمک ہاضم) ۶۰۷ ۱۱ ۱۶ پونڈ

مسٹرہینز (چٹنی واچار فروش) ۰۰۰ ۲۲ ۱۱

(ڈیلی میل)

طویل العمری مین تاہل کی زندگی معین ہوتی ہے یا تجرد کی؟ اس سوال کے جواب مین کارنل یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ولکاکس نے کنوارون اور شادی شدہ اشخاص کی شرح اموات کے متعلق اعداد ذیل شائع کیے ہین،

سن وسال	شرح اموات	
	متاہل اشخاص	مجرد اشخاص
۲۰ و ۳۰ سال کے درمیان	۴٫۲	۶٫۶
۳۰ و ۴۰ "	۶	۱۳
۴۰ و ۵۰ "	۹٫۵	۱۹٫۵
۵۰ و ۶۰ "	مجرد اشخاص کی شرح اموات بہ مقابلہ متاہل کے بہ قدر ۱۱ فیصدی کے زائد ہوتی ہے، اور	
۶۰ و ۷۰ "	بہ قدر ۱۹ فی صدی کے،	

خودکشی کرنے والون کی تعداد مین پورا ⅔ حصہ مجرد اشخاص کا ہوتا ہے،

(امریکن جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن)

ایک فرنچ مخترع، مسیو یوجین رویر نے ایک خاص قسم کی روشنی ایجاد کی ہے، جسکا شعلہ پانی کے اندر ۱۳۰ فٹ کی گہرائی تک روشن رہیگا، اور جس کی مدد سے پندرہ انچھ فی

منٹ کے حساب سے، لوہے کی دبیز چادرون کے آرپار نظر کی جاسکے گی، سائینٹفک حلقون مین اس ایجاد کو ایک معجزہ سے تعبیر کیا جارہا ہے،

بوڈاپیسٹ یونیورسٹی (ہنگری) کے پروفیسر کولمین ڈی ٹیلنسزیکی نے ایک ایسا عرق تیار کیا ہے، جسکے جسم مین داخل کردینے سے لاش اپنی حالت پر قائم رہ جاتی ہے، اور بہ قول پروفیسر موصوف کے سیکڑون ہزارون برس تک اسی طرح محفوظ رہ سکتی ہے، کچھ روز ہوے ایک شخص کے جسم مین اسکی وفات کے دس روز بعد، یہ عرق بذریعہ پچکاری کے داخل کیا گیا، اور نعش مثل پتھر کے سخت ہوگئی، یہی عرق ۱۹۰۹ء مین ایک نوجوان لڑکی کے جسم مین داخل کیا گیا تھا، اُسوقت سے ابتک اسکی لاش اپنی بالکل اصلی وطبعی صورت مین محفوظ ہے، بالون تک مین سرِ مو فرق نہین آیا ہے، پروفیسر صاحب کی خواہش ہے کہ یہ طریقہ زیادہ عام نہ ہونے پائے، بلکہ ہر ملک کے صرف مشاہیر کے ساتھ مخصوص رہے، تاکہ آیندہ نسلین ہمیشہ انکی صورتون کی زیارت کرسکتی رہین، پیرس کے ڈاکٹر بارتھا نے اس طریقہ مین کچھ اور اصلاح واضافہ کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے، کہ اس طور پر نعش کی تازگی دس ہزار سال کی مدت تک قائم رہ سکے گی،

جرمنی کے ڈاکٹر الفرڈ ویگنر نے اپنی ایک تازہ تصنیف مین دعویٰ کیا ہے، کہ ممالک دبّرِ اعظم برابر مغرب کی جانب حرکت کرتے جاتے، اور رفتہ رفتہ اپنی موجودہ جگہین چھوڑتے جاتے ہین، جن کے بجاے سمندر اور بحرِ اعظم پیدا ہوتے جاتے ہین، چنانچہ آج جو سمندر بحرِ ہند کہلاتا ہے، یہان کسی زمانہ مین ہندوستان آباد تھا، اور اسکی آبادی افریقہ وآسٹریلیا سے پیوستہ تھی،

علیٰ ہذا آسٹریلیا کسی زمانہ مین نیوزیلینڈ سے منسلک تھا، حالانکہ اب دونون مین بُعد عظیم ہوگیا ہے، وقیس علے ہذا،

نیچر
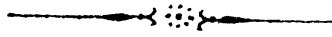
ایک عالم نفسیات مسٹر آر تھر لینچ لکھتے ہین، کہ پیرس کے ایک نامور طبیب و فلسفی ڈاکٹر ریشے نے حال مین اپنا خیال ظاہر کیا ہے، کہ ایک سکنڈ کی مدت مین انسانی دماغ ۱۲٫۳ تصورات یا خیالات سے مشغول رہ سکتا ہے، لیکن مین اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ یہ تحقیق صیح نہین۔ مین نے ایک بار متعدد شاعرون کے کلام سے اقتباسات کئے، اور مختلف علوم، عضویات، فلکیات وغیرہ کی کتابون کی بعض عبارات لین، نیز چند دشوار قواعد ریاضی کا انتخاب کیا، اور ان سب کو ازبر کرکے دل ہی دل مین دُہرانا شروع کیا، ابتدائً اس مین سخت زحمت ہوئی، اور بہت زیادہ وقت صرف ہوا، لیکن کچھ روز مین طبیعت اسقدر خوگر ہوگئی، کہ آدھ گھنٹہ کے اندر مین بہ آسانی ان تمام معلومات کو ذہن کے سامنے لے آتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا، کہ رفتار خیالات کسی متعین شرح کی پابند نہین، اسکا دارو مدار مشق و مزاولت پر ہے، اور سعی و کوشش سے اس مین بہت کچھ ترقی کرتے رہنا ممکن ہے، پھر یہ بھی صیح نہین، کہ وقت واحد مین ذہن کے ساتھ متعدد خیالات یا تصورات آسکتے ہین۔ دراصل ذہن کے سامنے ایک وقت مین صرف ایک ہی خیال یا تصور آسکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ تصور، بہت سے تصورات کا مرکب اور انپر حاوی و جامع ہو،
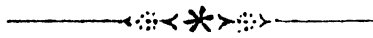
موجودہ سائنٹفک تجربات سے ثابت ہوگیا ہے، کہ شور و غل کا اثر صحت انسانی کے حق مین نہایت مُضر واقع ہوتا ہے، فوج کے بگل، پولس کی سیٹی، انجنون کی آواز،

اور اس قسم کے صدہا دیگر شور جو شہری اور تمدنی زندگی مین ناگزیر ہوگئے ہین، ان سب کے برداشت کرنے مین جس قدر ذخیرۂ قوت کا صرف ہوتا ہے، اسکی پیمایش کے لیے حال مین ایک آلہ بھی ایجاد ہوگیا ہے، (پاپولر سائنس)
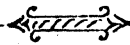
داینا (دار الحکومت آسٹریا) سے خبر آئی ہے کہ ایک نابینا شخص کے حلقۂ چشم مین ایک دوسرے شخص کی آنکھ رکھ دی گئی، اور اس سے نابینا شخص کی بصارت از سر نو عود کرآئی ڈاکٹر بیلو کہتے ہین، کہ اس خبر مین کچھ بھی استبعاد نہین، جنگ کے قبل آنکھ کو بہت ہی نازک عضو خیال کیا جاتا تھا، لیکن دوران جنگ کے تجربات نے ثابت کر دیا کہ مثل دیگر اعضاء انسانی کے آنکھ مین بھی ہر قسم کے اعمال جراحی کیئے جا سکتے ہین، اور نہ صرف ایک انسان کی آنکھ نکال کر دوسرے کے حلقۂ چشم مین رکھ دی جاسکتی ہے، بلکہ اکثر حیوانات کی آنکھون سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ جنگ سے قبل اس قسم کے دعوی کو معجزہ قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن آج یہ ایک طبعی واقعہ بن گیا ہے، (〃)

ثوابت فلکی مین روشن ترین ستارہ کا اصطلاحی نام سیرس ہے، تازہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے، کہ یہ ستارہ جو اب تک ساکن وغیر متحرک تسلیم کیا جاتا تھا، ایک انچ فی صد سال کی شرح سے حرکت کرتا رہتا ہے، کرۂ ارض سے اسکا جو عظیم الشان فاصلہ ہے اسکے لحاظ سے یہ اندازہ کیا گیا ہے، کہ یہ روزانہ ۱۰ لاکھ میل کی شرح رفتار سے حرکت کرتا ہے، (〃)

ادبیات

خلوتیانِ راز کا خاص اک پیام ہی
حسنِ وصالِ دوست بھی منزلِ ناتمام ہی

کسکے فروغِ حسن کا آج یہ فیضِ عام ہے
شام نثارِ صبح ہی صبح نثارِ شام ہی

اسکی نگاہ مین کہان طور کا احترام ہی
جسکو نصیب یار کا جلوۂ زیرِ بام ہی

چشمِ نظر پرست مین جسکا جہان نام ہی
حسنِ تمام یار کا جلوۂ ناتمام ہی

عشق کی کامیابیان اک فقط اتہام ہی
شوق جو ناتمام تہا دید بھی ناتمام ہی

ایک ادا سے پرسکوت لاکہہ نوای پرخروش
وہ روشِ خواص تھی یہ روشِ عوام ہی

حسن کی بارگاہ مین رکہئے قدم سنبہالکر
یہ وہ مقام ہی جہان خواہشِ دل حرام ہی

شیفتۂ صفات کو کوئی سکون ہو تو ہو
عاشقِ ذات کو کہان ایک جگہ قیام ہی

گرمیٔ سوزِ عشق سے دل کو جلا تو بوالہوس
صبح کو جو نہ بجھہ سکے یہ وہ چراغِ شام ہی

بندگیٔ جنون ادا بیخودیٔ ادب سرشت
حسن کی اصطلاح مین عشق اسی کا نام ہی

اسکی نظر پھرے تو پھر کون رہی جہان مین
جسکی نظر سے منضبط سلسلۂ نظام ہی

ایک بلا کی بیخودی ایک غضب کی بیحسی
دورِ حیات کہتے ہین جسکو وہ دورِ جام ہی

شوق کی انتہا کہو یا کہ فریبِ عاشقی
شورِ انا الحبیب کا خاصۂ مقام ہی

نجد کے ذرہ ذرہ سے آجتک آتی ہی صدا
جو ہے شہیدِ تیغِ عشق موت اُسے حرام ہی

اٹھو خدا کے واسطے جینے کا دو جگر ثبوت
خواب گران وہی ہی اور وقت قریب شام ہی

اوراق پارینہ

مویدالاسلام

از مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

اردو کا ذخیرۂ ادب جیسا کہ اس سے پیشتر بھی کہا جا چکا ہے، واقعۃً اسقدر قلیل نہین، جتنا سرسری نظر مین معلوم ہوتا ہے، اس ظاہری افلاس کا ایک بہت بڑا باعث یہ ہے کہ اردو مین کتابون کی نشر و اشاعت کا کوئی معقول انتظام نہین، بیسیون اعلی مطبوعات ہر سال نکلتی رہتی ہین مگر بجز ایک محدود جماعت کے کسی کو ان کے وجود کی کانون کان خبر نہین ہوتی، ان سے بھی زیادہ افسوسناک حالت مطبوعات قدیم کی ہے، پچھلے سو برس کے اندر تصنیف تالیف و ترجمہ کے ذریعہ سے اردو کے خزانہ مین صدہا جواہر کا اضافہ ہو چکا ہے، اور یہ فہرست افسانہ، شاعری، سائنس، فلسفہ، تاریخ، کلام، تصوف، لغت، ادبیات وغیرہ جملہ عنوانات پر مشتمل ہے، لیکن آج یہ کتابین قعر گمنامی و بے نشانی مین پڑی ہوئی ہین، اور کسی کو انکے وجود کی خبر تک نہین، اوراق پارینہ کے نام سے جو جدید عنوان معارف کے اس نمبر سے قائم ہوتا ہے، اسکے ذیل مین انہین فراموش شدہ مطبوعات قدیم کا ذکر ہوتا رہیگا، امید ہے ناظرین کرام بھی اس باب مین کارکنان معارف کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھینگے

انیسوین صدی کے وسط مین انگلستان مین ایک ممتاز اہل قلم جان ڈیون پورٹ تھے متعدد تصانیف و مضامین انکی یادگار ہین، تصانیف مین ان کا رسالہ متعلق صوبہ اودھ، اور تاریخ خصوبہ کورگ و راجگان کورگ قابل ذکر ہین، انہین اسلام سے خاص محبت ہو گئی تھی، اگرچہ اسکی کوئی

شہادت موجود نہین کہ وہ مسلمان ہو بھی گئے تھے، اُنھون نے دیکھا کہ خود انکے ہموطن و ہمقوم ارباب قلم نے اسلام و پیمبر اسلام پر اتہامات و غلط الزامات کی یورش کر رکھی ہے، یہ دیکھکر اُنھون نے ان افترا پردازیون کی تردید مین ایک رسالہ "اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن" کے نام سے شائع کیا جسکا صحیح ترجمہ "محمدؐ و قرآن کی بریٔت" ہوسکتا ہے،

کتاب چار ابواب پر منقسم ہے، باب دوم و چہارم مین اُنھون نے قرآن کی خوبیان بیان کی ہین، اور مغربی معترضین کے جوابات دیئے ہین، باب اول و سوم سیرت نبوی سے متعلق ہین سادہ و غیر متعصبانہ بیان واقعات زندگی کے علاوہ ان حصون مین جہاد، معراج، تعدد ازواج وغیرہ کی حقیقت بیان کی ہے اور الزامات کی تردید کی ہے، اسلامی حلقون مین کتاب کو خاصہ حسن قبول حاصل ہوا، اور پچھلی صدی کے متکلمین اسلام نے اس سے کافی استناد کیا، سرسید "خطبات احمدیہ" مین جا بجا اُسکے حوالہ دیتے ہین، مولوی چراغ علی، سید امیر علی، سب کے ہان ڈیون پورٹ کے اقتباسات ملتے ہین، البتہ اب یہ کتاب گویا معدوم ہوگئی ہے، جن پرانے کتبخانون مین ہے، وہین ہے، کتب فروشون کے ہان دستیاب نہین ہوتی،

"سوید الاسلام" اسی کتاب کے اُردو ترجمہ کا نام ہے، مولوی محمد عنایت الرحمن خان صاحب دہلوی نے حسب فرمائش خواجہ مرزا قمر الدین خان اُسکا ترجمہ کیا، اور خواجہ صاحب کے مطبع بدر الدجی (چاندنی چوک، دہلی) سے اسکی اشاعت ہوئی، سال طبع ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء ہے، اس حساب سے اسے طبع ہوئے ۵۴ سال قمری اور ۵۲ سال شمسی اسوقت تک ہو چکے ہین، ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر دو سو صفحہ کی ضخامت ہے، خط صاف و روشن ہے، کتابت کی غلطیان نسبتہً کم ہین، مترجم نے جا بجا اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ کیا ہے،

دیباچہ، مرزا غالب کے شاگرد رشید میر مہدی مجروح کا لکھا ہوا ہے، اور اس زمانہ کے

عام دستور کے مطابق حمد، نعمت، وسبب تالیف پر مشتمل ہے، حمد کا رنگ یہ ہے :-

"سزاوار پرستش اس وحدہ لاشریک کی ذات ہے، جسکے ایک لفظ کن کی یہ ساری کائنات ہے، اُسکے دربار کمال مین آسمان سے ہزارون حباب، اسکے پرتو نور اجلال کے مہر وماہ سے لاکھون کواکب ضیایاب، قطرۂ آب اسکے فیض عمیم سے دُرِ نایاب بنجاتا ہے، پتھر اسکی عنایت عمیم سے یاقوت ناب ہوجاتا ہے، وہ دانہ خشک سے سبزۂ تر نکالتا ہے، اسکے حکم سے خاک سے آب پاک جاری ہوجاتا ہے، کبھی شام ہے کبھی صبح ہے، کبھی دن ہے کبھی شب ہے، غرض اس صانع مطلق کا جو کار ہے عجب ہے،

نعت کا نمونہ یہ ہے :-

"وہ جسکے سبب جہان کی نمائش وآدم کی پیدائش ہوئی.... وہ جسکی نعلین تاج سر عرش برین وہ جسکے ادنیٰ خدمتگار روح الامین، وہ جسکے خاک آستان پر سر عجز آسمان، وہ جسکا محکوم زمین و زمان.... وہ لباس بشر مین نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا، بندہ ہوکر خدا کا حبیب ہو، یہ رتبہ کسکو نصیب ہو، غالب

تمنائے دیرینۂ کردگار	بود ایزد از خویش اُمیدوار
ز رازِ نہان پردۂ برزدہ	زذات خدا معجزہ سرزدہ

سبب تالیف کتاب ان الفاظ مین درج ہے :-

"حجت حق اسے کہتے ہین، اور راثبات دعوی راستی کے بھی معنی ہین، حضرت کی علو بیت مرتبہ کو منکران نبوت بھی مان جاتے ہین، اور اہل استخفاف کی زبان سے بھی کلمات حق نکل جاتے ہین، چنانچہ فی زماننا دار السلطنت لندن مین صاحبان انگلشیہ مین سے ایک صاحب کہ جنکا نام نامی جون ڈیون پورٹ صاحب ہے، اور نہایت اپنے علم مین ذی استعداد و

ومورخ بے بدل وانصاف دوست و راستی آشنا ہین، اُنھون نے کچھ ہمارے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقایع عمری تحریر کیا ہے، اور بعض بعض الزامات کا جو غیر مذہبون نے بسبب تعصب مذہبی کے انحضرت کی نسبت لگائے ہین، ان کا جواب لکھکر اُنکو دفع کیا ہے، جب وہ کتاب چھپ کر ہندوستان مین آئی تو اُسکے پڑھنے کو ہرایک دیندار بنوی کی طبیعت لہرائی، چونکہ انگریزی زبان ہرایک نہین جانتا اسواسطے مشفقی خواجہ قمرالدین صاحب عرف خواجہ مرزا صاحب خلف الصدق خواجہ بدرالدین جان صاحب عرف خواجہ امان صاحب مترجم بوستان خیال کہ جوان سنجیدہ وفہیدہ ہین، انھون نے یہ چاہا یہ کتاب زبان انگریزی سے اردو مین ترجمہ ہوجائے، تاہرایک مشتاق اُسکے پڑھنے سے حظ اٹھادے اور اس کارخیر کے انصرام مین ثواب بھی عاید حال ہوجائے، یہ خیال کرکے خواجہ صاحب موصوف نے اسکی درستی مین کمرہمت چست باندہی اور محمد عنایت الرحمن خانصاحب سے کہ وہ فنِ ترجمہ نگاری مین دستگاہ تام رکھتے ہین، کتاب مذکور کا ترجمہ کروایا، جب ترجمہ ہوچکا تو سویدا الاسلام نام رکہا، اور قصد انطباع کیا، اور اس خاکسار ہیچمدان مہدی مجروح سے دیباچہ لکھنے کو فرمایا، بندہ خواجہ صاحب کا حکم بسروچشم بجالایا کسواسطے کہ رضاجوئی احباب کار ثواب ہے، اب آگے اصل مطالب کتاب ہے، فقط"

اسکے بعد اصل کتاب کا آغاز وقایع عمری آنحضرت سے ہوتا ہے، اقتباسات ذیل سے مصنف کے طرز خیال اور مترجم کی طرز ادا دونون کا اندازہ ہوسکیگا، ابتدائے سخن یون ہوتی ہے:-

اسمین کچھ شبہہ نہین کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والون مین ایک کا بھی نام اسطرح نہین لیا جاسکتا، جسکی وقایع عمری آنحضرت کی وقایع عمری سے زیادہ ترمفصل اور صداقت سے لکھی گئی ہون، فی الحقیقت اگر ہم آپکی سوانح عمری کو اُن معجزات اور تعجبات سے مبرا کردین

جو ایشیائی مورخون نے آپکی طرف منسوب کئے ہین تو بالکل اچھی طرح سے یقین ہو سکتا ہے۔
آپ کے ولادت کے زمانہ مین اکثر عرب کے حصے غیر قومون کے زیر حکومت تھے، کوہستانی عرب کے تمام شمالی حصے اور ملک شام و فلسطین و مصر بادشاہان قسطنطنیہ کی عملداری مین تھے اور خلیج فارس کے کنارے اور وہ ملک جسمین دریاے دجلہ و فرات بہتے ہین، اور ملک جزیرہ نماے عرب کے جنوبی حصے خسروان فارس کے قلمرو مین شامل تھے، بحر قلزم کے ساحل کا ایک حصہ مکہ معظمہ کے جنوب تک عیسائی بادشاہان ابی سینیا کا ماتحت تھا.....
اہل عرب کو نہ عقبیٰ کا اور نہ دنیا کے مخلوق ہونے کا یقین تہا، وہ عالم کی خلقت کو زمانہ کی گردش سے اور آیندہ کے معدوم ہونے کو انجام وقت سے منسوب کرتے تھے، عیاشی اور قزاقی کا ہر جا زور رہتا اور چونکہ موت کو ہستی کا انجام محض خیال کرتے تھے، لہذا نہ نیکی کی جزا مانتے تھے نہ بدی کی سزا"

قرآن سے متعلق ایک یورپ نژاد مسیحی کے خیالات ذیل دلچسپی سے پڑھے جائین گے:۔

منجملہ محاسن اور خوبیون قرآن شریف کے جسپر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو باتین نہایت عمدہ ہین، اول قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خدا تعالیٰ کا ذکر ہے، اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے، اور خوف آتا ہے، اور جس عبارت مین خدا تعالیٰ کی نسبت ان جذبون کا مغلوب ہونا نہین منسوب کیا گیا ہے، جو انسان کے واسطے مختص ہین، دوسرے تمام قرآن شریف ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کئے جا سکتے ہین، مگر افسوس یہ عیب یہودیون کی مقدس کتابون مین اکثر واقع ہین، حقیقت مین قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اسمین ذراسی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اُسے اول سے آخر تک پڑھین تو کہین ایسی

بات نہ واقع ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے "
مسیحی مورخین علی العموم مسلمانون کو کتبخانہ اسکندریہ کے جلانے کا مجرم قرار دیتے ہین،
ڈیون پورٹ صاحب اس الزام کی پُرجوش تردید کرتے ہین :-

عیسائی کہتے ہین کہ حضرت عمر نے سنہ ۶۴۱ء عمرو کو حکم دیا کہ وہ اسکندریہ کے کتبخانے جلادے، اور اسکی تمام کتابون کو ساجد کے حمامون مین صرف کرے، یہ الزام بالکل جھوٹا ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ ٹولمیز کے کتبخانہ کی چار لاکھہ یا سات لاکھہ کتابین جولیس قیصر کی لڑائی مین جل گئی تہین، یہ الزام جسے اکثر مورخ علی التواتر لکھتے ہین، بالکل بے بنیاد ہے، اور اسکا کذب مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہے، دلیل (۱) انحضرت کا حکم ہے کہ یہودی اور عیسائیون کی مذہبی کتابین جو فتح مین مسلمانون کے ہاتھہ آئین اُنہین برباد نہ کرنا چاہیئے، اور کتب عروض و فلسفہ و تاریخ وغیرہ بھی جو مسلمانون کے قبضہ مین آئین اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے، پس ایسا کیونکر ہوسکتا ہے، اہل اسلام انحضرت کی عدول حکمی کرتے اور اس کتبخانہ کو جلادیتے، دلیل (۲) ابو الفرج کہ جسکے خاندان نے اس کتبخانہ کے جلنے کی روایت بیان کی وہ اس زمانہ سے چھہ سو برس پیشتر[1] ہوا ہے، جس زمانہ مین کہ اس واقعہ کا ہونا بیان کیا گیا ہے، علاوہ اسکے اور مورخان قدیم خواہ عیسائی ہون یا مصری کسی نے اس حادثہ کا ذکر نہین لکھا - دلیل (۳) سینٹ کرای، جس نے کہ اسکندریہ کے کتبخانون کی تحقیق مین بہت سی کتابین لکھی ہین، لکھتا ہے کہ یہ حکایت بالکل جھوٹی ہے، کیونکہ اسکندریہ مین بڑے بڑے اور قدیم کتبخانے چوتھی صدی سے پہلے تھے، تعجب کی بات ہے کہ زمانہ حال کے مورخ اس حکایت کو بیان کرتے ہین، حالانکہ گبن صاحب مورخ یہ بیان کرتے ہین کہ یہ حکایت مشکوک ہے کیونکہ نہ تو مسلمانون کی شان سے ایسی حرکت صادر ہوتی معلوم ہوتی ہے

[1] معارف: پیشتر یا پیچھے ؟

اور نہ کسی عیسائی یا مسلمان مورخ نے اسکا ذکر لکھا ہے "

ان اقتباسات سے ناظرین کو مترجم کی زبان اور مصنف کے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، مترجم کی زبان اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے خاصی سلیس ہے، اور ترجمہ عموماً صحیح ہے، مصنف نے الزامات کی تردید مین تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ الزامی جوابات بھی دیئے ہین اور تقریباً تمام اہم مسایل مثلاً معراج، جہاد، سیرۂ نبوی، تعدد ازدواج وغیرہ سے اعتراضات کو رفع کیا ہے، ایک مقام پر سلطان ٹرکی کا طویل خط، سفیر انگلستان کے نام نقل کیا ہے، جو اسقدر تیز اور تند لہجہ مین ہے کہ آج بڑے سے بڑے آتش زبان اخبارات بھی اس سے آگے نہین بڑھ سکتے، خود مصنف نے اپنے ہم قوم و ہموطن انگریزون پر تصریح کے ساتھ متعدد مقامات پر "بد معاملگی" خیانت، "طماعی" اور "بے ایمانی" کے الزامات لگائے ہین، اور اپنے دعوی کے شواہد بھی پیش کئے ہین، یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب سادہ دل مسلمانان ہند کے نزدیک انگریزی قوم، خوش معاملگی، دیانت و صداقت کی اوتار تھی، ان اجزا کا مطالعہ موجودہ سیاسی فضا مین خاص طور پر دلچسپ ہے۔

معارف: ہمارے فاضل دوست نے "اوراق پارینہ" کے زیر عنوان جس کتاب کا تذکرہ کیا ہے حقیقت مین وہ ابھی اسقدر پارینہ اور از یاد رفتہ نہین ہوئی ہے کہ اُسکے یاد دلانے کی ضرورت پڑے، جان ڈیون پورٹ صاحب کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن" کے اردو مین دو ترجمے ہوئے ہین ایک تو وہ جسکا ہمارے دوست نے ذکر کیا ہے، دوسرا ترجمہ بھی اسی زمانہ مین مولوی ابو الحسن صاحب نے کیا تھا اس دوسرے ترجمہ کا نام تائید محمد و القرآن" ہے، اور جو لاہور کے کتب فروشون کے ہان ابتک ملتی ہے، البتہ پہلا ترجمہ جسکا نام "موید الاسلام" ہے اور جسکو مولوی عنایت الرحمن دہلوی نے کیا تھا، کم رواج پذیر ہوا، شاید اسلئے کہ اسکی طرز عبارت مین کسیقدر قدامت اور کہنگی کا رنگ جھلکتا تھا۔

جان ڈیون پورٹ صاحب کے متعلق حضرت الاستاذ علامۂ شبلی مرحوم فرماتے تھے کہ یہ صاحب، سید محمود مرحوم کے پڑہانے کے لئے ولایت مین خانگی معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے لیکن نہایت لائق اور اسی کے ساتھ نہایت رحمدل اور نیکوکار تھے، مولانا حکایت کرتے تھے جسکو اُنھون نے شاید سرسید کی زبان سے سُنا ہوگا کہ ڈیون پورٹ صاحب معلمی و اتالیقی و مضمون نویسی پر گذر کرتے تھے، اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے تھے، جب مرنے لگے تو اُن کے پاس اچھا خاصہ سرمایہ نکلا، اُنھون نے وصیت کی کہ یہ تمام سرمایہ ان کے محلہ کے یتیم خانہ کے نام منتقل کردیا جائے،

سنہ ۱۸۶۹ء مین جب سرسید، سید حامد اور سید محمود اپنے دونون بیٹون کو لیکر انگلستان گئے تو اُنکی ملاقات جان ڈیون پورٹ صاحب سے ہوئی، یہ نہین معلوم کہ وہ سرسید سے ملنے سے پہلے اپنی کتاب لکھہ چکے تھے، یا ملنے کے بعد اُنھون نے لکھی، بہرحال یہ کتاب لکھی گئی، لیکن وہان کوئی صاحب مطبع اُسکے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا، اور نہ خود مصنف مین اُسکے چھپوانے کی استطاعت تھی، سرسید کو جب اس کتاب کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنی طرف سے اُسکو چھپواکر انگلستان مین شایع کیا، اور اسکی سو جلدین ہندوستان بھیجین، اور اسی زمانہ مین اُسکے دونون ترجمے شایع ہوئے،

اسوۂ صحابہ

ازمولنا عبد السّلام ندوی

سیر الصحابہ کی ایک جلد جسمین صحابۂ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور طرز معاشرت کے واقعات وحالات ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، یہ کتاب اسلام کی عملی زندگی کا مرقع ہے، اور ہر مسلمان کیلئے اُسکا مطالعہ ضروری ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، صفحات ۳۵۰، قیمت ۲؎

منیجر دار المصنفین

باب التقریظ والانتقاد

سلسلۂ منتخبات نظم اُردو

عربی شاعری کا بہترین انتخاب حماسہ ہے، اسکا جامع ابوتمام خود ایک بلند پایہ شاعر تھا لیکن "حماسہ" کے مشہور شارح تبریزی نے اپنی شرح کے دیباچہ مین لوگون کا یہ قول نقل کیا ہی، کہ "ابوتمام اپنے کلام سے زیادہ اپنے انتخاب مین بڑا شاعر نظر آتا ہے"، اسمین شبہہ نہین کہ سخن فہمی کا مرتبہ سخن وری سے کسی طرح کم نہین، استاذ مرحوم (علامہ شبلی) نے "شعر العجم" اور "موازنہ انیس و دبیر" لکھکر ایران و ہندوستان کی شاعری پر جو احسان کیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا درجہ خود انکی اُردو، فارسی شاعری سے کم ہے، لیکن یہ جامعیت بہت کم لوگون کے حصہ مین آتی ہے۔

اُردو مین جس کثرت سے لوگ شاعر بننے کی کوشش کر رہے ہین، اُن مین سے فیصدی اگر ایک شخص بھی سخن سنجی کا صحیح مذاق اپنے اندر پیدا کر سکتا، تو اسکا وجود زبان و ادب کیلئے یقیناً ان اشخاص سے کہین بڑھکر مفید ہوتا، جو محض موزون و مقفی کلام کے مجلدات مین اضافہ کرتے رہتے ہین، گو اُردو شاعری بعض اصناف سخن کے لحاظ سے ابھی بہت ہی کم مایہ، بلکہ بکسر تہی دامن ہے، تاہم قدیم و جدید اساتذہ کے یہان ایسے جواہر ریزون کی کمی نہین جنکو اگر خس و خاشاک سے پاک کرکے یکجا کر دیا جائے، تو ہماری شاعری محض گل و بلبل اور خط و خال کی داستان یا صنائع و بدائع اور ضلع جگت کی طبع آزمائی نہین کہی جا سکتی۔

اس ضرورت کا احساس اگرچہ ادب لطیف ہی کے شیدائیون کو ہونا چاہیئے تھا لیکن

ان کا ذوق لطافت پسندی شاید اپنے ذوق کی خدمت مین بھی کسی تلاش و کاوش کا متحمل نہین،
اسلئے انکے فرض کا بار بھی ایک کاوش طلب علم ہی کے خدمتگذار نے اٹھایا ہے، پروفیسر محمد
الیاس برنی (جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) نے اپنے مخصوص فن معاشیات (اکنامکس)
مین اردو زبان کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے اور دے رہے ہین، اسکی اہمیت
ارباب نظر سے مخفی نہین، لیکن کبھی کبھی اس خشک شغلہ سے گھبرا کر انکی زبان قلم تری ڈھونڈھنے
لگتی ہے، جسکی ایک قسط (اسرار حق) کا پچھلے سال انہی صفحات (معارف - جولائی سنہ ۲۱ء) مین
ذکر آچکا ہے، منتخبات نظم اردو کا سلسلہ بھی پروفیسر موصوف ہی کے قلم کا تحفہ ہے،

یون تو اردو شاعری کے کچھ نہ کچھ انتخابات پہلے سے بھی موجود ہین، لیکن یہ زیادہ تر یا تو
صرف کسی ایک شاعر سے تعلق رکھتے ہین، یا کسی ایک مضمون پر چند شعرا کے کلام کا مجموعہ ہین،
"سلسلہ منتخبات نظم اردو" مین شعرا اور مضامین شاعری دونون لحاظ سے استقصا اور جامعیت
کا اہتمام کیا گیا ہے، قدیم و جدید، گذشتہ و موجودہ تمام اساتذہ سخن ولی و دبیر، غالب و انیس سے
لیکر اقبال و حسرت تک ایک ہی مرقع مین جلوہ گر ہین۔

مضامین شاعری کے لحاظ سے اس سلسلہ کو تین موٹے عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے،
(۱) جذبات فطرت، (۲) معارف ملت (۳) اور مناظر قدرت۔ جنمین سے ہر ایک عنوان الگ
الگ ایک مستقل کتاب کی صورت مین شایع ہوا ہے، یعنی پورا سلسلہ تین حصون پر مشتمل ہے،
ابتک اس سلسلہ کے تین سٹ (جلد) نکل چکے ہین، پہلا غالباً سنہ ۱۹ء مین نکلا تھا، جسکا ذکر فروری
سنہ ۲۰ء کے معارف مین بذیل "مطبوعات جدیدہ" آچکا ہے، اسکے بعد جلد دوم کے تینون
حصے نکلے، مقبولیت نے مولف کی ہمت بڑہائی، اور اسوقت جلد سوم ہمارے سامنے ہے، دیباچہ
مین مولف نے اس سلسلہ کو ابھی اور جاری رکھنے کی امید دلائی ہے،

ہر حصہ بجائے خود جس صنف کلام کو محیط ہے، اسکا اندازہ فہرست مضامین سے ہوگا جسکے کچھ اقتباسات درج ذیل ہین:- [1]

جذبات فطرت: یاد رفتگان، نیرنگی عالم، وداع بلبل، پرندے کی فریاد، پھول کی فریاد، سیل زندگی، دم واپسین، جنازۂ پسر، نوحۂ برادر، بن مان کی بچی، قبر ابتداے الفت، دل سے دو دو باتین، سیتاجی کی منت وزاری، حب وطن، ترانۂ ہند، نوحۂ دہلی، نیا شوالہ، شب وشاعر، نگاہ الفت، موسیقی، یاد ایام، انقلاب، عبرت، کاسۂ سر، طالبعلم کی امید، روز عید، ہجو اکول (بسیار خور)

معارف ملت: معرفت، حمد، مناجات، شوق مدینہ، نام کے مشائخ، قحط علماء، قحط اہل اللہ، کوشش، راہ ترقی، استقلال، پیام عمل، صلاے عزم، رہبران قوم، احرار قوم، کانفرنس، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی، وقت ملازمت، علم کی قوت، برق کلیسا، اگلے شرفا، نئے جنٹلمین، پردہ، ممبری کونسل، مقصد زندگی، قدر فرصت، محنت، ایک وقت مین ایک کام، آداب محفل، رموز وحدت، نزول وحی، طلسم حقیقت، حقیقت عالم، ترانۂ حیات، شاہ اسلام، سپاسنامۂ اردو، وصف سخاوت، مذمت تکبر، جہل مرکب، مہذب بیوی، عاشق رسول،

مناظر قدرت: ظہور صبح، پل پر شام تنہائی، چاندنی اور تالاب، سمندر کی رات، پچھلی رات، برسات، جھولا، شہر کی برسات، گرمی کا موسم، دہرہ دون کی سیر، صبح بنارس، دہان کے کھیت، آندہی، جاڑے کی بارش، گلاب کا پھول، آمون کی بہار، جونپوری خربزہ احباب، سکون، مقبرۂ نورجہان، مرغابی، تتلیان، جگنو، ایک حسین لڑکی، عروس، ماما، نوشہ کا حمام، شیوشنکرجی کی برات، دلہن کی رخصت، میلے کی سیر، مراجعت وطن، تاج محل،

[1] یہ اقتباسات زیادہ تر جلد دوم وسوم سے ماخوذ ہین، ہر سٹ کا ہر حصہ کم وبیش سو عنوانات پر مشتمل ہے۔

ریل گاڑی، پن چکی، دوشیزہ، تصویر غازی انور پاشا، چھیلا، پیری، پتنگ بازی، مرغ بازی، دیوالی، ہولی، سوانگ، بوڑھا بوالہوس، قدیم سواری، چور چکار،

کیا اس مجموعہ کے پیش نظر ہونے کے بعد بھی اردو شاعری کے دامن پر یہ داغ رہجاتا ہے کہ وہ محض وصل وہجر کی حکایات کا طومار ہے، اسمین کلام نہین کہ مذکورہ بالا مضامین مین قدیم اساتذہ کا حصہ کم ہے، لیکن یہ وقت کی بات تھی جس سے نفس اردو کی لسانی صلاحیت پر کوئی حرف نہین آتا، اردو کی زمین ہر رنگ وبو کے پھول کھلا سکتی تھی، صرف موسم کے آنے اور ہوا کے بدلنے کا انتظار تھا، کہ چمن کی ہر روش گلزار ہوگئی۔ پھربھی تمکو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ بکری، بلی، بلاؤ، چھیلا، ہولی، شادی کی دھوم، بارش اور شکار وغیرہ پر خالص وصف نگاری کی نظمین میر تک کے ہان موجود ہین،

مولف نے یہ بالکل سچ لکھا ہے کہ،

"ایسے وسیع انتخابات مین سب نظمون کا ہم پلہ ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب بعض نظمین جو ادبی لحاظ سے شاید ادنی خیال کیجا ئیمن، اسلئے خاص طور پر قابل قدر ہین کہ وہ پہلے پہل نئے نئے مضامین کے خاکے ہین۔۔۔۔۔ اگر کچھ نظمین بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہون تو امید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائین گے، (دیباچہ صفحہ ۶-۷)

بااین ہمہ ان انتخابات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی صاحب انتخاب کی کاوش وسخن سنجی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، البتہ ترتیب کے متعلق چند باتین محتاج توجہ ہین،

(۱) چونکہ ہر قسم کے مضامین شعری کو تین عنوانات کی تحت مین لانے کی کوشش کیگئی ہے اسلئے قدرۃً بعض مضامین عنوان کتاب کے ساتھ میل نہین کہاتے، شلاً دلی دربار، چہرگردی، میدان جنگ، تلوار، تاج محل، ریل گاڑی، تصویر غازی انور پاشا وغیرہ کے مضامین جو

وصف نگاری سے تعلق رکھتے ہین، اُنکو مناظرِ قدرت کی تحت مین داخل کرنا نہایت ہی ناموزون معلوم ہوتا ہے، اسی طرح "شہزادہ کے گم ہونے پر ماتم" کی صحیح جگہ "مناظر قدرت" کے بجاے جذبات فطرت مین تھی، دو شیرہ، چیونٹی، جگنو، ہاتھی، وغیرہ کو بھی مناظر قدرت (نیچرل سینیری) کہنا برا معلوم ہوتا ہے، اس حصہ کا نام "کائنات قدرت" (یعنی نیچر) زیادہ مناسب ہوتا، وسعت بھی پیدا ہو جاتی،

جذبات فطرت اور معارف ملّت مین بھی اس قسم کی بعض ناہمواریان موجود ہین، آخرالذکر عنوان اخلاقی، قومی شاعری کے ساتھ فلسفہ وتصوف کے اسرار وحکم کو بھی محیط ہی لیکن ان سب کو ایک ہی رشتہ مین گوندھنے کے لئے معارف ملّت سے بہتر کوئی عنوان نظر نہین آتا،

(۲) ایک ہی مضمون کا کلام، جو بعض صورتون مین ایک ہی شاعر کا بھی ہے، مثلاً "برسات" کی نظمین تم کو تینون جلدون کے حصہ "مناظر قدرت" مین ملین گی "نمود صبح" اور "ظہور صبح" ایک مضمون اور ایک ہی شاعر (انیس) کی دو مختلف نظمین، دو مختلف حصون مین درج ہین، اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جب ایک جلد کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے، تو وہ شایع کر دیا جاتا ہے، پھر اگر اسی مضمون یا اسی شاعر کا کلام کچھ اور دستیاب ہوتا ہے تو آیندہ جلد کے حصہ مین آتا ہے۔ گو اس سے ترتیب مین ذرا پراگندگی محسوس ہوتی ہے، تاہم ہر جلد تقریباً ہر قسم کی نظمون پر مشتمل ہونے سے مختلف الالوان دسترخوان کا لطف ضرور رکھتی ہے،

(۳) ہر حصہ مین اگرچہ بجاے خود اس حسن ترتیب کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایک صنف کے مضامین ایک ہی سلسلہ مین درج ہون مگر کہین کہین اسمین بھی خلل نظر آتا ہے، مثلاً "مدینہ کی جوگن" "شوق مدینہ" اور "امداد نبی" "شفاعت نبی" کے بیچ مین "سفر آخرت" کی نظم، یا "معلی" اور "دیوالی" کے بیچ مین "صراف" کی نظم آ جاتی ہے،

حسن ترتیب کے ساتھ حسن انتخاب کا حق بھی ابھی مزید توجہ چاہتا ہے، مثلاً محروم کی اس "ابتدائے الفت" ("جذبات فطرت" جلد دوم) کے ساتھ کہ،

ہم انہیں دیکھا کئے اور وہ ہمین دیکھا کئے　　ہائے وہ پہلی نگاہین اجنبیت کے مزے

آنکھین قدرۃً حسرت کے اس آغاز الفت کو ڈھونڈھتی ہین کہ

یاد ہین سارے وہ عیش با فراغت کے مزے　　دل ابھی بھولا نہین آغاز الفت کے مزے

حسن سے اپنے وہ غافل تھا مین اپنے عشق سے　　اب کہان سے لاؤن وہ ناواقفیت کے مزے

اس غزل کا ہر شعر پُرکیف ہے۔

اسی طرح میر کی اس "حقیقت عالم" (معارف ملت جلد سوم) کے پہلو مین کہ

کچھ نہین اور دیکھین ہین کیا کیا　　خواب کا سا ہے یان کا بھی عالم

ہستی اپنی حباب کی سی ہے　　یہ نمائش سراب کی سی ہے

جبتک غالب کے حقیقت نگار قلم کے یہ نقوش سامنے نہون مرقع قطعاً ناقص رہیگا۔

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد　　عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہان کھائیو مت فریب ہستی　　ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود　　ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

مولف کے اہتمام جامعیت سے امید ہے کہ آیندہ جلد مین تصویر کے باقی خط و خال بھی نمایان ہو جائین گے۔

جلد سوم مین ایک دلچسپ جدت کیگئی ہے، یعنی ایک ہی مضمون پر ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار چن کر یکجا کئے ہین، مثلاً "شکایت الفت" "کیفیت عشق" "قاصد" وغیرہ عنوانات کے تحت میر کے بہت سے ہم مضمون اشعار ایک ہی سلک مین منسلک ہین۔

لیکن ان چیزون مین ابھی بہت زیادہ اضافہ کی گنجائش ہے۔

بعض عنوانات کے نحوی مسامحات بھی آیندہ اڈیشن مین ترمیم طلب ہین، مثلاً "دوپہر سرا" "سہ پہر سرا" "کارنامۂ بلاؤ" "ممبری کونسل" وغیرہ کی اضافت۔

ان خفیف جزئی فروگذاشتون کے باوجود "سلسلۂ منتخبات نظم اردو" اردو شاعری کا "سلسلۃ الذہب" ہے، اور بلا پس وپیش کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بہتر وجامع تر کوئی انتخاب موجود نہین،

لکھائی چھپائی اور جلد بندی کا اہتمام بغایت دیدہ زیب ہے، ہر حصہ جسکی ضخامت ڈیڑہ سو صفحے سے زیادہ نہین ہے، ۲۰×۳۰ کی چھوٹی تقطیع کا ایک نہایت ہی خولصورت مجلد ہے تینون سٹ جنکو چھوٹی چھوٹی نوکتابون کا ایک مختصر کتبخانہ کہنا چاہیئے، تحائف وانعامات کے لئے خاص طور پر موزون ہین،

ہر حصہ کی قیمت عہ ہے، اور ملنے کا پتہ،

(۱) "محمد مقتدی خان شروانی علی گڈھ"

(۲) "محمد الیاس برنی، جام باغ، حیدرآباد (دکن)"

(۳) "شیخ مبارک علی، لہاری دروازہ، لاہور"،

مطبوعات جدیدہ

تفسیر سورۂ فاتحہ، سورۂ فاتحہ کا نام امّ الکتاب ہے، یعنی وہ قرآن مجید کی اصل اور قرآن مجید کے تمام حقائق و اسرار کو جامع اور محیط ہے، اس بنا پر علما نے خاص سورۂ فاتحہ کی تفسیر اس نہج پر لکھی ہے کہ تمام قرآن مجید کی روح اور عطر اس ایک سورہ کے اندر آجائے اردو مین ابتک اس سورۂ مبارکہ کی ایسی کوئی تفسیر نہین لکھی گئی تھی، جناب مولوی محی الدین احمد صاحب بی، اے قصوری، سابق مدیر اقدام (کلکتہ) و ناظم جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام (پونہ) نے جو مدت تک مولانا ابوالکلام صاحب کے درس قرآن مین شریک رہ چکے ہین، اس سورہ کی اردو مین ایک مبسوط و مفصل تفسیر لکھکر شایع کی ہے، طرز بیان موثر، طریقۂ ادا سہل و آسان اور قرآن مجید ہی کی آیتون کی مدد سے مطالب کی تشریح کی ہے، جا بجا حالات موجودہ کی طرف بھی اسمین اشارات پائے جاتے ہین، قومون کے انحطاط اور جماعتون کے فساد اخلاق کے اصول و قوانین اور قرآن مجید سے ان کے طرق علاج و تدبیر کی تفصیل کی ہے، مسلمانون کے لئے اسکا مطالعہ نہایت مفید ہوگا

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع چھوٹی، خط باریک، صفحات ۳۰۸، قیمت عہ/ پتہ: الہلال بک ایجنسی، شیرانوالہ دروازہ، لاہور،

کلیات شیفتہ وحسرتی، نواب عظیم الدولہ محمد مصطفےٰ خان المتخلص بہ شیفتہ وحسرتی، دلّی کی اس آخری بزم کے رکن تھے جو ۵۷ء کے غدر کے بعد بھی شاہجہان کے دار السلطنت مین قائم تھی، شیفتہ کا اردو اور فارسی کلام اساتذہ کے رنگ کا ہے، نواب حاجی محمد اسحاق خانصاحب مرحوم خلف الصدق نواب شیفتہ مرحوم نے شیفتہ کے اردو اور فارسی کلام کے مجموعہ کو یکجا کر کے

طبع کرایا تھا، اکثر غزلین، غالب و مومن کی غزلون کی ہمطرح ہین، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین شاعر کے حالات و واقعات درج ہین، قیمت عہ، پتہ: مصطفٰے اکیسل، میرٹھ،

حزن اختر، دائرۂ ادبیہ لکھنؤ تعریف کا مستحق ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ادبی و علمی رسائل کا سلسلہ وقتاً فوقتاً شایع کرتا رہتا ہے، طبع و اشاعت مین لطافت اور حسن سلیقہ بھی ہمیشہ ملحوظ رکھتا ہے، آجکل قید و بند کا دور ہے، شاید اسی مناسبت سے ملک اودھ کے آخری اسیر فرمانروا واجد علی شاہ اختر نے اپنی قید کے حالات مین اردو مین جو مثنوی لکھی تھی، دائرہ ادبیہ نے اسکو چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہے بجلد، اور جلد پر کتاب کا سنہرا نام سلیقہ مندی کو ظاہر کرتا ہے، مظلوم قیدی کا بیان خود مظلوم قیدی کی زبان سے جسقدر موثر ہو سکتا ہے، اسی قدر یہ مثنوی حسرت انگیز ہے، آغاز مین مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کا ایک دیباچہ ہے، مولوی صاحب کی ابتدائی زندگی مٹیابرج مین گذری ہے اسلئے ان کے قلم سے اس داستان کی تقریب و تمہید نہایت دلچسپ ہے، صفحات ۵۰، قیمت غیر مجلد ۸، مجلد سطلا عہ، پتہ دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

اسلام کا اثر یورپ پر، معارف مین اس عنوان سے قاضی احمد میان اختر جوناگوہی کا ایک مبسوط مضمون شایع ہوا تھا جسمین خود مورخین یورپ کے بیانات سے اسلام کے ان اثرات کو دکھایا گیا تھا جو یورپ کے تمدن پر پڑے ہین، "دائرۂ ادبیہ" نے اس مضمون کو اپنے سلسلہ مین داخل کرکے ایک مستقل رسالہ مین شایع کردیا ہے، رسالہ پر معلومات ہے، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۶ صفحات، جلد خوبصورت لکھائی چھپائی اچھی، قیمت غیر مجلد ۴، مجلد طلا ۱۲/، پتہ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

دائرہ کو یہ مشورہ دینا بیجا نہ ہوگا کہ وہ اپنے سلسلہ کے تمام مطبوعات کو ایک ہی تقطیع پر شایع کرے تاکہ یکسانی وہم قامتی اسکے پورے سلسلہ کے حسن و لطف کو دوبالا کردے،